کرامات

وکمالاتِ اولیاء

جلد اول

مجموعۂ ارشادات

حضرت شیخ الحدیث مولانا یوسف متالا رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب	:	کرامات وکمالاتِ اولیاء
افادات	:	حضرت شیخ الحدیث مولانا یوسف متالا رحمۃ اللہ علیہ
جلد	:	اول
صفحات	:	۴۹۶
سن اشاعت	:	۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲ء (طبع دوم)
ناشر	:	ازہر اکیڈمی، لندن، برطانیہ

ملنے کے پتے:

ہندوستان:

کتب خانہ یحیوی، متصل مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور، یو پی۔
جامعہ قاسمیہ دار العلوم زکریا، ٹرانسپورٹ نگر، مرادآباد، یو پی۔
جامعۃ الزہراء، ملا محلّہ، نانی نرولی، سورت، گجرات۔ ۳۹۴ ۱۱۰

برطانیہ:

Azhar Academy Ltd
54-68 Little Ilford Lane, Manor Park,
London E12 5QA | Tel: (+44) 208 911 9797
E: sales@azharacademy.com | W: www.azharacademy.com

عناوین

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

﴿ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّٰلِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُو۟لَٰٓئِكَ رَفِيقًا ﴾

صدق الله العظيم

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ عزوجل کا شکرو احسان ہے کہ ازہر اکیڈمی کی طرف سے جمال محمدی ﷺ کی دو جلدیں طبع ہوگئیں اور اسے بنظرِ استحسان دیکھا گیا۔

بالخصوص حضرت پیر صاحب مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہم کی دعائیں ملی اور مظاہر علوم، سہارنپور اور ندوۃ العلماء، لکھنؤ کے بعض اکابرین نے پسندیدگی کے اظہار کے ساتھ شکوہ بھی کیا کہ اس کو منظرِ عام پر لانے میں تاخیر کیوں کی گئی۔ الحمد للہ علی ذلک۔

اس لئے اب ہم ''کرامات و کمالاتِ اولیاء'' کی یہ جلد پیش کر رہے ہیں۔ یہ بھی سابق موضوع ہی کا تسلسل ہے کہ قرآن و حدیث بلکہ سابقہ کتب میں بھی باعثِ تخلیقِ کائنات سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کے ساتھ ایک خاص انوکھے تعلق کا ہم سے مطالبہ ہے کہ عبادات میں تو صرف خالق اور معبود ہی کے لئے قلب کو اس کے ماوراء سے خالی کرلیا جائے اور اس ذاتِ وحدہ لاشریک ہی کی طرف ہم قلب اور روح کے ساتھ متوجہ رہیں۔ اور عبادت سے فراغ پر زندگی کا ہر لمحہ اس کے حبیب ﷺ کی نقل میں گزرے۔ آپ ﷺ کے مانند چلنا سیکھیں، کھانا، پینا، سونا، پہننا، اوڑھنا، جینا، مرنا، ہر چیز میں آپ ﷺ کی نقالی ہو۔ غرض، عبادات میں تو صرف معبود ہی کا مراقبہ، اور اس کے علاوہ عمر کا ہر حصہ اس کے حبیب ﷺ کے مراقبہ میں گزرے۔

اس مطالبہ کو صحابۂ کرام، تابعین اور ہر زمانہ میں اسلافِ کرام نے کس طرح پورا کرنے کی کوشش کی اور کمزور طبائع کیسے اپنی تخیلاتی دنیا سے نکل پائیں، اس کے لئے مشائخِ کرام نے جو نسخے آزما کر ہم تک پہنچائے اس کی تفصیل ان شاء اللہ اس جلد میں اور آنے والی جلدوں میں آپ پائیں گے۔

اور یہ بھی کہ جمالِ جہاں آرا جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان کی ٹکٹکی بندھی ہے اور وہ اسی کی طرف دوڑے جارہے ہیں۔ اس سعی، دوڑ، کدو کاوش میں ان سے انتہا درجہ کے کمالات ظاہر ہوئے اور ان کمالات کے نتیجہ میں غافل قلوب کو ان کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ان سے کرامات کا صدور ہوا۔ اس لئے کتاب کے ہر صفحہ پر تقریباً آپ کو ان اللہ والوں کی کرامات اور کمالات ملتے رہیں گے۔

اللہ عزوجل ہمیں صدر و بدرِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کا حق صحیح طور پر ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

ادارہ ازہرا کیڈمی

54-68 Little Ilford Lane

London E12 5QA, UK

۹ جمادی الثانیہ ۱۴۳۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیکھئے، یہی بیس رکعت ہم نے آج اکٹھی پڑھی اور پوری دنیا میں ملینوں مسلمانوں نے پڑھی ہوگی۔ لیکن اس بیس رکعت سے پہلے دن بھر میں اور بھی تو بہت سی سنتیں تھیں، اشراق، چاشت، اوابین، لیکن کتنوں نے پڑھی ہوں گی؟

یہ تراویح تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک پڑھی اور تیسرے دن کے بعد صحابہ کرام جمع ہوئے اور صحابہ کرام نے سوچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد دلا دیں۔ کوئی زور سے ذرا کھانس رہا ہے کہ اطلاع ہوجائے کہ ہم حاضر ہوگئے، کوئی ذرا اونچی آواز سے آپس میں باتیں کرنے لگے یہ بتانے کے لئے کہ ہم حاضر ہیں، تشریف لے آئیے۔ بعضوں نے تو اتنی ہمت کی کہ کنکریاں ذرا سی دروازہ پر اٹھا کر ماری تاکہ اطلاع ہوجائے کہ ہم انتظار میں ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سب کچھ دیکھ اور سن رہا تھا، مگر مجھے ڈر ہوا کہ یہ کہیں تم پر فرض نہ ہوجائے، اس لئے میں نہیں آیا۔ یہ تراویح تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین دن پڑھی۔

طویل اوّابین کی سنیت

تراویح کے سوا جو اور میں نے سنت نمازیں گنوائیں، تراویح سے پہلے عشاء کی نماز کی قبلیہ اور بعدیہ سنتیں اور اس سے پہلے مغرب کے بعد جو اوابین پڑھی جاتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پابندی سے اس نماز کو پڑھتے تھے۔ اور اتنی لمبی پڑھتے تھے کہ حَتّٰی یَنْفَضَّ اَھْلُ الْمَسْجِدِ کہ سارے صحابہ کرام چلے جاتے۔

نفل کی دو رکعت میں پورا قرآن

حضرت امام ربانی مولانا قاسم صاحب نور اللہ مرقدہ بانیٔ دار العلوم عشاء کی نماز کے بعد لمبی

نفلوں کی نیت باندھ لیتے۔ مصلی اپنی اپنی نمازیں پڑھ کر جاتے رہتے، کوئی دو چار رکعت تک، کوئی آٹھ دس رکعت تک اپنی نماز پڑھ کر دیکھتا کہ حضرت تو ابھی مشغول ہیں، پھر سب مصلی چلے جاتے۔ ایک دن حضرت کے خدام میں سے کسی نے سوچا کہ اتنے طویل عرصہ سے حضرت بہت لمبی نماز عشاء کے بعد پڑھتے ہیں، کتنی دیر تک پڑھتے ہیں؟ یہ ہم نے کبھی دیکھا نہیں۔ وہ نماز سے فارغ ہو کر ایک طرف چھپ گئے تا کہ دیکھیں کہ حضرت کتنی دیر تک اور نماز میں مشغول رہتے ہیں، اور کتنی تلاوت فرماتے ہیں، انہیں یہ دیکھنا تھا۔

ان کا بیان ہے کہ حضرت لمبی نفلوں میں رہے اور تھوڑی دیر کے بعد جب حضرت نے سلام پھیرا، اچھی طرح غور سے چاروں طرف مسجد میں دیکھا کہ کوئی ہے تو نہیں۔ دیکھا کہ سب چلے گئے، حضرت اپنی جگہ سے اٹھے اور مسجد کے کواڑ اندر سے لگا دئے۔ دروازہ اندر سے بند۔ اور اس کے بعد پھر حضرت نے دوبارہ اپنی نفلیں شروع کی اور قدرے جہر کے ساتھ کہ کوئی سن سکے۔

ان کا بیان ہے کہ حضرت ایک پارہ، دو پارے، تین پارے پڑھتے چلے گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے دیکھا کہ حضرت پڑھتے چلے جارہے ہیں، حضرت نے صرف پہلی رکعت میں پندرہ پارے ختم کئے، اور سورۂ کہف ختم کی، اور اس کے بعد پھر حضرت کھڑے ہو گئے، اور اسی طرح پارے چل رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں آہستہ سے اٹھا اور آہستہ سے کواڑ کھولا اور گھر جا کر سو گیا ۔میں نے سوچا کہ یہ حضرت کا دائمی معمول، ہمیشہ کا معمول ہے کہ دو رکعت میں حضرت قرآن پاک ختم کرتے ہیں، جب سب لوگ چلے جاتے ہیں اس کے بعد اپنا معمول پورا فرماتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اوابین بڑی لمبی پڑھا کرتے تھے، لیکن ہم میں سے کس کس نے پڑھی اوابین، اور وہ بھی اتنی لمبی اوابین؟ کیوں کہ جتنے انفرادی اعمال ہیں ان کا کرنا مشکل ہوتا ہے۔ وہ ہی اوابین اگر تراویح کی طرح سے حکم ہوتا کہ تم اکٹھے پڑھا کرو، تو اوابین کا پڑھنا بھی آسان ہو جاتا۔

مسلمانوں کے اتحاد کی برکت

تجمع کی، اور سب مسلمانوں کے کسی ایک کام کی طرف توجہ کی برکت یہ ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے وہ کام آسان ہو جاتا ہے۔ اب ہم میں سے کتنے بیمار بھی ہیں، لیکن انہیں بھی اتنا کوئی خاص احساس نہیں ہوا اتنی لمبی نماز تراویح پڑھنے کا، حالانکہ پورے سال کے بعد آج پہلے دن پڑھی بیس رکعت۔ پورے سال میں بیس رکعت اس طرح مسلسل نفل پڑھنے کا کبھی کسی کو اتفاق نہیں ہوا ہوگا۔ یہ آپس میں مسلمان متحد ہو کر، چونکہ سب پڑھتے ہیں، اس لئے یہ تراویح پڑھنا آسان ہو جاتا ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں کا معمول

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں جب دارِ جدید میں اعتکاف شروع ہوا، حضرت نے فرمایا کہ بھئی تراویح کون پڑھائے گا؟ وہاں مدرسہ قدیم میں، حضرت کی مسجد میں امام میں ہوتا تھا۔ حضرت کے یہاں جو خدام تھے، ان میں سے بعضے میری طرف اشارہ کرنے لگے کہ مولوی یوسف پڑھائے گا۔ حضرت نے فرمایا تین پارے پڑھ سکے گا؟ میں نے کہا، جی نہیں! کیوں کہ ایک دن میں تین پارے، دس دن میں قرآن، اور پھر حضرت کی مسجد میں سنانا۔

حضرت نے پھر فرمایا کہ تو کتنے پڑھا لے گا؟ ہمارا تو جی چاہتا تھا کہ ایک ایک عشرہ میں ایک قرآن ختم ہو۔ کیوں کہ مہمان دور دور سے ایک ایک عشرہ کے لئے آتے تھے۔ کچھ لوگ آتے تھے تین دن کے لئے، کچھ ایک ہفتہ کے لئے، اور بہت سے حضرات ایک ایک عشرہ کے لئے آتے تھے۔ اور پھر وہ اپنے یہاں جا کر اخیری عشرہ کا اعتکاف بھی کرتے تھے۔ اس لئے حضرت نے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ دس دن میں قرآن ختم ہو۔ اس کے بعد پھر حضرت نے فرمایا کہ اچھا، پھر دو پارے سنا دینا۔

حضرت کے یہاں تین تین پارے بھی ہوئے ہیں، پانچ پانچ پارے بھی بعض دفعہ ہوئے

ہیں، لیکن مجمع کے لئے وہ سننا آسان ہوتا تھا۔ ہزاروں کا مجمع، تو سب کی توجہ اور ہمت ایک چیز کی طرف، سارے مسلمانوں کی، تو اس کی وجہ سے اس کا کرنا آسان۔

نماز باجماعت کی حکمت

اسی لئے اللہ تبارک وتعالی نے پانچ نمازوں میں جو جماعت رکھی وہ اسی لئے، کہ تجمع کی برکت سے اور ایک کام کی طرف، ایک وقت میں، سب کی ہمت کی برکت سے، اس کا کرنا آسان ہوجائے۔ اسی لئے آپ دیکھتے ہیں کہ دنیا بھر میں جتنے کام ہوتے ہیں، کسی ایک کام کی طرف سب کی توجہ ہوگئی، کتنا مشکل ترین کام ہو، ملینوں کی لاگت کا ہو، اور کتنا مشکل ہو، لیکن وہ کرنا آسان ہوجاتا ہے کہ سب نے اتفاق کرلیا کہ اس کو کرنا ہے۔ لیکن جس میں آپ دیکھتے ہیں کہ ذرا سا انتشار، یا جس میں کوئی تفرقہ بازی ہوگئی، تو وہ کام نہیں ہوسکتا۔ چاہے بہت آسان کام ہو۔

روزے بھی ایک ہی وقت میں

اللہ تبارک وتعالی نے اسی لئے روزوں میں بھی ایک وقت رکھا۔ یہ حکم نہیں دیا کہ جس کو جس وقت فرصت ہو، اس وقت تیس دن کے روزے پورے سال میں رکھ لیا کرو۔ نہیں، اس کا مہینہ متعین کردیا کہ ایک ہی وقت میں، اسی مہینہ میں، ساری دنیا کے مسلمان روزے رکھیں۔ یہ آپس میں ہم نے مل کر نماز پڑھی اس کی برکت سے بیس رکعت پڑھنا ہمارے لئے آسان ہوا۔

ابھی ساری دنیا میں سب روزے رکھیں گے، تو چھوٹے چھوٹے بچے بھی رکھیں گے، ان کے لئے بھی وہ روزہ آسان ہوجائے گا۔ حالانکہ ابھی یہ گرمیوں کے روزے ہیں اور گرمیوں میں حرمین میں کتنی سخت ترین گرمی ہوتی ہے۔ ہمارے طلبہ کوئی تیس چالیس ہمارے ساتھ تھے۔ ایک دفعہ میں نے وہاں مدینہ شریف میں ان سے کہا کہ اچھا! آج ہر ایک گن کر زمزم پئے کہ کتنے گلاس مغرب کی نماز کے بعد سے لے کر مسجد سے نکلنے تک پئے، کہ افطاری کی اور مسجد سے نکلنے

میں آدھ پون گھنٹہ ہوا۔

کوئی کہہ رہا تھا کہ میں نے تیرہ گلاس پیے، کوئی کہتا میں نے پندرہ گلاس پیے۔ اتنی شدید ترین گرمی، مگر وہ روزہ آسان، ان سب کے لئے آسان، چھوٹے چھوٹے بچوں کے لئے بھی آسان، کیوں کہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی توجہ اسی روزہ کی طرف ہے۔ اس وقت اللہ تبارک وتعالی مسلمانوں میں جمعیت نصیب فرمائے، اتفاق نصیب فرمائے، سب کو ایک پلیٹفارم پر جمع فرمائے اور سب کے دلوں کو جوڑ دے۔ آمین۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلىٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کل عرض کیا تھا کہ یہ تراویح اکٹھے ہم سب نے پڑھی پہلے دن، تو تجمع اور اجتماعیت کی برکت سے بیس رکعت ہم پڑھ سکے۔ اسی طرح یہ روزے دنیا بھر میں اکٹھے سب نے رکھے، تو یہ روزے رکھنا آسان۔ یہ جمعیت اور تجمع کی برکت ہے۔

اور اللہ کا شکر ہے کہ اس مرتبہ کافی اتفاق رہا اور اکٹھے سب نے روزے آج شروع کئے ہیں۔ اللہ کرے کہ عید بھی اسی طرح ہو۔ اور اگر ایسا نہ بھی ہو، پھر بھی اختلاف کی تو گنجائش ہے۔ لیکن خلاف اور جھگڑے کی گنجائش نہیں۔

اور یہ جھگڑے کیسے شروع ہوتے ہیں اور یہ کرنے والے کیسے کر سکتے ہیں، یہ ہماری سمجھ میں تو آج تک نہیں آیا۔

ہم نے تو پچیس سال سے دار العلوم میں چاند اور اوقاتِ نماز کے ٹائم ٹیبل، ان چیزوں کے فتووں پر پابندی لگا دی ہے۔ کوئی پوچھے تو بھی فتوی نہ دیا جائے۔ یہ لکھ دیں کہ پہلے سے چھپے ہوئے فتاویٰ کتابوں میں موجود ہیں، خود ہی دیکھ لیں۔ اور یہ اس لئے تاکہ یہ جھگڑا اور زیادہ نہ پھیلے۔

مقدس عبادت کا جھگڑے سے کیا تعلق؟

لیکن پھر بھی ہر سال آپ دیکھتے ہیں کہ رمضان کے شروع ہونے پر اختلاف، جھگڑے، لڑائی، عید پر جھگڑے۔ کیسی مقدس عبادت اور اس کا جھگڑے سے کیا تعلق؟ لیکن جو لوگ اس کا سبب بنتے ہیں، ان کی جہالت کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ وہ کرنے والے جاہل یہ نہیں سمجھتے، کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی نوراللہ مرقدہ کی قیمتی نصیحت

اسی لئے حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی نوراللہ مرقدہ نے آج سے تیس برس پہلے، اس وقت بھی یہ لمبے روزے، اور چاند کے اور ٹائم ٹیبل کے یہ جھگڑے چل رہے تھے، برمنگھم کے ایک ہال میں بیان میں فرمایا کہ اس ملک میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔ بہت چھوٹا سا ملک، چھوٹی سی آبادی، دوسروں کے بیچ میں تم ہو۔ یورپ کے قلب میں ہو۔ یہاں تو تمہارے لئے قطعاً اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگر کسی سے لڑائی اور جھگڑے اور اختلاف کے بغیر نہ رہا جاتا ہو، تو ہم اس کے لئے ٹکٹ کا بھی انتظام کردیں گے انشاء اللہ، اور ہمارے یہاں ہم دعوت دیتے ہیں کہ ہندوستان بہت بڑا ملک ہے۔ وہاں اس کی گنجائش ہے، وہاں آجایئے۔

کتنی ان کو تکلیف تھی۔ ان کے ٹیپ موجود ہیں۔ چھپے ہوئے بھی ہیں یہ الفاظ۔ اور یہ جیسا میں نے کہا، کہ اس میں اختلاف کی تو گنجائش ہے، کہ اختلاف تو ہوسکتا ہے، مگر خلاف اور جھگڑے کی کوئی گنجائش نہیں۔

چھٹی پر جانے والے طلبہ کو ہدایت

اسی لئے ہمارے طلبہ گذشتہ ہفتہ جب چھٹی پر جانے لگے، تو میں نے ان سے کہا کہ آپ لوگ یہاں سے الگ الگ شہروں اور ملکوں میں جائیں گے۔ وہاں کسی جگہ یہ نہ کہنا، کہ آج یہ چاند نہیں ہوا، اور تراویح کیوں پڑھتے ہو؟ روزہ کیوں رکھتے ہو؟ جس دن، جہاں آپ ہیں، وہاں والے رمضان شروع کریں، آپ بھی شروع کردیں۔ وہ تراویح پڑھتے ہیں، آپ بھی پڑھنے لگیں۔ وہ اگر عید کرتے ہیں، تو آپ بھی عید کرلیں۔ ترمذی کی روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ اس دن جس دن سب روزہ رکھیں۔

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا فیصلہ

اور آج سے کوئی پچیس برس پہلے، حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ مفتیِ اعظم ہندوستان جب یہاں تشریف لائے تھے، علماء نے مجھ سے کہا کہ یہاں جھگڑا چل رہا ہے ٹائم ٹیبل کا۔ اس وقت بھی گرمی میں روزے تھے۔ کوئی کہتا ہے کہ سحری ختم ہوتی ہے ڈیڑھ بجے۔ کوئی کہتا ہے ڈھائی بجے۔ کوئی کہتا ہے ساڑھے تین بجے۔ کوئی چار سو، پانچ سو علماء اکٹھے ہوئے تھے، صرف علماء، ہاورڈ اسٹریٹ مسجد، بریڈفورڈ میں۔

سارے فتاویٰ سن کر حضرت نے فیصلہ لکھوایا مفتی مقبول صاحب سے کہ لکھو کہ احتیاط اس میں ہے کہ ڈیڑھ بجے روزہ شروع کیا جائے۔ لیکن جو ڈھائی بجے شروع کرتے ہیں، جو ساڑھے تین بجے شروع کرتے ہیں، ان کا روزہ بھی درست۔ اور ڈیڑھ بجے کے بعد جو فجر کی نماز پڑھتے ہیں، ان کی نماز بھی درست۔ یہ نہ ان کے روزے کو غلط کہیں اور نہ وہ ان کی نماز کو غلط کہیں۔ تینوں کا روزہ اور نماز درست۔ آگے دلیل لکھوائی۔ فرمایا کہ اس وجہ سے کہ ہم لوگ تو مقلد ہیں۔ اور مقلد کا کام فتوے پر عمل کرنا ہے۔ اور یہ تینوں، ڈیڑھ اور ڈھائی اور ساڑھے تین، تین ٹائم ٹیبل والوں کے پاس تینوں طرح کے فتاویٰ ہیں۔ وہ اپنے فتوے پر عمل کر رہے ہیں کسی کو پوچھ کر کے۔ ان میں سے کسی کو غلط نہ کہا جائے۔ کتنی پیاری بات، کتنا پیارا فتویٰ۔

سب کو عید مبارک

اسی لئے میں نے گذشتہ سال عید کے موقع پر زکریا مسجد میں کہا تھا کہ آج جو عید کر رہے ہیں ان کو بھی عید مبارک۔ کل کریں گے ان کو بھی عید مبارک۔ پرسوں کریں گے ان کو بھی عید مبارک اور سب صحیح۔ اسلام تو اتنا وسیع ترین مذہب ہے۔ تقلید کسے کہتے ہیں، اس کے معنیٰ کو سمجھتے نہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ٹائم ٹیبل غلط ہے، یہ روزہ غلط ہے، یہ چاند غلط ہے۔

انتشار سے بچانے کا اہتمام

ہم نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں ۱۳۶۳ھ میں سب سے پہلے رمضان گذارا تھا۔ جب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے دفتر کی مسجد میں پورے مہینہ کا اعتکاف فرمایا تھا۔ انتیس روزے ہوئے اور رات کو ایک بجے کے قریب دیہاتیوں کا ایک وفد آیا۔ سب لوگ اپنی اپنی عبادت میں مصروف تھے رات کو۔ اور یہ بہت سارے لوگ بڑے بڑے پگھڑ باندھے ہوئے آئے۔ بھئی کیا ہوا؟ تو کہنے لگے کہ چاند کی خبر لے کر آئے ہیں۔ شہادت لے کر آئے ہیں۔ حضرت کو اطلاع کی معتکف میں، حضرت نے فرمایا کہ مفتی محمود صاحب کے پاس بھیجو۔

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بھی سہارنپور میں معتکف تھے۔ مگر دوسری حکیموں والی مسجد میں، جہاں مولانا عاقل صاحب اور مولانا سلمان صاحب کا مکان ہے اس کے قریب، جہاں حضرت ہمیشہ نمازِ جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ اس میں مفتی محمود صاحب معتکف تھے۔ اس وفد کو وہاں بھیجا شہادت والوں کو۔ حضرت مفتی محمود صاحب نے ان سے تحقیق کی، چاند کیسے دیکھا؟ کس نے دیکھا؟ کہاں پر دیکھا؟ کیا وقت تھا؟ سب تحقیق کے بعد حضرت کو اطمینان ہو گیا، حضرت نے فرمایا کہ بھئی چلو! اٹھاؤ ہمارا سامان۔ حضرت اعتکاف میں تھے۔ اعتکاف سے مفتی صاحب باہر آ گئے۔ کسی سے یہ نہیں فرمایا کہ بھئی چلو، فیصلہ لکھو کہ میں فیصلہ کرتا ہوں کہ چاند ہو گیا، اور کل عید ہے۔

وہاں سے خدام نے آ کر حضرت کو اطلاع دی کہ مفتی محمود صاحب نے ان سے شہادت لی اور مفتی صاحب تو اپنے معتکف سے گھر میں، کمرہ میں چلے گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا! تو اس کے بعد پھر حضرت بھی کچے گھر آ گئے۔ مگر وہاں شہر کے کچھ حضرات نے کہا کہ ہمارے پاس تو کوئی آیا نہیں۔ انہوں نے اس فیصلہ کو نہیں مانا۔ وہ اڑ گئے۔ اور انہوں نے کہا کہ نہیں، ہم تو کل عید کا اعلان نہیں کریں گے۔

اب ایک ہی شہر سہارنپور میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا دولت کدہ، حضرت کی مسجد، اور مظاہر علوم کا دفتر دنیا کی بڑی مرکزی جگہ، اور وہاں سے گویا ایک فیصلہ ہوا۔ اور شہر والے جو وہاں کے قاضی وغیرہ تھے پرانے زمانہ سے چلے آرہے تھے۔ انہوں نے جب یہ فیصلہ کیا کہ کل کو روزہ ہے، حضرت نے فرمایا مہمانوں سے، کہ حکیم جی کی مسجد میں جہاں مفتی محمود صاحب کا اعتکاف تھا، وہاں اشراق کے وقت عید کی نماز ہوگی۔ مہمان عید کی نماز پڑھ کر جا سکتے ہیں۔ اور میں ان کے ساتھ عید کی نماز آج نہیں پڑھوں گا، آئندہ کل کو عید کی نماز پڑھوں گا، جہاں مظاہر علوم کے مدرسہ کی مسجد ہے، وہاں دوسرے دن، اگلے دن حضرت نے عید کی نماز پڑھی۔ کوئی جھگڑا نہیں۔ عید کی نماز تو آج بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ دوسرے دن بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہم لوگ عید کے دن مولوی اسمٰعیل بدات صاحب کے ساتھ تھانہ بھون اور جلال آباد گئے۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب کی خدمت میں

ہم یہاں پر اول وقت میں عید کی نماز پڑھ کر سہارنپور سے چلے۔ کوئی دس، ساڑھے دس کے قریب حضرت کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت کو اطلاع کی گئی کہ کوئی طلبہ آئے ہیں، حضرت نے بلایا۔ پوچھا کہاں سے آئے؟ کون ہو؟

ہم نے بتایا کہ ہم راندیر جامعہ حسینیہ میں پڑھتے ہیں۔ اور اعتکاف کے لئے حضرت شیخ کے یہاں آئے تھے۔ حضرت کی خیریت پوچھی کہ حضرت شیخ خیریت سے ہیں؟ اعتکاف میں ہیں۔ ہم نے کہا کہ کل چاند ہوگیا اور عید ہوگئی۔

اب جلال آباد اور سہارنپور کتنا نزدیک، مگر اس کو ضروری نہیں سمجھا گیا کہ وہاں آدمی بھیجا جائے۔ ان کو مجبور کیا جائے۔ ان سے کہا جائے کہ تم بھی اپنے روزے توڑ دو، عید کرلو۔ جس کو اطلاع پہنچے گی، کرلیں گے۔ جب ہم نے عرض کیا کہ وہاں رات اطلاع آئی تھی، اور مفتی محمود

صاحب نے فیصلہ کیا اور عید ہوگئی، حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا! یہاں تو ابھی سب کا روزہ ہے، اور ابھی تو گیارہ بج چکے ہیں۔ اب چاند کی تحقیق اور اس کی اطلاع، اس میں انتشار کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

گھر میں حضرت نے اطلاع دی کہ بھئی یہ روزے سے نہیں ہیں، عید پڑھ کر آئے ہیں، ان کے لئے ناشتہ تیار کرو۔ تو اندر پردہ میں حضرت نے ہمارے لئے ناشتہ تیار کروایا اور ناشتہ سے فارغ ہوئے، پھر کھانے کے لئے فرمایا کہ اتنے بجے کھانے کے لئے آپ حضرات آجائیں، لیکن یہاں کسی کے سامنے اس کا اظہار نہ کریں کہ وہاں عید ہوگئی۔ اس لئے کہ یہاں انتشار ہوگا لوگوں میں۔

دیکھئے ان حضرات کے نزدیک اتنا زیادہ ضروری ہے جھگڑے اور انتشار سے بچنا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سچی سمجھ نصیب فرمائے اور امت مسلمہ کو تفرقہ اور انتشار سے بچائے۔ آمین۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ٹائم ٹیبل پر، چاند پر جھگڑے یہ اچھی چیز نہیں ہے، کیوں کہ یہ نہ صرف اتحاد، اتفاق کے خلاف ہے بلکہ ایک مسئلہ کے بھی خلاف ہے۔ جیسا کہ حضرت مفتی محمود صاحب کا فیصلہ بتایا تھا کہ تین ٹائم ٹیبل، ڈیڑھ بجے والا، ڈھائی بجے والا، ساڑھے تین بجے والا، حضرت نے فرمایا کہ تینوں درست ہیں، اور اپنی رائے بتائی کہ احتیاط کے لئے ڈیڑھ بجے سے شروع کریں، لیکن دوسرے کو بھی غلط نہ کہیں، تیسرے کو بھی غلط نہ کہیں۔

اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا عمل بتایا کہ چاند تسلیم کرلیا مفتی محمود صاحب نے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اعتکاف ختم کر دیا، اور اُس کے باوجود صبح پھر حضرت نے عید کی نماز نہیں پڑھی، بلکہ ایک دن کے بعد شہر والوں کے ساتھ پڑھی۔

اُدھر حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے جب ہم نے عرض کیا کہ وہاں سہارنپور ہم عید پڑھ کر آئے ہیں، اُن کا روزہ تھا، اُنھوں نے کیا فرمایا کہ کسی سے کہنا نہیں یہاں، خواہ مخواہ انتشار ہوگا، بارہ بج چکے ہیں۔

یہ مزاج شریعت کے بارے میں ہونا چاہئے، اور یہ میں نے عرض کیا کہ جس پر ہم عمل کر رہے ہیں، اُس کے مقابلہ میں دوسرے کے ٹائم ٹیبل، دوسرے کے چاند کو، دوسرے کے مسئلہ کو غلط کہنا یہ بہت دور جھگڑے تک لے جائے گا۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں ایک شکایت آئی حضرت کے ایک خلیفہ کے بارے میں، جن کو حضرت نے خلافت دی تھی۔ بہت بڑے جید عالم، اپنے علاقہ میں ساری عمر اُنھوں نے پڑھایا، اُن کے متعلق ایک مفتی صاحب نے شکایت بھیجی کہ اِنھوں نے میرے ایک فتوے سے اختلاف کیا کہ اِنھوں نے ایک فتویٰ دیا تھا، ایک فتویٰ میں نے دیا تھا، دونوں میں

اختلاف تھا حکم کے بارے میں۔ یہاں تک تو سب کچھ درست تھا، وہ اختلاف کر سکتے تھے۔لیکن جب میرا فتویٰ اُن کو دیا گیا، اُنھوں نے اُس کو پڑھا، اور پڑھ کر پھینک دیا اور کہا کہ یہ ردّی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہے یا اس طرح کے کلمات کہہ دیئے۔ بس اِتنا جملہ سنتے ہی حضرت نے فرمایا کاغذ قلم لو۔فوراً اہم سے استفتاء لکھوایا۔

مفتی صاحب، بعد سلام مسنون! اگر کوئی شخص کسی معتمد مفتی کے فتوے کے بارے میں یہ کلمات کہے، اُس کا کیا حکم ہے؟

دارالافتاء سے جواب آیا کہ جو کسی معتمد مفتی کے فتوے کے متعلق یہ کلمات کہے تو یہ شخص فاسق ہے، اِس آدمی کو اپنے فسق سے توبہ کرنی چاہئے۔ حضرت نے فرمایا لاؤ! بھئی، دوسرا کاغذ لو!

مکرم محترم، بعد سلام مسنون! میں نے آپ کو حسنِ ظن کی بنا پر بیعت کی اجازت دی تھی اُس کو میں منسوخ کرتا ہوں، اور اُس کی وجہ اِس فتوے میں مذکور ہے جس کو آپ پڑھ لیجئے۔ حضرت نے جو مفتی صاحب کا فتویٰ تھا کہ یہ کلمات کہنے والا شخص فاسق ہے، اُس کو اپنے فسق سے توبہ کرنی چاہئے، اس کو بھی ساتھ بھیج دیا۔

اِس لئے کبھی کسی فتوے کے بارے میں، کسی مسئلہ کے بارے میں جو کسی معتمد عالم یا مفتی کی زبانی آپ سنیں یا اُن کی تحریر پڑھیں تو ہرگز زبان اُس کے خلاف نہ کھولیں۔

دوسرے ائمہ کے فتاوی کا احترام

ہم روز دیکھتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے ہیں، ہم آمین آہستہ کہتے ہیں، ہمارے برابر والا کوئی زور سے کہتا ہے، اُس کو گوارا کر لیتے ہیں، حرم شریف جاتے ہیں ہم وہاں پر مثلِ اول پر عصر پڑھ لیتے ہیں، ہمارے یہاں گھر پر تو کبھی ایسا نہیں کرتے، کہ عصر کی نماز حنفی مذہب کے مطابق وقت ہونے سے پہلے حرمین میں پڑھی جاتی ہے۔ اگر یہاں کوئی ٹائم ٹیبل ایسا چھاپے گا، ایک دن بھی اگر ہمارے یہاں نماز مثلِ اول پر پڑھائی جائے گی، تو لوگ کہیں گے بھئی! نماز نہیں ہوئی کہ ابھی

وقت شروع نہیں ہوا، ابھی تو ڈیڑھ گھنٹہ باقی ہے، لیکن وہاں حرمین میں ہم پڑھ لیتے ہیں۔

جس طرح وہاں ہم اُن کے فتوے کا احترام کرتے ہیں، دوسرے ائمہ کے فتوے پر چلنے والوں کے عمل کا احترام کرتے ہیں، تو یہی ہمارا عمل ہمیشہ کے لئے ہونا چاہئے، اِس لئے کہ ہم مقلد ہیں، اور مقلد کا کام تو بس سیدھے سیدھے تقلید کرتے رہنا ہے۔

ہمارا تو ایمان بھی تقلیدی ہے

ایمان کے بارے میں لوگ کہا کرتے ہیں بلکہ طعنہ کے طور پر کہا جاتا ہے کہ ہمارا تو تقلیدی ایمان ہے۔ ایک دفعہ میں نے کہا کہ یہ طعنہ کے طور پر نہیں، حقیقت یہی ہے کہ ہمارا ایمان تقلیدی ہے، ہم تو صحابۂ کرام کے ایمان کے مقلد ہیں، کیونکہ قرآن کہتا ہے ﴿ **فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا** ﴾ کہ اے صحابہ! جیسا ایمان تم لائے ہو اگر یہ دوسرے لوگ ایسا ایمان لائیں گے، تب یہ ہدایت یافتہ ہوں گے۔ ہم تو ایمان میں بھی مقلد ہیں، وہ بھی ہمارا تحقیقی نہیں بلکہ تقلیدی ہے۔ ہم تو ایمان میں بھی، اصول میں بھی، فروع میں بھی، فروعی، جزئی احکام، ہر چیز میں مقلد ہیں۔ اور یہی مزاج ہونا چاہئے، اِس لئے کہ قرآن کہتا ہے ﴿ **فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** ﴾

آج کل یہ بڑا فتنہ ہے غیر مقلدیت کا، اور یہ تو جہالت کا فتنہ ہے کہ ایک حدیث کی کتاب بھی نہیں پڑھی، بلکہ صرف اُس کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں پڑھ لیا، اور رائے زنی شروع کر دی۔ حالانکہ قرآن نے عام لوگوں کے لئے کہا ﴿ **فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** ﴾، دوسروں سے پوچھ کر عمل کیا کرو۔

تقلیدِ شخصی کی دلیل

اور تقلیدِ شخصی کا مزاج صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ کے بعد والوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنایا، فرمایا کہ "**أَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ**"، کہ

میرے صحابہ سارے کے سارے ستاروں کے مانند ہیں، اُن میں سے کسی ایک کی بھی تقلید کرلوگے،تب تم ہدایت یافتہ ہوگے۔ یہ تقلیدِ شخصی ، کہ صحابی، کوئی بھی صحابی ہو،تمام صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا کہ جس کی بھی تم تقلید کرلوگے،اُس کا اقتداء کروگےتو﴿ فَقَدِ اهْتَدَوْا ﴾ ہدایت یافتہ ہوگے۔

شیخین کی تقلید

ہاں ! بعض مواقع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب بنانے کے لئے کہ میرے بعد کن کوتم امام بناؤ گے؟ ساری امت کو کن کے پیچھے چلنا پڑے گا؟ اِس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے کر بھی اشارے فرمائے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا صحابۂ کرام سے ’’لَا أَدْرِیْ مَا بَقَائِیْ فِیْکُمْ ‘‘ کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں اب کتنا زندہ رہوں گا،فرمایا کہ ’’فَاقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ وَأَشَارَ اِلیٰ أَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ میں اب کتنا زندہ رہوں گا، اِس لئے میرے بعد تم اِن دونوں کی طرف، شیخین کی طرف، ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف اشارہ فرمایا کہ تم اِن کی اقتداء کرنا، یہ بھی تقلید شخصی ہے،صحابۂ کرام کن کی اقتداء کریں گے؟ فرمایا کہ اِن کی۔

حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اِسی لئے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ،اُنہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قاتلانہ حملہ کے بعد، جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھ آدمیوں کی شوریٰ بنائی تھی، کہ مسلمان ان چھ میں سے جس کو چاہیں آپس میں خلیفہ بناویں۔حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ،حضرت علی کرم اللہ وجہہ، اِن دونوں سے بات کی۔اوراُس کے بعد دونوں سے الگ الگ طور پر یہ عہد لیا کہ میں اگر عثمان کو خلیفہ بنادوں تم مان لوگے؟ تو اُنہوں نے کہا ہاں! حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق حضرت عثمان رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ اگر میں حضرت علی سے خلافت کی بیعت کرلوں تو تمہیں قبول ہے؟
اُنہوں نے فرمایاہاں قبول ہے!
اُس کے بعد پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب بیعت کی ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ نے، اس وقت اُنہوں نے یہی کلمات دہرائے، کہ " أُبَـايِعُکَ عَلٰـی کِتَـابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَسِيْرَةِ الشَّيْخَيْنِ"، فرمایا کہ میں تمہیں خلیفہ مانتا ہوں، ہم تم سے بیعت کرتے ہیں کہ تم کتاب اللہ پر چلو گے، سنت رسول اللہ پر چلو گے اور ابوبکر اور عمر کی سیرت پر چلو گے۔ اُنہوں نے جس طرح کام کیا ہے، جس طرح شریعت بتائی ہے، احکام بتائے ہیں، فتوے بتائے ہیں، اُس کے مطابق تم عمل کرو گے تو تم ہمارے خلیفہ۔ یہ تقلید شخصی کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاج بنایا۔ خلفائے اربعہ کے زمانہ میں یہی مزاج بنایا گیا۔

تدوین شریعت

اِسی لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب وصال ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام میں سے بڑے بڑے علماء کو اکٹھا کیا، اور فرمایا کہ ہم شریعت کی تدوین کرنا چاہتے ہیں، اصول متعین کرنا چاہتے ہیں۔ مدینہ منورہ سے دور جو لوگ ہیں، یہاں اپنے فیصلے لے کرنہیں آسکتے، اپنے مسائل لے کرنہیں آسکتے۔ اُن کے فیصلے کے خاطر ہم کچھ اصول متعین کرتے ہیں۔ وہاں جو اصول متعین کئے اُس میں یہی کلمات ہیں جو عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استعمال کئے تھے، جو وہاں سے لئے گئے تھے۔
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ جماعت بنائی، مقنّنہ، اصول بنانے والی، احکام مرتب کرنے والی، اُس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا کہ تم کیسے فیصلہ کرو گے؟ پھر آپ نے ان سے فرمایا بِکِتَابِ اللّٰهِ، اللہ کی کتاب سے، وَسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ، وَسِيْرَةِ أَبِیْ بَکْرٍ، کہ جو مسئلہ تمہیں درپیش ہو تو سب سے پہلے

قرآن میں تلاش کرو، اُس میں نہ ملے تو حدیث میں ڈھونڈو، کوئی حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حدیث صریح تمہیں نہ پہنچی ہو تو پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ ڈھونڈو کہ اُنھوں نے ایسے مسئلہ میں کیا فیصلہ کیا تھا، اُن کے فتوے اور فیصلے پر عمل کرو۔

اللہ تعالیٰ امت کو اِنتشار سے بچائے۔ آمین۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گذشتہ کل یہ عرض کیا تھا قرآن کہتا ہے ﴿فَـاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ کہ جیسا ایمان یہ صحابہ لائے ہیں ایسا ایمان تم لاؤ گے، تب تم ہدایت یافتہ کہلاؤ گے۔ ہدایت کو موقوف قرار دیا گیا اُن کے، صحابہ جیسے ایمان پر، پھر ایک ایک صحابی کو ہمارے لئے قدوہ اور امام بنایا گیا، امت سے کہا گیا کہ '' بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ'' یہاں بھی ہدایت ان پر موقوف۔ کسی ایک صحابی کو لے لو، اُس کو مقتداء اور قدوہ بنالو اور اُس کے پیچھے چلو، یہ تقلیدِ شخصی ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ مستقبل کی طرف اشارہ کے لئے فرمایا کہ ''لَا أَدْرِیْ مَا بَقَـائِیْ فِیْكُمْ'' مجھے معلوم نہیں کہ میں تم میں کتنا زندہ رہوں گا، تو تم اِن دو میں سے کسی ایک کی اقتداء کرلو ''وَأَشَارَ اِلیٰ أَبِیْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ'' اِسی لئے بتایا تھا کہ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو عہد لیا تھا، بیعت کی تھی تو اُس میں بھی آپ نے فرمایا، کہ میں آپ سے بیعت کرتا ہوں ''بِـكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَسِيْرَةِ الشَّيْخَيْنِ''.

یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں پوری شریعت آپ نے مدون کرلی، گذشتہ کل یہ بتایا تھا کہ پوری ایک جماعت بنائی، اُس میں اصول بنائے گئے، اور آئندہ آسانی کے لئے کہ صحابہ کرام کو کوئی چیز، کوئی مسئلہ درپیش ہو تو اُنہیں کوئی دِقت نہ ہو۔ پھر بھی خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں جب کبھی کوئی مسئلہ پیش آتا تھا تو اچھی طرح آپ تحقیق فرماتے تھے۔

حضرت عمر و حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ایک مرتبہ شام کا سفر ہوا۔ وہاں طاعونِ عمواس پھیلا ہوا تھا، اُس میں ہزاروں صحابہ لقمۂ اجل

ہو گئے ،تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المقدس سے فارغ ہوکر جب واپس آنے لگے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعوت دی کہ شام کا سارا علاقہ آپ دیکھ لیں، کوئی ضرورت ہوتو مشورہ دیں کہ ہم کس طرح کام کررہے ہیں اُس کوبھی دیکھ لیں، اُس کی اصلاح بھی ہوجائے۔ بقیہ حضرات نے مخالفت کی کہ یہاں تو طاعون پھیلا ہوا ہے، وہاں جانا مناسب نہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کوجمع فرمایا، بھئی کیا رائے ہے؟ اب دو رائیں ہوگئیں، کچھ کہتے ہیں کہ جانا چاہیے، کچھ کہتے ہیں کہ نہیں جانا چاہیے۔ پھر آپ نے اُن کو واپس بھیج دیا۔

صرف مہاجرین رضی اللہ تعالی عنہم کو اکٹھا کیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ رہے۔ پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے مسئلہ کے بارے میں کسی نے کچھ سنا ہو کہ جہاں کہیں طاعون پھیلا ہوا ہو، جانا چاہیے یا نہیں جانا چاہیے؟ اُن لوگوں کے پاس بھی کوئی حدیث نہیں تھی ،آپ نے اُن کوبھی بھیج دیا۔

پھر انصار کو اکٹھا کیا۔ اُن سے بھی مسئلہ حل نہیں ہوا، دیکھئے ایک مسئلہ کے لئے ،صرف یہ کہ مسلمان کو طاعون زدہ علاقہ میں جانا چاہیے یا نہیں جانا چاہیے، اُس کے لئے کتنی کاوش ہورہی ہے؟اور فیصلہ کے بارے میں پریشان ہیں۔

اِتنے میں حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے وہ پہنچے، پوچھا کیا بات ہے؟ کہا گیا کہ یہ مسئلہ درپیش ہے، اُنھوں نے حدیث سنائی " سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ " کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی جگہ میں وبا پھیلی ہو تو وہاں جانا نہیں چاہیے، اور اگر تم وہاں موجود ہو اور پھیل گئی ہو تو پھر وہاں سے نکلنا نہیں چاہیے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کا شکرادا کیا، الحمدللہ! اتنے بڑے مخمصہ میں ہم لوگ تھے۔ آپ نے اس سے نجات دلا دی، اور فوراً اسواری پر سوار ہوئے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے بہت قریبی ساتھیوں میں، دوستوں کی طرح، تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ اصل داعی اور میزبان تھے، وہ چاہتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیادہ دن ہمارے ساتھ رہیں، یہ پورا علاقہ دیکھیں، تو اُنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ أَ فِرَارًا مِّنَ الْمَوْتِ؟ کہ موت سے بھی کبھی بھاگا جاسکتا ہے؟ کوئی موت سے بھاگ کر زندہ رہا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے یہ فرمایا کہ کاش کہ میں آپ کے علاوہ کسی اور کی زبان سے یہ کلمہ سنتا۔ آپ تو اِتنے بڑے جلیل القدر صحابی، اِتنے عظیم انسان، اِتنے بڑے جرنیل، اِتنے بڑے عالم، آپ کی زبان سے یہ کلمہ؟ اُس کے بعد فرمایا " نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ اِلیٰ قَدَرِ اللّٰهِ".

ایک ایک مسئلہ میں اِتنی کاوش ہوتی تھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں۔

اور اُس کے بعد تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِس کو اِتنا مرتب کر دیا اور نوجوان صحابہ کرام کو اِتنا بڑھایا، اِتنا بڑھایا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے، کہ امت اِن سب کے علم پر متفق ہوگئی، اور آئندہ کے لئے کوئی خطرہ نہیں رہا، اِسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری حدیث میں فرمایا "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ".

یہ سیرتِ ابی بکر، سیرتِ شیخین پھر سیرتِ خلفاء، یہ ایک دستور بن گیا۔

پھر آگے ائمہ کا دور آیا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جب اِس دنیا سے رخصت ہو گئے تو کوئی کسی تابعی کے پیچھے، کوئی کس کے پیچھے،

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرنا کہ وہ سارے کے سارے مذاہب ختم ہو گئے، کسی زمانہ میں لیث بن سعد کا مذہب رائج تھا، اُن کے ماننے والے تھے، اسحاق ابن راہویہ کے ماننے والے تھے، داؤد ظاہری کے ماننے والے تھے، لیکن وہ سب مذاہب ختم ہو گئے۔

ائمہ اربعہ کی تقلید پر امت کا اجماع

۲۰۰ھ کے ختم سے پہلے صرف چار ائمہ پر اُمت نے اجماع کر لیا۔ اُمت کا اجماع ہے کہ اُس کے بعد سے لے کر آج تک اب اِن چار کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں ہے۔

علامہ مناوی فرماتے ہیں کہ اِس پر اجماع ہے۔ شرح جامع الصغیر میں علامہ مناوی فرماتے ہیں کہ اِس پر اجماع ہے کہ **لا یجوز التقلید لغیر الأئمة الأربعة**۔ یہ چار ائمہ، اِن کے علاوہ کسی اور کی تقلید جائز نہیں، اِس لئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِن کو منتخب فرمایا اور یہ چاروں ائمہ تھے بھی بڑے عظیم انسان۔

ہارون رشید کی سلطنت کی وسعت

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ باوجود عظمت شان کے جب ہارون رشید اُن سے یہ عرض کرتے ہیں کہ آپ کی اجازت ہوتو آپ کی موطأ ہم کعبہ کے دروازہ پر لٹکا دیتے ہیں اور ایک اعلان کر دیتے ہیں ساری دنیا کے لئے۔

کیوں کہ ہارون رشید کی حکومت، کیسی کیسی عظیم سلطنتیں اللہ تعالیٰ نے اِس اُمت کو عطا فرمائی تھیں، ہارون رشید اپنے تخت پر بیٹھے ہیں، بادل جا رہا ہے، دیکھ کر مسکرائے اور بادل کو خطاب کر رہے ہیں، بادل سے کہہ رہے ہیں جہاں تیرا جی چاہے وہاں جا کر تو برس! تیری بارش کے نتیجہ میں جو سبزہ پیدا ہوگا، جو غلہ پیدا ہوگا، فَسَيَأْتِيْنِىْ خِرَاجُكَ تَحْتَ قَدَمَىَّ، کہ تیرے برسنے کے نتیجہ میں جو غلہ پیدا ہوگا وہ خراج میرے قدموں میں یہاں آئے گا، یہاں پہنچے گا۔ کتنا بڑا کلمہ! کتنی زبردست سلطنت ہوگی مشرق سے لے کر مغرب تک! بادل کو چیلنج کر رہے ہیں۔

موطأ کے متعلق درخواست اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

ہارون رشید نے کہا کہ آپ کی اجازت ہوتو ہم موطأ کو کعبہ کے دروازہ پر لٹکا دیتے ہیں اور

پوری دنیا میں ہم اعلان کر دیتے ہیں کہ اِس موطا کے سوا کسی مفتی کے فتوے کی تقلید نہ کی جائے۔ صرف موطأ آپ کے لئے دستور ہے، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں! کہ جو اُن مسلمانوں تک پہنچا ہے صحیح طریقہ سے، وہ بھی صحیح ہے۔

حضرت مفتی محمود صاحب کا فتویٰ سنایا تھا کہ ڈیڑھ بجے کا ٹائم ٹیبل وہ بھی صحیح، ڈھائی بجے والا بھی صحیح، ساڑھے تین والا بھی صحیح، کوئی دوسرے کو غلط نہ کہے۔

اور غلط کہنے کا اگر انداز غلط ہو گیا، وہ واقعہ سنایا تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے خلافت چھین لی تھی کہ یہ فتویٰ تو ردّی کے ٹوکرے میں پھینکنے کے قابل ہے، اِس طرح کے جملہ پر خلافت منسوخ کر دی تھی۔ اِسی لئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں، نہیں! ہرگز نہیں! جو اُن تک صحیح طریقہ سے پہنچا ہے وہ بھی صحیح ہے، اُن کو اُسی پر رکھا جائے۔

لیکن پھر خلیفہ منصور نے بھی ایک دفعہ جسارت کی، اُنہوں نے بھی درخواست کی امام مالک سے کہ بارہا آپ سے یہ عرض کیا گیا کہ آپ اجازت دیں کہ ہم بلادِ اسلامیہ میں ہر جگہ یہ اعلان کروا دیتے ہیں کہ مملکت اسلامیہ کا دستور صرف یہ موطأ۔

اُن کو بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے منع فرمایا اور کتنے پیارے کلمات، فرمایا کہ **اِخْتِلَافُ الْأُمَّةِ رَحْمَةٌ**، کہ اِس امت کا جو اختلاف ہے وہ تو سراپا رحمت ہے، اِس عام رحمت کو میں کیوں محدود کر دوں اپنی ایک موطأ میں، اور اپنے مسلک میں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں امت مرحومہ بنائے، اللہ تبارک وتعالیٰ اِس امت پر مزید رحمتیں نازل فرمائے، درود شریف پڑھ لیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰى آلِهِ وَصَحبِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گذشتہ کل یہ عرض کیا تھا کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اُس زمانہ کے سلاطین، ہارون رشید، خلیفہ منصور جیسے بڑے بڑے بادشاہ یہ کہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ ہماری خواہش ہے کہ مالکی مذہب پوری دنیا میں رائج ہو جائے اور ہم یہ آرڈر کر دیں اور حکم دے دیں کہ ہر جگہ اسی موطأ کا فتویٰ چلے گا اور اِسی کے مطابق عمل کیا جائے۔

لیکن حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اُن تک جو طریقہ پہنچا ہے صحیح حدیثوں کے ذریعہ، اور صحیح حدیثیں پہنچی ہیں جس پر وہ عمل کر رہے ہیں، وہ بھی درست ہے۔

کتنا زیادہ احترام اُن کے دل میں دوسروں کے فتاویٰ کا، اُن کے مذاہب کا۔ یعنی یہ تو گویا ایک طرح سے مسلم تھا کہ عوام کے لئے تقلید شخصی ضروری ہے، کسی نہ کسی کو صحابہ کرام میں سے منتخب کر لیں اور اُن کے فتوے کے مطابق چلتے رہیں، مگر جیسا میں نے عرض کیا کہ سن ۲۰۰ھ ہجری ابھی ختم نہیں ہوئی کہ تمام مذاہب ختم ہو گئے، بس یہ صرف چار رہ گئے۔ اور اُن میں بھی اُس وقت کے سلاطین نے چاہا کہ امام مالک کا مذہب پوری دنیا میں پھیل جائے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں! اُنہوں نے ادب کو ملحوظِ خاطر رکھا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

ادب پر مجھے یاد آیا کہ ہمارے یہاں دوسرے کے مذہب اور دوسرے کے فتوے کے احترام کے بارے میں ایک قصہ درس میں ہمیشہ سنایا جاتا ہے، کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جب پہنچے اور آپ نے اُس قبرستان کے برابر کی مسجد میں فجر کی نماز پڑھی تو شوافع کے یہاں قنوت پڑھا جاتا ہے، امام جہری قنوت پڑھتا ہے، جیسے

حرمین میں آپ جاتے ہیں اور وہاں وتر میں قنوت وتر کی نماز میں جہراً پڑھا جاتا ہے، فجر کی نماز میں شوافع کے یہاں جہراً قنوت سنت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھائی، امام تھے اور فجر کی نماز میں آپ نے قنوت نہیں پڑھا، نماز کے بعد مقتدیوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ کچھ سہو سے رہ گیا؟ بھول گئے؟ کیا بات پیش آئی؟ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ فرمایا حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی طرف۔ اُن کی قبر کی طرف جو اشارہ فرمایا، اب اِس سے بہت سارے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

صلوٰۃ وسلام

یہ ابھی قریب میں ہم عمرہ کے لئے گئے تو بڑی خوشی ہوئی کہ وہاں مواجہہ شریفہ پر سلام کے لئے حاضری دیتے ہیں، نہ کوئی دھکا دینے والا، نہ کوئی پیچھے کرنے والا، پیچھے ہٹو، آگے جاؤ۔ بس صرف جالی مبارک کے پاس کھڑے رہ کر اپنا فریضہ انجام دے رہے ہیں، اور سب زائرین اپنے اپنے سلام میں مشغول ہیں۔

ورنہ اِس سے پہلے ہر سفر میں تو پریشانی ہوتی تھی دیکھ کر، کہ ہر دو منٹ کے بعد کوئی آ کر سب کو پیچھے دھکیل رہا ہے، کوئی سلام پڑھ رہا ہے کتاب میں دیکھ کر، اُس سے کتاب چھین رہا ہے، کوئی زیادہ دیر سلام کے لئے کھڑا رہ گیا تو اُس کو کہتے ہیں کب تک کھڑے رہو گے؟ جاؤ!

اور بارہا وہاں اِن کانوں سے یہ سنا کہ وہ جو سلام پڑھنے والے سلام پڑھ رہے ہیں، تو مراقب چلّا کر ان کو کہتے ہیں جاؤ! جاؤ! ھٰـؤُلآءِ مَیِّتُـوْنَ، تم نے نہیں پڑھا قرآن مجید میں کہ ﴿اِنَّکَ مَیِّتٌ﴾ کہ آپ کو بھی مرنا ہے، ھٰؤُلآءِ الْاَمْوَاتُ!

اِتنی گستاخی اور اُس گستاخی کی اِس قدر جرأت ہوتی تھی، مگر ابھی اللہ کے فضل وکرم سے حکومت تک صحیح شکایت پہنچی ہوں گی، اُسی کے نتیجہ میں شاید یہ تبدیلی وہاں نظر آئی کہ آپ کھڑے پڑھ رہے ہیں، جتنی دیر چاہیں آپ پڑھیں۔

سہارنپور میں مناظرہ

یہ جو مذہب ہے کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی نہیں، نہ کوئی قبر، نہ کوئی اُس کا نشان، نہ قبر والے کو کچھ پتہ چلتا ہے، نہ قبر والے سنتے ہیں، سماعِ موتٰی کا ایک مستقل مسئلہ ہے۔ مظاہر علوم سہارنپور میں جمعرات کے دن ظہر کی نماز کے بعد مناظرہ سکھایا جاتا تھا، دو فریق بنائے جاتے تھے، ایک فریق ایک مذہب یا فرقہ کی وکالت کرتا تھا اور دوسرا فریق دوسری جماعت کی طرف سے ہوتا، ایک مقلدین کی طرف سے، ایک غیر مقلدین کی طرف سے، اِس طرح ہر ہفتہ ایک موضوع ہوتا تھا، اُس میں یہ سماعِ موتٰی کا بھی موضوع ہوتا تھا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب امامِ اعظم کے مزار پر تشریف لے گئے، اور آپ نے جب نماز پڑھائی تو آپ نے قنوت نہیں پڑھا، اور جب پوچھا گیا کہ کیوں نہیں پڑھا؟ اس پر قبر کی طرف اشارہ کیا۔

تو آگے مسئلہ پیدا ہوا کہ کیوں؟ قبر والے کی طرف جو اشارہ فرمایا تو اِس کے معنیٰ کیا؟ اکثر حضرات نے یہ لکھا کہ ادب کے خاطر، کہ ادب مانع ہوا۔

یعنی آپ یہ فرما رہے تھے کہ صاحبِ قبر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب فجر کی نماز میں قنوت نہ پڑھنے کا ہے، اُن کے یہاں قنوت وتر میں پڑھتے ہیں پورا سال، اور جب کبھی امت پر کوئی مصیبت آئے تو ایسی مصیبت کے موقع پر قنوت نازلہ پڑھا جاتا ہے جہری نمازوں میں، جس میں فجر بھی شامل ہے۔ نازلہ کے علاوہ فجر میں قنوت نہیں پڑھا جاتا، یعنی امام ابوحنیفہ کے ادب کے خاطر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے قنوت نہیں پڑھا۔

بہت سے شراح نے اِس واقعہ کو نقل کر کے اِس جگہ یہی لکھا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ادب ملحوظ رکھا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تو گویا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہ عقیدہ کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی قبر میں سنیں گے کہ میں اِن کے سامنے اِن کے مذہب کے خلاف فجر کی نماز

میں قنوت پڑھ رہا ہوں، یہ کچھ اچھا نہیں لگتا، اِس لئے اُنہوں نے قنوت نہیں پڑھا۔

قنوت نہ پڑھنے پر علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

علامہ عبدالوہاب شعرانی نے بھی یہ قول نقل کیا کہ یہاں یہ کہا جاتا ہے کہ ادب کے خاطر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے قنوت نہیں پڑھا، حالانکہ علامہ شعرانی خود شافعی ہیں، مگر امام ابوحنیفہ کی عظمت اور احترام اُن کے دل میں کس قدر ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ تھا کہ فجر میں قنوت پڑھنا ہے۔اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب کیوں تھا؟ روایات کی روشنی میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کو سنت سمجھتے تھے۔

اب یہ سوال کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا کسی اور کے خاطر سنت تو ترک نہیں کی جاسکتی؟ ایک چیز جو روایاتِ صحیحہ کے ذریعہ اُن کے یہاں سنت ہے اور ساری عمر جس سنت پر وہ عمل پیرا رہے، کسی ایک شخص کی وجہ سے انہوں نے سنت کو کیسے چھوڑ دیا؟

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی طرف اشارہ کیا، اِس کے معنیٰ یہ کہ اِن کا تصرف کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت اِس قدر اعلیٰ اور اونچے درجہ کی ہے کہ اُن کے تصرف سے میرا عمل تبدیل ہوگیا۔

کہ میں آج تک اِسے سنت سمجھ رہا تھا اور اب میں اِسے سنتِ مؤکدہ نہیں سمجھتا۔ایک ادب کا درجہ، استحباب کا درجہ کہ کرو تو بھی ٹھیک، نہ کرو تو بھی ٹھیک۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں دوسرے مذاہب کا، دوسرے فتاویٰ کا ادب اور احترام نصیب فرمائے۔آپس میں مل جل کر رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہ وَصَحبِہِ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ چل رہا تھا کہ سلاطینِ وقت اور اپنے زمانہ کے خلفاء اور بادشاہ اُن کی کتاب موطأ اور اُن کے مذہب کی ترویج کے لئے درخواست کررہے ہیں اور وہ اِس سے انکار فرماتے ہیں کہ جو دوسرے مذاہب ہیں اُن کا احترام بڑا ضروری ہے۔

ہارون رشید اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

سلاطین اکثر و بیشتر جو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ہوئے وہ اکثر تو بہت احترام اور عظمت کے ساتھ پیش آئے، خاص طور پر ہارون رشید، جن کا ذکر کیا تھا، اُنہوں نے تو ایک مرتبہ درخواست کی کہ میں بھی چاہتا ہوں کہ آپ سے حدیث پڑھ کر حدیث کی اجازت لوں، تو کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ آپ محل میں تشریف لائیں؟ تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جو قاصد آیا تھا اُس سے فرمایا کہ جا کر کہہ دینا کہ **اَلْعِلْمُ یُؤْتٰی وَلَا یَأْتِی** علم خود نہیں آتا علم کے پاس تو جایا جاتا ہے۔ اگر تمہیں یہ علم حدیث حاصل کرنا ہے تو وہاں محل میں آکر آپ کو پڑھایا جائے یہ تو اِس علم کی توہین ہوگی۔ یہ علم تو زبردست دولت ہے، یہ عظمت اور تعظیم چاہتا ہے، اِس لئے **اَلْعِلْمُ یُؤْتٰی** اِس کے پاس آپ کو خود آنا چاہئے، اِس کے پاس تو جایا جاتا ہے۔

چنانچہ ہارون رشید آپ کے درس میں پہنچے، جیسے بتایا تھا کہ مشرق سے لے کر مغرب تک سارا کرۂ ارض اُن کے زیرِ نگیں، اُن کی خلافت کے ماتحت، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اِسی طرح اُن کا اکرام بھی فرمایا، جب پہنچے درس میں تو اپنی مسند پر ساتھ بٹھایا۔

اُس کے بعد اُنہوں نے کہا کہ حضرت میں تو آپ سے حدیث پڑھنے کے لئے آیا ہوں، آپ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، پھر تو وہاں بیٹھنا پڑے گا جہاں سب طلبہ بیٹھے ہیں۔ اِس کا قاعدہ یہی ہے اور اِس علم کی عظمت یہی ہے۔

چنانچہ ہارون رشید آپ کی مسند سے اُٹھ کر سامنے طلبہ کے ساتھ بیٹھ گئے، پھر آپ نے اُن سے فرمایا کہ اب پڑھیئے اور قرأت کیجئے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں اجازتِ حدیث کا طریقہ

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں علماء کرام حدیث کی اجازت کے لئے آتے تھے، مگر وہ طریقہ سے ناواقف، وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہماری درخواست پر شاید دستخط کر کے حضرت کوئی سند ہمیں دے دیں گے۔ حضرت فرماتے کہ کتاب لائیے۔ اخیر میں تو اربعین حضرت نے چھپوائی تھی، چالیس حدیث کی کتابوں کی پہلی حدیث اس میں ہے۔ تو وہ اُنہیں دی جاتی، تو بعضے بیچارے پڑھ بھی نہیں پاتے تھے۔ حضرت اُس کے بعد دعائیہ کلمات فرما دیتے تھے، اللہ تعالیٰ آپ سے دین کی خدمت لے، اور حدیث کی اجازت کے الفاظ نہیں ہوتے تھے۔

سند اور ایک حدیث پڑھوائی جاتی تھی کہ مبلغِ علم بھی تھوڑا معلوم ہو جائے کہ اِن میں اِس کی اہلیت ہے یا نہیں؟ یہ پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور جو واقعی تدریس کے اہل ہوتے تھے، پڑھ پاتے تھے، اُنہیں باقاعدہ اجازتِ حدیث کے کلمات حضرت ارشاد فرماتے تھے۔ مگر جو نہ پڑھ پاتے ان کے ساتھ بھی اکرام میں پھر بھی کوئی کمی نہیں، بلکہ دعا دے کر رخصت فرماتے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اُن سے یہی فرمایا کہ آپ پڑھیئے، اگر چہ وہ ہارون رشید تو خود بہت بڑے ادیب، بڑے علمی انسان تھے، وہاں یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ سند اور حدیث پڑھ پائیں گے یا نہیں؟

یہ ایک قاعدہ کے مطابق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے فرمایا کہ آپ پڑھیئے، اُنہوں نے درخواست کی کہ حضرت سند میں اعلیٰ درجہ یہ ہے حدیث کی روایت میں کہ شاگرد استاذ سے سنے۔ یہ سب سے اونچا درجہ ہے کہ صحابہ کرام نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے وہ احادیث سنیں، طریقہ یہ ہے کہ استاذ خود پڑھے اور طلبہ سنیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے تو میں عرصہ تک پڑھا کرتا تھا، اب بعض عوارض کی بنا پر یہ سلسلہ چھوٹ گیا ہے، اِس لئے اور کوئی پڑھ دے گا، پھر اپنے دوسرے شاگرد کو حکم فرمایا اور اُنہوں نے پڑھنا شروع کیا۔

ان سب کی کیا وجہ کہ یہ جو بڑے بڑے سلاطین کے دلوں میں عظمت، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب آناً فاناً پوری دنیا میں اُن کی زندگی میں پھیل گیا، اُندلس تک اور اسپین تک پہنچ گیا، یحییٰ اُندلسی جو موطأ کے راوی ہیں، یہ اسپین کے، اُندلس کے ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا رابطۂ قلب

ہم لوگ ایک بہت قریبی خزانہ سے بہت غافل ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے ہمارا رابطۂ قلب پیدا ہو جائے، یہ سب سے بڑی دولت اور سب سے بڑا خزانہ ہے اور سب سے آسان ترین خزانہ ہے۔ یہ آ گیا، وہ آ گیا، اُس کے پیچھے ہم پڑ جاتے ہیں، اِس سے پانی پڑھوا لیا، اُس سے دَم کروا لیا، اِس سے دعا کروالی، ہر مسلمان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنا نہایت آسان ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ربطِ قلبی انسان پیدا کر لے۔

اِسی رابطہ کی برکت سے یہ جتنے بڑے بڑے لوگ دنیا میں ہوئے اسلامی تاریخ میں اُن سب کی آپ تحقیق کریں گے تو ضرور کوئی نہ کوئی ایسی کرامت، کرشمہ، ایسا کوئی واقعہ، اُن کی کوئی خصوصیت ملے گی کہ جس سے آپ کو پتہ چلے گا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے اِنہوں نے سب کچھ پایا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ایک مبارک خواب

چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ اُن کے ایک شاگرد فرماتے ہیں کہ آپ مسندِ درس پر بیٹھے ہوئے تھے کسی نے آ کر پرچہ دیا۔ آپ نے پڑھا، جب وہ پڑھ رہے تھے تو میں دیکھ رہا تھا کہ طبیعت میں، چہرہ پر تغیر نمودار ہو رہا ہے۔ کوئی خاص واقعہ اور کوئی خاص بات ہے۔

آپ نے وہ پرچہ پڑھا اور اُسے رکھ دیا۔ جب فارغ ہو کر چلنے لگے تو خادم فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت نے وہ پرچہ عنایت فرمایا کہ اِسے پڑھو۔

کہتے ہیں میں نے اُس میں پڑھا تو لکھنے والے نے ایک خواب لکھا تھا کہ میں نے خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، اور بہت بڑا مجمع تھا، اور سب کے سب لوگ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگ رہے تھے، سب کی طرف سے درخواست تھی کہ ہمیں کچھ عطا کیا جائے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے منبر کے نیچے خزانہ ہے اور میں نے اُس خزانہ کی جگہ امام مالک کو بتا دی ہے، اور وہ اِسے نکالیں گے اور وہ اِسے تقسیم کریں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجمع کو یہ ارشاد فرمایا تو سارا مجمع کہتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے، خواب میں وہ دیکھ رہے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے چل پڑا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی جو ارشاد فرمایا کہ میرے منبر کے نیچے خزانہ ہے اور میں نے اُس کی جگہ امام مالک کو بتا دی ہے اور وہ تقسیم کریں گے، تو بعضوں نے کہا لائیے، ہمیں تقسیم کیجئے۔ دوسرے حضرات کہنے لگے کہ جب انہیں حکم ہوا ہے، وہ ضرور تقسیم کریں گے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ مشرق سے لے کر مغرب تک اُن کی زندگی میں مالکی مذہب پھیل گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ربطِ قلبی نصیب فرمائے۔

یہ جو خزانہ ہے اس کو ہم بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ ابھی توبہ کر لیں، اب تک کی غفلت اور لاپرواہی اور اِدھر سے عالی جناب سے بے توجہی پر صحیح معنیٰ میں ندامت ہو جائے تو ابھی دروازے کھل جائیں، کیوں کہ اُس میں دیر نہیں لگتی۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ

یہ شیخ عبدالوہاب شعرانی، کل بھی اور پرسوں بھی اُن کا ذکر کیا تھا، وہ فرماتے ہیں کہ میں تو ایک

علمی انسان تھا۔ کہتے ہیں کہ مجھے چاروں مذاہب کے تمام فتاویٰ کا علم تھا۔ اور صرف فتاویٰ نہیں، بلکہ اُن چاروں مذاہب کے تمام اَدِلّہ کا مجھے علم تھا۔ اور جب میں کسی مذہب کو بیان کرتا اور اُس پر تقریر کرتا اور اُن کے دلائل بیان کرتا تو اگر وہ مسئلہ حنبلی مذہب کا ہوتا اور اُس کے دلائل میں بیان کر رہا ہوتا، تو سننے والا یقین سے کہتا کہ یہ شخص حنبلی مذہب کا عالم ہے اور حنبلی مفتی ہے۔ اگر وہ مسئلہ حنفی مسلک کا ہوتا اور میں اُس کے دلائل بیان کرتا، تو ہر کوئی سننے والا یہی کہتا کہ یہ تو بہت بڑے حنفی علامہ ہیں۔

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کو روحانی عروج کیسے ملا؟

کہتے ہیں کہ یہ جو روحانیت ہے یہ مجھے کہاں سے حاصل ہوئی؟ کہ میں ایک مرتبہ فلاں مسجد میں نماز کے لئے گیا، تو وہاں اُس وقت امام تھے شیخ امین الدین عمری۔ اُن کے پیچھے میں نے مغرب کی نماز پڑھی، اور جیسے ہی میں نے سلام پھیرا تو میرے دل کی دنیا بدل گئی۔ سات سمندر پار کوئی چڑیا جو چہچہا رہی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی تسبیح پڑھ رہی ہے اس کی آواز میں سنتا ہوں اور سمجھتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ جس مسجد میں اُن کے ساتھ میں نے نماز پڑھی اُس مسجد کے در و دیوار چھتیں اور اُس کا بوریا اور بستر اور بچھونا، جانماز اور مصلی، ہر چیز سے میں تسبیح کی آواز سن رہا تھا اور سمجھ رہا تھا۔

کہتے ہیں کہ اُس وقت سے میرا حال یہ ہو گیا کہ تمام جمادات کی زبان، اُن کی تسبیحات، نباتات، درخت اور گھاس، پودے، اِن کی زبان، اِن کی تسبیح، تمام حیوانات، جانور، چرند، پرند، ہر ایک کی تسبیح، حتی کہ یہ کہتے ہیں سمندروں میں جو مچھلیاں اللہ کی تسبیح کرتی ہیں، اُنہوں نے الفاظ لکھے ہیں، کہ میں نے اُن کی تسبیح اِس طرح سنی، اُن کی اِس طرح سنی۔ دیکھئے! ایک نماز کسی اللہ والے کے پیچھے پڑھ لی اور اُن کے دل کی دنیا بدل گئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے دلوں کی تاریکی کو دور فرمائے۔ اُسے اپنے نور سے منور فرمائے۔

اپنی معرفت نصیب فرمائے۔اپنے دو جہان کے سردار نبیؑ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت سے ہمارے دلوں کو بھر دے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہٖ وَصَحبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ امین الدین عمری رحمۃ اللہ علیہ

علامہ عبدالوہاب شعرانی کا حال میں بتا رہا تھا کہ وہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ مغرب کی نماز شیخ امین الدین عمری کے پیچھے پڑھی اور میرے دل کے تمام حجاب دور ہو گئے، اور دل کی آنکھیں روشن ہو گئیں، کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نباتات، جمادات، حیوانات، بری، بحری، تمام جاندار کی تسبیحات میں سنتا تھا۔

اور فرماتے ہیں کہ میرا عجیب وغریب حال ہو گیا کہ کسی شخص کی صرف آواز آئے تو اُس کی آواز سے میں اُس شخص کی نیت کو پہچان لیتا تھا کہ یہ مخلص ہے کہ منافق ہے؟ نیک نیتی سے آیا ہے کہ بری نیت سے آیا ہے؟

اور فرماتے ہیں کہ اگر خلط ملط کر کے میرے سامنے عربی عبارت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور اُس میں انسانی کلام ملا کر اُس کو رکھ دیا جاتا تو میں انگلی رکھ کر بتاتا پڑھے بغیر کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے اور یہ انسانی کلام ہے، کوئی تحریر میرے سامنے کر دی جاتی تو اُس کو پڑھے بغیر میں بتا سکتا تھا کہ یہ اِس میں حق لکھا ہوا ہے کہ ناحق لکھا ہوا ہے۔

فرماتے ہیں کہ اُس وقت میرا عجیب حال ہو گیا تھا کہ میں صرف تین ساعت میں پوری دنیا کا چکر لگا لیتا تھا۔ صرف میں کہنا شروع کرتا اللہ، اللہ، اللہ، تین دفعہ کہا اور اُس کے بعد میں صرف تین ساعت میں، مقامات لکھے ہیں کہ پہلے مصر سے یہاں، پھر وہاں کوہِ طور پر، پھر بیت المقدس، پھر صخرہ، پھر فلاں، حرمین، مکہ مدینہ، مشرق سے مغرب تک تمام کرۂ ارض کہ صرف تین ساعت میں اُس کی سیر ہو جاتی تھی۔

کوئی بیوقوف یہ کہے گا کہ اُنہوں نے کہا کہ مجھے کشف کائنات ہونے لگا اور آپ نے مان لیا؟ ہم نے کہا اِس میں اِستبعاد کیا ہے شرعی طور پر؟ ایک اتنا بڑا انسان، جن کی پچاسوں تالیفات کہ ایسی تالیف آج کل کوئی کر نہیں سکتا، اور ویسے ہی مخلوق اُن کے پیچھے دوڑتی تھی، اُنہیں کیا ضرورت پیش آئی تھی اپنے متعلق کہانی گھڑنے کی؟ اور اِس میں کوئی اِستبعاد نہیں۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم پر پورا دن بڑا شاق گذرا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم دیکھ رہے ہیں کہ صبح کو تشریف لائے اور بالکل ساکت، صامت، چپ، کسی سے کوئی گفتگو نہیں۔ ہم نے انتظار کیا تھوڑی دیر بعد تک، ایک ساعت، دو ساعت، اشراق کا وقت ہوگیا، چاشت کا وقت ہوگیا، دوپہر ہوگئی، ظہر میں تشریف لائے، آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال دیکھ کر صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم پریشان ہوگئے۔ ہم میں سے ہر شخص پریشان، کیا بات پیش آئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے کسی طرح کا کوئی کلام نہیں فرمارہے ہیں؟

صحابہ بیان کرتے ہیں کہ ظہر ہوگئی، عصر ہوگئی، مغرب ہوگئی، شام ہوگئی، جب پورا دن اِس طرح گذر گیا تب اُنہوں نے شیخین کو واسطہ بنانا چاہا کہ آپ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم تو کریں کیا بات پیش آگئی؟ ہم سے کوئی غلطی ہوگئی؟ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس بات سے رنجیدہ ہیں؟ کسی سے خفا ہیں؟ غصہ میں ہیں؟ کیا بات پیش آئی؟

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے سامنے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے قیامت تک کے واقعات بیان کئے گئے، قیامت تک کے پیش آنے والے واقعات بیان کئے گئے، قیامت اور قیامت کے بعد کے سارے مناظر۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے مجمع میں تشریف لاکر وہ سارے واقعات بیان

فرمائے۔

اب اندازہ لگایئے کہ ہزاروں سال کی تاریخ، آنے والے ہزاروں سال کی تاریخ کو دیکھنا، سمجھنا، پڑھ لینا، یاد رکھنا، تو اُس میں کتنا وقت صرف ہوا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو صحابہ کرام کے درمیان میں تشریف رکھتے تھے، کہیں تشریف نہیں لے گئے۔ اِتنے لمبے واقعات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمائے، اور وہ سارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد رہے، تو اُس میں کتنا لمبا عرصہ، کتنے دن، کتنے مہینے خرچ ہونے چاہئیں، مگر چند ساعتوں میں ملاحظہ فرمالئے حالانکہ صحابہ کرام کے درمیان ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، ازواجِ مطہرات کے پاس ہی تھے اور اُسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِتنے لمبے واقعات دیکھے۔ اولیاءِ کرام کی کرامات انبیاء کرام کے معجزات کی صداقت کی دلیل ہوتے ہیں۔ علامہ شعرانی کا مذکورہ حال اسی قبیل سے ہے۔

ناخن کے برابر ڈِسک

مجھے یاد آیا کہ آج سے کوئی تیس پینتیس برس پہلے ایک دفعہ گفتگو ہوئی تو محمد اچھا بولٹن میں ہوا کرتے تھے، پڑھے لکھے آدمی تھے، انگریزی داں، مجھے وہ سنانے لگے کہ آج اس اخبار میں یہ لکھا ہے، اُس زمانہ میں تو صرف یہ ریڈیو اور ٹیلی ویزن ہوتا تھا، یہ کمپیوٹر اور یہ ساری چیزیں ابھی اِتنی عام نہیں تھیں۔ وہ کہنے لگے کہ سائنس کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم ناخن کے برابر ایک ڈِسک ایجاد کریں گے، جس کو کوئی دیکھنا شروع کرے گا تو اُس کا سائز صرف ناخن کے برابر اور اِتنی سی ڈِسک میں معلومات اِتنی ہوں گی کہ اُس کو رات دن مسلسل کوئی دیکھتا رہے تو اسے پینتیس سال درکار ہوں گے، پینتیس سال میں آپ پوری ڈِسک دیکھ پائیں گے۔ اُس وقت تو حیرت اور اِستعجاب ہوتا تھا کہ یہ کیسے ہوگا؟ لیکن اب جیسے جیسے یہ ڈِسک کا سلسلہ ترقی کررہا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ نہیں! ضرور ایسا ہوگا۔

وقت ربڑ کی طرح ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح بہت تھوڑے عرصہ میں تھوڑے وقت میں ہزاروں سال کے واقعات، قیامت اور قیامت کے بعد تک کے سارے واقعات دیکھ لئے اور صحابہ کرام کے سامنے بیان کر دیئے، یہ جو وقت ہے بزرگ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کے حق میں ربڑ کی طرح سے ہے، کہ ''ربڑ'' اِس کو آپ زور سے کھینچیں، آپ اس کو جتنا کھینچیں گے اُتنا لمبا ہوگا، اور جب آپ ربڑ کو چھوڑ دیں گے، تو جتنا نارمل سائز کا ہوتا ہے اُتنا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ''وقت'' اُن کے لئے، جتنا وہ بزرگ کھینچ لیں اُتنا لمبا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اِسی لئے ہم جتنی دیر میں ایک پارہ پڑھ نہیں پاتے، اُن کا ایک قرآن شریف ختم ہو جاتا ہے۔

وقت میں برکت

یہ شیخ عبدالوہاب کا ایک اور واقعہ پیش آیا کہ ایک بزرگ تھے ناصر الدین لقانی، اُن سے اِن کی شکایت کی گئی کہ علامہ عبدالوہاب اجنبی مستورات سے بے حجاب ملتے ہیں اور پردہ نہیں کرتے۔ اس پر شیخ ناصر الدین اِن سے اِس قدر ناراض ہوئے کہ اِن سے بولنا چھوڑ دیا۔

جب علامہ عبدالوہاب شعرانی کو اِس کا پتہ چلا کہ ناراضگی کی وجہ یہ غلط شکایت ہے، تو آپ نے اُس کے اِزالہ کی کوشش نہیں کی کہ کیا شکایت ہے اور کیوں ہے؟ آپ اُن کی خدمت میں خود حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت مجھے کتاب مدوّنہ کی ضرورت ہے، یہ سن کر غصہ کے لہجہ میں شیخ ناصر الدین فرمانے لگے کہ اچھا! اب توبہ کی توفیق ہوئی ہوگی، اور رجوع الی اللہ کرنا چاہتے ہوں گے۔ اِنہوں نے عرض کیا کہ حضرت! میرے لئے دعا فرمائیں، شاید ایسا ہی ہو، مجھے تو کتاب چاہیئے۔

وہ کتاب مدوّنہ اِتنی ضخیم کتاب کہ ایک دو آدمی اُس کو اٹھا بھی نہیں سکتے، اُس زمانہ میں الگ الگ اجزاء لکھے جاتے تھے، الگ الگ کاغذات پر موٹے موٹے ضخیم اجزاء، تو مزدور کے ذریعہ،

خدام کے ذریعہ وہ کتاب بھجوائی گئی، جو لے جانے والے خادم تھے، جب کتاب لے کر پہنچے علامہ عبدالوہاب شعرانی کے پاس، اُنہوں نے اُن سے کہا کہ آپ آج کی رات ایسا کر سکتے ہیں کہ میرے پاس قیام کریں؟ اُنہوں نے کہا کوئی مانع نہیں ہے، ایک رات آپ کے یہاں قیام کرلیں گے۔

اُنہوں نے علامہ عبدالوہاب کے ساتھ ہی عشاء کی نماز پڑھی، اور اُس کے بعد وہ اپنے معمولات میں مشغول ہوگئے، تو ایک ہی حجرہ میں دونوں اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں، یہ اپنی عبادت میں مصروف ہیں اور وہ خادم سوچتے ہیں کہ ابھی یہ اپنے معمولات سے فارغ ہوں اور آرام کریں تو میں بھی آرام کروں، مگر دیکھتے ہیں کہ پوری رات اپنی عبادت میں مصروف۔ جب فجر کی اذان میں پندرہ بیس منٹ رہ گئے، تب علامہ عبدالوہاب نے فرمایا کہ میں ذرا دوسرے حجرہ میں جہاں کتاب رکھی ہے وہاں میں جا کر آتا ہوں، تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے گئے۔ اِتنے میں فجر کی اذان ہوگئی، اور نماز کے لئے دونوں چلے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو علامہ عبدالوہاب نے اُن سے فرمایا کہ اچھا بھئی وہ کتاب اٹھا کر لے جاؤ، شیخ ناصرالدین کو واپس کردو۔ وہ کتاب لے گئے، جیسے ہی اِن کو آتے ہوئے دیکھا کہ وہ کتاب تو ابھی شام کو گئی تھی، واپس آرہی ہے؟ اس پر اُنہیں اور غصہ آیا کہ اِتنی مشقت اٹھوا کر کے یہ کتاب وہاں تک لانے اور لے جانے کی ضرورت کیا پیش آئی تھی جب اُس کو پڑھنا نہیں تھا؟

اُس کے بعد ان کو خیال آیا کہ کتاب کو دیکھیں کہ کتاب اچھی حالت میں اور ٹھیک ٹھاک حالت میں ہے یا نہیں؟ اُس کو جب کھولنا شروع کیا تو دیکھتے ہیں کہ ہر صفحہ پر ایک دوسطر کے بعد اُنہوں نے کچھ لکھا ہوا ہے، نشانات لگے ہوئے ہیں، ہزاروں صفحات کی ساری کتاب مکمل پڑھ کر اُس کی اِصلاح کر کے اُنہوں نے اخیر میں لکھا کہ یہ کتاب کافی طویل ہے میں نے اِس کا اختصار اِن نشانات کے ذریعہ کردیا ہے۔

جب وہ اپنے خادم سے پوچھنے لگے کہ یہ کیا ہوا؟ یہ از قبیلِ محالات ہے، ناممکن ہے۔ ہونہیں

سکتا کہ کوئی اِس کتاب کا کوئی دسواں حصہ بھی ایک رات میں اِس طرح پڑھ لے اور اِنہوں نے ساری کتاب کس طرح پڑھ لی؟

اُنہوں نے کہا وہ تو ساری رات میرے سامنے ہی تھے اور ساری رات میرے سامنے اپنی عبادت میں مصروف رہے، جس کمرہ میں یہ کتاب رکھی ہوئی تھی اُس میں تو پندرہ بیس منٹ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

جب یہ کلمات شیخ ناصرالدین نے سنے تو اُنہیں تنبہ ہوا کہ اوہو! یہ تو جو میں نے اُن کے متعلق کسی غلط شکایت پر بدگمانی کی تھی، اُس پر اِنہوں نے یہ کرامت دکھائی ہے، فوراً ننگے سر، ننگے پیر بھاگے ہوئے اُن کے دولت کدہ پر گئے، علامہ عبدالوہاب شعرانی کے یہاں اور اُن سے جا کر معافی مانگی کہ مجھے معاف کر دیجئے کہ اِس طرح غلط شکایت پر میں نے توجہ کی اور میں نے آپ سے بدگمانی کی اور یہ آپ کی کرامت کہ آپ نے منٹوں میں ساری کتاب اِس طرح دیکھ لی؟

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے اوقات میں بھی برکت عطا فرمائے اور ہمیں قرآن پاک کی تلاوت اور اپنی عبادت میں مصروف رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰى آلِه وَصَحبِه وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا جناتوں سے کلام

علامہ شعرانی مغرب کی نماز پڑھتے ہیں شیخ امین الدین عمری کے پیچھے اور اُن کے دل کے تمام حجاب دور ہو جاتے ہیں، اور بتایا تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کی تمام مخلوق کی تسبیح میں سنتا تھا، اُسی کے ذیل میں وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح وہ چرند، پرند، مچھلیوں کی اور سب کی تسبیح نقل کرتے ہیں کہ یہ اِس طرح تسبیح پڑھتے تھے، وہ اِس طرح تسبیح پڑھتے تھے، اللہ نے اُن سب کی زبان کے سمجھنے کی قوت اُن کو عطا فرمائی، اِسی طرح جناتوں سے بھی ملاقات ہونے لگی، جنات آنے لگے۔ یہ اُن کی زبان سمجھتے ہیں، وہ اپنے مسائل اِن سے پوچھتے ہیں، اپنی ضرورتیں اِن کو بتاتے ہیں، مستقل اُن کو ایک کتاب اُن جناتوں کے لئے تصنیف کرنی پڑی، اُس کا نام رکھا "کَشْفُ الْقِنَاعِ وَالرَّانِ عَنْ وَجْهِ أَسْئِلَةِ الْجَانِّ" اُس میں، اُس کتاب میں اُنہوں نے جناتوں کے پچھتر (۷۵) سوالات کا ذکر کیا ہے، کہ اُنہوں نے پچھتر (۷۵) چیزیں اُن سے پوچھیں، اور ہر ایک کا اِنہوں نے تفصیلی جواب لکھا، اور وہ پوری ایک کتاب کئی اجزاء میں اِنہوں نے اُن کو لکھ کر دی۔ صرف ایک نماز اللہ والے کے پیچھے پڑھنے سے اِن کا کام بن گیا۔

علامہ محمد طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کی مجمع البحار

حضرت علامہ محمد طاہر پٹنی، صاحب مجمع البحار، پالنپور کے بہت اونچے بزرگوں میں سے، اپنے زمانہ کے بہت بڑے محدث، اُن کی یہ کتاب مجمع البحار ہے۔ کوئی مسلم کی شرح لکھتا ہے، کوئی بخاری کی، کوئی نسائی کی، صحاح میں سے کسی ایک کتاب کی، یا حدیث کی ایک کتاب کی شرح لکھتا ہے، یہ اِن کی جو کتاب ہے مجمع البحار، اِس کے متعلق لکھا گیا ہے کہ اس کو صحاح ستہ کی شرح کہا

جائے تو بعید نہیں۔ اگرچہ یہ لغت کی کتاب ہے، مگر اُسی میں ساری صحاح ستہ اِنہوں نے گویا حل کردی ہے۔

علامہ محمد طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ اور کعبہ شریف

یہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے اولیاء اللہ میں سے تھے اور اِن کے یہاں بھی مغرب کی نماز کا لوگوں کو بڑا اہتمام تھا کہ مغرب کی نماز میں اُن کی مسجد میں صفِ اول میں نماز پڑھنے کے لئے روزانہ ہزاروں انسانوں کا ہجوم ہوجاتا تھا کہ ہم اُن کے یہاں اُن کی مسجد میں پہلی صف میں کھڑے ہوجائیں، کیوں؟ کہتے ہیں کہ جو اُن کی امامت میں، اُن کے پیچھے مغرب کی نماز میں پہلی صف میں کھڑا ہوتا تو جب وہ نیت کرتے کہ میں اللہ کے لئے تین رکعت فرض مغرب کی نماز پڑھتا ہوں میرا منہ کعبہ کی طرف، وہ اپنے دل میں نیت کرکے یہ کہتے ہوں گے، تو اُس وقت پوری صفِ اول کعبہ شریف اپنے سامنے ملاحظہ کرتی تھی، کعبہ اُن کے سامنے متجلی ہوجاتا تھا، یہ اُن کی کرامت بہت مشہور تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال مَنْ أَفْضَلُ النَّاسِ؟

اِسی لئے ایک مرتبہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُنہیں زیارت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُنہوں نے پوچھا کہ **مَنْ أَفْضَلُ النَّاسِ**؟ اِس وقت روئے زمین پر جتنے انسان ہیں اُن میں سب سے افضل کون ہیں؟

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح کا سوال

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سوال کیا کہ **يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ أَحَبُّ النَّاسِ اِلَيْكَ**؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ۔ پوچھا کہ مردوں میں؟ فرمایا ابوبکر۔

پوچھا ثُـمَّ مَـنْ؟ اُس کے بعد کون؟ فرمایا کہ اُس کے بعد عمر۔ پوچھا اُس کے بعد کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ پوچھتے گئے۔

پھر صحابہ کرام سے جو روایات ہمارے یہاں مذکور ہیں، وہ ذخیرہ بڑا عجیب وغریب علوم کا اور لطائف کا اور ظرائف کا اور حقائق کا حامل ہے۔ اُس میں ہر چیز اُنہوں نے کھول کھول کر بیان فرما دی۔ ہم سے اگر کوئی چیز پوچھی جائے گی، مثلاً آپ کا دارالعلوم، تو کچھ اُس کی اچھائیاں بیان کریں گے، لیکن اُنہوں نے کسی جگہ ایسا نہیں کیا، کسی کے متعلق ہو، اپنے متعلق ہو، جو حقیقت ہے وہ صاف صاف بیان کر دی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں پوچھتا گیا ثُـمَّ مَنْ؟ ثُمَّ مَنْ؟ کہتے ہیں پھر میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میں تو سوچ رہا تھا کہ ہمارا نام کہیں شروع میں آجائے گا، تو پتہ نہیں کہاں میرا نام ہوگا؟ اِس لئے پھر میں نے پوچھنا بند کر دیا۔

اللہ اکبر! یہ دل کی بات، تو اُن کے دل میں کیا تھا؟ اور اُس کے مطابق جواب نہیں ملا، وہ بھی اُمت کے سامنے اُنہوں نے صاف صاف بیان کر دیا۔ تمام احادیث کا ذخیرہ اِسی طرح ہے، بالکل حقائق پر مشتمل ہے۔ ذرہ بھر ان میں کوئی توریہ نہیں۔ ہیر پھیر، ردوبدل نہیں کیا، صحابہ کرام نے من وعن امت کو پہنچا دیا۔

حضرت میاں غیاث بھروچی رحمۃ اللہ علیہ

یہ علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہیں کہ یَـارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَـنْ أَفْـضَـلُ الـنَّـاسِ؟ اُس زمانہ میں بھروچ کے میاں غیاث، بہت بڑے اولیاء اللہ میں سے، بزرگوں میں سے تھے، اور ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے متعلق فرمایا کہ میـاں غیـاث أَفْـضَلُ النَّاسِ، پوری روئے زمین پر تمام انسانوں میں سب سے افضل اِس وقت وہ ہیں، پوچھا کہ ثُمَّ مَنْ؟ فرمایا کہ شَيْـخُـكُمْ یعنی تمہارے شیخ

علی متقی، صاحب کنز العمال۔ پوچھا کہ ثُمَّ مَنْ؟ تو پھر خود اُن کے لئے فرمایا کہ أَنْتَ۔علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کو ارشاد فرمایا کہ تم تیسرے نمبر پر۔

اِسی لئے اُن کے پیچھے جو مغرب کی نماز میں نیت کر لیتے ، کھڑے ہو جاتے ، اُنہیں نیت کرتے وقت کعبہ شریف متجلی اپنے سامنے نظر آتا، اس طرح کہ جیسے مکہ میں کعبہ شریف دیکھ کر نماز پڑھ رہے ہیں، اِسی طرح علامہ عبدالوہاب شعرانی کا ایک نماز پڑھنے سے کام بن گیا،تو میں جناتوں کے متعلق بتا رہا تھا کہ اُنہوں نے لکھا کہ جناتوں کی آمدورفت ہونے لگی، تو اُن کے سوالات پر میں نے ایک کتاب لکھی جس میں اُن کے پچھتر (۷۵) سوال اور اُن کے جواب میں نے تفصیل سے لکھے۔

فلاسفہ کا جنات کے وجود سے انکار

یہ فلاسفہ عام طور پر اُن کی اکثریت اِس کو نہیں مانتی، کہ جنات جن کو ہم نہ دیکھ سکتے ہیں، نہ سن سکتے ہیں، نہ چھو سکتے ہیں، حواس خمسہ سے محسوس نہیں کر سکتے، پھر ایسی چیزوں کو ماننے کی کیا ضرورت؟ کہتے ہیں ہم اُن کو نہیں مانتے، لیکن جو قدیم فلاسفہ ہیں اور قدیم حکماء سب نے اُن کو تسلیم کیا ہے۔ اور مذاہب تو سب کے سب اُن کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں، حتیٰ کہ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کہ وہ کس طرح مریضوں سے جنات نکالا کرتے تھے، اُن کے واقعات اُن کے یہاں بائبل اور انجیل میں بھی مذکور ہیں، تو جنات ایک حقیقت ہیں۔

پھر اِس میں خود ہمارے یہاں ایک قول یہ ہے کہ جس طرح انسانوں کا سلسلہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چلا تو اِسی طرح جنات کا سلسلہ ابلیس سے چلا، مگر دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ نہیں! یہ خود ابلیس جناتوں میں سے تھا ﴿كَانَ مِنَ الْجِنِّ﴾ اور جناتوں کا سلسلہ ’’جانّ‘‘ سے چلا ہے ﴿وَالْجَانَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ﴾ ﴿وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ

نَارٍ﴾ جنات اُس وقت بھی تھے۔

جنات آسمانوں پر

ابتداء میں ابلیس وہاں ملأ اعلیٰ میں، اوپر ساتوں آسمانوں میں، جنت میں، ہر جگہ جاسکتا تھا، ملائکہ کی طرح سے یہ تمام جن بھی جاسکتے تھے، اِن کا آسمانوں پر جانا تو بہت دیر تک رہا حتیٰ کہ جب حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا اُس کے بعد جہاں حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام دوسرے آسمان پر ہیں، وہاں جانا اُن کا موقوف ہوگیا۔ تو پہلے آسمان پر پھر بھی وہ جاسکتے تھے۔ اور جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن پاک کا نزول شروع ہوا، اُس کے بعد اُن کا آسمانوں کے دروازوں تک جانا بھی موقوف ہوگیا، قرآن پاک کے نزول کی حفاظت کے خاطر۔ ورنہ اِس سے پہلے جس طرح ابلیس حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جنت تک پہنچ گیا، اِس طرح یہ تمام جنات بھی وہاں تک جاسکتے تھے۔ پھر دوسرے آسمان سے نیچے تک جانے کی اجازت تھی مگر جب ﴿ اِقْرَأْ بِاسْمِ ﴾ پہلی وحی نازل ہوئی تو اُس کے ساتھ ہی اُن کا آسمانوں کے دروازوں کے پاس جانا اور وہاں تک اوپر پہنچنا اُن کے لئے موقوف کردیا گیا۔

یہ جناتوں کی تو حقیقت ہے، اور تمام مذاہب جو سماویہ ہیں وہ اِس کو تسلیم کرتے ہیں۔ البتہ یہ کہ جس طرح اِنسانوں میں اچھے بھی ہوتے ہیں، برے بھی ہوتے ہیں، اِس طرح اُن کے یہاں بھی ہے، اور جس طرح ہمارے یہاں علماء ہوتے ہیں، مشائخ ہوتے ہیں اور تعلیم اور تدریس کا سلسلہ ہے، اسی طرح اِن کے یہاں بھی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے، اِس میں اختلاف ہے کہ یہ قصہ ہے کس کا؟ یہ قصہ تو ذکر کیا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مسند

الجن میں، کہ جناتوں سے جو روایات اُن کو ملی، لیکن بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ قصہ اُن کا نہیں بلکہ شاہ اہل اللہ کا ہے، کسی نے کہا اُن کے والد صاحب شاہ عبدالرحیم صاحب کا ہے، لیکن حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ خود حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے۔

کہ وہ رات کو بیٹھے مطالعہ میں مصروف ہیں، کتاب دیکھ رہے ہیں، اُنہوں نے کوئی کتاب اٹھائی تو دیکھا کہ اُس کے نیچے سانپ ہے، وہاں سے کوئی چیز اٹھائی اور اُس کو مارا، مرگیا، اِتنے میں وہ کیا دیکھتے ہیں کہ کسی نے اُن کو اٹھالیا اور اٹھانے والے اُن کو نظر نہیں آرہے ہیں، اور اٹھا کر گھر سے باہر لائے اور لے کر شہر سے باہر نکل گئے، یہ بھی پریشان کہ یہ کیا قصہ ہوا؟

یہاں تک کہ یہ کہتے ہیں کہ دہلی سے بالکل باہر جنگل میں لے آئے، اور وہاں جنگل میں لے جا کر ایک جگہ سے اُنہوں نے پتھر ہٹایا۔ اور پتھر ہٹا کر کے اندر تہہ خانہ کی طرح راستہ تھا، نیچے لے گئے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ نیچے تو پوری دنیا آباد، اور زبردست ایک شاہی محل کی طرح سے ہے، جس طرح دنیا میں انسانوں میں کوئی بڑا سرکاری آدمی ہو، رئیس آدمی ہو تو اُس کے یہاں جس طرح پہرے اور تمام انتظامات ہوتے ہیں اِس طرح کے سارے انتظامات تھے، زمین کے نیچے ہیں۔

کہتے ہیں وہ پھر مجھے ایک دربار میں لے گئے، وہاں تخت پر معلوم ہوتا تھا کہ اُن کے بادشاہ سلامت بیٹھے ہوئے ہیں اور سارے درباری اطراف میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجلس لگی ہوئی ہے۔ تھوڑی دیر میں اُنہوں نے اپنی زبان میں کوئی درخواست پیش کی بادشاہ کو اور اُس کے بعد پھر وہ بادشاہ سلامت شاہ ولی اللہ صاحب سے مخاطب ہوتے ہیں اور اُن سے پوچھتے ہیں **هَلْ أَنْتَ قَتَلْتَ أَخَاهُ؟** کہ کیا تم نے اِن کے بھائی کو قتل کیا؟

اِنہوں نے کہا کہ نہیں! میں نے تو کسی کو قتل نہیں کیا۔ پھر اُنہوں نے سوال کیا کہ تم نے کسی سانپ کو مارا؟ اِنہوں نے کہا ہاں! میں کتاب دیکھ رہا تھا، میرے سامنے سانپ تھا تو میں نے اُس کو مارا کہ کہیں مجھے تکلیف نہ دے۔ اب آپس میں اُن کی گفتگو ہونے لگی۔ حضرت شاہ ولی اللہ

صاحب سن رہے ہیں کہ وہ اپنی زبان میں بھی کچھ بات کرتے ہیں کچھ عربی بھی بولتے ہیں۔

عمر رسیدہ جن صحابی

اِتنے میں ایک کافی عمر رسیدہ جو اُن میں معلوم ہورہے تھے تو اُنہوں نے پڑھنا شروع کیا کہ "**سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ تَزَیّٰا بِزِیِّ غَیْرِہٖ فَقُتِلَ فَدَمُہٗ هَدَرٌ**" کہ جو اپنی موجودہ شکل کے علاوہ میں اور دوسری کوئی شکل اختیار کرے اور اُس میں اُسے قتل کیا جائے، تو اُس کا خون معاف ہے، اور اُس کا نہ قصاص ہے، نہ دیت ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے اوپر ایک سہم اور خوف سوار تھا کہ مجھے گھر سے اٹھا کر جنگل میں لے آئے، اور میں کہاں پہنچ گیا؟ بعد میں تو مجھے احساس ہوگیا کہ یہ جناتوں کا ماحول لگتا ہے، تو مجھے جو خوف تھا تو وہ سب ختم ہوگیا جب میں نے اُن کی زبانی یہ سنا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ "**سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ**"، میں نے اُن سے پوچھا کہ **هَلْ أَنْتَ سَمِعْتَ النَّبِیَّ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ**؟ کہ کیا آپ نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا یہ فرماتے ہوئے؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ **نَعَمْ**! ہاں! "**أَنَا سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ**" کہ میں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی کہ جو جن اپنی شکل بدل دے اور اپنی شکل چھوڑ کر کے سانپ بن جائے بچھو بن جائے، کوئی جانور، کتا، بلی، اور اُس شکل میں اُسے کوئی مار دے، تو اِس کا کوئی قصاص نہیں ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا وہ سارا خوف خوشی میں بدل گیا کہ میں تو آج تابعی بن گیا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کی زیارت کرلی کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی میرے سامنے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث بیان کررہے ہیں۔

یہ جناتوں کا بھی وجود ہے، اور اُن کے لئے علامہ عبدالوہاب شعرانی نے کتاب بھی لکھی

ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں یہ مبارک دن اچھی طرح گذارنے کی توفیق دے، اور وقت کے ضائع ہونے سے ہماری حفاظت فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جناتوں کی تعلیم

یہ تذکرہ چل رہا تھا کہ علامہ عبدالوہاب شعرانی سے اللہ تعالیٰ نے جناتوں میں بھی تدریس اور تعلیم کا کام لیا، اور اُن کے لئے مستقل اُنہوں نے کئی اجزاء پر مشتمل کتاب لکھی ''کَشُفُ القِنَاعِ وَالرَّانِ عَنْ وَجْهِ أَسْئِلَةِ الْجَانّ''۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے یہاں جناتوں کا سلسلہ

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے یہاں بھی یہ سلسلہ تھا، حتیٰ کہ ایک دفعہ جو حضرت کی تصنیف گاہ جو کتب خانہ تھا اس کے کھولنے کے لئے چابی بھائی مولانا عبدالرحیم صاحب کو دی گئی۔ ہمیشہ کا معمول تھا کہ وہ جا کر کھول دیتے، صفائی وغیرہ کرتے، کھڑکیاں کھول دیتے کہ ذرا گرمی کم ہو جائے، تین جگہ قفل کھولنا پڑتا تھا۔ جب وہ آخری دروازہ پر صحن کے دروازہ پر پہنچے، قفل باہر سے تو کھول لیا مگر اندر سے بند۔ اندر تو کوئی جا بھی نہیں سکتا۔ اِتنی اونچی وہ عمارت کہ کسی کے لئے جانا بھی مشکل، اندر سے کس نے بند کیا؟

وہ بہت حیران، بہت دھکے دیئے، پھر نیچے آئے، حضرت سے عرض کیا کہ فلاں دروازہ نہیں کھلتا۔ ابے! اندر سے تو کوئی بند نہیں کر سکتا۔ کیسے بند ہے اندر سے؟ جاؤ بھائی حافظ صدیق، دیکھو! تو جا کر اُنہوں نے بھی کوشش کی، نہیں کھلا۔ پھر جب واپس آئے تو کہہ رہے ہیں کہ نہیں کھل رہا ہے۔ حضرت مسکرائے، اور حضرت اِستنجاء وضو سے فارغ ہو کر جب خود اوپر تشریف لے گئے، جب وہاں پہنچے، دروازہ بند تھا، تو حضرت کے ہاتھ میں چھڑی تھی، اُس سے دروازہ ٹھوکا، ابے کھول! میرے لونڈوں کو کیوں پریشان کرے؟ اس پر کھٹاک سے دروازہ کھل گیا۔ بغیر دھکا

دیئے خود ہی کھل گیا۔

یہ سلسلہ تو ہے، لیکن آج کل پیسہ کمانے والوں نے اُمت مسلمہ کی عقلوں سے کھیل کر اپنا مطلب پورا کرنے والوں نے جس طرح اِس کو ہر مرض کی اصل قرار دے رکھا ہے ایسا نہیں ہے، یہ تو صرف دھوکہ بازی ہے۔

وہ تو اللہ کی مخلوق ہے، آپ ہندوستان جاتے ہیں، گرم ملکوں میں جاتے ہیں، کہتے ہیں وہاں سانپ بچھو بہت ہوتے ہیں، سعودیہ عرب آپ چلے جائیں تو ہندوستان سے بھی زیادہ وہاں ہیں، لیکن آپ لوگ گئے تو آپ لوگوں نے کہیں سانپ بچھو کو دیکھا؟ کوئی سانپ اِدھر اُدھر، کوئی بچھو، کہیں نہیں دیکھا، حالانکہ بہت ہیں، بے پناہ۔ مدینہ منورہ والوں سے پوچھیں گے تو بتائیں گے، تو اِسی طرح وہ اللہ کی مخلوق ہے اور اپنے اپنے مقام پر رہتے ہیں۔

عاملوں کا حال

مگر جو پیسہ کمانے والے ہیں، اگر کوئی ان کے پاس پہنچ جائے ان کا حال یہ ہے کہ کسی کو سر درد ہوگا تو کہتے ہیں یہ تو کوئی جادو یا جن کا اثر ہے۔ کسی کو کمر میں درد ہوا تو یہ بھی اثر ہے۔ ان کو ہر جگہ یہی جادو اور جنات ہی کا اثر نظر آتا ہے۔ یہ ایک طبقہ ہے جو مسلمانوں کی عقلوں سے کھیل کر اُن کو دشمن سے بھی زیادہ پریشان کرتا ہے کہ ساری عمر کے لئے اُن بے چاروں کا امن چین ختم ہو جاتا ہے، ہرگز اُس کو بیلیو (believe) نہیں کرنا چاہئے۔

لیکن جناتوں کا وجود ہے، اپنی جگہ جہاں جہاں اُن کے ٹھکانے ہیں، وہاں وہ رہتے ہیں، تو جنات کے لئے علامہ شعرانی نے یہ کتاب لکھی "کَشْفُ الْقِنَاعِ وَالرَّانِ عَنْ وَجْهِ أَسْئِلَةِ الْجَانّ" اور ابھی نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیدا کئے جانے سے پہلے سے جن دنیا میں ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت رافع ابن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اُنہوں نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ خود بیان کیا۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کہیں سفر میں جا رہا تھا، تھک کر چور ہو گیا۔ میں نے ایک جگہ پڑاؤ کیا کہ میں تھوڑی دیر کے لئے سو جاؤں، اونٹنی کو باندھ دیا اور میں لیٹ گیا۔ لیٹتے ہی تھکا ہوا تھا آنکھ لگ گئی۔ میں جب اُس وادی میں پہنچا تو اونٹ کو باندھ کر لیٹنے سے پہلے میں نے دعا پڑھی، جو اُس زمانہ میں اُن کے یہاں زمانۂ جاہلیت میں پڑھی جاتی تھی۔

قبولیت کی ساعتیں

ہم لوگ تو مقبول مستجاب متبرک دعاؤں کو بھول جاتے ہیں، اب یہ جو مہینہ چل رہا ہے اِس کی گھڑیاں کتنی مبارک؟ اُس کی ساعتیں، ایک ایک ساعت اس کی کتنی قابل قدر؟ جیسے عین افطار کے وقت یہ دعا پڑھے "یَا وَاسِعَ الْفَضْلِ اِغْفِرْلِیْ" مغفرت کی دعا قبول ہوتی ہے، مابین الاذانین، یعنی اذان اور تکبیر کے درمیان، خاص جب امام کے ساتھ آپ صف میں کھڑے ہوں۔ کہتے ہیں کہ مجاہدین کی صف میں کھڑے ہونے والے کی اور نماز کی صف میں کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہنے سے پہلے کا جو وقت ہوتا ہے اُس وقت کی دعا قبول ہوتی ہے۔

ہمیشہ پورا سال اخیر ثلث لیل میں آخری تہائی رات جب رہتی ہے، تو اللہ کی طرف سے منادی کا اعلان ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہے، تمہیں جو مانگنا ہو تم مانگ سکتے ہو، لیکن اُس وقت بھی نہیں مانگتے۔

ابھی تو رمضان میں اِس کا موقع بھی میسر ہے کہ ہم سحری کے لئے اُٹھتے ہیں، اُس وقت مانگ سکتے ہیں، لیکن نہ سحری کے وقت اِس طرف توجہ ہوتی ہے، توجہ ہوتی بھی ہے تو بس ایک سرسری، برائے نام، دل سے وہ دعا نہیں نکلتی، افطاری کا عین وقت ہو رہا ہے اور اپنی باتوں میں اور خوش گپیوں میں مشغول ہیں اور اُس میں یہ کہتے ہیں لاؤ بھئی کھجور، رکھا منھ میں، ہو گئی دعا، تو یہ سب

مبارک اوقات، مبارک ساعتیں ہم ضائع کررہے ہیں۔

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

کہتے ہیں جن کی قسمت ہی پھوٹی ہو، اُن کو کوئی چیز فائدہ نہیں دے سکتی۔ اگر اُن کو رہبرِ کامل بھی مل جائے، سچا راستہ بتلانے والا، اخیر تک پہنچانے والا، مگر وہ نہیں پہنچ پائیں گے۔

کہتے ہیں کہ سکندر نے درخواست کی خضر علیہ السلام سے کہ آپ جو زندگی، طویل زندگی پائے ہوئے ہیں اِس کا کیا راز؟ تو وہ لے گئے سکندر کو، بتایا کہ یہ چشمہ، یہاں سے میں نے آبِ حیات پیا تھا۔ اللہ نے جن پینے والے کے لئے طویل حیات اور طویل زندگی مقدر فرما رکھی ہے اس کو یہ آبِ حیات پینے کا موقع مل گیا۔ سکندر کے لئے طویل حیات مقدر نہ ہوگی تو کہتے ہیں خضر علیہ السلام سکندر کو اس چشمہ کے پاس لے گئے پھر بھی وہاں سے وہ تشنہ واپس آیا، نہیں پی سکا۔

یہی حال ہمارا ہے، کہ ہم اِتنے سارے مواقع، اِتنی ساری گھڑیاں گذر رہی ہیں، مگر پھر بھی ہم پیاسے ہیں، اور جنہوں نے اِس کی قدر کی، اب یہ افطاری کے وقت، وقت بھی کتنا مبارک؟ یہاں تو اللہ نے بہت آسانی فرما رکھی ہے زمزم بھی ملتا ہے، مگر وہ بھی اِسی طرح پی جائیں گے، نہ زمزم کی عظمت کا خیال، نہ اُس وقت دعا کا خیال، زمزم کی دعا "**أَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَسْئَلُکَ عِلْماً نَّافِعاً وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَآءً ا مِّنْ کُلِّ دَآءٍ**" اگر دعا نکلے گی تو وہ بھی ایک روٹین کے مطابق، دل کی توجہ نہیں ہوگی جو اللہ کی رحمت کو کھینچ کر لائے۔

محدث ابن خزیمہ کی دعا

ابن خزیمۃ، محدثین میں بہت بڑا نام اِن کا، محدثین لکھتے ہیں کہ اِن کے عجائبات ہوتے تھے، علوم کے خزانے۔ کسی نے اُن سے پوچھا کہ حضرت! ہم نے بہت سے محدثین کو دیکھا، لیکن جو چیز آپ کے یہاں ہم دیکھ رہے ہیں وہ کچھ عجیب سی ہے؟ اُنہوں نے کہا کہ کچھ بھی نہیں۔ بس

میں حج کے لئے گیا، زمزم کے کنویں پر حاضری ہوئی اور میں نے جب زمزم پیا تو اللہ سے ایک چیز مانگی تھی، علوم مانگے تھے، کہتے ہیں جب سے میں نے پیا ہے اُس وقت سے اللہ نے میرے سینہ کو علوم کے لئے کھول دیا۔

زمزم پیتے وقت کوئی علم کا پیاسا ہے تو وہ علم مانگتا ہے، کوئی خاص علم حدیث کا پیاسا ہے تو وہ علمِ حدیث مانگتا ہے، جس کو جس کی پیاس ہوگی اُس طرف اس کا ذہن جائے گا۔

دار العلوم کے قافلہ کا عمرہ

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ میں جب پہلی مرتبہ حاضر ہوا زمزم کے کنویں پر پہنچا، زمزم کے کنویں پر ابھی تو کافی بھیڑ ہوتی ہے۔

پہلے جب دار العلوم کا قافلہ عمرہ کو جاتا تھا، قافلہ کی شکل میں ہم لوگ ہر سال جاتے تھے یہاں سے، کوئی چالیس، پچاس، ساٹھ نفر ہوتے تھے، تو جیسے اِس وقت گرمی ہے اِسی طرح کی شدید گرمی ہوتی تھی وہاں، ہم لوگ اُس کے لئے ترکیبیں سوچتے تھے کہ رات بڑی مختصر ہے، تراویح کے بعد عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے تنعیم جائیں اور پھر وہاں سے احرام باندھ کر آئیں پھر عمرہ سے فارغ ہوں، اس کے بعد پھر رات میں کچھ پڑھنے کا وقت نہیں ملتا تھا، پوری رات اِسی میں صرف ہو جاتی تھی، عمرہ سے فارغ ہوتے ہوئے سحری کا وقت ہو جاتا تھا۔

رات کو کچھ نفلیں پڑھ سکیں یا طواف ہو سکے، حرم میں رات کا وقت گذار سکیں، اُس کے لئے ہم نے یہ ترکیب کی کہ عصر کی نماز پڑھ کر عمرہ کے احرام کے لئے چلے جاتے تھے قرن المنازل میقات پر، یا جعرانہ یا تنعیم پر، اور وہاں سے احرام باندھ کر نیت کر کے آجاتے تھے، گرمی اِتنی شدید تھی کہ اِتنی مسافت پر جانے اور آنے کی وجہ سے برا حال ہو جاتا تھا۔

جیسا میں نے اُس دن عرض کیا تھا کہ ایک دن میں نے پوچھا مدینہ منورہ میں ساتھیوں سے کہ آج گن کر بتائیے کہ کتنے گلاس پیتے ہیں؟ مغرب کے بعد حرم سے نکلنے سے پہلے پہلے کسی

نے بارہ اور کسی نے چودہ، کسی نے پندرہ گلاس زمزم کے چڑھا دئے تھے، اِتنی شدید گرمی۔ ہم لوگ وہاں سے آکر طواف سعی سے فارغ ہوکر جب تھک جاتے تھے تو نیچے زمزم کے کنویں پر چلے جاتے تھے، وہاں بڑی ٹھنڈک ہوتی تھی، تو پانی اپنے اوپر ڈالا، سارا احرام بھگو دیا اور وہاں لیٹ جاتے تھے، جتنی ابھی ہے اتنی زیادہ اُس وقت بھیڑ نہیں ہوتی تھی۔

زمزم پیتے وقت علامہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی دعا

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جب زمزم کے کنویں پر حاضر ہوا اور میں نے زمزم پیا تو اللہ سے دعا کی کہ اے خدا! مجھے علم حدیث میں ذہبی کا مرتبہ عطا فرما، ابن خزیمۃ نے علوم مانگے تھے، اِنہوں نے خاص علم مانگا، علم حدیث، کہ مجھے علم حدیث میں ذہبی کا مرتبہ عطا فرما کہ جس مرتبہ پر وہ پہنچے ہیں علم حدیث میں اُس مرتبہ تک تو مجھے پہنچادے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اللہ نے میری یہ دعا قبول کی اور میں جب بیس سال کے بعد دوسری مرتبہ حاضر ہوا تو پھر میں نے اللہ سے دعا کی کہ اِلٰہی! میں نے اُس وقت علم حدیث میں ذہبی کا مرتبہ مانگا تھا، میں وہاں تک تو پہنچ چکا ہوں، میں اِس سے اور اوپر پہنچنا چاہتا ہوں، تو اللہ نے یہ دعا بھی قبول کی۔ دیکھئے! آج تک جہاں کہیں علم حدیث میں، کسی حدیث کی کسی کاوش میں نام آئے گا، تو حافظ ابن حجر۔ اُنہوں نے وہاں زمزم پیتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مانگا، ان کو مل گیا۔

حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام

میں وہ قصہ پورا کردوں کہ حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں اُس وادی میں پہنچا تو میں نے اونٹنی کو باندھا، اور لیٹتے وقت انہیں ڈر خوف محسوس ہوتا تھا، وہی دنیا میں جاہلیت کے زمانہ کے لوگ رہا کرتے تھے، وہ ڈرتے تھے کہ اِس وادی میں جنات ہوں گے، شیاطین ہوں گے، وہ ستائیں گے۔ اور تھا بھی ایسا ہی، اسلام کی نورانیت سے پہلے اِن چیزوں کا اثر بھی زیادہ تھا۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے دعا کی، لیکن دعا کس سے؟ اللہ کا نام تو لیتے تھے مگر ساتھ جس کو شریک مانتے تھے اُس کا نام بھی آجاتا تھا، دعا تو کرتے ہیں، **أَللّٰهُمَّ** سے شروع کرتے ہیں، کہ **أَللّٰهُمَّ** اے اللہ! آگے کہتے کیا ہیں؟ "**اِنِّیْ أَعُوْذُ بِسَیِّدِ هٰذَا الْوَادِیْ مِنَ الْجِنِّ**" اے اللہ! میں اِس وادی کے جناتوں کے سردار کی پناہ چاہتا ہوں، کہ وہ مجھے اپنی پناہ میں اور حفاظت میں لے لے کہ مجھے کوئی نہ ستائے۔

یہ کہہ کر میں سو گیا۔ تو میں کیا خواب میں دیکھتا ہوں کہ میری اونٹنی کی طرف ایک نوجوان چھرا لے کر اُس کو ذبح کرنے کے لئے بڑھ رہا ہے، اور جب وہ میری اونٹنی تک پہنچ گیا تو فوراً میری آنکھ کھلی اور نہایت پریشانی کی حالت میں، میں ڈرتا ہوا اُٹھا۔ دیکھا تو اونٹنی ٹھیک ٹھاک ہے بالکل۔ تھکا ہوا تھا، پھر آنکھ لگ گئی، پھر سو گیا۔ پھر سویا تو پھر یہی خواب کہ پھر وہی نوجوان اُسی طرح چھرا لے کر اونٹنی کی طرف بڑھ رہا ہے اور بالکل اونٹنی کے حلق کے پاس اُس نے چھری رکھ دی، اور پھر میری آنکھ کھل گئی۔ اب کے جب آنکھ کھلی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اونٹنی کا حال خراب، نہایت پریشان، بے چین۔ کہتے ہیں کہ میں خود بھی پریشانی میں مبتلا ہو گیا۔

پھر دوبارہ تھکاوٹ میں پھر آنکھ لگی تیسری مرتبہ، پھر وہی خواب شروع ہو گیا۔ دیکھا کہ وہی نوجوان چھرا لے کر اونٹنی کی طرف بڑھا تو اِتنے میں ایک بڑے میاں نمودار ہوئے، اور وہ اُس نوجوان کو خطاب کر کے کہتے ہیں کہ ارے بھئی! اِس اونٹنی کو رہنے دو اِس کو مت مارو اور یہ خرگوش ہیں تین اِن تین میں سے کوئی ایک خرگوش تم لے لو۔ اور نوجوان نے وہ خرگوش دیکھے اُن میں سے ایک خرگوش کو اُٹھایا اور چل دیا، وہ نوجوان چلا گیا۔

حضرت رافع فرماتے ہیں کہ پھر وہ بڑے میاں مجھ سے یہ کہتے ہیں کہ دیکھو! تم کسی وادی میں، تنہا ریگستان میں، تنہائی میں سفر کرو تو یہ جو تم نے دعا پڑھی "**أَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُ بِسَیِّدِ هٰذَا الْوَادِیْ مِنَ الْجِنِّ**" ایسا مت کہا کرو، بلکہ اِس کی جگہ یوں کہو "**أَللّٰهُمَّ رَبَّ مُحَمَّدٍ أَعُوْذُ مِنْ شَرِّ هٰذَا الْوَادِیْ**" کہ اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار! میں اِس وادی کے شر سے

تیری پناہ مانگتا ہوں۔تو کہتے ہیں میں نے اُن سے پوچھا کہ أَللّٰھُمَّ تو میں جانتا ہوں، لیکن یہ رَبَّ مُحَمَّدٍ یہ محمد کون ہیں؟ اُنہوں نے کہا کہ یہ اللہ کے نبی ہیں جو نبی اور رسول کی حیثیت سے مبعوث ہوئے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور یہاں اُنہیں نبوت ملی اور آج کل وہاں جو کھجوروں والی جگہ ہے یثرب، وہاں یثرب میں رہتے ہیں۔

حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جیسے ہی میری آنکھ کھلی میں نے فوراً سفر شروع کیا مدینہ منورہ کی طرف۔اور جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا، ابھی میں بیٹھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا قصہ خود بیان فرمایا کہ اچھا تم فلاں وادی میں ٹھہرے تھے، اور تمہیں وہاں سے کسی نے میرے پاس یہاں آنے کے لئے ہدایت کی اور یہاں کا راستہ بتایا، اللہ تمہارے لئے مبارک کرے، وہ کہتے ہیں میں نے اس پر اسلام قبول کیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اِن مبارک ساعتوں کی قدر عطا فرمائے، افطاری کے وقت، زمزم پیتے وقت، تہجد کے وقت، یہ سب مبارک ساعتیں ہیں، اِس میں دل سے مشغول رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کل عرض کیا تھا کہ یہ مبارک ساعتیں جا رہی ہیں، ایک عشرہ، عشرۂ رحمت تو ختم ہو گیا، قریب الختم، اور اِس طرح پورا رمضان گذر جائے گا، اور کہیں خدانخواستہ ہم اُن محروم القسمت لوگوں میں نہ ہو جائیں کہ جن کے متعلق حدیث میں ہے کہ رمضان کا مہینہ آ کر گذر جائے، پھر بھی اُس کی مغفرت نہ ہو۔ اللہ ہمیں اِس سے بچائے۔

دل سے دعا

اِس لئے عرض کیا تھا کہ اِن اوقات کی حفاظت ہمارے لئے بڑی ضروری ہے۔ اور اِسی پر بتایا تھا کہ جو مبارک ساعتیں ہیں، دعا کی گھڑیاں ہیں، اُس وقت خاص طور پر ہمیں اِس کا اہتمام رہے کہ دل اللہ کی طرف متوجہ ہو، رسمی طور پر نہیں بلکہ حقیقی طور پر، اور اُسی پر کہا تھا کہ افطار کا وقت، کتنی مبارک گھڑی؟ اور اُس وقت میں ہم لوگ زمزم بھی پیتے ہیں، اور زمزم ایسی متبرک چیز ہے کہ اُس کے پینے کے ساتھ دعا قبول ہوتی ہے، اُس کے واقعات بیان کئے تھے۔

ہم دعا صرف **"اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ عِلۡماً نَافِعاً وَّرِزۡقاً وَّاسِعاً وَّشِفَاءً مِّنۡ کُلِّ دَاءٍ"** پڑھ لیں مگر دل کہیں اور ہو تو یہ دعا نہیں ہوئی، دل مالک کی طرف لگا ہوا ہو، چاہے ظاہری اعضاء ہمارے کسی اور کام میں مشغول ہوں، تو یہ حقیقی مانگنا ہے اور حقیقی دعا ہے۔

دعا کا عجیب انداز

حضرت فضیل بڑے مشہور اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ اُن کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں ایک جگہ کھڑے ہو کر اپنی چھڑی کے ذریعہ نشان بنایا کرتے، نشان بناتے بچوں کی طرح سے لکیر کھینچتے اور یہ کلمہ کہتے **اِلٰھِیۡ ! ھٰذَا الۡمَکَان، اِلٰھِیۡ ھٰذَا الۡمَکَان** ۔ تو لوگ سوچتے

کہ پتہ نہیں کیا کر رہے ہیں؟ دل میں کوئی شعر پڑھ رہے ہوں گے، کوئی واقعہ اور قصہ اِن کو یاد آ رہا ہوگا۔ دیکھنے والوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟

لیکن جب حج کے دن آئے اور احرام سب نے باندھا اِنہوں نے بھی باندھا، سب گئے منیٰ، یہ بھی گئے، وہاں سے عرفات میں سب پہنچے، یہ بھی حاضر ہوئے، احرام کی حالت میں عرفات کے میدان میں اِن کا انتقال ہوا۔ اور وہاں سے اٹھا کر کے جب مکہ لائے گئے اور اُن کو دفن کیا جا رہا تھا اور اُن کے خدام پیچھے رہ گئے تھے، وہ بعد میں پہنچے تو اُنہوں نے دیکھا کہ بالکل وہی جگہ جہاں کھڑے ہوکر وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ **اِلٰهِیُ ! هٰذَا الْمَکَان، اِلٰهِیُ هٰذَا الْمَکَان**، تب پتہ چلا کہ اوہو! یہ تو اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے وہ جگہ مانگ رہے تھے۔

دعا کے لئے نہ اُس طرح بیٹھنے کی ضرورت، نہ کوئی ہیئت بنانے کی ضرورت۔ ایسی چیزیں چھپانے کے لئے ہمارے صوفیاء کرام نے ہم پر بہت احسان کیا ہے، کہ ایسے ایسے طریقے ایجاد کئے کہ دنیا والے سمجھیں کہ یہ دنیا میں لگا ہوا ہے، حالانکہ دل اپنے مولیٰ کے ساتھ لگا ہوا ہو۔

اہل جنت کی تسبیح

کیوں کہ صوفیاء نے جنت والوں کے حالات میں پڑھا کہ " **يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ كَمَا تُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ** " کہ جنت میں بھی عبادت جاری رہے گی، وہاں بھی اللہ کا ذکر اور تسبیح جاری رہے گی، کیسے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی طرح سے کوئی مشقت اُٹھانی نہیں پڑے گی جس طرح ٹیپ چلتی ہے تو اِس طرح ہمارا جو سانس چلتا ہے تو اُس کے ساتھ خود بخود تسبیح جاری رہے گی جنتیوں کی۔

دنیا ہی کو جنت بنا لیا

صوفیاء کرام نے سوچا کہ ہم دنیا ہی کو جنت بنالیں۔ جو وہاں سانس کے ساتھ تسبیح جاری ہونی ہے اور اللہ کا ذکر کرنا ہے، تو اُس کو دنیا میں جاری کرتے ہیں۔ وہ جو سانس یہ اندر گیا اِس میں وہ

کہتے ہیں ’ اللّٰـہ‘ باہر نکلا، سانس کی دو حالتیں ہیں، ایک اندر جاتا ہے ایک باہر، تو اندر جاتا ہے اُس میں ’اللّٰہ ‘ باہر نکلتا ہے اُس میں ’ ھُوَ ‘ کا تصور ہو، جو اندر جا رہا ہے اُس میں ’لَا اِلٰہَ‘ باہر نکلتا ہے اُس میں ’اِلَّا ھُوَ ‘ کا تصور ہو، اندر جاتا ہے اُس میں ’صَلّٰـی اللّٰـہُ ‘ باہر نکلتا ہے اُس میں ’ عَلَیْکَ ‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے۔

کتنے طریقے اُنہوں نے ایجاد کئے کہ دنیا کو پتہ نہ چلے کہ کس کام میں مشغول ہیں اور حضرت فضیل کی طرح سے کہ وہ لکیر بنا رہے ہیں۔ لوگوں نے سوچا کہ کھیل رہے ہیں۔ جب جنازہ لایا گیا اور وہاں دفن کئے گئے، تب پتہ چلا کہ اوہو! وہ لکیر نہیں بنا رہے تھے، بلکہ اپنے مولیٰ سے لو لگائے ہوئے دعاؤں میں مشغول تھے۔

زمزم پیتے وقت دعا کی قبولیت کی گھڑی ہوتی ہے، مگر ہمارا حال میں نے عرض کیا تھا کہ زمزم کا گلاس ہمارے ہاتھ میں ہوتا ہے اور کتنی متبرک وہ گھڑی ہوتی ہے کہ اُس وقت ہماری دعا قبول ہوگی، لیکن ہم اُس سے بھی غافل ہیں۔ ہمیں اس وقت اللہ پاک کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور اس متبرک گھڑی میں دعاؤں میں مشغول ہونا چاہئے۔

زمزم کی فضیلت

حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حج کے لئے پہنچے تو چاہِ زمزم، زمزم کے کنویں پر حاضر ہوئے اور ڈول کھینچا اور اپنے ہاتھ میں لیا اور پڑھنا شروع کیا ” **حدثنا ابن ابی الموالی قال حدثنا محمد بن المنکدر عن جابر عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: مَآءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَہٗ** “ کہ اِس سند سے ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پہنچا ہے کہ زمزم جس مقصد کے لئے بھی پیا جائے وہ مقصد اللہ پورا کریں گے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں حرم شریف میں تھا حج کے دنوں میں، قدماء میں سے، اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں، تو وہ فرماتے ہیں کہ پورا حرم انسانوں سے بھرا ہوا ہے اور مجھے پیشاب کی

حاجت ہوئی۔اب میں نے سوچا کہ کسی طرح گذر جائے گی، مگر تقاضا بڑھتا چلا گیا، تقاضا اِتنا زیادہ بڑھ گیا کہ مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں میرا مثانہ پھٹ جائے گا اگر میں باہر نہ نکلا۔اور ہزاروں کے مجمع کو پھلانگ کر کے میں جاؤں تو کہاں جاؤں استنجاء کے لئے؟ اب اِتنی بھی مہلت اور اِتنا وقت بھی نہیں تھا کہ میں چل سکوں اور وہاں تک پہنچ سکوں جہاں میں اپنی حاجت پوری کروں۔

اُس وقت یہ حدیث یاد آئی ''مَآءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَه''، کہتے ہیں میں گیا سامنے زمزم کی طرف اور میں نے پیٹ بھر زمزم پی لیا۔ کہتے ہیں اس کے بعد پورے دن کے لئے مجھے استنجاء کے حاجت کی ضرورت نہیں رہی، سارا دن حرم میں گزارا، غرض جس چیز کے لئے پیا جائے'' مَآءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَه''

حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا

حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث پڑھی سند کے ساتھ اور اُس کے بعد پھر سب کے سامنے بآوازِ بلند زور سے کہا'' وَهَا أَنَا أَشْرَبُ مِنْ عَطَشِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ'' دیکھو! یہ میں پی رہا ہوں اِس وقت قیامت کی پیاس بجھانے کے لئے کہ میدان محشر میں ساری مخلوق پیاسی ہوگی، اُس وقت مجھے پیاس نہ لگے، اے اللہ! میں یہ زمزم اِس نیت سے پیتا ہوں کہ میں اُس دن جس دن ساری مخلوق پیاسی ہوگی میں سیراب رہوں۔ کوئی کس چیز کا پیاسا ہوتا ہے، اُس دن عرض کیا تھا کہ کسی نے علم مانگ لیا، کسی نے علم حدیث مانگ لیا، کسی نے اونچا مرتبہ مانگ لیا، اِنہوں نے آخرت کی پیاس بجھانے کے لئے زمزم پی لیا۔

علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ کے والد کی دعا

ہمارے یہاں تجوید کے بہت بڑے امام ہیں علامہ جزری، اُن کی کتابیں تجوید میں اب تک داخلِ درس ہیں۔ اِن کے والد کے یہاں اولاد نہیں ہوتی تھی، اِن کے والد کے نکاح کو چالیس برس گذر گئے اولاد نہیں ہوئی، تو حج کے ارادہ سے مکہ مکرمہ پہنچے اور زمزم کے کنویں پر زمزم پیتے

ہوئے اُنہوں نے اللہ سے دعا کی کہ اِلٰہی ! مجھے نیک صالح اولاد عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کی اور یہ امام جزری چالیس برس کے بعد عطا فرمایا۔ زمزم پیتے وقت جو دعا کی تھی، اولاد مانگی تھی اللہ سے، اللہ نے وہ قبول فرمائی اور یہ علامہ جزری مل گئے، صدیوں سے جن کا نام ہے، اِن کی تالیفات قیامت تک پڑھائی جاتی رہیں گی۔

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تین دعائیں

خطیب بغدادی بہت بڑے محدث ہیں، بہت بڑے مؤرخ۔ اُنہوں نے جب زمزم پیا تو اُس وقت تین دعائیں کیں، ایک دعا کی کہ اِلٰہی ! یہ میری کتاب تاریخ بغداد جو میں نے یہاں لکھی ہے اور اب حجاز سے بغداد لے جانا چاہتا ہوں، اور وہ کتاب کئی سواریوں پر لادی ہوئی، اور وہاں یہ خطرہ ہوتا تھا کہ کہیں راستہ میں بارش آگئی تو ساری کتابیں ختم۔ اِس زمانہ کی طرح نہ پلاسٹک تھا، نہ حفاظت کے اور طریقے تھے، یا اور کوئی حادثہ ہوگیا، یا کوئی سواری، کوئی اونٹ مر گیا تو اُس کو اٹھا کر کون لے جائے گا؟

اُنہوں نے اللہ پاک سے دعا کی کہ اِلٰہی ! یہ کتاب میں نے یہاں مکمل کر لی ہے، اب میں اِس کو یہاں سے لے کر بغداد جا رہا ہوں اور بغداد والے اس تاریخ کے مشتاق ہوں گے۔ اِس لئے میں اُن کو بغداد کی تاریخ پہنچانا چاہتا ہوں اور میں اُن کو سنانا چاہتا ہوں۔ یا اللہ ! میری یہ کتاب خیریت سے وہاں پہنچ جائے اور میں اہلِ بغداد کو بھی یہ کتاب سناؤں۔

دوسری تمنا یہ کی کہ یا اللہ ! میں بغداد میں مرنا چاہتا ہوں۔

تیسری دعا کی کہ، بغداد میں کیوں مرنا چاہتے ہیں؟ کہ یا اللہ ! مجھے بشر حافی کا پڑوس نصیب فرما کہ جب میری قبر بنے تو حضرت بشر حافی کے پڑوس میں بنے۔

وَاَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡن

حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کو گرمی کی وجہ سے اُن کا خادم پنکھا جھل رہا ہے، تو یہ ہاتھ کے پنکھے وہاں نہیں ہوتے، وہ چھت میں بہت بڑا ایک کپڑ الحاف کی طرح سے لٹکا ہوا ہوتا تھا، تو ایک آدمی ادھر سے اُس کو کھینچتا ہے، تو وہ پورا لحاف اِس طرح چلتا ہے کہ ایک طرف سے دوسری طرف جاتا ہے اور اس کی ہوا سے بڑا مجمع فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

حضرت نانوتوی کو جو پنکھا جھل رہے تھے تو پنکھا جھلتے ہوئے اُنہوں نے پوچھا کہ حضرت! کسی اللہ والے کے پڑوس میں دفن ہونے سے فائدہ ہوسکتا ہے؟ جب کہ جگہ جگہ قرآن اور حدیث میں یہ کہا گیا کہ ہرایک کے لئے اُس کے عمل ہیں 'لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی' ہرایک اپنے عمل کا ذمہ دار ہے، تو کسی کے پڑوس میں دفن ہونے سے کیا فائدہ ہوگا؟

حضرت نے سائل سے پوچھا کہ تم پنکھا کس کو جھل رہے ہو؟ کس کے لئے تم پنکھا جھل رہے ہو؟ خادم نے عرض کیا کہ حضرت آپ کے لئے۔ فرمایا کہ یہ دوسروں کو ہوا پہنچ رہی ہے؟ فوراً کہنے لگے ہاں، اب بات سمجھ میں آ گئی۔

اس طرح قبرستان میں اللہ کا کوئی نیک بندہ، اللہ کا کوئی ولی دفن ہے، اور اللہ کی رحمت اللہ کے ولی پر نازل ہوتی ہے، تو اطراف کی قبروں والے سب اُس سے فیض یاب ہوتے ہیں، اِس لئے اُنہوں نے دعا کی کہ یا اللہ! میں بشر حافی کا پڑوس چاہتا ہوں۔ تین دعائیں مانگیں، اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن کی تینوں دعائیں قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مبارک ساعتوں کی قدر نصیب فرمائے، مبارک چیزوں کی قدر نصیب فرمائے۔

زمزم کی فضیلت سے متعلق سینکڑوں واقعات ہیں، جو آپ دعا کریں گے وہ ساری دعائیں بھی آپ کی قبول ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِن اوقات کی قدر نصیب فرمائے، اپنا قرب نصیب فرمائے، اپنی معرفت نصیب فرمائے، زیادہ سے زیادہ قرآن پاک کی تلاوت کی توفیق دے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلىٰ آلِهٖ وَصَحبِهٖ
وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مضمون پہلے دن یہ شروع کیا تھا کہ ٹائم ٹیبل اور چاند جیسے دینی مسائل آپس کے جھگڑے کی وجہ نہیں بننا چاہئے، اِس کی ہمارے یہاں کوئی گنجائش نہیں ہے، اِس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اختلاف مذہب کے باوجود، کہ چاروں مذاہب الگ الگ ہیں مگر سب ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں۔

حرمین میں نمازِ عصر

ہم لوگ جاتے ہیں حرمین، دیکھئے کہ ہمارے یہاں تو ابھی ظہر کا وقت ہوتا ہے اور وہاں ہم مثلِ اول پر مغرب سے ساڑھے تین گھنٹے پہلے عصر کی نماز پڑھ لیتے ہیں، گھر پر کبھی نہیں پڑھتے۔ یہ اُن کے مذہب کے احترام کی بنا پر ہے، اور یہ عملی طور پر ہم ثابت کرتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ چاروں مذاہب درست اور صحیح ہیں، اور اِسی لئے ہم اپنے وقت سے پہلے اُن کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اور بتایا تھا کہ اِن چار مذاہب کے سوا کسی پانچویں کی گنجائش نہیں ہے۔ اور علامہ عبدالوہاب شعرانی کا حوالہ دیا تھا کہ اُنہوں نے لکھا کہ **۲۰۰ھ** کے ختم پر چاروں مذاہب پر اجماع ہو چکا تھا اور یہ چار مذاہب اخیر تک رہیں گے۔ پھر اُن کے حالات میں بتایا تھا کہ شیخ امین الدین عمری کے پیچھے اُنہوں نے مغرب کی نماز پڑھی اور اُن کے دل کی آنکھیں روشن ہوگئیں، اور آپ نباتات، جمادات، حیوانات، چرند پرند کی تسبیح سننے لگے، جناتوں کے ساتھ ربط ہونے لگا، اُن کو فتاویٰ دینے لگے، اُن کو تعلیم دینے لگے۔

ائمہ اربعہ کے قبے

اِسی میں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جنت دیکھی، اور جنت میں بھی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ

وسلم کا سب سے بڑا قبہ دیکھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبہ کے برابر میں اِن چاروں ائمہ کے قبے دیکھے، بالکل ساتھ۔ اُنہوں نے جو دیکھا اُسی کے مطابق نقشے بنائے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قبہ کے پہلو میں سب سے پہلے قبہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا، اُس کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا، اُس کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا، پھر امام احمد ابن حنبل کا ہے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اور تصویری شکل میں نقشہ بنا کر بتایا کہ یہ میں نے دیکھا ہے۔ اور انشاء اللہ قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی توضیح اور تشریح کے لئے یہی چار مذاہب چلیں گے، کسی پانچویں کی گنجائش نہیں۔

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اور تقلید

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پہلے آپ کو سنائے، کتنے بڑے عالم۔ خود علامہ عبدالوہاب شعرانی نے اپنے متعلق کتابیں گنوائی ہیں کہ یہ کتاب میں نے باقاعدہ اساتذہ کے سامنے دس دفعہ پڑھی، یا بیس دفعہ پڑھی، اور یہ کتاب اپنے طور پر اتنی مرتبہ مطالعہ کی۔

چنانچہ جلالین کے متعلق لکھا ہے کہ میں نے اس کا تیس دفعہ بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ اور اس کے علاوہ کتنی ساری تفسیر کی کتابیں انہوں نے گنوائیں۔ اور خود انہوں نے تقریباً ایک سو سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں، ایک کتاب دس جزء کی جناتوں کے لئے لکھی۔

اور خود وہ فرماتے ہیں کہ چاروں مذاہب کی کتابیں میں نے پڑھی ہیں، اور خود چاروں مذاہب کے بڑے بڑے علماء سے پڑھیں۔ یہ نہیں کہ ایک کتاب خرید لی اور خود مطالعہ کرلیا۔

بلکہ ہر مذہب کی کتاب خود اسی مذہب کے عالم سے پڑھی، جس طرح حنفی مذہب کی کتابیں پڑھنے کے لئے حنفی مدرسہ میں طلبہ کو داخل کرایا جاتا ہے، شافعی مذہب کے لئے اُن کے مدارس میں۔ اسی طرح وہ فرماتے ہیں کہ میں نے فلاں فلاں کتاب فلاں حنفی عالم سے پڑھی، فلاں مالکی مذہب کی کتاب فلاں مالکی عالم سے پڑھی۔

اور اُس کے بعد وہ فرماتے ہیں، اُس دن بھی اُن کا مقولہ نقل کیا تھا کہ جب میں اِن مذاہب کو بیان کرتا اور ہر مذہب کے دلائل بیان کرتا تو جس مذہب کا میں وکیل بن کر اُس کے دلائل بیان کرتا تو سننے والا یقینی طور پر یہ سمجھتا کہ یہ شخص حنفی ہے، حالانکہ وہ اپنے متعلق صراحت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ میں شافعی ہوں، لیکن اُن کا مطالعہ اِس قدر وسیع۔ لیکن اُنہوں نے کبھی یہ وہم اور خیال نہیں کیا کہ مجھے خود بھی مجتہد بننا چاہیئے، یا مجھے کسی کی تقلید اور پیروی نہیں کرنی چاہیئے۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے بزرگوں میں سے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ کے متعلق حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ عام طور پر ہر مذہب کے اپنے اپنے فقہاء ہوتے ہیں جو اُن کے اپنے مذہب کے مطابق فتویٰ دے سکتے ہیں اور اُنہیں اِس میں دَرک حاصل ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے امامِ ربانی حضرت گنگوہی قدس سرہٗ چاروں مذاہب کے فقیہ تھے۔ جتنا اُنہیں عبور تھا حنفی مذہب پر، اُتنا ہی عبور اُنہیں بقیہ تینوں مذاہب پر بھی تھا اُن کے دلائل سمیت، لیکن اُس کے باوجود وہ جو اپنا نام لکھتے ہیں تو **رشید احمد الگنگوھی وطناً والحنفی مذھباً**، صاف، تصریح کے ساتھ، کہ میں مقلد ہوں، حنفی ہوں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی، حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی حال ہے حالانکہ چلتا پھرتا کتب خانہ تھے، لیکن اُن سب نے یہی سمجھا کہ ہمارے لئے تقلید واجب اور ضروری ہے۔ اِسی لئے بہت پہلے، صدیوں پہلے جو بڑے بڑے علماء، علامہ شعرانی سے بھی پہلے جو بڑے بڑے علماء ہوئے انہوں نے تقلید اختیار کی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ کون؟

خود اِن ائمہ کے شاگردوں میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو شاگرد تھے جو اُن کی مسند پر بیٹھنے کے اہل قرار دیئے گئے تھے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اُن کی مسند پر

کون بیٹھے گا؟ ہمارے دارالعلوم والوں نے سوچا نہیں، مگر ٹائمس والوں نے سوچنا شروع کردیا کہ یہ کب مرے گا اور اِس کی جگہ کون بیٹھے گا؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں لوگ سوچتے تھے، اُن کی نگاہ میں دو نام ہوتے تھے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے منصب پر، آپ کی مسند پر بیٹھ کر کون درس دے گا؟ اُن کے شاگردوں میں بویطی، اُن کے مشہور ایک شاگرد کو شمار کیا جاتا تھا، اِن کا نام لیا جاتا تھا، اور دوسرے ایک شاگرد تھے ابن عبدالحکم۔ اِن دو کے متعلق انگلیاں اُٹھتی تھیں کہ یہ آپ کے خلیفہ ہوں گے اور آپ کی مسند پر بیٹھیں گے اور درس دیں گے۔ لیکن آپ کی وفات سے پہلے خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس جھگڑے کو ختم کردیا اور علالت کے آخری ایام میں، بیماری کے آخری ایام میں اپنی جگہ بویطی کو بٹھا دیا، اور وہ درس دینے لگے اور آپ کی وفات کے بعد بھی وہ درس دیتے رہے۔

ابن عبدالحکم پہلے مالکی تھے پھر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کی

اتنے بڑے امام کی جگہ پر درس دینے کے قابل جن کو سمجھا گیا ابن عبدالحکم، اُن کے متعلق لکھا ہے کہ یہ خود پہلے مالکی تھے، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب مکہ معظّمہ سے مصر تشریف لائے تو اُنہوں نے جب دیکھا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو تو اُنہوں نے پھر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کی۔

ایک مذہب کو چھوڑا جا سکتا ہے، مگر اُس کو چھوڑ کر کے عدمِ تقلید کی کوئی گنجائش نہیں، چاروں اماموں میں سے کسی ایک کو اُنہوں نے پھر اپنایا۔ چنانچہ ابن عبدالحکم کا پہلے مالکی مذہب تھا، پھر شافعی مذہب اختیار کیا۔ اِسی طرح بعض اِس کے برعکس بھی ہیں۔

تبدیلیٔ مذہب کی مثالیں

مثلاً علامہ عبدالعزیز خزاعی، یہ شوافع کے بڑے علماء میں سے سمجھے جاتے ہیں۔ اُنہوں نے دلائل کی روشنی میں شافعی مذہب ترک کر کے پھر مالکی مذہب اختیار کیا۔ خود ہمارے یہاں حنفی

مذہب کے بہت بڑے امام سمجھے جاتے ہیں صاحب معانی الآثار علامہ طحاوی۔ امام طحاوی یہ پہلے خود شافعی تھے، اور اُس کے بعد جیسے جیسے اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا اور اُنہوں نے دلائل کی کتابیں مطالعہ کی، اُس کی روشنی میں اُنہوں نے پھر اپنا شافعی مسلک ترک کر کے حنفی مذہب اختیار کیا، وہ اپنے آپ کو صراحت کے ساتھ حنفی لکھتے ہیں۔

اب یہ اِتنے بڑے امام کہ اِتنی صدیوں سے اُن کی کتاب درس میں حنفی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے، اُنہوں نے یہ نہیں سوچا کہ میں خود امام ہوں، اور میرے لئے کسی کی تقلید ضروری نہیں، بلکہ پہلے وہ شافعی مسلک رکھتے تھے اور بعد میں اُنہوں نے حنفی مذہب اختیار کیا۔

یہ تمام ائمہ جنہوں نے مذہب تبدیل کیا تو یہ عملی طور پر دلیل ہے بہت بڑی ہمارے لئے کہ تبدیلِ مذہب کی تو گنجائش ہے، مگر یہ بھی صرف اُن کے لئے، ہم جیسوں کے لئے نہیں، ایسے علماء کے لئے جو چاروں مذاہب کا علم رکھتے ہوں اور اتنا علم رکھتے ہوں کہ وہ موازنہ کر سکیں اور پھر جس مذہب کے دلائل پر ان کو زیادہ اطمینان ہو اس کو اختیار کریں اور اس کے مطابق عقیدہ رکھیں، اُنہوں نے اپنے عمل کے ذریعہ یہ اُمت کو سبق دیا کہ کسی نہ کسی امام کا اِن چاروں میں سے انتخاب ضروری ہے۔

ابو سعید بردعی بغداد میں

حنفی فقہاء میں سے ایک بہت بڑے فقیہ ہیں ابو سعید بردعی۔ یہ سفر کرتے ہوئے بغداد پہنچے، ان کی منزل تو کہیں اور تھی حجاز کی طرف، یا شام کی طرف سفر کا ارادہ ہوگا، مگر راستہ میں گزرتے ہوئے بغداد پہنچے۔ وہاں دیکھا کہ داؤد ظاہری کا درس ہو رہا ہے، درس میں بیٹھ گئے، حلقہ لگا ہوا تھا، یہ بھی حلقہ میں بیٹھ گئے، درس سننے لگے۔ اِتنے میں ایک حنفی عالم تھے انہوں نے داؤد ظاہری سے کوئی اشکال کیا اور داؤد ظاہری جو خود ظاہری مسلک رکھتے تھے، ترک تقلید کے قائل تھے، غیر مقلد تھے، اُنہوں نے اُن حنفی عالم کو دلائل کے ذریعہ چپ کر دیا اور وہ بیچارے

جواب نہیں دے سکے۔

ابوسعید بردعی فرماتے ہیں کہ مجھے بڑا رنج اور افسوس ہوا۔ میں آگے بڑھا اور میں نے اُس حنفی عالم کی جگہ بیٹھ کر اُن کی طرف سے داؤد ظاہری کو ایک سوال کیا کہ اچھا! آپ کا امّ ولد کے بارے میں کیا خیال ہے؟ مسئلہ یہی چل رہا تھا، امّ ولد کی بیع کا۔ خیر یہ بھی ایک لمبی بحث ہے۔ حنفی عالم جو اشکال کر رہے تھے، ان کو تو داؤد ظاہری نے چپ کر دیا، لیکن جب میں نے سوالات کی بوچھاڑ کی تو اب وہ داؤد ظاہری چپ۔ میرے سوالات کا جواب نہیں دے سکے۔ پھر میں نے وہاں کے حالات کا جائزہ لیا، اور میں نے سوچا کہ حجازِ مقدس اور حرمین جانا بھی بہت بڑی عبادت ہے، وہاں مجھے ضرور جانا چاہیئے، ارضِ مقدسہ اور شام کا سفر بھی ضرور کرنا چاہیئے، بہت بڑی عبادت ہے، لیکن اُس سے بڑی عبادت اِس فتنہ کا استیصال ہے، ساری عمر کے لئے وہاں ٹھہر گئے۔

یہاں تک کہ لکھا ہے کہ جب اُنہوں نے وہاں قیام کر لیا اور درس دینا شروع کیا تو داؤد ظاہری اور غیر مقلدوں کا مذہب ختم ہونے لگا۔ آہستہ آہستہ اُنہیں اپنے نیچے سے زمین سرکتی ہوئی معلوم ہونے لگی، اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک دفعہ ابوسعید بردعی سوئے ہوئے تھے، تو کیا خواب دیکھتے ہیں؟ کہ خواب میں کوئی کہنے والا اِن کو کہتا ہے ﴿**فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ**﴾ جو جھاگ ہوتا ہے وہ خشک ہو کر اُڑ جاتا ہے اور جو انسانوں کے لئے نفع مند ہے اسے ہی زمین میں ٹھہراؤ ملتا ہے۔

صدر ضیاء الحق کے حادثہ کا خواب

صدر ضیاء الحق کا حادثہ ہوا تھا ہوائی جہاز کا، وہ دینی ذہن رکھنے والا انسان تھا، اس لئے افسوس ہوا کہ اچھا آدمی تھا، دینی ذہن تھا اُس کا، کیا ہوا ہوگا؟ کس نے مارا ہوگا؟ یا کوئی واقعی ایکسڈنٹ یا حادثہ ہے؟ یا کوئی سازش؟ اس دوران میں نے خواب دیکھا جس طرح میں آپ کے سامنے اِس وقت بول رہا ہوں اِس طرح کسی نے کھڑے ہو کر جیسے تقریر کرتے ہیں اُس انداز میں پڑھنا

شروع کیا﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ o وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ o وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ﴾ وہاں شاہد بھی کوئی ہوگا، اور مشہود کیپٹن تھا۔ اور آگے ﴿ قُتِلَ أَصْحٰبُ الْأُخْدُوْدِ ﴾ کہ جو جہاز میں شہید ہوئے ہیں اُنہیں وہ مرتبہ ملا جو اصحاب اخدود کے شہداء کو دیا گیا، جن کا اس سورت میں تذکرہ ہے کہ جن کو زندہ آگ میں جلایا گیا تھا، صرف اِس بنا پر ﴿ اِلَّا أَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴾ کہ وہ ایک اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، اِس کی سزا کے طور پر اُنہیں زندہ جلایا گیا، یہ جو مرتبہ اُن اصحابِ اخدود کے شہداء کو دیا گیا وہ اِس جہاز کے شہداء کو دیا گیا، پھر آگے کیا ہوگا؟ اُس کا ذکر بعد والی آیتوں میں ہے۔

حادثہ میں قرآن مجید سالم رہا

اور اخیر میں ارشاد فرمایا﴿ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ o فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴾ کہتے ہیں کہ جہاز میں جتنے انسان تھے سب جل کر خاک ہوگئے۔ اُن کی شکلیں نہیں پہچانی جاتی تھیں، اُن کی سب چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں بچی۔ ایک چیز اگر بچی ہے تو کہتے ہیں جنرل ضیاء کی جیب میں ہمیشہ قرآن شریف رہتا تھا، وہ قرآن شریف صحیح سالم رہ گیا، تو اخیر میں اِس کی طرف اشارہ اِس سورت میں اُس کہنے والے نے کیا۔﴿ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ o فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴾

ابوسعید بردعی کا خواب

اِسی طرح ابوسعید بردعی کو خواب میں کسی کہنے والے نے کہا کہ ﴿ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً o وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ﴾ بس یہ آیت کسی نے سنائی اور یہ سوچنے لگے کہ اِس آیت کے کیا معنی ہوں گے؟ اور اِس سے مراد کیا ہوسکتا ہے؟

بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اگر کوئی اپنا خواب بتاتے ہیں کہ یہ خواب دیکھا تو کہنا پڑتا ہے کہ ذرا سوچ کر جواب دیں گے۔ اور اگر کوئی خواب اپنے متعلق ہوتا ہے تو ایک یا دو یا تین دن میں اکثر ستّر اسّی فیصد معلوم ہوجاتا ہے کہ خواب سے اِس واقعہ کی طرف اشارہ تھا۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا اور اُٹھنے کے بعد میں ابھی سوچ رہا تھا کہ اِتنے میں کسی نے دروازہ بجایا۔ میں نے دروازہ کھولا تو کسی نے کہا کہ داؤد ظاہری کا انتقال ہو گیا۔ اِس آیت میں یہ کہا ﴿ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ﴾ کہ جو جھاگ ہے وہ تو خشک ہو کر اُڑ جاتا ہے، چلا جاتا ہے، نہیں رہتا، ﴿ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْأَرْض ﴾ کہ جس سے لوگوں کو دینی نفع ہے، آخرت کا نفع ہے، جن کا وجود انسانوں کے لئے نافع ہے، وہ باقی رہ جاتے ہیں۔ اِن کے متعلق بشارت تھی کہ وہ جن کی وجہ سے فتنہ پھیلا ہوا ہے غیر مقلدیت کا بغداد میں، داؤد ظاہری، اِن کے جانے کا وقت آ گیا ہے۔ وہ چلے جائیں گے اور وہاں تو ظاہریت اُس وقت سے ختم ہو چکی تھی اور اب تک وہاں الحمد للہ حنفیت رائج ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں دین پر باقی رکھے، ہمارے ائمہ کے عقیدہ پر ہمیں باقی رکھے، اِن کے عقیدہ پر ہمیں زندگی نصیب فرمائے، اِسی عقیدہ پر ہمیں موت دے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰى آلِه وَصَحبِه وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علامہ عبدالوہاب شعرانی کو جو روحانی دولت ملی تو اُس روحانی دولت کے نتیجہ میں وہ فرماتے ہیں کہ میں تین ساعت میں پوری دنیا کا طواف کر لیتا، سارے ملک شہر گنوائے۔ اور جمادات، نباتات، تمام حیوانات کی تسبیح میں سنتا اور سمجھتا۔ اُس دن میں نے یہ اشکال بھی بتا دیا تھا کہ کچھ لوگ سوچیں گے کہ اُنہوں نے کہہ دیا اور تم نے مان لیا، یہ کیسے ہوگا؟

مختصر وقت میں ختم قرآن

اِسی طرح کا اشکال حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے کیا گیا کہ بہت کم وقت میں اِن مشائخ کے متعلق آتا ہے کہ وہ دن رات میں چھ چھ قرآن شریف پڑھتے تھے۔ اور یہ ایشیاء میں ہیں اور وہاں حرمین جا کر، مکہ اور مدینہ، بیت المقدس پہنچ گئے، اور واپس آ گئے۔ وہاں کا حال بھی بتاتے ہیں، تو یہ کیسے؟ حضرت حاجی صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے لئے ایک شکل تو یہ تھی کہ اِس کا جواب حضرت اپنی تقریر کے ذریعہ بھی دے سکتے تھے۔

مجھے چار چیزوں میں شرح صدر حاصل ہے

کہ حضرت حاجی صاحب ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے چار امور میں شرح صدر حاصل ہے، حالانکہ وہ چاروں امور بڑے سخت ترین ہیں، مشکل ترین ہیں، مسئلۂ قدر، مسئلۂ تقدیر کہ اُس میں لوگ اُلجھ کر رہ جاتے ہیں، **اَلاِکْسِیْرُ فِیْ اِثْبَاتِ التَّقْدِیْر** رسالہ بھی حضرت نے چھپوایا تھا حضرت عطاء سکندری کا، اور خود حضرت نے بھی اِس پر ایک تحریر بہت مفصل لکھوائی تھی۔ ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے مسئلۂ تقدیر پر ایک تصنیف فرمائی ہے۔ یہ مسئلہ قدر مشکل ترین مسائل میں سے سمجھا جاتا ہے کہ جس کا سمجھنا اور سمجھانا مشکل ہے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے اِس

مسئلہ میں شرح صدر حاصل ہے۔

دوسرا ایک صوفیاء کی اصطلاح میں وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود۔ ایک دفعہ حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ نے مجھ سے پوچھا کہ مولوی یوسف! تم کس چیز کے قائل ہو، وحدۃ الوجود کے یا وحدۃ الشہود کے؟ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وحدۃ الوجود کے مسئلہ میں مجھے شرحِ صدر حاصل ہے۔ وہ وحدۃ الوجود کے قائل تھے، جو ابن عربی کا مسلک ہے۔

مشاجرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

اور تیسرا مسئلہ مشاجرات صحابہ۔ ابتدائی تاریخ سے لے کر آج تک سینکڑوں گمراہ ہوئے اِس مسئلہ کی وجہ سے کہ کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا پارٹ لیا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں گستاخیاں شروع کردی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخیاں شروع کردی۔ کسی نے خلافت وملوکیت لکھ ماری۔

ایک کلمہ اِس جماعت صحابہ کے کسی فرد کے متعلق زبان سے نکل جانا اپنی عاقبت خراب کرنے کے لئے کافی ہے۔ تو کہاں اِتنی جرأت کہ پوری کتاب کی کتاب لکھ ماری، کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، اور کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، کتنے سارے صحابہ کرام گستاخانہ قلم کا نشانہ بنے۔ اور کسی نے اِس طرف کا پارٹ لیا، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور اپنے کو ان کا حامی اور ناصر بتایا، اُس نے پھر اہلِ بیت کی شان میں گستاخیاں شروع کردیں، اُس نے بھی اپنی عاقبت خراب کی۔

حضرت حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے اِس مسئلہ میں بھی شرح صدر حاصل ہے اور کیسے؟ یہ اُس دن بتایا تھا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ مجھے اِس مسئلہ میں کبھی تأمل نہیں ہوا، ادنیٰ سا بھی تأمل نہیں، بلکہ یہ اختلاف ہونا ہی چاہئے تھا۔ جنگِ جمل میں، جنگِ صفین

میں جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین لڑائی ہوئی۔ یہ نہ ہوتے تو عملی طور پر جو قرآن کا دعویٰ ہے ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾، یہ دعویٰ غلط ہو جاتا۔ انسانیت کل قیامت میں خدا کے دربار میں یہ کہہ سکتی تھی کہ شریعت تو ہمیں دی گئی مگر ناقص، عملی طور پر تو اُس کی تکمیل نہیں کی گئی۔

جن چیزوں کی تکمیل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ سلم کی ذات عالی سے خود ہو سکتی تھی وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرائی گئی، حالانکہ وہ چیزیں بھی سمجھ میں نہیں آتیں جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فجر کی نماز کے وقت کئی سو صحابہ کے لشکر کے ساتھ سوتے رہ جانا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فجر کس طرح قضا ہو گئی ؟

اب کتنے ہزاروں اولیاء اللہ ہیں کہ جن کے متعلق ہے کہ وہ ساری رات کبھی سوئے نہیں، ساری عمر میں کبھی کوئی تہجد قضا نہیں ہوئی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فجر کی نماز قضا ہو گئی، کیا تہجد کا ذکر؟ یہ تکمیلِ شریعت کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرایا گیا تکوینی طور پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے سامنے عملی نمونہ پیش فرمائیں کہ اگر کسی کی نماز اِس طرح قضا ہو تو اُسے کیا کرنا چاہئے؟ آگے جو چیزیں نبی کی شان کے خلاف تھیں تو اُس کے لئے صحابہ کرام کو استعمال کیا گیا، تکوینی طور پر خدائی قدرت نے اُن کو استعمال کیا، ورنہ جس طرح میں نے بتایا کہ ہزارہا اللہ کے نیک بندے کہ جن کی کبھی تہجد فوت نہیں ہوئی۔

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جیسے ہمارے مظاہر علوم کے ناظم صاحب حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ الحمد للہ! میں نے کبھی کوئی گناہ دانستہ نہیں کیا۔ کتنی بڑی بات ہے، خدام کی بصیرت کے لئے ایک عملی نمونہ پیش کر گئے۔ واقعی ہم اُن کی زندگی فرشتوں والی زندگی دیکھتے تھے۔

حضرت شیخ کے متعلق ایک خواب

حضرت مولانا منور حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ خواب دیکھا، ہمارے سامنے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے بیان کیا کہ فرشتہ کے پاس ایک رجسٹر، ایک کتاب تھی، حضرت مولانا منور حسین صاحب نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو فرشتہ کہتا ہے کہ یہ (حضرت شیخ کی طرف اشارہ کرکے) یہ اِن کا نامۂ اعمال ہے، تو مولانا منور حسین صاحب کہنے لگے ذرا میں دیکھ سکتا ہوں؟ وہ فرشتہ کہنے لگا اِس میں کوئی ایک گناہ لکھا ہوا نہیں ہے۔ اِس کو کیا دیکھوگے؟

صحابہ کا حال کیا ہوگا؟

جب اللہ کے نیک بندوں کا یہ حال کہ اُن سے گناہ سرزد نہیں ہوئے یا ہوئے تو معاف کرالئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت، تو اُن سے گناہ، اور گناہوں میں بھی کبائر کا ارتکاب، چوری، زنا، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک کیمیا اثر نظر کی برکت سے اُن میں وہ قوت پیدا ہوجاتی تھی کہ وہ کرہی نہیں سکتے، ملکوتیت بھر دی جاتی تھی۔

اِسی لئے صحابہ کے متعلق ہے "اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عَدُوْلٌ" سارے کے سارے عادل، اُن کے متعلق، کسی کے متعلق ایک کلمہ کی گنجائش نہیں ہے کسی بھی جگہ۔ تو اُن سے زنا بھی ہوا، سرقہ یعنی چوری بھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قضیہ پیش ہوا، اور ہاتھ کاٹا گیا۔ جب کسی نے کوئی کلمہ کہہ دیا اُن کی شان کے خلاف کہ اوہو! اِتنی سی چیز کی خاطر ایسی اِتنی بڑی سزا بھگتنی پڑی اُن کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چپ رہو! اِن کی توبہ ایسی ہے کہ سارے اہل مدینہ کو کافی ہوجائے۔

تکوینی طور پر چوک کرائی گئی

کیونکہ یہ تو ایک تکوینی طور پر اُن سے چوک کرائی گئی، جیسے اِس دنیا کو بسانے کے لئے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے چوک ہوئی، اِسی طرح ماعز اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہیں زنا کے اقرار کی پاداش میں سنگسار کیا گیا، اِتنا بڑا جرم صحابی کیسے کرسکتا ہے؟ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ یہاں پہنچ کر شعر پڑھتے تھے ؎

تو مشقِ ناز کن، خونِ دو عالم میری گردن پر

یہ صحابہ کرام کی جماعت کہتی تھی کہ یا رسول اللہ! اے خدا! اپنی شریعت کی آپ ہم سے تکمیل کروالیں، چاہے ہمارے اعضاء کٹیں، چاہے ہمیں سنگسار ہونا پڑے، یہ تکوینی طور پر اُنہیں استعمال کیا گیا۔ اور ایک ایک قصہ ہوا، اور الحمدللہ! شریعت مکمل ہوگئی، لیکن ابھی بھی ایک باب تشنہ رہ گیا تھا، ناقص رہ گیا تھا۔

جنگِ جمل، جنگِ صفین

وہ یہ تھا کہ اگر اسلامی حکومت ہو، خلافت ہو، اور اُس میں اِنتشار ہو، بغاوت ہو، دو پارٹیاں ہو جائیں خلیفہ کے خلاف، اُن کے ساتھ ایک جماعت، اُن کے خلاف ایک جماعت، تو اُس میں کیا حکم ہے؟ اُس میں جو لڑیں گے، مریں گے، وہ شہید ہوں گے یا فی النار کہلائیں گے؟ جو اُن میں سے غالب آجائے اور مقابل فوج کے جو آدمی پکڑے جائیں وہ غلام باندی کہلائیں گے یا آزاد رہیں گے؟

اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں یہ صورت پیدا ہو جاتی اور جو بھی اُٹھ کر ایک کلمہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کہتا وہ فوراً مرتد اور کافر بن جاتا، تو یہ باب جو شریعت کا ناقص تھا یہ مکمل کرایا گیا جنگِ جمل اور جنگِ صفین کے ذریعہ۔

وہاں صحابہ کرام کے عمل نے بتایا کہ یہ مسلمانوں کی آپس کی لڑائی ہے، اِس میں جو حضرت

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں وہ بھی حق کے متلاشی تھے، لیکن حق کو وہ چوک گئے، یہ مجتہدِ مخطی ہیں۔ اُن سے اجتہاد میں خطا واقع ہوئی، چوک واقع ہوئی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ مجتہدِ مصیب ہیں، اُنہوں نے حق کو پالیا۔ اِس لئے دونوں اپنی جگہ صحیح ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ وہ مجتہد مصیب ہیں، اُن کو دو اجر آخرت میں ملیں گے۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اِس جنگ کی وجہ سے، لڑائی کی وجہ سے سزا کے بدلہ میں اِن کو اجر ملے گا۔ اور اجر دو نہیں ملیں گے اِس لئے کہ وہ مجتہدِ مخطی ہیں، اُن سے اِس میں خطا واقع ہوئی، اُن کو ایک اجر ملے گا۔

اِسی طرح جب جنگ ہو رہی تھی، آدمی پکڑے جا رہے تھے، اُس وقت اُنہوں نے اعلان کیا کہ عام جنگوں کی طرح اِن کا مال مالِ غنیمت نہیں کہلائے گا، جو پکڑے جائیں گے وہ غلام اور باندی شمار نہیں ہوں گے آزاد ہوں گے۔ اُن کو آزاد چھوڑ دینا واجب اور ضروری۔ یہ ساری شریعت کی تکمیل اِن جنگوں کے ذریعہ ہوئی۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے اِس میں کبھی ادنیٰ سا تأمل بھی نہیں ہوا، مشاجرات صحابہ کے بارے میں، مجھے بالکل اِس میں شرح صدر ہے۔

اِسی طرح حضرت نے فرمایا کہ چوتھا مسئلہ ہے روح، روح کے مسئلہ میں بھی مجھے ہمیشہ بالکل شرح صدر رہا۔ روح، مشاجرات صحابہ، وحدۃ الوجود اور مسئلۂ تقدیر، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اِن چاروں مسائل میں ہمیشہ شرح صدر رہا۔ اِس طرح تقریر کر کے بھی حضرت حاجی صاحب سمجھا سکتے تھے اِس مسئلہ کو کہ یہ مشائخ چھ چھ ختم کیسے کر لیتے ہوں گے اور عصر ہند اور مغرب مکہ میں اور عشاء مدینہ میں کیسے پڑھ لیتے ہیں؟ مگر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے زبانی اور تقریر کے بجائے عملی طور پر ہی اِس مسئلہ کو حل کر دکھایا۔ اب ان شاء اللہ کل اِس کے متعلق بتائیں گے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِہٖ وَصَحبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک سوال اور اس کا جواب

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے خادم نے سوال کیا تھا کہ بزرگوں کے واقعات میں یہ ملتا ہے کہ ابھی ہندوستان میں ہیں، اور عصر کی نماز ہندوستان میں پڑھی، پھر مغرب میں مکہ مکرمہ پہنچ گئے، عشاء مدینہ شریف میں پڑھی۔ میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت نے زبانی تقریر کے بجائے سکوت فرمایا اور اُسے عملی جواب دیا۔

روح کے متعلق سوال

اگر حضرت اُس پر تقریر فرماتے تو جس طرح کل میں نے کچھ عرض کیا، اس طرح ﴿وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ﴾ کی تفسیر فرماتے۔

ہر مفسر نے اپنی بساط کے مطابق جیسا ان کا ذوق ہے اس کے حل کی کوشش کی ہے۔ کسی نے فلاسفہ کے طرز پر، کسی نے روحانی طرز پر اِس آیت کو حل کرنے کی کوشش کی۔

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوال کئے گئے تھے۔

ایک مخصوص شخص کے متعلق، ایک سوال کہ وہ کون؟ کدھر کا رہنے والا؟

اور ایک مخصوص جماعت کے متعلق

اور ایک سوال ہر انسان کے متعلق۔

مخصوص شخص کہ ﴿وَ یَسْئَلُوْنَکَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ﴾ کہ وہ بادشاہ کون کہ جس نے ساری دنیا چھان ماری اور ساری دنیا پر غلبہ حاصل کیا، اور ساری دنیا کا سفر کیا۔

اور مخصوص جماعت کہ وہ کچھ لوگ تھے جو گم ہو گئے، پھر صدیوں کے بعد پھر وہ مل گئے، تو وہ جماعت کون ہے؟ یہ اصحابِ کہف کے متعلق سوال تھا۔

اور تیسرا ہر انسان کے متعلق کہ ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ﴾ کہ انسان یہ کس چیز کا نام ہے؟ کیوں؟ کہ ایک شخص ہے جس سے ہر انسان پیار کرتا تھا، ابھی یہاں سب نے دیکھا، لیکن جب اُس کی روح پرواز کر گئی، مر گیا، اُسی کو لے جا کر کے منوں مٹی کے نیچے دبا دیتے ہیں۔ اگر انسان یہی ہے تو اِس کو کیوں سب نے لے جا کر کے ویرانہ میں پھینک دیا؟ اور اگر یہ انسان نہیں تو پھر انسان کون ہے؟ کیا چیز ہے؟ انسان کس کو کہیں گے؟ اُس روح کو کہ جس کے نکل جانے پر یہ مردہ لاشہ بن گیا، پھینکنے کے قابل، کیڑوں کی خوراک، اِسے انسان کہیں گے؟ اِنہوں نے روح کے متعلق سوال کیا۔

صوفیاء کا چلہ

اور یہ بڑی سمجھنے کی چیز ہے اور بڑی دلچسپ داستان ہے اِس انسان کی کہ صوفیاء نے جو چلہ کشی شروع کی تھی، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے ﴿ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ ﴾ موسیٰ علیہ السلام کا چلہ، اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور صوفیاء کے یہاں چلے ہوا کرتے تھے خلوت اور تنہائی کے اور عبادت کے۔

مدینہ منورہ میں قیام کا ارادہ

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی صوفیاء میں سے ہیں، حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں بیٹھ کر رویا کرتے تھے۔

اِس تبلیغی کام سے پہلے، جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو اُنہوں نے یہ ارادہ کیا کہ یہیں رہ جاتے ہیں، وہاں ہندوستان واپس نہیں جاتے؟

کیوں؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اِتنا قرب حاصل ہو گیا تھا، نسبتِ حضوری حاصل ہو گئی

تھی کہ حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خدام میں سے تھے، نظام الدین میں ساری زندگی گذاری، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے اونچے خلفاء میں سے تھے۔

حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ

عربوں میں سب سے زیادہ کام جو کیا ہے حضرت مولانا سعید خان صاحب کی طرح سے، وہ اُنھوں نے کیا ہے، مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ میں رہ کرکے، اِس لئے کہ اُن کی زبان بڑی سلیس تھی، کیا اردو، کیا عربی۔

ایک دفعہ وہاں مسجدِ نور میں مفتی شاہد جو کراچی میں ہیں، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے خلفاء میں سے ہیں، وہ سوڈان ہو کر مدینہ طیبہ جماعت میں آئے ہوئے تھے، انھوں نے مسجدِ نور میں عربی میں تقریر کی، بڑی سلیس عربی میں اور بڑی روانی کے ساتھ۔ اِجلاس ختم ہونے کے بعد، بیان ختم ہونے کے بعد ہم لوگ چائے پی رہے تھے، حضرت مولانا سعید خان صاحب فرمانے لگے کہ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ مفتی شاہد بھی اِتنی اچھی عربی میں تقریر کر لیتے ہیں اور اِتنا اچھا بیان کرتے ہیں، میرے نزدیک تو ایک تیسرا نام ہو گیا، کہ ہماری جماعت میں سب سے اچھی عربی میں تقریر کرنے والے تو حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اور اُن کے بعد اگر تھے تو حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی، پھر اُن کے واقعات سنائے کہ کس طرح اُنھوں نے حجاز کے ایک ایک دیہات میں جا کر، ایک ایک بستی میں جا کر کس طرح تبلیغ کا کام کیا تھا اور پورے عرب میں، کہنے لگے کہ اب یہ تیسرے نمبر پر ہیں میرے نزدیک مفتی شاہد۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نسبت حضوری حاصل تھی

یہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مولانا عبید اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ اُنھیں نسبتِ حضوری حاصل تھی۔ ایک دفعہ ہم پیر دبا رہے تھے، کسی نے سوال کیا تو حضرت نے

فرمایا کہ کہنے کی تو بات ہے نہیں لیکن اور کوئی تو ہے نہیں اِدھر؟ پہلے اُنہوں نے دیکھا اِدھر اُدھر کہ خصوصی خدام کے سوا اور کوئی نہیں، پھر فرمایا کہ جب دل کو طلب ہوتی ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آنکھیں بند کیں اور مراقبہ کیا اور زیارت ہو جاتی ہے۔

یہ مرتبہ چونکہ وہاں حاصل تھا تو حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سوچا کہ اب یہاں مدینہ منورہ چھوڑ کر جائیں گے تو یہ دولت کہیں یہیں نہ رہ جائے۔ اس پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں! تم ہندوستان جاؤ، اور وہاں جا کر تم سے کام لینا ہے۔

حضرت نے مشورہ کیا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے، مجھے تو جانا ہے، لیکن میں وہاں جا کر کس طرح کام کروں گا؟ میری زبان، حضرت کی زبان میں لکنت کی طرح ایک قسم کی رکاوٹ تھی، روانی کے ساتھ بول نہیں سکتے تھے۔ حضرت مولانا سید احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ تھوڑے ہی کہا گیا ہے کہ تم جا کر کام کرو۔ بلکہ وہاں تم سے کام لینا ہے، لینے والا کام لے گا، وہ کام لیں گے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کس طرح حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کام لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی

یہی حال حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا تھا کہ حضرت فرماتے ہیں کہ میں جب مدینہ پاک میں تھا تو میں نے ارادہ کیا کہ اب واپس نہیں جانا ہے، یہیں رہنا ہے، اور کیوں؟ کہ دیکھا کہ وہاں کے قیام میں چند مہینہ میں اوجز جیسی کتاب کی جو لیتھو پر باریک خط سے چھپی ہوئی چھ جلدیں ہیں، اُن میں سے پہلی جلد چند مہینہ میں مکمل ہوگئی، تو میں نے سوچا کہ یہاں کے کام میں اِتنی برکت ہے، اس لئے مجھے واپس نہیں جانا ہے۔ اب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ ارشاد فرمایا **اِذْهَبْ اِلَى الْهِنْدِ، اِذَا جَآءَ وَقْتُكَ نَطْلُبُكَ** کہ تم ہندوستان چلے جاؤ، جب وقت آئے گا، تو ہم تمہیں بلا لیں گے۔

بیماری میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا اطمینان

جب یہاں برطانیہ کے دوسرے سفر میں پیچھے والے اُسی کمرہ میں حضرت کا قیام تھا، بیمار ہوگئے اور ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ جب ہسپتال سے حضرت کمرہ میں واپس تشریف لائے اور حضرت کو تفصیل بتائی گئی کہ اب تو الحمد للہ! طبیعت ٹھیک ہے۔ تین دن پہلے تو ہسپتال پہنچ کر سب مایوس ہوگئے تھے، جب دیکھا کہ مسلسل غنودگی ہے، شاید ہوش میں حضرت دوبارہ آئیں نہ آئیں۔ پھر ہم سب نے سوچنا شروع کردیا تھا کہ اب کیا ہوگا؟ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ چارٹرڈ ہوائی جہاز، چھوٹے والے جہاز کی ایک کمپنی کے ساتھ بات کرلی گئی تھی، اُس زمانہ میں چند ہزار پاؤنڈ کرایہ اُنہوں نے بتایا تھا، اگر حضرت کا خدانخواستہ یہاں انتقال ہوجائے تو جہاز بک کرالیا گیا تھا۔ حضرت یہ سن کر مسکرائے اور فرمانے لگے کیوں! تجھے وہ یاد نہیں ہے؟ میرے ساتھ تو وعدہ ہے کہ وہ وقت جب آئے گا تو اِذَا جَآءَ وَقْتُکَ نَطْلُبُکَ.

اِسی لئے جب حضرت کے انتقال سے چودہ برس پہلے حضرت ہندوستان سے عمرہ کا سفر فرمارہے تھے، اُس وقت حضرت نے مفتی محمود صاحب اور مولانا منور حسین صاحب، بڑے حضرات اور خدام کو بٹھا کر پوچھا کہ بھئی بتاؤ! کیا کریں؟ مجھے سفر کرنا چاہیئے یا نہیں؟ یہاں تو اب میں آنکھوں کی معذوری کی وجہ سے بخاری کا درس بھی نہیں دے سکتا، تو کیا رائے ہے؟ میں مدینہ پاک چلا جاؤں؟ لیکن اگر میں جاؤں تو پھر واپس آؤں کیوں؟ یہ بار بار ہر سفر میں حضرت کا یہ سوال ہوتا تھا کہ اگر میں جاؤں تو واپس آؤں کیوں؟ اور واپس آنا ہے تو پھر جاؤں کیوں؟ تو حضرت کو بھی یہی کہا گیا تھا کہ اِذَا جَآءَ وَقْتُکَ نَطْلُبُکَ۔

چنانچہ جب یہاں دارالعلوم بری میں اِس قدر بیمار ہوگئے، یہاں سے حجاز تشریف لے گئے، حضرت نے وہاں حج فرمایا اور حج کے بعد پھر ہندوستان کا سفر کیا، ہندوستان میں یہاں سے بھی زیادہ بیمار ہوگئے، اور حضرت کی معذوری، بیماری اور مسلسل کمزوری کو دیکھ کر حضرت مولانا علی

میاں صاحب، حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب وغیرہ خدام سے کہنے لگے کہ حضرت کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، حضرت کی تمنا تھی ساری عمر مدینہ پاک میں موت اللہ دے، مدینہ پاک میں مرنے کی، آپ لوگوں کو کسی طرح بھی انتظام کر کے واپس لے جانا چاہئے، مگر حضرت سے جب بھی کہا جاتا تو حضرت مسکرا کر فرماتے کہ اِس کا فکر نہ کرو، اِس کا تو مجھ سے وعدہ ہے۔ کتنا اطمینان! چنانچہ پورا جو نظام تھا اُسی کے مطابق حضرت ہندوستان میں رہے، طویل عرصہ رہے، اور پھر جب واپس مدینہ منورہ پہنچے، اُس کے چھ ماہ کے بعد حضرت کا مدینہ پاک میں وصال ہوا۔

یہ جو حضرات ہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اِن پر مخصوص نظر رہتی ہے، اور اِن سے جس طرح کا کام لینا ہوتا ہے اِس کا وہاں سے انتظام ہوتا ہے۔

میں روح کے متعلق عرض کر رہا تھا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال کیا گیا اور حضرت نے یہ کتابی جواب دینے کے بجائے اِس کا عملی جواب دیا۔ کہ عصر کے بعد مکہ مکرمہ چند قدم ٹہلنے کے لئے نکلے تھے کہ مغرب میں مسجد نبوی مدینہ پاک پہنچے، نماز کے بعد چند قدم میں واپس مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔

عالَمِ اَمر، عالَمِ خلق

دو عالَم اللہ نے بنائے ہیں، ایک اوپر کا عالَم اُسے عالَمِ اَمر کہا جاتا ہے، اور ایک یہ نیچے والا عالَم، جسے عالَمِ خلق کہا جاتا ہے۔

روح کو عالَمِ امر کی چیز قرار دیا گیا۔ اب یہ جو ہم دیکھتے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں جب حمل ٹھہرتا ہے، ایک دن گذرا، دو دن گذرے، تین دن، جیسے ہی پورے چالیس دن گذرتے ہیں، چالیسویں دن جان پڑ جاتی ہے۔

ایک چلہ کے بعد روح

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ سلم سے پہلے کوئی دنیا کا بڑے سے بڑا ڈاکٹر، فلسفی، بڑے سے بڑا

حکیم اور طبیب یہ اِس کا وقت نہیں بتا سکتا تھا کہ اندر زندگی کب پڑتی ہے؟ مگر قربان ہو جائیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کہ جب علوق ہوتا ہے اور حمل ٹھہرتا ہے تو جب یہ پہلا چلہ پورا ہوتا ہے، چالیس دن ختم ہوتے ہی فوراً فرشتہ روح لے کر آتا ہے اور اُس نطفہ کے پانی میں روح ملا دی جاتی ہے، یہ سب سے پہلا چلہ۔

صوفیاء نے یہاں سے چلہ لیا کہ یہ جو ہمارا جسم مرکب ہے دو چیزوں سے ایک جسم اور ایک روح، اُس میں جو جان پڑی ہے، روح پڑی ہے وہ پورے چالیس دن گذرنے کے بعد۔ اُس کے بعد جب سات چلے مکمل ہوتے ہیں ماں کے پیٹ میں، اُس کے بعد کسی وقت بھی یہ مکمل انسانی شکل میں انسان باہر آتا ہے۔

لکھا ہے کہ جو ہماری روح ہے اِس کا اصل مستقر تو وہاں عالم ارواح میں ہے، لیلۃ البراءۃ میں یا لیلۃ القدر میں فرشتہ کو جو فہرست دی جاتی ہے، اُس میں سارے سال میں جتنے لوگ مرنے والے ہیں اُن کی روزی، اُن کے تمام اعمال، ہر چیز کی مکمل فہرست دے دی جاتی ہے۔ اور اُس سال میں جتنے انسان دنیا میں آنے والے ہیں، اُن کی فہرست بھی دے دی جاتی ہے، کہ اِتنے انسان اِس سال میں پیدا ہونے والے ہیں۔

ایک ٹھکانہ ہمارا اوپر عالمِ امر تھا اور عالمِ روح، اور اُس کے بعد دوسرا ٹھکانہ ماں کا پیٹ ہے، جو ایک مخصوص مدت، سات چلے تک یا نو مہینے تک اُس کو اس دنیا اور عالمِ روح کے درمیان برزخ کے طور پر بنایا گیا۔ پھر جب اِس دنیا میں انسان آتا ہے، یہاں ایک مدت، جس کی جتنی زندگی اللہ نے لکھی ہے، اُس کے بعد پھر اِس دنیا اور آخرت کے درمیان ایک اور برزخ، قبر کی زندگی ہے۔

عالمِ امر میں اصل روح

جب اِس دنیا میں انسان نہیں آیا تھا تو صرف روح کی شکل میں تنہا روح تھی۔اور ماں کے پیٹ میں جب اُس کو اُس کے جسم کے ساتھ ملا دیا گیا تو اُس وقت دو جسم کے درمیان بچہ کی روح ہوتی ہے، اپنا جسم اور ماں کا جسم۔اُس کے بعد جب یہ دنیا میں آمد ہوتی ہے اور بچہ پیدا ہوتا ہے تو مکمل طور پر اُسے تنہا الگ جسم دے دیا جاتا ہے، پھر جب اِس دنیا میں وہ مخصوص مدت گذار کر کے دوبارہ قبر میں جاتا ہے تو اب وہاں جو روح اور جسم ہے دونوں کا تعلق تھوڑا سا مختلف ہوجاتا ہے۔اِس عالم میں آنے سے پہلے عالمِ امر میں اور عالمِ روح میں صرف اُسی ایک روح کا نام تھا آدم، ابراہیم، اسماعیل، جو نام اِسے دنیا میں ملنا تھا۔

دنیا میں جسم اصل اور روح نظروں سے اوجھل

اور جب پیدائش ہوتی ہے تو اُس وقت وہی نام جو وہاں طے ہوچکا ہے وہ اِس کو دیا جاتا ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ جب عالمِ امر میں تھا، عالمِ روح میں، تو صرف اس روح کا وہ نام تھا، اور اِس دنیا میں آنے کے بعد روح دماغوں سے، آنکھوں سے اوجھل، اُس کو کوئی جانتا ہی نہیں، صرف اِسی جسم کو وہ نام دے دیا جاتا ہے۔

برزخ میں روح اصل

جب تیسرا مرحلہ اور تیسری منزل آتی ہے، قبر کی زندگی، تو وہاں اصل روح رہ جاتی ہے، اگر چہ جسم سے بھی ایک قسم کا تعلق اُس کا باقی رہتا ہے۔

اِسی لئے کہتے ہیں کہ جو قبر میں نعمتیں انسان پاتا ہے، اُن نعمتوں سے مزے صرف روح اٹھاتی ہے یا جسم بھی؟ یا اگر وہاں کسی کو نعوذ باللہ سزا ملتی ہے اور عذاب ملتا ہے، تو صرف روح کو یا جسم اور روح دونوں کو؟ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہاں قبر میں روح اور جسم دونوں کا تعلق ہوتا ہے، چاہے وہ

جسم جل کر خاک ہو کر مٹی ہو کر کچھ بھی بن گیا ہو، لیکن روح کا اُس کے ساتھ ایک قسم کا تعلق رہتا ہے۔ وہاں روح اصل اور جسم تابع، اور دنیا میں جسم اصل اور روح کو کوئی جانتا بھی نہیں، صرف جسم کو ہر کوئی جانتا اور سمجھتا ہے، یہاں تک کہ عقل کے جواندھے ہیں، اُنھوں نے تو انکار کر دیا کہ یہی جسم سب کچھ ہے، روح وغیرہ ہم نہیں جانتے۔

قبر سے اُٹھنے کے بعد جسم اور روح

لیکن جب قبر کے بعد جو دوبارہ اُٹھیں گے تو اُس کے بعد پھر یہ جسم اور یہ روح یہ ہمیشہ کے لئے ابدی زندگی پائیں گے، چاہے وہ جنت میں جائیں گے تو بھی یہ جسم اور یہ روح دونوں جنت میں، جہنم جائیں گے تو بھی یہ جسم اور روح دونوں سزا پائیں گے۔ اور یہ ہمیشہ کے لئے، اور اِن کا تعلق دونوں کا جس طرح دنیا میں یہ تنہا جسم کو خطاب کیا جاتا تھا اِس نام سے وہاں ایسا نہیں ہوگا۔

روح کا جسم سے تعلق ایک وقت میں ہے، ایک وقت میں نہیں ہے۔ عالمِ روح میں جسم مکمل طور پر قطعی طور پر نہیں تھا، صرف روح تھی، اور دنیا میں آنے کے بعد روح نظر نہیں آتی، صرف جسم ہے۔ قبر میں جانے کے بعد وہ جسم الگ ہو جاتا ہے، روح کہیں اور ہوتی ہے یا تو علیین میں، جیسا کہ مؤمنین کی ارواح کے لئے فرمایا گیا، یا پھر سجین میں پھینک دی جاتی ہے۔

جو اللہ والے ہوتے ہیں وہ اِس جسم کو اصل نہیں سمجھتے، روح کو اصل سمجھتے ہیں، تو اُس پر وہ ایک خاص قسم کی محنت کرتے ہیں، اور محنت کس درجہ کی؟

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مجاہدہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ مجاہدہ کرتے کرتے یہاں تک پہنچ گئے تھے کہ کئی کئی مہینے، سارا سال وہ روزہ رکھتے تھے، اور روزہ میں اُن کی خوراک ہوتی تھی افطار کے وقت صرف ایک کھجور یا صرف ایک بادام۔ اب ہم لوگ ایک بادام اور ایک کھجور کھا کر زندہ رہ سکتے ہیں؟ وہ اپنی روح کو اصل سمجھ کر اُس پر اِتنی محنت کرتے ہیں کہ اُنہیں جسم کی کوئی پرواہ نہیں

ہوتی تھی، جسم کے تقاضے بھی نہیں ہوتے اُن کے لئے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا مجاہدہ

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو ہم نے سالہا سال رمضان میں دیکھا کہ حضرت کھانا پینا موقوف کردیتے تھے۔ ہم اصرار کرتے، جو سب سے مرغوب ترین چیز انسان کی وہ ہوتی ہے جس کیا اُسے عادت ہوتی ہے، جیسے چائے۔تو حضرت کی بھی عادت تھی صبح وشام کی چائے کی، اور افطاری میں اوابین سے فارغ ہونے کے بعد چائے۔ جب چائے پیش کی جاتی تھی، چائے کے ساتھ سموسے ہوتے، جو کچے گھر سے آتے۔ حضرت قطعاً اُس میں سے کوئی چیز چکھتے بھی نہیں تھے۔اور یہ مرغوب ترین چیز چائے جس کی عادت ہے، وہ میں حضرت کو پلاتا تھا، حضرت آدھی پیالی پی کرفرماتے اب تو نمٹ لے۔ میں عرض کرتا حضرت! تھوڑی سی اور، تو فرماتے ابے! پی لے! اورزیادہ اصرار کیا تو ڈانٹ کرفرماتے تجھے نہ پینا ہوتو اورکسی کو دے۔

اب جو پورے دن میں روزے کے بعد صرف ایک زمزم کا گھونٹ لیا اور حضرت کے دانت نہیں تھے تو نرم کی ہوئی کھجور ایک چھوٹا چمچ منہ میں رکھ کر اوپر سے زمزم پی لیتے تھے، اُس کے بعد کوئی کھانے کی چیز رات کو بھی نہیں ہوتی تھی۔ سحری کے وقت چائے کے ساتھ پھر انڈا اُبال کر لایا جاتا کہ حضرت! ذرا سا ایک انڈا، تو اُس میں سے کوئی آدھا انڈا مشکل سے کھایا، کبھی نہیں کھایا، پھر چائے پی لیتے۔تو پورا مہینہ اِس طرح حضرت کا گذرتا تھا۔ اور اِس کے باوجود حضرت پورا ایک قرآن پاک کا ختم روزانہ، بلکہ ایک قرآن سے زیادہ پڑھتے، پھر تمام معمولات کی ادائیگی، پھر سارے مجمع کے ساتھ مشغول رہنا۔

یہ حضرات اِس روح پر اِس قدر محنت کرتے تھے کہ یہ جسم دوسرے درجہ میں ہوجاتا کہ جب اُس کو قبر میں جا کر جسم سے الگ ہونا ہے، تو دنیا ہی میں روح کو اصل اور جسم کو دوسرے نمبر پر رکھتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی روح کے تقاضے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں اِس روح کو اصل سمجھنے کی صلاحیت دے، اور ایسے اعمال کرنے کی توفیق دے کہ جو روح کو زندہ کرنے والے اعمال ہیں۔ ہماری روح تو مردہ ہورہی ہے، پتہ ہی نہیں ہے کہ وہ کدھر ہے؟ اور ہم نے اِسی جسم کو اصل سمجھ رکھا ہے، اور سارے جو تقاضے جسم کے ہوتے ہیں ہم اُسے پورا کرتے رہتے ہیں۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری روح کو مجلیٰ، مزکیٰ، مصفیٰ اور نورانی بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک سوال

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت کے خادم نے یہ سوال کیا کہ حضرت! یہ بزرگ چند ساعت میں دور کی مسافت طے کر لیتے ہیں، تھوڑے سے وقت میں جتنی ہم تلاوت نہیں کر سکتے، وہ تلاوت کر لیتے ہیں۔

حضرت مولانا عبد المنان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں حضرت مولانا عبد المنان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بیعت کے لیئے پہنچے۔ گئے تو تھے ادھر رائے پور حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بیعت کے لئے۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ تو بڑے علامہ ہو، میرے یہاں تو یہ گاؤدی، گاؤں والے لوگ بیعت ہوتے ہیں۔ کہنے لگے کہ نہیں! مجھے تو حضرت! آپ ہی سے بیعت ہونا ہے۔ کہا نہیں! نہیں! پھر حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اچھی بات ہے، یہاں رہ سکتے ہو۔ اور آگے ہم تعلیم دے سکتے ہیں، لیکن بیعت وہاں سہارنپور جا کر حضرت شیخ الحدیث صاحب سے ہو کر آؤ۔

چنانچہ حضرت مولانا عبد المنان صاحب سہارنپور آئے، حضرت صبح فجر کی نماز سے فارغ ہو کر اپنے اذکار میں مشغول ہوتے اور مراقبہ فرماتے، جب حضرت سورج نکلنے کے بعد، دس پندرہ منٹ کے بعد آواز دیتے کہ چلو بھئی اٹھاؤ! تو جب حضرت شیخ محسوس فرماتے کہ کوئی حرکت نہیں، کوئی جواب نہیں۔ پھر زور سے فرماتے اٹھاؤ بھئی، اٹھاؤ! پھر بھی کوئی حرکت نہیں۔ پھر چونکہ حضرت خود اٹھ نہیں سکتے تھے، اس لئے پیچھے مڑ کر حضرت دیکھ کر زور سے آواز دیتے۔ دیکھتے کہ

ہم خدام یہیں ہیں ،مگر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر اونگھ رہے ہیں۔ حضرت زور سے آواز دیتے ہمیں، ابے میرے یارو! تم تو ملأ اعلی میں بہت اونچے پہنچ چکے تھے، نیچے اترنے میں بہت دیر لگی۔ پھر حضرت کو لے کر ہم مسجد سے نکلتے اشراق کے بعد۔

مولانا عبدالمنان صاحب فرماتے ہیں کہ اشراق سے فارغ ہوکر حضرت مسجد سے نکل رہے تھے اور میں مسجد کے دروازہ پر پہنچا۔ اور میں نے مصافحہ کے بعد حضرت رائے پوری کا سلام پہنچایا کہ حضرت نے سلام فرمایا ہے اور مجھے بھیجا ہے حضرت سے بیعت کے لئے۔ فرمایا، بہت اچھا آجاؤ! چائے سے فارغ ہوکر اوپر کتب خانہ میں اپنے ساتھ لے گئے۔ اس دن واقعہ سنایا تھا جنات نے جس کمرے کو اندر سے بند کرلیا تھا، اپنے ساتھ لے گئے وہاں۔ اور وہاں بیٹھ کر حضرت نے بیعت فرمایا، اور بیعت کے بعد پھر حضرت نے معمولات بتائے۔

یہ واقعی بہت بڑے علامہ تھے۔ مقامات کے حافظ تھے، سبع معلقات کے حافظ تھے، یہ جتنی فلسفہ کی کتابیں ہیں، ان کے حافظ تھے، سب ازبر۔ کہیں سے آپ ان کو حافظ کی طرح سے چھیڑ دیں تو وہ پڑھنا شروع کرتے تھے۔ زبردست حافظہ تھا اور اخیر عمر تک یہ حال تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب بیعت کے بعد حضرت نے اذکار بتائے تو میں نے عرض کیا کہ نہیں! مجھ سے تو نہیں ہوسکتے یہ اذکار۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں، نہیں! کیا مشکل ہے؟ اٹھاؤ تمہارے پیچھے جو تسبیح ہے۔

سہارنپور میں ختم کا اہتمام

لوگ تو آج کل ہر چیز کو بدعت کا نام آسانی سے دے دیتے ہیں کہ تسبیح رکھنا بھی بدعت بتاتے ہیں۔ ایصال ثواب کے لئے ختم قرآن ہو یا کہیں دعا کے لئے کہا گیا اس کو بھی بدعت، بخاری شریف کا ختم بھی بدعت۔ حالانکہ کسی حادثہ کی اطلاع آتی ،تو سہارنپور میں ہم نے پڑھا ہے، کہیں مصیبت کی اطلاع آتی تو ہم نے ختم پڑھے ہیں۔ وہاں خود مظاہر علوم میں سب مفتیان کرام اور

شیخ الحدیث اور ناظم صاحب اور سب شریک ہوتے تھے۔ کتنے خطوط میں تذکرہ کہ ایسا ہوا تو ہمارے یہاں ختمات کا اہتمام کیا گیا اور بخاری شریف کے ختم کا اہتمام کیا گیا۔

پانچ منٹ میں ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبدالمنان صاحب سے فرمایا اٹھاؤ وہ تسبیح اور فرمایا کہ دیکھو، میں کہتا ہوں لا الہ الا اللہ، دیکھو گھڑی میں کیا بجا ہے؟ انہوں نے دیکھا کہ دس کم تھے آٹھ بجنے میں۔فرمایا اچھا! پڑھنا شروع کرو۔ میں کہتا ہوں لا الہ الا اللہ، میرے پیچھے تم پڑھو۔ حضرت پڑھتے لا الہ الا اللہ، وہ کہتے، جس طرح بچے کو پڑھاتے ہیں، پوری تسبیح ایک ہزار کی ختم کی اور فرمایا دیکھو گھڑی۔ مولانا عبدالمنان فرماتے ہیں کہ میں نے جب گھڑی دیکھی تو ابھی آٹھ بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے۔یعنی پانچ منٹ میں ایک ہزار دفعہ لا الہ الا اللہ میں نے اور حضرت شیخ نے پڑھ لیا، دو ہزار دفعہ لا الہ الا اللہ چند منٹ میں پڑھ لیا۔ اور یہ لا الہ الا اللہ ایک کے بعد ایک آرام سے کہہ رہے تھے، مولانا عبدالمنان کہتے ہیں حضرت کی سب سے پہلی کرامت میں نے یہ دیکھی تھی۔

بشریت اور ملکوتیت

تھوڑے وقت میں بہت سارے معمولات کا ادا ہو جانا، بہت ساری تلاوت کر لینا، بہت دور کی مسافت طے کر لینا، چند قدم میں کہیں سے کہیں پہنچ جانا، تو یہ اشکال کیا، سوال کیا، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے خادم نے کہ حضرت یہ کیسے ہوتا ہے؟ ان بزرگوں کے احوال صرف دو ہوتے ہیں۔ بس، صرف دو، جس کو شیخ سعدی نے بیان کیا:

گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

کہتے ہیں کہ میرا حال تو ایسا ہے، بزرگ فرماتے ہیں کہ ہمارا حال تو ایسا ہے کہ کبھی تو ہم ملکوت اعلیٰ کی سیر پر ہوتے ہیں، کہاں سے کہاں پہنچ گئے، اور کبھی اپنے پیر کی پشت کے اوپر کوئی چیز

رینگ رہی ہے اس کا بھی پتہ نہیں کہ یہ میرے پیر پر ہے۔ کبھی اتنے نزدیک سے بھی نہیں دیکھ سکتے اور کبھی تو وہاں اتنے اوپر تک پہنچ جاتے ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہی حال حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ اسی لئے حضرت کے ایک خادم تھے، ان کا بیان ہے کہ حج کے لئے جب میں نے جانے کا ارادہ کیا، میں نے سوچا کہ میں کوئی خاص چیز بہت اہتمام سے ہدیہ کی حضرت کے لئے لے کر جاؤں۔ کتنا اہتمام؟

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی زندگی میں جب کوئی مدینہ شریف جانے والا ہوتا، ہم سوچتے تھے کہ حضرت کے لئے یہ بھیجیں، وہ بھیجیں، کوئی چیز آتی تھی تو رکھ چھوڑتے کہ کوئی مدینہ شریف جائے گا تو حضرت کے لئے یہ چیز بھیجیں گے، کوئی چیز پسند آئی تو لے کر رکھی، یہ اہتمام رہتا تھا۔ حضرت کا جب انتقال ہوگیا تو اس کے بعد، مدتوں بعد تین چار دفعہ ایسا ہوا، کہ کوئی چیز آئی تو سوچا کہ چلو، حضرت کے لئے یہ چیز بھیجیں گے۔ پھر معاً ایک دو سیکنڈ کے بعد خیال آیا کہ اِنّاللّٰہ! حضرت کہاں اس عالم میں ہیں، وہ تو کہاں جنت میں پہنچ چکے۔

ان کو بھی یہ خیال ہوا کہ میں حج کے لئے جا رہا ہوں تو کوئی خاص چیز حضرت کے لئے میں لے کر جاؤں، اب کیا لے کر جاؤں؟ پھر انہوں نے عجیب چیز سوچی۔ انہوں نے کہا کہ میں حضرت کے لئے ایک کملی یا کمری بنواتا ہوں، اردو میں دو نام ہیں، ایک ہے کملی، کالی کملی، شال کے لئے۔ اور دوسرا ہے کمری، کمری نام اس لئے کہ کمر تک پہنی جاتی ہے، جیسا کہ ہمارا ویسٹ ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں شفقت ہی شفقت

ہم سہارنپور جب پہنچے تو گجراتی علماء کا حال یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے کرتے ان کے، اور خاص طرح کے بنے ہوئے تنگ۔ حضرت کی خدمت میں جب رہنا شروع کیا، جمعہ کو حضرت کو

ہم نے غسل کرایا، اوراس کے بعد حضرت کو کپڑے پہنا رہے تھے، حضرت کو جب کرتا پہنایا گیا اور حضرت چار پائی پر تھے، کرتا پہن کر جب چلنا ہوتا تھا تب حضرت فرماتے تھے کہ لاؤ بھئی! جوتی کدھر؟ مگراس دن حضرت کو جب کمری پہنائی، اب حضرت نے فرمایا کہ حافظ جی! ذرا مجھے کھڑا کر۔ سب خدام سوچ میں ہیں کہ کیا بات ہے؟ دونوں طرف سے حضرت کو پکڑ کر کھڑا کیا، پھرفرمایا یوسف! ذرا میرے برابر میں آجاؤ، بالکل ساتھ۔ حافظ جی، دیکھو سامنے سے کہ اس کا کرتا لمبا ہے کہ میری کمری لمبی ہے؟ حافظ جی حافظ صدیق کہنے لگے کہ حضرت، آپ کی کمری لمبی ہے۔ بس! یہ تعلیم ہوگئی۔

کتنا پیار؟ اللہ اکبر! اللہ اکبر! یعنی سوائے محبت اور پیار کے کوئی چیز تھی ہی نہیں وہاں۔ یہ ایسے مت بیٹھو، بیٹھنے کی تمیز نہیں ہے، یہ کیوں پہنا؟ یہ ٹوپی کیوں ٹیڑھی ہے؟ فلاں ہے، یہ مزاج نہیں تھا۔ کتنے پیار سے تعلیم۔ فرمایا حافظ جی دیکھو! اس کا کرتا لمبا ہے کہ میری کمری لمبی ہے؟ حافظ جی کہتے ہیں کہ آپ کی کمری لمبی ہے۔ اس کا اثر ہوا کہ شام نہیں ہوئی کہ پیسے تو تھے نہیں کہ خرید کر سلوا سکیں، پھر میں درزی کے پاس گیا اور دو سفید کرتے تھے تو ایک کو جیب کے پاس سے کاٹ کر دوسرے کرتے میں نیچے سے جوڑ دیا تب جا کر وہ کرتا نصف ساق تک پہنچ سکا۔ پھر حضرت نے دو تین جوڑے بنوا کر بھی دئے۔ ایک ہوتی ہے کمری جو اندر پہنی جاتی ہے، حضرت وہ کمری آستین والی بنواتے تھے، اور دوسری کملی ہوتی ہے وہ شال ہوتی ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خادم نے سوچا کہ میں حضرت کے لئے کوئی خاص ہدیہ لے کر جاؤں، اور سوچی اس کے لئے کملی، شال، اور کیسی شال؟

محبت تجھے آدابِ محبت خود سکھا دے گی

وہ دیہات کے رہنے والے تھے، سارے محلّہ میں، گاؤں میں، اطراف کے گاؤں میں، ہر جگہ جا کر انہوں نے یہ کہہ دیا کہ تمہارے یہاں جب بھیڑ یا بکری بچہ دے تو مجھے اطلاع کرنا۔ میں آکر اس کا اون، اس کے بال کاٹ لوں گا۔ انہوں نے یہ سلسلہ شروع کیا اور جہاں کہیں کسی

کے یہاں بکری یا بھیڑ کا بچہ ہوتا، حجام کو ساتھ لے کر جاتے اور اس کا اون، جو بال اس کے جلد پر ہوتے تھے اس کو کاٹ کر لے آتے۔ اور اس کو اکٹھا کیا، اور اس سے کملی بنائی، بالکل سوفٹ، نرم جو دنیا میں کسی بادشاہ نے بھی استعمال نہیں کی ہوگی، یعنی کتنی نزاکت انہوں نے سوچی۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں لے کر سفر پر نکل گیا، اس زمانہ میں سفر تو ایک ہی راستہ سے ہوتا تھا، بحری جہاز کے ذریعہ۔ اور بحری جہاز بھی جو بادبان لگاتے تھے، اس کا مدار ہوتا تھا ہوا پر، موافق ہوا آ گئی تو جلدی پہنچتے تھے، ناموافق ہوا آئی تو پتہ نہیں جدہ کے بجائے ادھر مشرق بعید کی طرف پہنچ گئے۔ اور اکثر و بیشتر حوادث کا بھی شکار ہو جاتے تھے۔ اسی لئے بس آخری ملاقات کر کے جاتے تھے کہ پتہ نہیں، زندہ واپس آئیں گے کہ نہیں؟

ڈوبتے جہاز میں مکاشفہ

وہ فرماتے ہیں کہ ہم جہاز پر سوار ہوئے اور جب آدھا راستہ طے ہوا تو طوفانی ہوا شروع ہوئی، زبردست ہوا، اور اس طوفانی ہوا کے نتیجہ میں سب کو یقین ہو گیا کہ اب تو پانی جہاز کے اندر آ رہا ہے موجوں کے ذریعہ، اب تو چند ساعت کے ہم مہمان ہیں، کسی وقت بھی ہمارا جہاز ڈوب جائے گا، اسی پریشانی کے عالم میں کہتے ہیں مجھ پر غنودگی طاری ہوئی، اور ایسے حال میں نیند تو کیا کہہ سکتے ہیں، مکاشفہ جس کو کہا جاتا ہے وہ یہی ہوتا ہے، وہ ہوتی ہے بیداری مگر اللہ تبارک وتعالی دکھاتے ہیں۔

اس حالت میں وہ کہتے ہیں میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت حاجی صاحب تشریف لائے اور تسلی دی، گھبرانے کی کوئی بات نہیں، تھوڑی دیر میں طوفان ختم ہو جائے گا اور تم خیریت سے جدہ پہنچ جاؤ گے، اور لاؤ! میری کملی کدھر ہے؟ پھر ایک دم وہ ہوش میں آئے اور دیکھتے ہیں کہ میں تو سمندر میں ہوں، کہاں حاجی صاحب؟ کیسی بات؟

کہتے ہیں واقعی جس طرح حضرت نے خبر دی تھی چند گھنٹوں کے بعد وہ طوفان ختم ہو گیا، اور

جب وہ مکہ معظّمہ پہنچے اور حضرت کو وہ کملی پیش کی، اور واقعہ بھی سنایا کہ اس طرح ہمارے جہاز کے ساتھ واقعہ پیش آیا، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ارے بھئی! ہمیں تو کچھ خبر نہیں ہے! یہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کبھی کسی کی تسلی کے لئے صورت مثالیہ کے ذریعہ بھی اس کی تسلی فرمادیتے ہیں۔ کہتے ہیں مجھے تو کچھ پتہ نہیں، اس وقت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بشریت غالب ہوگی۔

میں نے کہا کہ دو حالتیں ہوتی ہیں بزرگوں پر، یا تو کبھی بشریت کا غلبہ ہوتا ہے کہ سوچتے ہیں میں تو انسان ہوں، اور انسان تو سراپا ضعف اور کمزوری کا مجموعہ ہے، مجھ سے کیا ہوسکتا ہے؟ بشریت کا جب غلبہ ہوتا ہے تو اس طرح کے جواب ہوتے ہیں۔

ملکوتیت کا غلبہ

اور جب ملکوتیت کا غلبہ ہوتا ہے اس وقت جواب کا انداز مختلف ہوتا ہے جب خادم نے پوچھا کہ حضرت، یہ بزرگ تھوڑی دیر میں چند قدم میں کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہیں، اس وقت ملکوتیت کا غلبہ ہوگا، حضرت نے اس کا عملی جواب دیا۔ حضرت نے زبان سے کچھ نہیں فرمایا، چلتے رہے گویا سنا ہی نہیں، اور خادم فرماتے ہیں کہ روزانہ جتنی دور عصر کی نماز کے بعد سیر کے لئے تشریف لے جاتے تھے، اور آگے چلنے لگے، میں نے سوچا کہ شاید آج چند قدم اور ٹہلنے کا ارادہ ہو گا، دور جانے کا ارادہ ہوگا۔

کہتے ہیں چند قدم آگے چلے اور میں کیا دیکھتا ہوں کہ یہ تو مکہ نہیں، یہ تو مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ سامنے میں دیکھ رہا ہوں کہ مدینہ منورہ، وہاں مغرب کی نماز سے پہلے ہم پہنچے، مغرب کی نماز پڑھی، مغرب کی نماز کے بعد تو حضرت کے جو معمولات تھے اوابین وغیرہ اس سے فارغ ہوکر آرام سے حضرت باہر نکلے، اور وہاں سے مسجد نبوی سے باہر نکل کر چند قدم ابھی ہم چلے، تو پھر میں دیکھتا ہوں واپس مکہ مکرمہ پہنچ گئے، تو اس وقت:

گھے بر طارمِ اعلی نشینم

اس وقت جب خادم نے یہ سوال کیا ملکوتیت کا غلبہ ہوگا، فرشتوں کی صفات، اور اوپر والے عالم کی طرف دھیان زیادہ ہوگا، اس لئے فوراً کرامت ظاہر ہوئی، اور ان کو عملی طور پر حضرت نے بتایا کہ یہ بزرگ چند قدم میں کہاں سے کہاں کس طرح پہنچ جاتے ہیں، تو اس طرح پہنچتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِہ وَصَحبِہ وَبَارِکْ وَسَلِّم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جو مسئلہ پہلے دن بتایا تھا کہ چاند اور نمازوں کے ٹائم ٹیبل ، اس پر جو مساجد میں جھگڑے ہوتے ہیں یہ بہت غلط ہے۔اور جو گذشتہ کل بتایا وہ سب گویا کہ ایک طرح اسی کے دلائل تھے، شریعت نے ہماری اس طرح رہنمائی کی کہ اس طرح کے اجتماعی کاموں میں درگذر سے کام لینا چاہئے۔

اجتماعی کاموں میں درگزر

مثال دی تھی کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے ینبوع میں نماز پڑھی۔ واقعی نماز میں بہت بڑا اشکال پیش آیا تھا، جب ہی تو پوچھا کہ ارے مولوی سعید خان! نماز ہوئی یا نہیں ہوئی ؟ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ بھئی! میری تو ہوگئی۔ حالانکہ فتوے والوں کی نظر سے، قراء کی نظر سے اس قرأت کو غور سے دیکھا جاتا تو واقعی اشکال تھا۔ مگر وہاں ایک اجنبی جگہ، حکومت کا وہاں انتظام، اور وہاں ایک مسئلہ پیدا کرنا کہ بھئی! تمہارے امام کی قرأت صحیح نہیں ہے، کتنی غلط بات ہے، حضرت نے فرمایا بھئی! میری تو نماز ہوگئی۔

عید کی نماز

اسی طرح عید کی مثال دی تھی کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ عید کی نماز میں ایسی غلطی ہوجائے کہ جس سے سجدۂ سہو لازم آتا ہو تو اور نمازوں میں سجدۂ سہو لازم آیا اور نہیں کیا تو نماز نہیں ہوگی ، پھر دہرانی پڑے گی۔ لیکن حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں عید کی نماز پڑھائی اور وہاں اسی طرح کی غلطی ہوئی کہ اور نمازوں میں تو اس سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے، لیکن حضرت مفتی محمود صاحب نے سجدۂ سہو نہیں کیا کہ عید کی نماز میں تو مجمع ہوتا ہے،

بھیڑ ہوتی ہے، سب مسائل سے واقف بھی نہیں ہوتے، تو ان کو اختلاف اور جھگڑے سے بچانے کے لئے اس کو درگذر کر دیا گیا، یہ سجدۂ سہو بھی معاف ہے۔

حج

پھر حج کی مثال دی تھی کہ صاحب ہدایہ نے مسئلہ لکھا ہے کہ اگر وقوف عرفہ کے دن وہاں ایک گروپ آکر کہے، لاکھوں مسلمان وہاں جمع ہیں اور وقوف ہو گیا اور وہ آکر کہیں کہ یہ وقوف غلط ہوا، تو فقہاء نے لکھا ہے کہ ان کی گواہی نہ سنی جائے، اب حج سے بڑا فرض اور کونسا ہو سکتا ہے جو عمر میں ایک ہی دفعہ فرض، تو یہ سب تعلیم ہے کہ اجتماعی مسائل میں بہت زیادہ درگذر کی گنجائش ہے کہ جس سے امت میں انتشار پیدا نہ ہو، اختلاف پیدا نہ ہو۔

نماز میں فارسی اشعار

ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جب مکہ مکرمہ میں تھے تو وہاں ایک مہمان ہندوستان سے آئے، مولانا تجمل حسین بہاری، بڑے خوش آواز اور بڑا اچھا پڑھنے والے، تو یہ بیعت تو تھے حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے، مگر ہمارے سب بزرگوں کا طریق ایک ہی ہے، تو حضرت مولانا فضل رحمٰن سے وہ بیعت تھے، مگر وہاں مکہ مکرمہ میں برابر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے، اور وہ خوش آواز تھے، حضرت کبھی ان سے مثنوی سنتے، کبھی اشعار سنتے، وہ مولانا تجمل حسین خود اپنا تعارف کرایا کرتے تھے کہ میں تو حضرت حاجی صاحب کا قوال ہوں۔

وہاں رمضان مبارک میں ان کا قیام تھا، اس زمانہ میں یہ چاروں مصلے الگ الگ ہوا کرتے تھے، میزابِ رحمت کے بالکل سامنے حنفیوں کا مصلیٰ ہوتا تھا، اس کے دائیں طرف شوافع کا مصلیٰ ہوتا تھا، پھر ادھر مالکیہ کا، اور حنابلہ کا مختصر سا، جو شوافع کے یہاں فجر میں قنوت پڑھا جاتا ہے تو مولانا تجمل حسین کو وہ قنوت بڑا پسند آتا تھا، تو ان کے یہاں نماز پڑھنے کے لئے چلے جاتے تھے۔

ایک دن ان پر نماز میں وجد طاری ہوا تو ادھر تو وہ ان کا امام پڑھ رہا ہے **اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا فِیْ مَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنَا فِیْ مَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنَا فِیْ مَنْ تَوَلَّیْتَ**، اورادھر جوش میں انہوں نے شروع کردیا:

بادشاہا جرم مارا در گذار
ما گنہ گاریم و تو آمرزگار

پند نامہ شروع کردی، رو رہے ہیں، پڑھ رہے ہیں، کہ اے خدا! ہمارے گناہ بخش دے۔ اے خدا! تیری صفت ہے عفو، غفور، غفار، کریم۔ یہ سب اس کے متقاضی ہیں کہ ہم گناہ کریں، تب تو معاف کرے ان گناہوں کو، اس لئے گناہ تو ہم سے ہوتے ہی رہیں گے، تو ان کو معاف کرتا رہ۔

کہتے ہیں کہ نماز کے بعد تھوڑا شور ہوا کہ بھئی! یہ کیا؟ عربوں میں تو کم، مگر جوار دو داں تھے ان میں زیادہ کہ یہ تو فارسی کے اشعار پڑھ رہے تھے۔ تو کسی نے آکر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی شکایت کی۔

اپنے گریبان میں دیکھیں

یہ ایک مزاج ہے کہ اپنے گریبان میں نہیں دیکھیں گے، اپنے گھر میں نہیں دیکھیں گے، اپنے یہاں گھر میں تو ہر چیز چلالیں گے، بیٹا ڈاڑھی منڈا ہے، دن میں ہزار دفعہ اس صورت کو دیکھیں گے، تکلیف محسوس نہیں ہوگی، وہ نماز نہیں پڑھتا، تکلیف محسوس نہیں ہوگی، بیٹی کا حال ٹھیک نہیں ہے، بے پردہ ہے، بے نمازی ہے، اس سے تکلیف نہیں ہوگی، مگر نماز میں، مسجد میں ذرا سا کوئی مستحب بھی ادھر سے ادھر ہو جائے، تو یہ کیوں ہوا؟

اب اپنا کام چھوڑ کر ان پر نگاہ کہ انہوں نے فارسی میں یہ دعا پڑھ لی، سب کی نماز تو امام کے پیچھے پڑھ رہے تھے، ہوگئی، اب یہ جانے ان کا اللہ، تمہیں کیا ہے اس سے کہ یہ فارسی میں، عربی

میں دعا کریں؟ حضرت حاجی صاحب سے شکایت کردی کسی نے۔

لکھا ہے کہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ شا کی کی شکایت سنتے رہے اور مسکراتے رہے، کیوں؟

اس لئے کہ جہاں تک نماز کا تعلق ہے، تو ہمارے امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص عربی زبان کو چھوڑ کر جس زبان کو وہ سمجھتا ہے، اس میں اگر اس کا ترجمہ پڑھتا ہے، تب بھی اس کی نماز ہوگئی، کیوں؟ زبردست دلیل! حضرت فرماتے ہیں کہ جو مقصود ہے باری تعالی سے مناجات، جس زبان کے الفاظ کو پورے طور پر وہ نہیں سمجھتا اس کے بجائے اپنی زبان میں حق تعالی شانہ سے مناجات کرے گا تو اسے لطف زیادہ آئے گا، خشوع زیادہ ہوگا، دل زیادہ لگے گا، عبادت سے مطلوب تو یہی ہے۔

اسی لئے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وغیرہ دعائیں مانگنا تو چاہئے عربی میں، لیکن اگر کوئی شخص عربی کے بجائے کسی اور زبان میں بھی ان دعاؤں کو مانگے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ اگرچہ اس نے اچھا کام نہیں کیا، لیکن اپنی زبان میں دعا مانگنے کے باوجود اس کی نماز ہو جاتی ہے۔

یہ عید کی مثال دی کہ عید کی نماز میں مفتی محمود صاحب نے سجدۂ سہو نہیں کیا تھا۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے فرض پڑھ لئے اور وہ نہیں دہرائے۔

پہلے دن حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نوراللہ مرقدہ کا قصہ سنایا تھا کہ میں اور مولانا اسمعیل بدات صاحب سہارنپور عید کی نماز پڑھ کے پہنچے، تو وہاں جب حضرت کو بتایا کہ ہم سہارنپور عید کی نماز پڑھ کر آئے ہیں، وہاں تو سب کا روزہ، حضرت نے فرمایا کہ بس، یہاں کسی کو نہ بتائیں کہ وہاں عید ہو چکی ہے، اس لئے کہ اب یہاں سوائے انتشار کے کچھ نہیں ہوگا، اس لئے کہ ابھی تو بارہ بج چکے ہیں۔

بزرگوں کے یہاں روزے بھی ہوجاتے ہیں، رمضان بھی ہوجاتا ہے،عید بھی ہوجاتی ہے، فرض بھی ہوجاتے ہیں،نمازیں بھی ہوجاتی ہیں۔

چوراور مالداراورزانیہ پرصدقہ

اورحدیث میں بھی ہے تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى سَارِقٍ، عَلٰى زَانِيَةٍ، عَلٰى غَنِيٍّ. زکوۃ بھی اداہوجاتی ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہےقصہ کہ ایک شخص اپنی زکوۃ لے کرنکلا،اوراس نے کوشش کی کہ چپ چاپ سے دینا زیادہ کارِثواب ہے،اس نے سوچا کہ رات کے اندھیرے میں جس کو میں دوں گا اس کو میں نہیں پہچانوں گااور وہ مجھے نہیں پہچانے گا،اس نے اندھیرے میں جا کر کسی کورقم دے دی۔تو صبح کوشور ہوگیا کہ کوئی شخص رات کو چوری کے لئے نکلا تھااس نے کہا کہ میں تو نکلا تھا چوری کے لئے، چپ چاپ سے مجھے کوئی رقم دے گیا۔شور ہوگیا لوگوں میں کہ آج تو چورکوکوئی صدقہ دے گیا۔ جب اس زکوۃ دینے والے کو،صدقہ دینے والےکوبھی پتہ چلا،اس نے کہا کہ یہ کام تو غلط ہوگیا،اپنے دل میں یہ سوچا کہ یہ کام تو غلط ہوگیا۔

دوسری رات پھر لے کر نکلا، کہ چلو کل مردکو دے دیا اور وہ چوری کرتے ہیں،عورتوں کے متعلق تواس زمانہ میں نہیں سنا جاتا ہوگا کہ عورتیں بھی چوری کے لئے نکلتی ہیں،اس نے چپکے سے کسی عورت کے ہاتھ میں تھمادیا،صبح شور ہوا کہ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى زَانِيَةٍ آج رات تو فلاں جو رنڈی ہےوہ کہتی ہے مجھےکوئی صدقہ دے گیا، پیسے دے گیا چپ چاپ سے۔ یہ آدمی سوچتا ہے کہ باری تعالی! میں نے تو خیراور نیکی کا ارادہ کیا تھا،کل بھی اور آج بھی، یہ کیا ہوگیا؟ پھر تیسری رات وہ پھر لےکرنکلااور چپکے سے پھردے دیا،صبح شور ہوا کہ آج فلاں مالدارآدمی رات کوجارہا تھااس کوکسی نے پیسے دے دیئے۔

یہ صدقہ دینے والا پریشان، وہ دعا کرتا ہے یااللہ! کیا ماجرا ہے؟ تین دفعہ میں نے تو کوشش کی

اپنے طور پر۔ اللہ کی طرف سے جواب آیا کہ تمہارا صدقہ تو پہلی رات کو بھی قبول تھا، دوسری رات کو بھی، تیسری رات کو بھی قبول تھا، یہ ہم نے اس طرح کا انتظام اس لئے کیا تھا تاکہ اس چور کو عبرت ہو، کہ جب اللہ تبارک وتعالی اس طرح پہنچا سکتے ہیں، تمہیں چوری کیوں کرنی چاہئے؟ اس بری عادت کو چھوڑنا چاہئے۔ زانیہ کے ہاتھ میں تمہارے ہاتھوں سے پہنچایا کہ تم اس برے دھندھے سے کیوں کمائی کرتی ہو؟ اللہ تبارک وتعالی تو یہ حلال طریقہ سے تمہیں پہنچاتے ہیں، وہی رزاق ہے۔ اور تیسری رات مالدار کو پہنچایا، اس کو بھی عبرت دلانے کے لئے کہ میرے پاس مال ہے، میں لے کر بیٹھا ہوا ہوں، اللہ نے اتنا سارا مال دیا ہے، دیکھو! ایسے بھی صاحب مال ہیں، وہ چپ چاپ کسی کو پتہ نہ چلے اس طرح رات کو صدقہ دیا کرتے ہیں۔ اسے عبرت دلانے کے لئے ہم نے ایسا کیا، تو یہ زکوۃ بھی ادا ہو جاتی ہے، حج بھی ہو جاتا ہے، حالانکہ مسئلہ کے اعتبار سے جو مستحق صدقہ ہے اس کے ہاتھ میں نہیں پہنچا تھا، مالدار کے ہاتھ میں پہنچا تھا۔

اسی طرح کا صاحب ہدایہ نے مسئلہ لکھا ہے کہ وقوفِ عرفہ غلط ہوا، پورا گروپ گواہی دے رہا ہے کہ ہم نے جو چاند دیکھا اس کے اعتبار سے یہ حج غلط ہے، کہتے ہیں ان کی گواہی مت سنو، چھوڑ وان کو۔ نماز ہو جاتی ہے، زکوۃ بھی ادا ہو جاتی ہے، حج بھی ہو جاتا ہے، یہ سب تعلیمات ہماری شریعت میں اسی لئے ہیں کہ امت کو جھگڑے سے بچایا جائے، اوران میں اتحاد، اتفاق، محبت قائم رہے، اس کی کوشش ہونی چاہئے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلىٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مضمون یہ چل رہا تھا کہ حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی کو اللہ تعالیٰ نے یہ روحانی قوت عطا فرمائی کہ چند لمحات میں پوری دنیا کی سیر کر لیتے ہیں، اور اُس کی تائید میں روحانی قوت والوں کے واقعات میں حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ سنایا کہ اُن کے مسترشد کشتی میں ہیں، کشتی ڈوب رہی ہے، اور وہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے حضرت نے پہنچ کر تسلی دی کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، طوفان چلا جائے گا، چنانچہ تھوڑی دیر میں ختم ہو گیا۔

کرامات الاولیاء حق

اُمت میں بہت کثرت سے واقعات اِس طرح کے ملتے ہیں، یہ واقعات کیوں؟ تا کہ ہمارا ایمان معراج کے سلسلہ میں ڈانواڈول نہ ہو، کہ جب یہ بزرگ، اللہ تعالیٰ اِن کو چند لمحات میں، چند سیکنڈ میں، یہاں سے وہاں تک جانے کی قوت دیتے ہیں، تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام اولیاء، انبیاء اور رسل کے سردار ہیں، بزرگوں کو جو کچھ ملا وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل، اِسی لئے بہت کثرت سے اِس طرح کے واقعات اُمت میں ہوتے رہے ہیں اور قیامت تک کے لئے آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔

عقائد کی کتابوں میں با قاعدہ ایک عہد لیا جاتا ہے، اس میں کئی چیزیں ذکر کی جاتی ہیں جیسے **عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ** ، کہ قبر کا عذاب حق ہے، فلاں حق ہے، فلاں حق ہے، اُس میں یہ بھی ہے **کَرَامَاتُ الْاَوْلِیَاءِ حَقٌّ**، ان کرامات کے حق ہونے کا عقیدہ رکھنا یہ بھی بڑا ضروری ہے۔ اگر اِس میں کوئی شخص اپنی عقل چلاتے ہوئے کہے کہ یہ کیسے ہوا؟ اور یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تو وہ معجزات کا بھی انکار کر دے گا، اور انکار کرنے والوں نے ایسا کیا بھی ہے۔

سر سید احمد خان کا امت پر احسان

سر سید احمد خان، کتنا بڑا انسان؟ بہت بڑا اُمت پر اِس کا احسان ہے کہ جب ہندوستان میں اسلامی حکومت ختم ہوگئی تو علماء نے اپنی اپنی جگہ اِس نقصان کی تلافی کے سلسلہ میں، اُمت کو بچانے کے لئے ،ملت کو بچانے کے لئے جو راستے ہو سکتے تھے وہ اُنہوں نے سوچے، تو اُنہوں نے بھی اپنے طور پر ایک راستہ سوچا کہ اُمت مسلمہ کو تعلیم دینی چاہیئے ، اور واقعی اُن کا بہت بڑا احسان ہے کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی بنیاد رکھی۔

ستر (۷۰) کے قریب عقائد کا انکار

لیکن چونکہ وہ عالم نہیں تھے تو اُنہیں اپنی حدود میں رہنا چاہیئے تھا، ڈاکٹر ہے وہ اپنی حد میں اپنا کام کرے، اِنجینئر اپنا کام کرے، جو اُس کی فِیلڈ کا ہے، اُس سے باہر نکل کر جو بھی سوچنا شروع کرے گا تو وہ اپنے آپ کو بھی نقصان پہنچائے گا، دوسروں کو بھی نقصان پہنچائے گا۔

اب کوئی مولانا صاحب ہیں ابھی ڈاکٹر نے کوئی بیماری تجویز کی، دوا تجویز کی تو اُس میں کوئی نقص نکالے اور اپنی عقل چلائے ، عقل لڑائے ، تو یہ غلط ہے۔ تو یہی حال سر سید احمد خان کا بھی ہوا، کہ اِنہوں نے دینی موضوعات پر لکھنا شروع کیا اور وہ بھی نہایت حساس موضوعات پر۔

نوبت یہاں تک پہنچی کہ اُنہوں نے عقائد کے باب کی ستر کے قریب، سیونٹی (۷۰) کے قریب چیزوں کا انکار کر دیا، جن میں ملائکہ کا وجود، جناتوں کا وجود، یہ جتنے عقل پرست ہیں اُن سب کا یہی انجام ہوا، تو اُسی میں بہت سے معجزات کا انکار، معراج جسمانی کا انکار، کہ بھئی، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں آرام فرما رہے ہیں اور یہ جسم اِتنا ثقیل، بھاری، وزنی اور یہ اپنے آپ کیسے پہنچ جائے گا بیت المقدس آناً فاناً؟ اور بیت المقدس سے بھی آگے کی باتیں کرتے ہو کہ دروازے کھل گئے آسمانوں کے، اور پہلا آسمان، دوسرا اور ساتوں آسمان اور عرش معلیٰ تک، کوئی چیز پھینک کر دیکھو، نیچے آجائے گی، تو جسم کیسے اوپر چلا جائے گا؟

یہ عقل لڑاتے ہوئے جنھوں نے بھی یہ حرکت کی، تو دین کو بھی پھراُنہوں نے مذاق بنایا، اِسی لئے یہ جو کرامات ہیں اِن کا صدور اِسی لئے ہوتا ہے تاکہ انسان معجزات کا انکار نہ کرے، اُس پر اُس کا عقیدہ درست رہے اور قائم رہے۔

حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی کی طرح سے حضرت حاجی صاحب کو بھی یہ قدرت حاصل تھی، اور واقعہ آپ کو بتایا تھا۔

حضرت موسی جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

ہمارے نانا جان رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی رشتہ داروں میں حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ، رشتہ میں ہمارے نانا کے ماموں لگتے تھے۔ اُن کے ایک مرید اپنے تجارتی سفر پر گئے، جس طرح اِس وقت تجارت ہوتی ہے اُس زمانہ میں بھی ہوتی تھی، مگر دوسرے ملکوں سے سامان ایک ہی راستہ سے آسکتا تھا، جہاز کے ذریعہ، تو بحری جہازوں کے ذریعہ آمدورفت، نقل وحرکت اور تجارت ہوتی تھی۔

وہ کہیں دوسرے ملک کے سفر پر تھے اور وہاں سے آتے ہوئے جہاز طوفان میں پھنس گیا، اور طوفان بھی بڑا زبردست، اُنہیں یقین ہوگیا کہ اب تو سامان اور ہم سب ڈوب جائیں گے، اُنہوں نے اپنے دل میں دعا بھی کی اور نذر مانی، منت مانی کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے صحیح سالم کنارہ تک پہنچادیں تو میں اِس جہاز کا جو تجارتی سامان ہے اِس کا آدھا حصہ ہمارے پیرومرشد حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کی نذر کروں گا۔

اللہ کا کرنا کہ تھوڑی دیر میں طوفان ختم ہوگیا، جہاز بچ گیا اور یہ وہاں سے کنارہ پر صحیح سالم پہنچے، تو اُس کے کچھ عرصہ کے بعد ترکیسر حاضر ہوئے۔

حضرت موسی جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کی ویسے خاندانی روایات کے مطابق بہت ساری کرامات ہیں، لیکن یہ جو میں ذکر کررہا ہوں یہ اُن کرامات میں سے ہے جس کو امام اہل السنۃ حضرت مولانا

عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

مولانا عبدالشکور صاحب پوری دنیا میں اہل السنۃ کے امام اور پیشوا سمجھے جاتے تھے، آپ نے شیعوں کے خلاف بڑی زبردست کتابیں لکھی ہیں، بڑا کام کیا، کسی زمانہ میں یوپی میں شیعہ حکمرانوں کا، نوابوں کا، اُمراء کا، بادشاہوں کا غلبہ تھا، اور اُس کے اثرات لمبے زمانہ تک رہے۔ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب نے اس سلسلہ میں بہت کام کیا، اتنے بڑے آدمی حضرت موسی جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور اُنہوں نے اپنے پیر ومرشد کے حالات میں ایک کتاب لکھی ''کرامات موسویہ''۔

اُس میں یہ واقعہ اُنہوں نے لکھا ہے کہ وہ جب صحیح سالم جہاز پہنچ گیا تو کچھ عرصہ کے بعد ترکیسر پہنچے، اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور حضرت سے واقعہ عرض کیا کہ ہمارا جہاز اِس طرح طوفان میں پھنس گیا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے جہاز کو بچالیا۔

اور پھر اُنہوں نے کوئی ہدیہ پیش کیا تو حضرت مسکرائے، اور حضرت نے فرمایا کہ بھئی! دیکھو! وہ نائی، حجام، حضرت کی حجامت بنانے والا، اُس کا نام لے کر فرمایا کہ ذرا اُس کو بلا کر لاؤ۔ وہ بلایا گیا، تو اُن سے حضرت نے پوچھا کہ بھئی! آپ کو یاد ہے کہ فلاں دن فلاں وقت میں ایک دفعہ جس طرح معمول کے مطابق تم میری حجامت بناتے ہو، تو یہاں اس جگہ بیٹھ کر حجامت بنا رہے تھے تو کچھ خلاف معمول کوئی چیز ہوئی تھی؟ نائی نے کہا کہ ہاں!

آدمی جب حجامت بنانے کے لئے بیٹھتا ہے تو درمیان میں سارا کام موقوف رہتا ہے، جب تک سارا سر مونڈ نہ لے۔

ہماری طرح سے نہیں کہ ایک دفعہ ہم عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ گئے۔ جب عمرہ سے فارغ ہوئے، اُس زمانہ میں جس طرح ابھی دکانیں ہیں بڑی صاف ستھری اور لائن میں کوئی پچیس پچاس دکانیں، اور ان کے علاوہ بھی جگہ جگہ نائی کی دکانیں ہوتی ہیں، اِتنا اچھا انتظام اُس وقت نہیں ہوتا تھا، سڑک پر نائی بیٹھے ہوتے تھے اور بلاتے تھے کہ بھئی، ادھر آؤ!

اُس وقت یہ جو کاؤنسل کی طرف سے، بلدیہ کی طرف سے جونگراں سپروائزرصفائی کی دیکھ بال کے لئے متعین ہوتے تھے وہ اُن کو روکتے تھے کہ تمہاری جو جگہ متعین ہے وہیں پر بیٹھ کر حجامت بنایا کرو، یہاں راستہ پرمت بناؤ۔ ایک مرتبہ نائی ایک گلی کے کنارہ پر،موڑ پر بیٹھ کر میری حجامت بنا رہا تھا، آدھا سر اُس نے بنایا اور صفائی والا سپروائزر آ گیا، تو نائی بھاگا، اُس کے پیچھے پیچھے ہم بھی بھاگ رہے ہیں۔ اِس طرح کا واقعہ یاد رہ جاتا ہے، ورنہ دس دفعہ آدمی نے بال بنائے ہوں، اس کے سارے واقعات تو یاد نہیں رہتے۔

اِس طرح حضرت موسی جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کا جو نائی تھا، حجام تھا، اُس سے جب حضرت نے پوچھا کہ بھئی! ابھی چند ہفتہ پہلے حجامت بناتے ہوئے کوئی خلافِ معمول چیز تم نے دیکھی تھی؟ اس نے کہا ہاں! بالکل مجھے یاد ہے۔ مجھے تو ہمت نہیں ہوئی پوچھنے کی۔

آپ جس طرح ہمیشہ حجامت بنواتے ہیں، اُسی طرح اُس دن میں حجامت بنا رہا تھا اور بیچ میں حضرت اُٹھ کر چلے گئے، آدھی بنی ہوئی ہے، اور یہ بھی کہا کہ جب واپس آئے تو یہ دیکھا کہ آپ بہت تھکے ہوئے اور پسینہ میں بالکل شرابور۔ ایک دو جگہ ہم نے دیکھا کہ کوئی ذرا سا خون کا کوئی نشان بھی ہے، کچھ چھل گیا ہے۔ حضرت نے اُن سے پوچھا، اچھا یاد کر کے بتاؤ کتنے ہفتہ پہلے، کونسے دن ایسا ہوا تھا، وہ بتایئے۔

حضرت نے پھر جہاز والے تاجر جو حضرت کے خادم تھے اُن کو خطاب کر کے فرمایا کہ یہ وہی دن اور وہی وقت تھا تمہارے جہاز کے ڈوبنے کا، اُنہوں نے کہا بالکل یہی وقت تھا۔

حضرت نے فرمایا کہ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا، دیکھو! مجھے تمہارا ہدیہ بھی نہیں چاہئے اور وہ آدھا مال وہ بھی نہیں چاہئے، اُس کی بھی ضرورت نہیں تھی، لیکن تمہیں اپنی نیت بدلنی نہیں چاہئے تھی، تم نے اگر یہ منت مانی تھی، نذر مانی تھی اللہ کے لئے، تو وہ اگر لاتے پیش کرنے کے لئے، میں اُس کو بھی قبول نہ کرتا، وہ بھی واپس کر دیتا جس طرح میں اِس کو واپس کر رہا ہوں کہ تمہارا جہاز جو بچا ہے، وہاں پہنچ کر ہم نے اُس کو کاندھا دیا ہے، تب جا کر بچا ہے۔ یہ اِس طرح کے واقعات

خرقِ عادت جو پیش آتے ہیں وہ اِس کے لئے تا کہ انبیاء کے معجزات پر یقین رہے۔ یہ ایک لمبا موضوع ہے۔

بعث بعد الموت سے انکار

کفارِ مکہ کہتے تھے کہ ہم یہ زندگی گذارتے ہیں اور مرجاتے ہیں اور یہ قبروں سے دوبارہ زندہ ہونا یہ سب غلط ہے، ڈھکوسلے ہیں، ﴿نَمُوْتُ وَ نَحیٰی وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْن﴾ دوبارہ زندہ ہونے اور اٹھائے جانے کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے اِس کی حقیقت کوئی نہیں۔

بعث بعد الموت کا عقیدہ

اِس وقت آج کل یہ جتنے فتنے ہو رہے ہیں اور عملی طور پر ایک شخص دوسرے کا مال غصب کر لیتا ہے، یہ اوقاف کے مال ہضم کئے جاتے ہیں، اور اُنہیں کبھی کوئی خیال نہیں آتا یہ اِسی عقیدہ کی کمزوری کی وجہ سے ہو رہا ہے کہ اُن کا عقیدہ آہستہ، آہستہ، آہستہ کمزور ہو جاتا ہے۔ اُن کا یہ عقیدہ رہتا نہیں کہ مجھے مرنا بھی ہے، مرنے کے بعد خدا کے حضور حساب بھی دینا ہے، قبر میں جانا ہے، قبر میں فرشتے آئیں گے، قبر کے بعد پھر اُٹھنا ہے، اور خدا کے حضور حاضری دے کر ایک ایک ساعت کا مجھے حساب دینا ہے۔

مرنے کے بعد روح اور جسم

اِس کا تعلق اِسی سے ہے کہ روح اور جسم یہ الگ بھی ہو سکتے ہیں اور اِس سے الگ ہو کر روح باقی بھی رہ سکتی ہے، زندہ بھی رہ سکتی ہے، اِن کرامات کے ذریعہ حق تعالیٰ شانہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح اِن بزرگوں کو میں نے طاقت اور قوت دی، یہی حال ہر انسان کا ہے کہ وہ بھی اپنے روح پر محنت کریں تو اُس کو بھی اِتنی قدرت حاصل ہو سکتی ہے، اور مرنے کے ساتھ تو ہر ایک کا جسم الگ ہو جائے گا روح الگ ہو جائے گی۔

جسم اپنی جگہ اور روح کہاں سے کہاں؟

یہی حال اِن بزرگوں کا، حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ اِن کا جسم ترکیسر میں لوگ دیکھ رہے ہیں، لیکن روح اِن کی کہاں پہنچی ہوئی ہے؟ جس طرح کہ علامہ عبدالوہاب شعرانی نے فرمایا کہ میں تین ساعت میں پوری دنیا کا چکر کاٹ لیتا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلىٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کرامات کی حکمت

حضرات اولیاء اللہ کی جتنی کرامات ہیں، یہ صرف اِس لئے نہیں کہ ہم اِن سے عقیدت رکھیں، بزرگ جانیں، بلکہ جو صحیح سند کے ساتھ سچے واقعات اُن کے منقول ہیں اُس میں وہی حکمت ہے جو میں نے کل عرض کی تھی کہ اگر اِس پر ہمارا عقیدہ رہے گا، پھر معجزات کو ہم سچ مانیں گے۔ اِس میں اگر ہمارا عقیدہ تھوڑا سا متزلزل ہوا تو پھر سرسید احمد خان کی طرح سے معجزات کا بھی انکار ہوگا، معراج جسمانی کا بھی انکار ہوگا، اور اصحاب کہف اِتنے سو سال تک کیسے سوئے رہے؟ اور پھر کیسے اُٹھ کر کے دنیا میں آ گئے؟

آج کل دنیا میں اسلام کے خلاف ایک مہم چلائی جا رہی ہے اور اسلامی عقائد کو کمزور کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ اگر ہم ان کرامات کا تذکرہ نہیں کریں گے اور ان کے حق ہونے کے عقیدہ کو بیان نہیں کریں گے اور ان سچے واقعات کا تذکرہ نہیں کریں گے تو وہ دشمن اپنے مشن میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اِس لئے ضروری ہے کہ صاف ستھرا جو ہمارا ایمان، اسلام ہے اِس کو مضبوطی سے پکڑے رہیں۔

اور جیسا میں نے بتایا تھا کہ یہ کرامات جو اُن سے ظاہر ہوئیں، اِس میں بہت بڑی حکمت ہے کہ ایک جگہ سے شیخ عبدالوہاب کیسے دوسری جگہ پہنچ جاتے ہیں، تو اُس میں بہت بڑا مسئلہ حل ہو جاتا ہے، روح اور جسم کیسے الگ ہو سکتے ہیں؟ اور روح اور جسم الگ ہونے کے باوجود کیسے اُن میں ربط رہ سکتا ہے۔ اور جیسے حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت بتائی تھی کہ وہ کہاں ترکیسر میں ہیں اور کہاں سینکڑوں ہزاروں میل دور سمندر میں پہنچ کر اپنے مرید کے جہاز کو بچالیا۔

حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور کرامت

اُسی ''کراماتِ موسویہ'' میں اُن کا ایک اور قصہ بھی لکھا ہے، کہ اُن کا ایک باغ تھا آم کا، کچھ نوجوان سوچ رہے تھے کہ یہ آم پکنے کے قریب ہیں، آج جب حضرت مسجد میں اپنے وظائف میں مشغول ہوں گے، تو باغ میں جا کر آم کھائیں گے۔ اور اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو متعین کیا کہ تم یہاں دیکھو کہ جب حضرت مسجد میں پہنچ کر مشغول ہو جائیں تو ہمیں اطلاع کر دینا اور ان نوجوانوں کو معلوم تھا کہ جب حضرت مسجد میں جاتے ہیں تو کئی کئی گھنٹے وہ اپنے معمولات میں مشغول رہتے ہیں، اتنی دیر میں ہم اپنے کام سے فارغ ہو جائیں گے۔

چنانچہ اپنے ایک ساتھی کو اس کام پر متعین کیا، تھوڑی دیر میں اُس ساتھی نے جا کر بتایا کہ حضرت مسجد میں عبادت میں مشغول ہیں، اور دوسرے ساتھی حضرت کے باغ کی طرف گئے اور اپنے ساتھی کو تاکید کر کے گئے کہ جب حضرت یہاں سے اپنے باغ کی طرف چلنا شروع کریں تو فوراً ہمیں بتا دینا تا کہ ہم وہاں سے بھاگ جائیں۔ چنانچہ یہ ساتھی باغ کی طرف چلے۔

لیکن جب یہ لوگ باغ میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت وہاں مشغول ہیں، وہاں بیٹھے ہوئے ہیں، تو وہ لوگ واپس آ کر اپنے ساتھی سے ناراض ہوتے ہیں کہ بے وقوف! تو نے ہمیں بتایا بھی نہیں؟ وہ تو وہاں اپنے باغ میں بھی پہنچ گئے۔ اس ساتھی نے کہا نہیں حضرت تو مسجد میں بیٹھے ہیں اور اپنے معمولات میں مشغول ہیں۔

معراج جسمانی

یہ کرامات ہیں۔ یہ صرف اُن کی بزرگی جتانے کے لئے نہیں ہیں، جیسا میں نے عرض کیا تھا کہ اِن سے معجزات پر یقین پختہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابھی جن کرامات کا تذکرہ کیا اس سے معراج جسمانی کا سمجھنا اور اس پر یقین کرنا آسان ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ مکرمہ سے بیت المقدس اور پھر وہاں سے اوپر ساتوں آسمانوں میں پہنچ جانا، ان کرامات سے یہ مسائل حل

ہو جاتے ہیں۔ اور ان پر ہمارا عقیدہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ اگر ان چیزوں میں ہمارا عقیدہ تھوڑا سا بھی کمزور ہوا، تو پھر اصحاب کہف کا واقعہ اور ان کے متعلق ہمارا عقیدہ، اس پر بھی اشکال ہوگا کہ وہ اِتنے برسوں کے بعد اپنے غار سے کس طرح بیدار ہو کر آ گئے؟ اگر ہمارا عقیدہ مضبوط ہوگا، تو قرآنی واقعات میں بھی شک وشبہ نہ ہوگا۔

حضرت عزیر علیہ السلام

حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ قرآن نے ذکر کیا کہ وہ سفر پر جا رہے ہیں اور راستہ میں تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرے، جس پر وہ سوار تھے وہ دراز گوش تھا۔ اسلام نے ادب سکھایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دراز گوش پر سواری فرمائی ہے۔، اُس کا ترجمہ ٹھیٹھ عامی زبان میں گدھا، یہ ترجمہ نہیں کرنا چاہیئے، اِس لئے کہ جس جانور کو اللہ نے انبیاء کرام کی سواری کے لئے منتخب فرمایا اُس کے لئے ایسا لفظ جو عامی زبان میں تحقیر کے لئے استعمال ہوتا ہے وہ استعمال نہیں ہونا چاہیئے۔ اِس لئے علماء نے اُس کے لئے مستقل لفظ وضع کیا کہ وہ جانور کہ جس کے کان لمبے ہوتے ہیں، دراز گوش، لمبے کان والا جانور۔

حضرت عزیر علیہ السلام دراز گوش پر سے اترتے ہیں، اور اُس پر کھانا بھی اُن کا رکھا ہوا ہے ، لیٹے، آنکھ لگ گئی۔ جب آنکھ کھلی تو تھوڑا سا اُنہیں تعجب ہوا کہ میں سویا تھا، تو یہاں تو سبزہ تھا، کوئی درخت یہاں تھا، کچھ تغیر معلوم ہوتا ہے۔ اِدھر دیکھتے ہیں، تھوڑا سا اِدھر توجہ، سوچا کہ میں نے ٹھیک سے سوتے وقت دیکھا نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے پوچھا گیا کہ عزیر تم کتنا سوئے؟ جواب دیا کہ میں پورا ایک دن یا﴿ بَعْضَ يَوْمٍ﴾ ایک دن سے بھی کم۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم تو پورے سو سال سوئے رہے، اور دیکھو! تمہاری سواری کدھر ہے؟ دیکھا کہ سواری تو نہیں ہے، اور وہاں اور کچھ پڑا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری سواری بھی سو سال میں مر چکی، سڑ چکی، ہواؤں نے اُس کے جسم کو ذرات بنا کر اُڑا دیا، لیکن ہم

اپنی قدرت دکھاتے ہیں، دیکھئے! آپ کی سواری زندہ ہورہی ہے، ہڈیاں کھڑی ہورہی ہیں، گوشت بن رہا ہے، آناً فاناً پھر وہ دراز گوش زندہ ہوکر تیار، سواری کے لئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عزیر! تمہارا کھانا بھی اِس پر تھا، وہ سواری تو تمہاری گل سڑگئی، مرمرا کر کے، گرد وغبار میں تبدیل ہوگئی، مگر تمہارا جو توشہ دان تھا وہ کھانا بالکل اِسی طرح ہے، دیکھو! ﴿لَمْ يَتَسَنَّهْ﴾، سو سال گذرنے کے باوجود اُس میں کوئی بد بو بھی پیدا نہیں ہوئی، وہ سڑا بھی نہیں۔ دیکھا تو واقعی کھانا اُسی طرح سالم تھا، اب حضرت عزیر علیہ السلام کو اطمینان ہوگیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا معجزہ ظاہر کیا گیا کہ میں سو سال تک سویا رہا۔

یہ سارا مکالمہ پہلے اِس لئے ہوا تا کہ اب جب یہاں سے چلیں تو اِنہیں کوئی استعجاب نہ ہو، پریشان نہ ہوں، گھبرا نہ جائیں کہ میں کدھر آ گیا ہوں، تو اب یہاں سے چلے اپنی بستی کی طرف، تو اللہ کا کرنا کہ اُس میں ہر طرح سے تغیر آ چکا تھا، لیکن اُن کا جو مکان تھا وہ بالکل اُسی جگہ اور اُسی طرح تھا، اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کی خاطر اُن کی والدہ صاحبہ کو بھی طویل عمر دی۔

جب وہ اپنے گھر پہنچے تو دروازہ بجایا، اندر سے پوچھا کہ کون؟ اِنہوں نے جواب دیا کہ عزیر، تو پوچھا کونسا عزیر؟ اِنہوں نے اپنی ولدیت بتائی، کہ فلاں کا بیٹا عزیر، جس کے باپ فلاں، ماں فلاں، اندر سے بڑھیا نے ڈانٹا، کہا کہ تم ہمیں پریشان کرتے ہو؟ اور روتے ہوئے اُس نے کہا کہ ہمارا عزیر تو ایک زمانہ ہوگیا گم ہوگیا، وہ کہیں مرمرا گیا ہوگا۔ تم ہمیں ستانے کے لئے آئے ہو؟ تو ماں نے آہ وبکاء شروع کی۔

حضرت عزیر علیہ السلام نے کہا کہ نہیں آپ دروازہ کھولیں، میں آپ کا بیٹا عزیر ہوں۔ بڑھیا نے دروازہ کھولا تو اُنہوں نے کہا کہ مجھے تو ٹھیک سے نظر نہیں آتا، اَڑوس پڑوس سے سب کو اور رشتہ داروں کو بلا کر لائی، کہ بھئی، یہ کوئی نوجوان آیا ہے اور کہتا ہے کہ میں عزیر ہوں، سب جمع ہوگئے۔

اب اُن میں سے بہت سے ایسے ہوں گے کہ جنہوں نے عزیر علیہ السلام کو دیکھا بھی نہیں تھا

جب یہ گم ہوئے تھے، وہ کیسے پہچانتے؟ اُن کی ماں کہنے لگی کہ میرے عزیر کے جسم پر فلاں جگہ فلاں فلاں نشان تھے۔ اگر وہ نشانات ملتے ہیں تو سچ مچ میرا بیٹا ہی عزیر ہے۔ جب اُن کے جسم کو اُنھوں نے ٹٹولا، دیکھا تو واقعی اُس جگہ پر وہ نشان موجود تھے، اُنھوں نے کہا ہاں! واقعی نشان تو ہیں۔

لیکن بنی اسرائیل جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک ایک قدم پر ستاتے تھے، وہ کیسے آسانی سے مان لیتے؟ اُنھوں نے کہا کہ نہیں! ہمارا جو عزیر تھا وہ تو توریت کا بھی حافظ تھا، توریت جو ہماری کتاب ہے اُس کا حافظ تھا، اور مکمل توریت بنی اسرائیل سے گم ہوگئی تھی، توریت کے حفاظ کو کہیں سے کسی کو کچھ یاد ہے، کسی کو چند پارے یاد ہیں، کسی کو اِدھر سے یاد، کسی کو اُدھر سے یاد، مکمل توریت کا حافظ کوئی نہیں تھا۔ جب حضرت عزیر سے کہا گیا کہ اگر تم سچ مچ عزیر ہو تو اچھا توریت سناؤ۔ اُنھوں نے توریت سنانی شروع کی، تب جا کر اُنھیں یقین آیا کہ نہیں! واقعی یہ حضرت عزیر علیہ السلام ہیں۔

یہ حضرت عزیر علیہ السلام کے جسم کا سلامت رہنا اِتنے عرصہ تک، اور اُس کے بعد اِن کا نیند سے بیدار ہونا، تو یہ تمام معجزات حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے، اِن کی تصدیق ہوتی ہے ان حضرات اولیاء کرام کی کرامات کے ذریعہ۔ اگر ہم اپنی عقل کو سامنے رکھ کر کے اِن کا انکار کرتے رہیں گے سر سید احمد خان کی طرح سے، تو فہرست پھر بہت لمبی ہوتی چلی جائے گی جس طرح اُنھوں نے پھر آگے یہ کہا کہ یہ جنت اور جہنم یہ بھی سب ڈھکوسلے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے، ہمیں صحیح ایمان پر باقی رکھے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین میں رکھے، اِسی پر ہمیں زندہ رکھے اِسی پر ہمیں موت دے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِہٖ وَصَحبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے امام صاحب کو ایک جگہ متشابہ لگا ﴿ وَرَزَقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴾ کی جگہ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴾، تو وہ تو اُنہوں نے ٹھیک کرلیا۔

کاندھلہ کے ایک بزرگ کا معمول

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے اعزہ میں سے کاندھلہ میں ایک بزرگ تھے۔ ہر وقت قرآن شریف پڑھا کرتے تھے، خود بھی مشغول رہتے تھے اور اُن کی کوشش رہتی تھی کہ دوسرے کو اُس میں ساجھی اور شریک بنائیں، کوئی نظر آیا راستہ چلتا تو اُس کو بلاتے، اِدھر آؤ، بھئی! تم پڑھنا جانو؟ وہ کہے ہاں جانوں! حافظ ہو؟ نہیں! تو فرماتے، وضو کرلو یہ قرآن شریف لے لو! میرا پارہ سنو۔ پڑھتے رہتے اور سناتے رہتے اور اپنا اصول بتاتے سننے والے کو، کہ دیکھ بھئی! اگر مجھے کہیں غلطی لگے تب تو مجھے بتانا، لیکن اگر کہیں متشابہ لگ جائے، کہ ایک جیسی آیت ہے تو یہاں سے وہاں دوسری آیت پر پہنچ گیا، تو اگر متشابہ لگ جائے تو بتانے کی ضرورت نہیں ہے، کیوں؟ آگے دلیل دیتے تھے، فرماتے تھے کہ قرآن تو سارا گڑ ہی گڑ ہے جہاں چاہے، منہ مارلو، تو اگر متشابہ لگے گا اور کہیں سے بھی پڑھے گا، تو وہ قرآن ہی تو پڑھے گا۔

ایک حافظ صاحب کو ﴿ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ ﴾ میں مشابہت لگی۔ بائیسویں پارے کی ایک آیت پڑھ رہے تھے، مشابہت لگنے کی وجہ سے اکیسویں پارے کی آیت پڑھنے لگے، کسی نے لقمہ دیا تو انہوں نے متشابہ ٹھیک کرلیا۔ قرآن میں ﴿ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ مگر اس کو انہوں نے ''وَنِسَآءِ

الْمُؤْمِنَات'' پڑھا، کہتے ہیں حافظ کو عالم ہونا ہی نہیں چاہئے، کیونکہ جو عالم ہوگا تو اُس کا ذہن کہیں کسی قاعدہ کی طرف جائے گا، تو اِنہوں نے سوچا کہ نساء، آگے النساء کی صفت ''مؤمنات'' آنی چاہئے، تو انہوں نے ''وَالنِّسَآءِ الْمُؤْمِنَات'' پڑھا، مگر انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ یہ اضافت ہے یا صفت ہے؟ صفت سمجھ کر ''وَالنِّسَآءِ الْمُؤْمِنَات'' پڑھا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے اپنا قصہ لکھا ہے کہ مظاہر علوم کی مسجد کلثومیہ میں حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تراویح ہو رہی تھی، اور سورۂ طلاق پڑھی جا رہی تھی، تو امام نے پڑھنا شروع کیا ﴿ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ ﴾ تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے پیچھے سے لقمہ دیا ﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ ﴾، تو حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تراویح کے بعد پوچھا کہ ارے مولوی زکریا! تم نیند میں تھے؟ اونگھ آ رہی تھی؟

حضرت نے صحیح صحیح جواب دیا۔ حضرت نے عرض کیا کہ حضرت! نہیں! میں بالکل اونگھ نہیں رہا تھا، لیکن میں نے سوچا کہ ﴿ اِذَا طَلَّقْتُمُ ﴾ تو جمع ہے، جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دے دو، تو اگر ﴿ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ ﴾ ہے تو آگے '' اِذَا طَلَّقْتَ النِّسَآءَ '' ہوتا، کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ طلاق دے دو ''طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ'' جب تم لوگ طلاق دے دو ہے، اِس لئے میں نے سوچا کہ شروع میں ﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا ﴾ ہوگا، تو حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ارے! قرآن میں بھی قیاس؟

عقل اور نقل

یہ جو ہمارا مسئلہ چل رہا تھا کہ قیاس اور عقل اِس کی کوئی گنجائش نہیں، اِس لئے کہ عقل اور قیاس کے پیدا کرنے والے نے اِس قرآن کو نازل کیا ہے۔ جس نے عقل کو پیدا کیا اُسی نے یہ شریعت نازل فرمائی ہے، اگر چہ اِس پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں کہ مغرب کی تین رکعت کیوں؟ اور عشاء کی چار رکعت کیوں؟ اور فجر کی دو رکعت کیوں؟ اور قیام کیوں؟ رکوع کیوں؟ اور اُس کے بعد

سجدہ کیوں؟ اُلٹا کیوں نہیں؟ کہ پہلے سجدہ، پھر رکوع، پھر قیام کیوں نہیں؟

یہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حجۃ اللہ البالغہ زبردست کتاب ہے اِس موضوع پر، مصالح عقلیہ پر۔ اُس میں سیاستِ مدن اور سیاست شرعیہ پر حضرت نے طویل بحث فرمائی ہے۔

اِسی طرح حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے المصالح العقلیۃ فی الأ حکام النقلیۃ تصنیف فرمائی ہے کہ یہ جو ہمارا دین سارا نقل ہوکر آیا ہے کہ جیسا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام نے اللہ میاں سے لیا اور ہمیں پہنچایا، اور وہاں سے نقل ہوتے ہوتے ہم تک پہنچا، آج ڈیڑھ ہزار سال ہوگئے، اسی طرح آگے نقل ہوتا رہے گا انشاء اللہ، یہ جو نقل ہوتے چلے آنے والے احکام ہیں اُس میں عقلی مصلحت کیا ہے؟ عقل کا تقاضہ کیا ہے؟ اِس موضوع پر حضرت تھانوی نے ایک کتاب لکھی ہے المصالح العقلیۃ فی الأ حکام النقلیۃ ۔

جب عقل کو معیار ٹھہرایا جائے تو۔۔۔

اور جب کبھی انسان اپنی عقل دوڑاتا ہے اور اس کے پیچھے چلتا ہے، تو ہر چیز اُسے پھر ٹیڑھی نظر آتی ہے۔ جس طرح سر سید احمد خان کہ وہ کتنا بڑا عقلمند انسان کہ اُس نے ساری ایشیاء کی ملت کی بیماری کو سوچا اور سوچ کر تعلیمی لائن پر لگایا، لیکن خود انہوں نے اپنی عقل دوڑا کر اِتنی بڑی غلطی کی، جس طرح فہرست گنوائی تھی، کہ سر سید احمد خان نے جن چیزوں کا انکار کیا حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے اُس کا ایک نقشہ اور چارٹ بنایا کہ سر سید نے اِس چیز کا انکار کیا، اِس کا انکار کیا، اِس کا انکار کیا، مگر جیسے جیسے سائنس ترقی کر رہا ہے اسلامی عقائد کی تائید ہو رہی ہے۔

نامۂ اعمال گردن میں

کسی وقت مذاق اڑایا جاتا تھا ﴿ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ﴾ کہ ہر انسان کا نامۂ اعمال جو کراماً کاتبین اور محافظ فرشتے ہر وقت لکھتے رہتے ہیں، اُس کا ہر قدم لکھا جاتا ہے، ہر نظر لکھی جاتی

ہے کدھر دیکھا، کدھر چلا، کیا سنا، آگے زبان سے کیا کہا، ہاتھ اور پیر سے کیا کیا، ہر چیز لکھی جاتی ہے، مذاق اُڑانے والے اُس زمانہ میں مذاق اُڑاتے تھے کہ اچھا! آپ لوگوں کے نزدیک یہ سارے صحائف جو لکھے جاتے ہیں، اِتنے سارے اعمال نامے، وہ اِکٹھے کئے جائیں گے، اور انسان کی عمر پچاس سال کی ہو، سو سال کی ہو، اگر دس برس کے بھی نامۂ اعمال اُس کے اِکٹھے کئے جائیں اور اُس کی گردن میں لٹکائے جائیں ﴿ اَلْزَمْنَاهُ طَآئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ﴾ ہاں تو یوں کہو کہ اس میں اُس کو دفن کر دیں گے، یہ کیوں کہا کہ اُس کو گردن میں لٹکائیں گے؟

میں نے اُس دن سائنس کے متعلق سنایا تھا آج سے تیس برس پہلے محمد بھائی اچھا نے ایک اخبار سے مجھے سنایا تھا کہ مولوی صاحب! یہ لکھا ہے کہ آج کی سائنس ترقی کر رہی ہے اور وہ ایک ناخن کے برابر ایک ڈِسک بنائے گی، ایک انچ سے بھی کم اور اُس ڈِسک کو کمپیوٹر پر رکھ کر دیکھنا کوئی شروع کریں، رات دن دیکھتے رہیں، تو پینتیس سال میں جا کر وہ ڈِسک ختم ہوگی۔

اب اُن معترضین کو کہہ سکتے ہیں کہ ڈسک آج سے تیس برس پہلے کی ایجاد ہے، جس میں ۳۵ برس تک دیکھے جانے والے احوال محفوظ کئے جاسکتے ہیں، اب تو اور بھی ترقی ہوگئی ہوگی اُس سے بھی آگے ہوں گے۔ اسی طرح انسان کی پوری زندگی کا نامۂ اعمال۔ اگر کسی کی عمر سو برس کی ہوئی تو اُس کا نامۂ اعمال ایک تعویذ کی طرح ہوگیا، ناخن کے برابر ڈسک میں فوٹو آواز سمیت پوری زندگی کی ایک ایک حرکت محفوظ، تعویذ کو گلے میں لٹکاتے ہیں، اسی طرح یہ نامۂ اعمال تعویذ کی طرح گلے میں لٹکا دیا جائے تو اس میں کیا استبعاد ہے؟

قرآن نے جو کچھ کہا وہ برحق ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالی قیامت سے پہلے پہلے سائنس کو اور دوسرے علوم کو یہاں تک پہنچائیں گے کہ انسان قرآن مجید کی کسی چیز کا انکار نہ کر سکے اور انسانوں کے اوپر حجت قائم ہو جائے۔

نظر حق ہے

کسی وقت اطباء، ڈاکٹر مذاق اڑاتے تھے کہ یہ نظر کیسے لگتی ہے؟ اب یہ جراثیم طرح طرح سے سفر کرتے ہیں، یہ جراثیم کس طرح پہنچتے ہیں؟ اب دنیا مانتی ہے، پہلے اِس کو نہیں مانتے تھے، مذاق اُڑاتے تھے، کہ بھئی! نظر کیسے لگی؟ کوئی کسی کو دیکھے اور بیمار کردے؟ حسد کی نگاہ سے کسی کو دیکھا، اور دیکھنے سے اُس آدمی پر اثر پڑا، وہ بیمار ہوگیا۔ اُس کی دولت کو دیکھا، اُس کی کار کو دیکھا ایکسیڈنٹ ہوگیا، تو یہ کیسے؟

اب یہ جو آنکھوں ہی کا علاج کرتے ہیں کسی کے نمبر زیادہ ہیں جا کر لیزر ٹریٹ مینٹ کے لئے کھڑے ہوجائیں، ذرا سا اُس نے لیزر کے سامنے آپ کو کیا، وہی لیزر جو سامنے ایک ہاتھ کے فاصلہ پر ہے آنکھ پر اثر کرتا ہے وہی لیزر ریڈار میں بھی ہے، میلوں دور جہاز چلتا ہے اُس کو کاٹا جاسکتا ہے، گرایا جاسکتا ہے۔

کسی زمانہ میں بچپن میں پڑھا تھا برمیوڈا کی کھاڑی، برمیوڈا، کہا جاتا ہے کہ وہاں سے جو جہاز گذرتے ہیں تو وہ وہاں گم ہوجاتے ہیں، کسی نے کہا کہ وہاں جادو ہے، کسی نے کہا کہ جن ہے، اُس وقت کسی نے لکھا تھا کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہاں کوئی فوجی نظام ہو، کہ جس کی وجہ سے وہاں لوگوں کو علانیہ یہ منع نہ کرنا چاہتے ہوں کہ وہاں سے مت گذرو، اِس لئے یہ سارے وہمی اسباب لوگوں نے خود ایجاد کرلئے، وہاں فوجی نظام کی وجہ سے ریڈار ہوں گے کہ جو اِس کو گرا دیتے ہیں، ان کے اندر مقناطیسی کشش ہوگی جو اِتنے بڑے جہاز کو جس میں پانچ سو آدمی سوار ہیں، ہزاروں ٹن کا وہ جہاز ہے مقناطیس اُس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

معراج جسمانی جس کا یہ انکار کرتے ہیں میں نے کہا اس سے یہ مسئلہ حل ہوگیا، اِتنے وزنی جہاز کو اِس طرح کھینچا جاسکتا ہے۔ کہیں اوپر نیچے کیا جاسکتا ہے، تو جو مقناطیس کا پیدا کرنے والا خالق ہے، مالک ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے انسانی جسم کو مقناطیسی کشش کی طرح فرش

سے عرش پر لے جایا گیا، اگر یہ اللہ کی قدرت کونہیں مانتے تو اب مقناطیس تک تو آ گئے، اُس کوتو مانتے ہیں، تو یہ جتنی ترقیات ہوں گی اُس سے اسلام کی حقانیت ثابت ہوگی کہ اسلام سچا ہے۔

دہلی کے ایک بزرگ

آج حضرت مولانا ایوب صاحب بلیک برن سے تشریف لائے ہیں، اِن کوابھی دیکھ کر اِن کا قصہ یاد آیا۔ کوئی پچیس برس سے بھی زیادہ ہوگئے ہوں گے، یہ وہاں مسجد میں بیان فرمارہے تھے۔، اِنہوں نے وہاں بیان میں ایک قصہ ذکر کیا دہلی کے ایک بزرگ کا۔

جس طرح ہم بہت دورعلاقہ گجرات سے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے یہاں ڈیڑھ ہزار میل کا سفر کر کے پہنچے، حضرت نے پوچھا کہ کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ تو اُس زمانہ میں بھی دہلی بزرگوں کی خانقاہ میں دور دور سے لوگ جایا کرتے تھے۔

دہلی کے ایک بزرگ کی خانقاہ میں ایک نوجوان آیا۔ پوچھا کہاں سے آئے؟ بہت دورعلاقہ بتایا۔ وہ حضرت کے پاس رہے اورکئی سال گذر گئے۔ ایک دن حضرت نے فرمایا کہ اِدھر آؤ۔ جیب میں سے کچھ رقم نکالی، اُن کودی، اورفرمایا کہ دہلی میں فلاں بازار میں جاؤ، ایک بازار کا نام لیا جس میں فاحشہ عورتیں اپنے دھندھے کیا کرتی تھیں، تو فرمایا کہ اُس بازار میں جاؤ، اور وہاں جب جاؤ گے تو جہاں سے بازار میں تم داخل ہوگے تو وہاں سے اِتنے نمبر کی عمارت ہوگی، اُس عمارت میں دائیں طرف ایک دروازہ ہوگا، وہاں جا کر کھڑے ہوجانا، وہاں عورتوں کے پاس جو لوگ جاتے ہیں، جواُن کی فیس متعین ہے ایک رات گذارنے کے لئے، تو وہ دینی ہوتی ہے، یہ اُس کی رقم ہے۔

اب وہ بھی حیران، یا اللہ! میں تو اِتنے ہزاروں میل دور سے اللہ کا نام سیکھنے کے لئے آیا تھا اور اِتنے برس حضرت کے یہاں رہا اور اللہ اوراُس کے رسول کی باتیں سنیں، اوراب مجھے کہاں بھیجا جارہا ہے؟ لیکن چونکہ اب اِتنے برس کا تجربہ کہ کہیں کوئی چھوٹا سا بھی غلط کام ہم نے نہ حضرت

سے دیکھا، نہ ہم سے کروایا گیا، تو اِتنا بڑا گناہ اور اِتنی گندی جگہ مجھے بھیج رہے ہیں، تو آخر کوئی بات تو ہوگی، مجھے جانا تو چاہیئے۔ آخر وہاں جانے کے بعد وہ گناہ کرنا نہ کرنا، وہ تو اپنے اختیار کی چیز ہے۔ اُنہوں نے وہ پیسے حضرت سے لئے اور پہنچ گئے۔

جب وہاں پہنچے تو دروازہ پر ایک صاحب موجود تھے، اُنہوں نے کہا لاؤ اِتنے پیسے۔ پیسے لئے اور کمرہ بتا دیا کہ فلاں نمبر کے کمرہ میں جاؤ۔ یہ اندر کمرہ میں گئے، جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ کوئی خاتون پہلے سے موجود ہے۔ وہاں پہنچ کر کے اِنہوں نے اپنی نماز کی نیت باندھ لی، نماز شروع کر دی، نماز پڑھتے رہے، پڑھتے رہے، جب کافی دیر نماز پڑھتے گذر گئی تو اِنہوں نے سوچا کہ آؤ! ذرا یہ جو خاتون ہے اِن کو بھی کچھ سمجھائیں، تبلیغ کریں، اللہ اور اُس کے رسول کی باتیں کر کے اُسے راہِ راست پر لانے کی کوشش کریں۔ اُنہوں نے اُس سے بات چیت شروع کی کہ بہن! یہ غلط کام ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ حلال طریقہ سے بھی انسان کو روزی دیتے ہیں، اور یہ اِتنا گندہ طریقہ جو تم نے اختیار کیا؟

وہ خاتون رو پڑی۔ اُس خاتون نے تو کچھ اور سوچا تھا کہ میری عزت اور عصمت تو تار تار ہوگی۔ یہاں میرے پاس تنہائی میں اِس آدمی کو بھیج دیا گیا، جو کوئی وحشی درندہ ہوگا، یہ تو کوئی فرشتہ نکلا۔ اُس کو بھی بڑا تعجب ہوا۔ اپنے گمان اور تصور کے بالکل برخلاف، اِن کی تقریر سن کر اُس کو ہمت ہوئی، اُس نے کہا کہ میں کوئی ایسی بدکار عورت نہیں ہوں۔ پھر اُس نے اپنی کہانی بتائی۔

یہ نوجوان جب اپنے گھر سے چلے تھے تو اِن کا نکاح ہوا تھا، اور اِنہوں نے سوچا تھا کہ میں اپنے سفر سے جلدی واپس لوٹ جاؤں گا۔ مگر یہاں آ کر پھنس گئے بزرگ کے پاس کہ اب جانے کو جی نہیں چاہا، اب جائیں گے، تب جائیں گے، ایک سال، دو سال گزر گئے، مگر واپس جانا نہ ہوا۔

آج سے پندرہ بیس برس پہلے کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اِغواء بھی کوئی چیز ہوتی ہے کہ انسان کو اُٹھا لیا جاتا ہے، پیسے مانگے جاتے ہیں، خواتین ہوں، اُن کی عزت پر حملے کئے جاتے

ہیں، کوئی تصور بھی نہیں تھا بچپن میں، بچے عورتیں ہر طرف جہاں کہیں چاہا، رات کو، دن کو سفر کرتے تھے، کھلے دروازہ سوتے تھے۔اب تو بالکل زمانہ بدل گیا،عورتوں، بچوں کو اغواء کرلیا جاتا ہے، اُس علاقہ میں بھی اس قسم کے واقعات ہوئے ہوں گے کہ وہاں سے اِس خاتون کو اور انسانوں کے ساتھ اُٹھالیا گیا، اور یہاں دہلی لاکر اِن بدمعاش لوگوں کے حوالہ کردیا کہ تم ان سے اپنی کمائی کرو۔اب وہ خاتون تو اِسی نوجوان کی بیوی نکلی۔

اس قصہ کو نقل کر کے کسی نے شعر کہا، مولانا ایوب صاحب نے اپنے بیان میں وہ شعر سنایا، اُس شعر پر بعض عقل پرستوں نے اشکال کیا۔شعر یہ تھا:

بہ   مے   سجادہ   رنگین   کن
گرت   پیر   مغاں   گوید

اگر تمہارے پیرِ مغاں یہ کہیں کہ جس مصلے پر تم نماز پڑھتے ہو، اللہ کے سامنے روتے ہو، ماتھا ٹیکتے ہو، آج ذرا ایک دو گلاس شراب کے اِس کے اوپر بھی انڈیل دو اور شراب سے اپنے مصلے کو بھی رنگین کرو، مزہ آئے گا، مولانا ایوب صاحب سے کچھ مصلّی کہنے لگے کہ یہ کیسے بزرگ؟ اور کیسی باتیں؟ مگر اس قصہ میں تو مرشد کے حکم پر وہ مرید چلے گئے، تو اُن کو بیوی مل گئی۔

یہ جو بزرگوں کی کرامات ہیں اِن کو عقل پرست گھڑے ہوئے قصے سمجھتے ہیں۔آپ کی جیب میں موبائل فون ہے۔آپ یہاں سے لندن چلے جائیں، کونسی گلی میں کس جگہ ہیں، جس کمپنی کے پاس یہ فون کا نظام ہے اُن کے پاس موبائل فون کا ریڈار تو اُن کو اس کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت وہ شخص فلاں جگہ ہے۔اس کو تو مانیں گے۔

آج کل کے سائنس دان جن کے مبلغِ علم کا علوم نبوت سے کوئی موازنہ نہیں ہوسکتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس علم نبوت سے اپنے خاص بندوں کو جو علم عطا فرمایا ہے، اور اس علم کی برکت سے کوئی بزرگ کوئی بات فرماتے ہیں تو اس کو من گھڑت قصے کہتے ہیں۔

یہ دہلی والے بزرگ، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو جو علم عطا فرمایا اس علم کے ذریعہ اُنہوں نے

کیسے دیکھا کہ یہ نوجوان میرے پاس ہے اِس مرید کی نہ کوئی کہانی آپ بیتی تاریخ اُن سے پوچھی کہ بھئی! تم کیسے آئے، کب آئے، اور تم نے کب شادی کی تھی، اور بیوی کو کس حال میں چھوڑا تھا۔ اور اُدھر جس جگہ اُن کا خاندان ہے وہاں کیا آفت اور مصیبت آئی، اور کیسے اُن کو غلام باندی بنا کر وہاں سے اُٹھایا گیا، اور کیسے اِن کی بیوی کو دہلی لایا گیا، اور کونسی گلی میں، کونسے مکان میں، کونسے کمرہ میں وہ موجود ہے، یہ سب موبائل فون کمپنی کی طرح سے حضرت کو سب پتہ ہے۔

آج سائنسی ترقی کا زمانہ ہے، موبائل فون ایجاد ہوئے، اس موبائل سے بزرگوں کی ایسی کرامات کی تصدیق ہوتی ہے، اللہ تبارک وتعالی نے ان کو یہاں تک پہنچایا اور بھی آگے اللہ تبارک وتعالی پہنچائیں گے۔ جس سے ان تمام واقعات کی مزید تصدیق ہوگی کہ یہ سب واقعات اور کرامات سچے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بزرگوں کے طریق پر رکھیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہ وَصَحبِہ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ عرض کیا جار ہا تھا کہ قرآن اور حدیث اور اُس کی تفسیر میں عقل کا کوئی دخل نہیں۔ قرآن کی وہی تفسیر جو نقل کے ذریعہ ہو وہی معتبر ہے۔ اور جو نقل کے مقابلہ میں اپنی عقل سے ہو وہ مسترد اور مردود ہے۔ اِسی لئے قرآن نے پہلا ہی کلمہ ﴿ الٓـمٓ ﴾ سے اِس مسئلہ کو حل کر دیا کہ یہاں پہنچ کر سب مفسرین، مترجمین، ترجمہ کرنے والے اِن کو کہنا پڑتا ہے کہ اِس کا معنیٰ ہمیں معلوم نہیں۔ ﴿الٓـمٓ ﴾ پھر بھی یہ قرآن ہے اُس کو اِسی طرح پڑھا جائے گا، اللہ اِس کے معنیٰ جانتے ہیں، جنہوں نے اِس راز کو پایا اور عقل لڑانے کی کوشش نہیں کی اور صرف نقل کو مدنظر رکھا تو وہ کامیاب ہوئے، وہ راہِ مستقیم پر، راہِ ہدایت پر رہے۔ اور جنہوں نے ذرا سی بھی اپنی عقل لڑانے کی کوشش کی تو وہ نہ صرف یہ کہ اِدھر سے اُدھر ہو گئے بلکہ حق سے بہت دور چلے گئے۔

حضرت حواء علیہا السلام کی پیدائش اور عقل

نکاح کے خطبہ میں آیت پڑھی جاتی ہے ﴿ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا﴾ ﴿ وَخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا﴾ کہ اللہ نے اِن ہی آدم سے اُن کی بیوی حواء کو پیدا کیا ﴿ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا﴾ نفس واحدہ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور اِن ہی سے اِن کی بیوی ہماری اماں حضرت حواء کو پیدا کیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کی تفسیر فرما دی، شرح فرما دی کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام تنہا اکیلے بستر پر لیٹے ہوئے ہیں، سوئے تو اکیلے تھے، آنکھ کھلی تو دیکھا کہ پہلو میں اور کوئی، تو دیکھا کہ حضرت حواء۔ پھر بتایا گیا کہ آپ کی جو بائیں پسلی ہے اِس پسلی سے ہم نے اِن کو آپ کے اُنس کے لئے پیدا کیا۔

اب یہاں پہنچ کر اِسی حدیث کے ذریعہ مفسرین جو اپنی عقل پر نہیں چلتے، نقل سے کام لیتے ہیں، اِس حدیث کو تخلیق آدم وحواء کے ذیل میں نقل کرتے ہیں کہ کیسے حضرت آدم سے حواء کو پیدا کیا گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فہمائش کی اور اُن کو سمجھایا کہ تمہیں اگر تمہاری اہلیہ کے ساتھ مزاج میں موافقت نہیں ہوتی تو اِسی طرح تم گذارہ کرو، اور اِس کی کوشش بھی مت کرو کہ تم اُس کا مزاج جیسا تم چاہتے ہو اِس طرح سیدھا کر پاؤ گے۔ اور ارشاد فرمایا کہ "فَـاِنْ ذَهَبْتَ" اگر تم اِس کو سیدھا کرنے جاؤ گے، تو "کَسَـرْتَهَا" تو تم توڑ تو دو گے، نکاح ٹوٹ جائے گا، لیکن اُس کا مزاج سیدھا نہیں ہوگا۔ وہ ٹیڑھا ہی رہے گا، کیوں؟ کہ ٹیڑھی پسلی سے اِن کی پیدائش ہوئی ہے۔ اِس لئے جو ٹیڑھا پن ان کی طبیعت میں کبھی کبھی ظاہر ہوتا ہے، اور تمہیں محسوس ہوتا ہے، تو یہ اُن کی فطرت کا نتیجہ ہے۔

یہ تو ان مفسرین کا حال ہے جو اپنی عقل پر نہیں چلے۔ اس کے بالمقابل جو لوگ اپنی عقل پر چلتے ہیں ان کو یہ بات سمجھ میں نہیں آئی وہ کہتے ہیں تمام انسان جو دنیا میں پیدا ہوتے ہیں وہ ماں کے پیٹ سے آتے ہیں، تو یہ پسلی سے کیسے نکلیں؟ تو اُنہوں نے اپنی عقل کو یہاں تک لڑایا کہ اِس حدیث کے پیچھے پڑ گئے کہ نہیں! نہیں! یہ کوئی حدیث نہیں۔ ہم نے کہا کوئی حدیث نہیں تو آیت کا کیا کرو گے؟ اُس کو بھی قرآن سے نکال دو گے؟ ﴿ مِـنْ نَّـفْـسٍ وَّاحِـدَةٍ وَّخَـلَـقَ مِـنْـهَـا زَوْجَهَا﴾ قرآن کہتا ہے کہ اُن ہی سے، آدم سے ہم نے حواء کو بھی پیدا کیا۔

غزوۂ بدر میں فتح کیسے ہوئی؟

اِسی طرح جنگِ بدر میں مٹھی بھر مسلمان، تھوڑے سے، صرف تین سو تیرہ، اور وہ کوئی منظّم فوج بھی نہیں تھی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ سلم کو اطلاع ملی کہ کفارِ مکہ کا تجارتی قافلہ شام سے آرہا ہے کہ قریش مکہ میں تمام مہاجرین کا مال اور اسباب لے کر بیٹھے ہوئے ہیں، اُنہوں نے اِن کی

جائدادوں پر قبضہ کر رکھا ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ کے بڑے مالداروں میں سے تھے۔ جب وہ ہجرت کی نیت سے نکلنے لگے، تو کفار مکہ نے روکا اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ شخص، یہ ہم سے تجارت کر کے اپنا مال بڑھاتا رہا اور اب ہمارے سامنے اپنا سارا مال اسباب اور دولت لے کر یہاں سے جا رہا ہے۔، یہ نہیں جا سکتا، اِس کو روکو۔ سب نے روک لیا، حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن سے کہا کہ یہ سارا مال، اسباب، دولت، سب تم لے لو بس میری جان چھوڑ دو۔ مجھے جانے دو سر کارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے ہیں مدینہ طیبہ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ایسا ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے صہیب! تمہاری یہ تجارت بڑی نافع، نفع مند ثابت ہوئی۔ مال تو آنے جانے والی چیز ہے۔

کفارِ مکہ نے مہاجرین کی ساری جائدادیں، مال اسباب سب کچھ لوٹ لیا تھا۔ سب پر قابض تھے۔ اِن کفار کا قافلہ شام سے واپس آ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ سلم کو اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی پیشگی اطلاع و تیاری کے گھر سے نکلے کہ قافلہ کے سردار ابوسفیان سے بات کریں اور اس سے پوچھیں کہ کیوں تم نے ہماری سب چیزیں وہاں روک رکھی ہیں؟ جیسے جیسے اطلاع ملتی گئی صحابہ کرام پیچھے ہو لئے۔ اُدھر ابوسفیان کو پتہ چل گیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام مدینہ طیبہ سے نکلے ہیں ہمارے قافلہ کا پیچھا کرنے کے لئے، وہ دوسرے راستہ سے بھاگ گیا۔

اب راستہ میں مسلمانوں میں مشورہ ہوا کہ کیا کریں؟ رائے ہوئی کہ چلو یہاں بدر میں میلہ لگتا ہے تو وہاں چلے جاتے ہیں۔ کچھ جانور خریدیں گے، کچھ چیزیں خریدیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام وہاں پہنچ گئے۔ جب وہاں گئے تو دیکھا کہ قریش کا ایک ہزار کا لشکر وہاں موجود ہے، اتفاقی طور پر سامنا ہو گیا۔ اور اُسی میں پھر جنگ ہوئی، جس کو جنگ بدر کہا جاتا ہے۔ آج کل رمضان المبارک چل رہا ہے، اسی ماہِ مبارک میں اور انہی تاریخوں میں یہ جنگ بدر ہوئی۔

یہ جنگِ بدر جس میں عددی اعتبار سے، تعداد کے اعتبار سے مسلمان تین سو کے قریب، اور

کفار ایک ہزار کے قریب تھے، وہ باقاعدہ منظّم فوج لے کر لڑنے کے ارادہ سے مکہ سے نکلے، سواریاں اور ہتھیار اور سب کچھ لے کر تیاری کے ساتھ آئے تھے اور مسلمان اِدھر مدینہ سے نہتے نکلے تھے، کسی کے پاس ڈنڈے بھی نہیں، خالی ہاتھ، اِسی لئے حفیظ جالندھری کہتے ہیں

تھے جن کے پاس دو گھوڑے، چھ زرہیں اور آٹھ شمشیریں
بدلنے کو آئے تھے یہ دنیا بھر کی تقدیریں

جن کے پاس کوئی چیز تھی نہیں، دو گھوڑے، صرف آٹھ تلواریں پوری فوج کے پاس، یہ اہل توحید کیسے جیت سکتے تھے اُن کفار کے مقابلہ میں؟ اللہ کی طرف سے نصرت ہوئی، ملائکہ اُترے، آنکھوں سے فرشتوں کو صحابہ کرام نے دیکھا ﴿اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً منه﴾ اور ﴿نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ﴾ قرآن کہتا ہے کہ جس طرح آدمی اونگھتا ہے، صحابہ کرام کو اسی طرح اونگھ سی آ گئی اور اُسی میں وہ دیکھ رہے ہیں کہ کفار کے لشکر کو کسی نے کاٹ کر رکھ دیا۔

اس سلسلہ میں جو قرآنی آیات ہیں کہ اللہ کی طرف سے فرشتے اُترے اور اِتنے ہزار اُترے اور پھر سینکڑوں کی تعداد میں اِن آیات کی تفسیر میں احادیث ہیں اور پھر یہ کہ صحابہ کرام نے اپنی آنکھوں سے اُن فرشتوں کو دیکھا، آوازیں سنیں، فرشتہ پکار کر کہہ رہا ہے، أَقْبِلْ هَيْزُوْمَ، ہیزوم، اُن کی سواری کا نام ہے، فرشتہ اپنے گھوڑے کو پکار کر کہہ رہا ہے آگے بڑھ۔

اہلِ عقل کی نظر میں غزوۂ بدر

اِن سب سے صرفِ نظر کر کے عقل کے گھوڑے دوڑانے والے کیا لکھتے ہیں؟ کہتے ہیں کہ جیسے جنگِ عظیم میں فلاں موقع پر بارش ہوئی تھی، اُس بارش کی وجہ سے لڑائی کا پانسا پلٹ گیا تھا۔ اسی طرح یہاں بدر والی رات میں بارش ہوئی، لڑائی کا پانسا مسلمانوں کے حق میں ہو گیا۔ آگے اُن کے الفاظ ہیں، کہ اگر بارش نہ ہوئی ہوتی تو کیا پھر بھی مسلمانوں کو فتح ہوتی؟

نعوذ باللہ! یعنی صرف بیچاری بارش سے وہ تھوڑے ریت پر چلنے کے قابل ہو گئے کہ پہلے خشک

ریت میں پیر دھنس رہے تھے اور اب دشمن جس طرف تھا تو وہاں اُن کے پیر دھنسنے لگے، تو جنگِ بدر میں ہزاروں کرامات، سینکڑوں معجزات ظاہر ہوئے اُن سب کو صرف بارش کے کھاتہ میں ڈال کر مسئلہ حل کر دیا کہ بارش ہوئی، اُس سے مسلمانوں کو فتح ہوئی، بارش نہ ہوتی تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ ایسا ہی کچھ مولانا آزاد نے لکھا ہے۔

معجزات سے انکار

ایک اور سیرت نگار نے لکھا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگوں میں جو فتوحات ہوئیں، یہ فتوحات اِس لئے ہوئی تھیں کہ آپ کے پاس قابل جرنیل تھے، ابوعبیدہ، عمر بن الخطاب، عمرو بن العاص جیسے، آگے وہ سوال قائم کرتے ہیں کہ اگر یہ جرنیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ ہوتے پھر بھی اِن جنگوں کے یہی نتیجے نکلتے؟ یعنی نعوذ باللہ! اگر یہ ابوعبیدہ نہ ہوتے، عمرو بن العاص نہ ہوتے، عمر بن خطاب نہ ہوتے تو پھر نعوذ باللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِن جنگوں میں کامیابی نہ ہوتی۔ ایسا ہی کچھ مودودی صاحب نے لکھا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ

حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ سے باہر ایک وادی ہے، جس کا نام ہے وادئ ضجنان، وہاں سے گذر رہے ہیں، غلام سواری پر ساتھ ہے۔ خادم، غلام کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اُس وادی میں پہنچے تو آپ زار و قطار رو رہے ہیں، جھوم رہے ہیں اور رو رہے ہیں، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ تو اُس خادم نے پوچھا کہ حضرت کیا بات ہے؟ اب تک تو بالکل ٹھیک ٹھاک تھے اور یہاں پہنچ کر آپ پر یہ حال طاری ہو گیا؟ اِس قدر گریہ طاری ہے اور مسلسل رو رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خادم سے فرمایا کہ اصل میں یہاں پہنچ کر مجھے میرا بچپن یاد آ گیا۔ بچپن میں میرا باپ خطاب مجھے اونٹ چرانے کے لئے بھیجتا تھا، تو اِس علاقہ میں میں

اونٹ چرانے کے لئے آتا تھا۔ میں بچہ تھا، جہاں دیکھا کہ درخت ہے، درخت کے سایہ میں پڑ جاتا، اور میں تو سو جاتا، اور اونٹ کہیں دور نکل جاتے، منتشر ہو جاتے، پھر اُن کو تلاش کرنا، اِکٹھا کرنا ایک کارے دارد۔ میرا باپ خطاب میری حاضری لینے کے لئے اِس جنگل میں پہنچتا اور دیکھتا کہ اونٹ اِدھر اُدھر بھاگ گئے ہیں اور میں پڑا سو رہا ہوں، میں تو سویا ہوتا اور میری آنکھ کھلتی باپ کی مار پر، اور میرا باپ مارتا جاتا اور کہتا تھا کہ ارے عمر! تو دنیا میں کیا کر کے کھائے گا، تجھے اونٹ چرانے بھی نہیں آتے؟

آج سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی نے یہاں تک پہنچایا کہ آدھی دنیا اسلام کے زیرِ نگیں ہے اور آدھی دنیا کو میں چرا رہا ہوں۔ جس عمر کو اونٹ چرانے نہیں آتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی نے یہاں تک پہنچایا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی

وہ عمر تو خود یہ کہتے ہیں کہ میرے اندر تو کچھ بھی نہیں تھا، سب کچھ ملا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے۔ اور وہ صاحب لکھتے ہیں کہ یہ جو کچھ فتوحات ہوئیں وہ عمر کی وجہ سے، ابوعبیدہ کی وجہ سے، عمرو بن العاص کی وجہ سے۔، یہ صرف عقل لڑانے کی وجہ سے ہے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ یہ جرنیل تھے، اِنہوں نے اچھے کارنامے کئے، تو اِن ہی کے کھاتہ میں سب کچھ ڈال دیا۔ معجزات ایک طرف رہ گئے۔

قرآن پاک کی آیت ہے کہ ﴿كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ﴾ بنی اسرائیل اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوئے اور اُن کی صورتیں مسخ کر دی گئیں۔ انسان سے اُن کو بندر بنا دیا گیا۔ آیت کریمہ کا ترجمہ سے بالکل ظاہر ہے کہ اُنہیں ذلیل بندر بنا دیا گیا۔ یہاں ایک لفظ تفسیر میں بڑھا دیا گیا کہ بندر جیسے ذلیل اُن کو بنا دیا گیا، لفظ ''جیسے'' بڑھا دیا اور اب مطلب یہ ہو گیا کہ جس طرح بندر کی کوئی ویلیو نہیں ہوتی، اسی طرح ان کو ذلیل بنا دیا گیا، ان کی کوئی ویلیو نہیں رہی۔ یہ لفظ ''جیسے

''بڑھانے کی کیوں ضرورت پیش آئی؟

اُنہوں نے اپنی عقل سے سوچا کہ اِس وقت چلتا پھرتا، دو ہاتھ، دو پیر والا اچھا بھلا انسان ہے اور دوسری ساعت میں آناً فاناً وہ کیسے بندر بن جائے گا؟ اِس مسئلہ میں، جو اشکال کا اُن کے دل میں چور ہے اُس اشکال کو حل کرنے کے لئے کہ اُنہوں نے اِس کو اللہ کی قدرت سے بعید سمجھا کہ نہیں! نہیں! انسان بندر نہیں بن سکتا۔ اُنہوں نے قرآن میں تحریف کردی، اُس کے ترجمہ میں لفظ جیسے بڑھا کر کے، کہ بندر جیسے ذلیل بن جاؤ۔

اِس لئے قرآن پاک میں اور احادیث میں اور شریعت میں کہیں کوئی گنجائش نہیں کہ عقل کو لڑایا جاسکے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ حل کردیا۔ حضرت نے ایک موقع پر فرمایا کہ عقل کا کوئی دخل ہوتا تو عورت پر حیض کے ایام کے بارے میں حکم ہے کہ روزے تو اُسے قضا کرنے پڑتے ہیں لیکن نمازوں کی قضا نہیں، نمازیں معاف ہیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عقل کا دخل ہوتا تو عورتوں پر نماز کی قضا ہوتی روزوں کے بجائے۔ اور فرمایا کہ عقل کو دخل ہوتا تو میت کی میراث میں سے مرد کو ڈبل حصہ ملتا ہے، عورت کو اُس سے آدھا ملتا ہے۔ اس کے بدلہ عورت کو ڈبل دیا جاتا اور مرد کو اُس سے آدھا دیا جاتا، کیوں کہ عورت فطری طور پر کمزور ہے، اس کو زیادہ ضرورت ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں عقل پرستی سے بچائے۔ قرآن پر، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے دین پر جیسا وہ لائے ہیں، اُسی طرح ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اِسی عقیدہ پر ہمیں زندہ رکھے، اِسی پر ہمیں موت دے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِہ وَصَحبِہ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ عبد الوہاب شعرانی اور بزرگوں کے حالات بتائے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِن قدسی صفات انسانوں کو وہ روحانی قوت عطا فرمائی ہوتی ہے کہ جس سے دور دراز علاقوں میں جہاں کہیں کسی کو نصرت اور مدد کی ضرورت ہو، تو وہاں تک اُن کی رسائی ہوتی ہے۔

میدانِ جنگ کا انکشاف

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے دن منبر پر ہیں اور خطبہ کے دوران جو مضمون بیان فرما رہے تھے، اُس سے ہٹ کر مجمع نے سنا کہ کچھ اور کلمات ارشاد فرما رہے ہیں، **یَاسَارِیَۃُ! اَلْجَبَلَ اَلْجَبَلَ!**

نماز کے بعد خدام نے پوچھا کہ حضرت! یہ بیچ میں آپ کیا فرما رہے تھے؟ مدینہ منورہ سے سینکڑوں میل دوری پر جو فوج گئی ہوئی تھی ایران میں، اُس کے سپہ سالار حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، اُن کے متعلق فرمایا کہ یہاں ممبر پر سے میں اُس میدان جنگ کو دیکھ رہا تھا، میں نے دیکھا کہ حضرت ساریہ ایک طرف اپنی جنگ میں مصروف ہیں اور دشمن پہاڑ کی طرف سے حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ **یَا سَارِیَۃُ اَلْجَبَلَ!** میں نے اُن کو خطاب کیا تھا اور اُن سے کہا تھا کہ اے ساریہ! ذرا پہاڑ کے پیچھے کا خیال رکھو۔ یہاں سے وہاں تک دیکھ لینا، پھر اِن کی آواز وہاں تک پہنچ جانا، کتنی ساری اِس میں کرامتیں ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرید کی ڈوبتی کشتی کو بچالیا، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بچالیا۔

حضرت جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد حضرت جھنجھانوی قدس

سرہٗ، ان کا جو میں نے پہلے دن قصہ سنایا تھا۔

اور جب میں ہدایہ پڑھ رہا تھا، حضرت شیخ قدس سرہٗ کے یہاں سہارنپور میں رمضان گزارا اور عید کی نماز پڑھ کر جب جلال آباد پہنچے، حضرت مسیح اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں، وہاں سب کا روزہ، حضرت نے فرمایا کہ اچھا! اب تو بارہ بج چکے ہیں، یہاں کسی کو بتانا نہیں کہ وہاں عید ہوگئی، اِس لئے کہ اِنتشار ہوگا۔

جلال آباد میں رات ٹھہر کر دوسرے دن صبح مولانا اسماعیل بدات صاحب کے ساتھ جھنجھانہ گئے۔ اب یہ بھی حضرت جھنجھانوی قدس سرہٗ کی بہت بڑی کرامت کہ نہ ہم نے وہ علاقہ کبھی دیکھا، نہ کبھی وہاں گئے، ہمیں پتہ نہیں تھا کہ بس کہاں سے جاتی ہے، اُس کے اوقات کیا ہیں۔ وہاں پر تو دن بھر میں ایک آدھ بس یا صبح شام دو بسیں چلتی ہوں گی۔ جب ہم پہنچے تو لوگوں نے کہا کہ بس تو نہیں ملے گی، ہم نے لوگوں سے راستہ پوچھا تو کیا راستہ ہے؟ وہ گاؤوی لوگ۔ انہوں نے کہا دھورے کو اور ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ہم نے سوچا کہ وہ سامنے ہی ہے۔ ہمیں جس طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا اس طرف ہم کھیتوں میں چلتے رہے، کھیتوں میں پگڈنڈی کے راستے ہوتے ہیں۔ اب دیکھئے! اجنبی جگہ، راستہ صحیح معلوم نہیں۔ یہ حضرت کی کرامت تھی کہ ہم لوگ وہاں جھنجھانہ بالکل صحیح جگہ پر پہنچ گئے۔

حضرت جھنجھانوی کے مزار پر پہنچے تو آج تک مجھے یاد ہے کہ وہاں ایک مسجد ہے اور مسجد کے ساتھ کمرہ ہے، اُس میں حضرت کا مزار ہے۔ ایسی زبردست وہاں خوشبو تھی، وہ تو دیہاتی علاقہ، وہاں شہری ماحول بھی نہیں کہ روز کوئی گلاب لے جا کر چھڑکتا ہو۔ صفائی بھی ٹھیک سے نہیں تھی، گرد و غبار جگہ جگہ۔ لیکن وہاں ایسی زبردست خوشبو پھیلی ہوئی تھی کہ ہم حیران ہوئے کہ کوئی چیز بظاہر نظر نہیں آرہی تھی، نہ خوشبو کا وہاں انتظام تھا۔

حضرت جھنجھانوی کے مزار پر

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے خود بھی وہاں پورے ایک

چلہ کا اعتکاف برابر کی مسجد میں کیا تھا۔ اور حضرت کے خلفاء میں جن کو حضرت سوا لاکھ کا اسمِ ذات بتایا کرتے تھے، تو اُن کو ہدایت ہوتی تھی کہ وہاں جا کر ایک چلہ کا اعتکاف کریں۔ حضرت شیخ الاسلام مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے یہاں اِس طرح کے مجاہدات بڑے زبردست ملتے ہیں۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکرِ جہری

مدینہ طیبہ میں مسجدِ اجابہ کا علاقہ جب ہم نے دیکھا تھا ۱۹۶۹ء میں، مسجدِ اجابہ آبادی سے دور کھیتوں کے اندر تھی، اور اُس کے اطراف میں کچھ بھی نہیں تھا۔ لکھا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مدنی نوراللہ مرقدہٗ جو درس کا وقت متعین ہوتا تھا اُس کو چھوڑ کر باقی سارا وقت وہاں بیٹھ کر ذکرِ جہری رات یا دن میں کیا کرتے تھے۔ اور دیکھنے والے ترس کھاتے تھے کہ اِتنا لمبا گھنٹوں کیسے ذکر کر سکتے ہیں؟

لوٹا سمندر سے نکال کر دیا

حضرت جھنجھانوی قدس سرہٗ کے یہاں کا میں قصہ بتا رہا تھا کہ وہاں حضرت نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیرومرشد تھے، شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی۔ اور وہاں ایک پنجابی مجذوب تھے، پنجابی بولتے تھے۔ وہ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی کے مریدوں کو کہا کرتے تھے کہ تمہارا پیر بہت بڑا بزرگ ہے، بس یہ ایک کلمہ تعریف کا اُن کو کہا کرتے تھے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی بحری جہاز پر حج پر گئے، وہاں حج کے سفر میں تھے، ابھی اُن کو گئے ہوئے چند روز ہوئے کہ ایک دن وہ مجذوب حضرت کے مریدوں کو کیا کہتے ہیں کہ دیکھو! آج تمہارے پیر کا لوٹا گر گیا تھا سمندر میں ہم نے اُن کو دیا ہے، لوگوں نے سوچا کہ اِن کی باتیں ویسی ہی ہوتی ہیں۔ پتہ نہیں ویسے ہی بڑ ہے یا سچ مچ اُس کی کوئی حقیقت بھی ہوگی، اُنہوں نے کوئی اُس کو اہمیت نہیں دی۔

جب حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی وہاں سے واپس آئے حج سے فارغ ہو کر، ایک

دفعہ مجلس میں کسی کو یاد آیا اور اُنہوں نے تذکرہ کیا کہ آپ کے جانے کے اِتنے دنوں کے بعد یہاں یہ پنجابی مجذوب جو ہیں وہ کہہ رہے تھے کہ تمہارے پیر کا لوٹا سمندر میں گر گیا تھا، ہم نے آج اُن کو لوٹا دیا۔ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی فرمانے لگے کہ واقعی اِنہوں نے ایسا کہا؟ تو خدام نے کہا فلاں فلاں بھی موجود تھے، اور سچ مچ اُنہوں نے کہا۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ بالکل صحیح ہے۔ میں وضو کے لئے پانی لینے کے لئے گیا۔ میں نے لوٹا ڈالا تو میرے ہاتھ سے لوٹا چھوٹ گیا، اب میں پریشان، افسوس کے ساتھ دیکھ رہا ہوں کہ لوٹا چلا گیا اب کیا کریں گے؟ وضو کیسے کریں گے؟ اِتنے میں میں نے دیکھا کہ اندر سے ایک ہاتھ نمودار ہوا، اور اُنہوں نے وہ لوٹا مجھے پکڑ وا دیا۔

محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

ابن عربی بہت بڑے بزرگ ہیں۔ امام الصوفیہ، صوفیہ کے امام مانے جاتے ہیں۔ ابن عربی سمندر کا سفر کر رہے تھے، طغیانی شروع ہوئی، طوفان شروع ہوا، کشتی ڈانواں ڈول ہونے لگی، سب حیران پریشان کہ اِس مصیبت سے کیسے نجات ملے گی، اب تو موت یقینی معلوم ہوتی ہے۔ ابن عربی اُسی کشتی میں سوار تھے، جس طرح اُس دن میں نے عرض کیا تھا کہ کبھی تو اِن پر ملکوتیت کا غلبہ ہوتا ہے، ملأ اعلیٰ سے اتصال اور تعلق کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی بشریت غالب ہوتی ہے، جب بشریت غالب ہوتی ہے، آپ کہیں گے حضرت! اِس کام کے لئے آپ دعا کر دیجئے، وہ کہیں گے نہیں! نہیں! میں کیا؟ میں تو گنہگار انسان ہوں۔ یہ ایسے حالات میں ہوتا ہے کہ جب بشریت کا غلبہ ہو۔

اور جہاں ذرا جوش میں ہوتے ہیں تو ان کی حالت دوسری ہوتی ہے، یہ بناوٹی بزرگ نہیں جو ویسے ہی ہانکتے رہیں۔ اس کے متعلق حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حدیثوں میں اس کو بیان فرمایا یہ دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ایک اللہ والے ان کی حالت یہ

ہوتی ہے کہ ''لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ'' کہ اگر وہ دعوے کے ساتھ قسم کھا کر کوئی چیز کہہ دیں، تو اللہ تعالیٰ اُسے ضرور پوری کریں گے۔ اللہ میاں ان کی زبان کو سچا کریں گے۔ اور دوسری قسم کے لوگ جو بناوٹ کرنے جائیں گے ''وَمَنْ يَّتَئَالَّ عَلَى اللّٰهِ يُكَذِّبْهُ'' کہ جو اِس طرح بناوٹ کے لئے جھوٹی ہانکتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ ضرور اُنہیں جھٹلائیں گے۔ جو اُن کی زبان سے نکلے گا اُس کے خلاف ہی ہوگا۔

یہاں ابن عربی پر جب وہ سمندری طوفان چل رہا تھا تو ملکوتیت کا غلبہ ہوا، جلال میں آئے اور اپنا پیر کشتی سے باہر نکال کر پانی پر مارتے ہوئے فرماتے ہیں اُسْكُنْ اَيُّهَا الْبَحْرُ، فَاِنَّ عَلَيْكَ لَبَحْرًا مِّنَ الْعِلْمِ، اے سمندر! تجھے پتہ نہیں کہ تیرے اوپر کون سوار ہے؟ تیرے اوپر بحرِ علم سوار ہے۔ علم کا ایک سمندر سوار ہے، تو مستی پر ہے؟ طغیانی پر ہے؟ شرارت کرتا ہے؟ کہتے ہیں جیسے ہی اُنہوں نے یہ کلمات کہے اور لات ماری سمندر کو تو سمندر ساکن، بالکل خاموش ہوگئی، پانی ٹھہر گیا، جیسے جھیل کا پانی ہو۔

مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِن کو تنبیہ فرمائی کہ یہ کلمات جو اُن کی زبان سے نکلے، تو اُس پر تنبیہ کے لئے اُسی وقت ایک مچھلی نمودار ہوئی۔

مجھے یہ ابن عربی کا قصہ اِس پر یاد آیا کہ شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی نے فرمایا کہ ہاں! ہم نے دیکھا تو تھا کہ کوئی ہاتھ نمودار ہوا جس نے ہمیں لوٹا پکڑوا دیا، آج پتہ چلا کہ یہ تو تمہارے پنجابی مجذوب، اِن کا ہاتھ تھا۔

ابن عربی نے جیسے ہی یہ کلمات کہے اور سمندر ساکن ہوگیا۔ مگر اللہ کی طرف سے ایک مچھلی نے سر نکالا، نمودار ہوئی، اور وہ پوچھتی ہے اے بحرِ علم! اے علم کے سمندر! ایک مسئلہ آپ بتائیں گے؟ اُنہوں نے کہا بتایئے کیا مسئلہ ہے؟ وہ پوچھتی ہے کہ اگر کسی خاتون کا شوہر انتقال کر جائے تو اُس کی عدت بھی معلوم، اور جسے طلاق ہو جائے اُس کی عدت بھی معلوم، لیکن اگر کسی خاتون کا شوہر تو ہے مگر اُس کی صورت مسخ ہوگئی ہے، انسان تھا، کسی گناہ کے نتیجہ میں سور کی شکل ہوگئی، کتے

کی شکل ہوگئی، بلی کی شکل ہوگئی، تو اب اِس خاتون کا شوہر پہلے تو انسان تھا، اب جانور بن گیا، اب وہ کونسی عدت گذارے؟ اپنے شوہر کو مرا ہوا سمجھے یا طلاق کے ذریعہ علیحدگی ہوتی ہے طلاق والی عدت؟ کونسی عدت؟ کونسی گزارے؟

اب بحرِعلم ساکن۔ اُدھر تو سمندر کو ساکن کردیا تھا اور اب ایک مسئلہ پر چپ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اِن کے اِس کلمہ پر تنبیہ فرمائی کہ آپ نے جواپنی زبان سے اپنے آپ کو کہا کہ میں بحرِ علم ہوں، حالانکہ ایک مسئلہ تو آپ بتا نہیں سکے؟

روحانی قوت کیسے حاصل ہو؟

یہ جو بزرگوں کے واقعات ہیں کہ اُن کو اِس قدر روحانی قوت عطا ہوتی ہے، مجاہدات کے نتیجہ میں، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور سنت کے مطابق عمل کے نتیجہ میں، جس سے وہ دوسروں کو بھی بچا سکتے ہیں، تو ہمیں یہ مبارک ایام ہیں کم ازکم اِتنی محنت ضرور کرنی چاہئے کہ جس سے ہم اپنے آپ کو بچا سکیں۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہمارا نفس جس طرح چاہے ہمارے ساتھ کھیلتا ہے۔ وہ جس طرح چاہے حکم کرتا ہے ہم اُس کے مطابق کرتے ہیں۔ وہ اُنگلی پکڑ کر ہمیں چلاتا ہے ہم اس کے ساتھ چلتے رہتے ہیں۔ جہاں لے جاتا ہے وہاں جاتے ہیں۔ جو وہ کہتا ہے وہ کرتے ہیں۔ شیطان جس طرح ہمارے ساتھ کھیلتا ہے، ہمیں مذاق بناتا ہے اُس طرح ہم اُس کا کھلونا بنے ہوئے ہیں۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے یہاں ہم لوگ روز بڑے عجائبات دیکھتے تھے۔ پالنپور کے حضرت کے ایک مرید آتے تھے، اُن کی عمر ستر سال کے قریب رہی ہوگی، اور اچھے صحتمند تھے۔ تو پالنپور سے خطوط میں وہ لکھا کرتے تھے کہ حضرت! مجھے شیطان نظر آتا ہے، مجھے کیا کرنا چاہئے؟ پھر وہ جب سہارنپور پہنچے، تب ہم نے اُن کو دیکھا کہ اچھا! یہ اِن کے خطوط ہوتے تھے۔ اُنہوں نے کہا کہ مجھے حضرت سے ملنا ہے، تو حضرت کے پاس ہم لوگ لے گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ

جب تم اُس کو دیکھو تو اتباعِ سنت کے مطابق **لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم** کہا کرو۔ اُنہوں نے صاف کہا کہ میں تو اُس کو وہ گالی گلوچ کے کلمات کہتا ہوں، مجھے غصہ آ جاتا ہے۔ حضرت نے فرمایا نہیں، نہیں! اُس کی وجہ سے اپنی زبان کو خراب نہیں کرنا چاہیئے۔ وہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم اِس طرح کے کلمات بکو۔ تو اُنہیں ابلیس اور شیطان نظر آتا تھا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا مدینہ طیبہ میں جب وصال ہوا، اُس سے تین دن پہلے کونہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا مارو اس کو۔ ہم نے پوچھا کس کو؟ حضرت نے فرمایا دیکھ رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا حضرت کیا چیز؟ مسکراتے ہوئے فرمانے لگے کہ وہ ابلیس کھڑا ہوا ہے۔ ہر مرنے والے کا جب مرض الموت شروع ہوتا ہے تو ابلیس اپنا آخری حربہ استعمال کرنے کے لئے آ جاتا ہے پہنچ جاتا ہے اور اس وقت مرنے والے کا ایمان چھیننے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ اپنی حفاظت میں ہم سب کو رکھے۔ آمین۔

اِسی لئے امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **اَکْثَرُ مَا یُنْزَعُ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ**، کہ بہت سے لوگوں نے ساری عمر اپنے ایمان کے حفاظت کی کوشش کی اور اس دولت کو سنبھال کر رکھا، بچا کر رکھا، مگر جب مرض الموت میں کمزوری کی حالت میں ابلیس کا حملہ ہوتا ہے تو اُس میں انسان اپنا ایمان کھو بیٹھتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری اِس دولت کی حفاظت فرمائے، اِس کو مضبوط کرنے کی ہمیں توفیق دے۔ یہ مبارک ایام ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اِن مبارک ایام کو وصول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

درود شریف پڑھ لیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ آپ حضرات کے لئے افطار، سحری، سب کا انتظام ہے، پھر بھی اگر اِس سے کسی کا گذارہ نہ ہوتا ہوتو باہر کھانے پینے کے ہوٹل اور دکانیں لگی ہوئی ہیں، وہاں سے منگوا کر کھا سکتے ہو، سونے کے لئے کوئی پابندی نہیں، نمازوں کے اوقات کے علاوہ جتنا تم چاہو، سو سکتے ہو، کوئی تمہیں پریشان نہیں کرے گا،۔ حضرت فرماتے تھے کہ میرے یہاں ایک چیز کی پابندی ہے کہ کسی سے بات نہ کرنا۔

حضرت کے یہاں اس پر پابندی ہوتی تھی کہ ہم پورے سال میں صرف دس دن نکالتے ہیں، نو دن یا دس دن ملتے ہیں، وہ بھی عام دنوں کی طرح پورے سال کی طرح ضائع ہو جائیں، کتنا بڑا خسارہ۔ اِس لئے اِس کی کوشش کریں کہ وقت وصول ہو، اور جیسے حضرت نے فرمایا کہ کسی سے بات نہ کریں، اِس کا التزام کریں گے تو ان شاء اللہ آپ مصروف رہ سکیں گے۔ اور مجمع ہے، ساتھی ہیں، اِس کی کوشش کریں کہ آپ سے دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔

وہاں حضرت کے ساتھ ہم لوگ ساؤتھ افریقہ میں اعتکاف میں تھے، جس سال حضرت وہاں کے اعتکاف کے بعد ۱۹۸۲ء میں یہاں تشریف لائے تھے، حضرت کی مجلس میں کتاب پڑھنے والے مولانا معین الدین صاحب مراد آبادی تھے، سہارنپور میں بھی اور وہاں ساؤتھ افریقہ میں بھی۔ اُن کا جسم بھاری تھا، وہ سوتے تھے تو خراٹے کی آواز ہوتی تھی۔ پہلے ہی دن فجر کی نماز کے بعد سب لیٹ گئے، ہم نے بعض بزرگوں کو دیکھا کہ اپنے بستر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم نے اشارہ سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ وہاں کئی ہزار کا مجمع تھا، کوئی دو تین منزلہ اوپر نیچے مسجد میں معتکفین تھے۔ اُنہوں نے اشارہ کیا مولانا کی طرف، ہم سمجھ گئے کہ ان کے خراٹوں سے تکلیف میں ہیں، پھر ہم نے اُن کے لئے نیچے تہہ خانہ میں ایک کمرہ تھا چھوٹا سا، اُس میں اُن کے لئے بندوبست

کیا۔

اِسی طرح اگر کسی کو یہ مرض ہو، تو یہ جو زینہ ہے، یہ دروازہ کھول کر آپ اوپر جا سکتے ہیں، آپ کا اعتکاف بھی خراب نہیں ہوگا، سیڑھی سے اوپر جا کر مسجد کے بالائی حصہ میں سو جائیں تا کہ دوسرے کو تکلیف نہ ہو، نہ گفتگو سے، نہ تلاوت سے کسی کو شکایت ہو۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدرے بلند آواز سے کسی کی قرأت سنی، جو قرآن پڑھ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ ہٹایا اور اُن کو منع فرمایا کہ دوسروں کو تکلیف ہوگی۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہٖ وَصَحبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جیسے حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ نے بیچ سمندر میں ڈوبتی کشتی بچالی، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ سنایا تھا، کل سنایا تھا، پنجابی مجذوب نے بیچ سمندر پہنچ کر کے لوٹا اُٹھا کر دے دیا، یہ سب روحانی قوتیں ہوتی ہیں، جدھر بھی متوجہ ہوجائے، جن کی طرف ہوجائے، اُن کا کام بن جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ متوجہ ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، صرف اُس مجمع اور ماحول سے کام بن جاتا ہے، جیسے بتایا تھا حضرت علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے جو صفِ اول میں مغرب میں کھڑے ہوجاتے تھے، اُنہیں نیت کرتے ہوئے کعبہ سامنے نظر آتا تھا۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی کا قصہ سنایا تھا کہ انہوں نے شیخ امین الدین کے پیچھے مغرب پڑھی، ساری زندگی کے لئے دل پر سے پردے اُٹھ گئے۔ کیا کیا نظر آتا تھا، بتایا تھا کہ جنت دوزخ دیکھتے تھے، وہاں ائمہ اربعہ کے قبے دیکھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں چاروں ائمہ کے قبے دیکھے۔

یہ روحانی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں، اِنہیں کے وجود سے دنیا قیامتوں سے بچی رہتی ہے، فتنوں سے بچی رہتی ہے۔ افراد پر، اشخاص پر، قوموں پر جو عذاب آتے ہیں اُن کی برکت سے وہ محفوظ رہتے ہیں، عام لوگوں میں سے جن کا کسی طرح کا اُن سے کوئی تعلق ہوتا ہے وہ بچ جاتے ہیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا نام علومِ ظاہریہ میں بہت بڑا نام ہے، معقولات کے سب سے بڑے امام، فلسفہ کے سب سے بڑے امام، لیکن یہ اور اس جیسے علوم شاید دنیا میں فائدہ دے سکتے ہوں مگر اُس دوسرے عالم کے لئے کام آنے والی چیز نہیں ہے۔ اِسی لئے ہم کہتے ہیں کہ بے شک پڑھنا ضرور چاہیے، علم بڑی اچھی ہے، انجینئر بنیں، ڈاکٹر بنیں، کالج بھی جائیں، یونیورسٹی

بھی جائیں، تعلیم حاصل کریں، یہ سب آپ کی اِس دنیا کے لئے ہے، اور اِس دنیا میں رہتے ہوئے آپ کے ذمہ جو فرائض عائد ہوتے ہیں، رزق حلال اپنے لئے، اپنے بچوں کے لئے، اُس کے لئے یہ چیزیں نہایت ضروری ہیں۔ لیکن وہ عالمِ آخرت، اُس کی تیاری کی بھی اِس عالم سے زیادہ ضرورت ہے۔

بیان القرآن اور تفسیر کبیر کا طرز ایک جیسا

کہتے ہیں کہ یہ جو حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی تفسیر ہے، اُس کا زیادہ تر مأخذ بیان القرآن کا امام رازی کی تفسیرِ کبیر ہے۔ جو چیزیں اُس میں عربی میں ہیں اُن کو حضرت نے آسان کرنے کی کوشش کی، پھر بھی عوام بیان القرآن نہیں سمجھ سکتے، اِس لئے کہ اُس کا انداز ہی امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح فلسفیانہ ہے۔ منطقی انداز میں بات پیش کی جاتی ہے، دعویٰ اور دلیل، موضوع اور محمول۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ اُن کا آخری وقت ہے، جیسا کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ نے ہمیں فرمایا تھا کہ مارو اُس کو! تو ہم نے پوچھا کون؟ فرمایا دیکھو! کونہ میں۔ ہم نے کہا کونہ میں کون ہے؟ انتقال سے تین دن پہلے، تو مسکراتے ہوئے، ہنستے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابلیس کھڑا ہے۔ اب کتنا اونچا مقام تھا حضرت کا کہ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو اور شیطان کو جو قدرت دی ہے، پہنچ تو جاتا ہے ہر ایک کے پاس، اللہ تعالیٰ نے ہر ایک تک اُس کو رسائی دی ہے، مگر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اُس کو پہچان رہے ہیں۔ دھمکا رہے ہیں کہ مارو اُس کو! پھر ہنس رہے ہیں، ہنستے ہوئے ہمیں فرمایا دیکھو! کون کھڑا ہے؟ ہم نے کہا کون ہے؟ فرمایا ابلیس، شیطان کھڑا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور ابلیس

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت ہے، ابلیس نے آکر ایمان چھیننا چاہا اور کہا کہ یہ تو ویسی

ہی وہمی چیزیں ہیں، خدا کے وجود کو تم مانتے ہو؟ تمہارے جیسا اِتنا بڑا عقلمند انسان؟ ابلیس نے ایک دلیل قائم کی کہ خدا نہیں ہے، اُس کا جواب دیا امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے۔ دوسری دلیل دی، اُس کا جواب دیا، تیسری دلیل، اُس کا جواب دیا، چوتھی دلیل، اُس کا جواب دیا، وہ ابلیس دلائل پر دلائل دیتا جا رہا ہے اور اِدھر وقت آخری ہو رہا ہے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا۔ ننانوے دلائل پیش کیئے ابلیس نے کہ خدا کا تصور محض وہمی ہے، اور ﴿ نَمُوْتُ وَنَحْيٰى وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴾، نہ کوئی خدا چلانے والا، نہ زندگی موت دینے والا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد حضرت نجم الدین کبریٰ ہیں جو اپنے مقام پر سینکڑوں میل کی دوری پر تھے، وہاں اُن پر اپنے مرید کا حال منکشف ہوتا ہے کہ اُن کا آخری وقت ہے، سکرات کا عالم ہے اور ابلیس اُن سے ایمان چھیننے کی کوشش کر رہا ہے، حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کو جو خدام وضو کرا رہے ہیں، پانی ڈال رہے ہیں۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اور ملک الموت

حضرت شیخ قدس سرہٗ کے حالات جو میں نے آخری ایام کے واقعات لکھے تھے، جس میں یہ شیطان کا واقعہ بھی لکھا، اُس میں لکھا کہ ملک الموت کی حضرت شیخ کو زیارت ہوئی بیداری میں دو دفعہ، اور دو دفعہ خواب میں۔ حضرت شیخ نے جو ہمیں سنایا، اور بھی دیکھا ہوگا، اللہ جانے۔ ان چار دفعہ کی ملک الموت کی زیارت میں سے ایک واقعہ کا مجھے علم نہیں تھا، حضرت کے دو خادم مولانا احمد لولات صاحب اور کینڈا میں ہیں مولانا مظہر صاحب، اُنہوں نے کہا ہماری موجودگی میں بھی ایک قصہ ہوا وہ آپ نے نہیں لکھا؟ میں نے کہا مجھے نہیں معلوم تھا۔

اُنہوں نے کہا کہ ظہر کی نماز کے بعد حضرت لیٹ گئے، اور ہم لوگ بھی حضرت کی چارپائی کے پاس لیٹ گئے، حضرت کے لٹانے کے بعد چند منٹ میں ہم کیا سن رہے ہیں کہ حضرت دوسری طرف کروٹ لئے ہوئے ہیں، دیوار کی طرف منہ ہے، ہم دیکھ نہیں پا رہے، لیکن آواز سن

رہے ہیں، حضرت کسی سے کوئی بات کر رہے ہیں، ہم ایک دوسرے کو اشارہ کرتے ہوئے، سوچنے لگے کہ کیا ہوا؟ حضرت کچھ پڑھ رہے ہیں؟ صرف آواز آرہی ہے، جس طرح بات کی جاتی ہے، کوئی سوال جواب جیسا انداز گفتگو وہ سن رہے ہیں۔ اِنہیں بڑا تعجب ہوا کہ زندگی میں اِتنے سالوں میں کبھی ایسا ہوا نہیں، اور یہ ہم کیا آواز سن رہے ہیں؟

جب حضرت عصر کی نماز کے لئے اُٹھے اور استنجاء کے بعد یہ حضرات وضو کرا رہے تھے، ہر ایک دوسرے کو کہنی مارتا ہے کہ پوچھو، حضرت کے یہاں خدام کی بھی اور ہر وقت ساتھ رہنے والوں کی بھی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ ہر وقت جو چاہیں پوچھ لیں۔ ہمت کر کے مولوی احمد نے پوچھا حضرت! لیٹنے کے بعد حضرت کچھ پڑھ رہے تھے؟ کسی سے بات کر رہے تھے؟ حضرت نے جو پانی لیا تھا تو وہ اُن کو اِس طرح منھ پر مارا، ابے! تو نے سن لیا تھا؟ اب کچھ اُن کی ہمت بڑھی، کہا ہاں! میں نے بھی سنا اور مولوی مظہر نے بھی سنا حضرت کسی سے بات کر رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ ملک الموت تشریف لائے تھے، اُن کے ساتھ میں بات کر رہا تھا۔

شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کو خدام وضو کرا رہے ہیں اور حضرت نجم الدین کبریٰ پر جب اپنے مرید کا حال، امام رازی کا، منکشف ہوا کہ شیطان اخیری وقت میں اُن کو ورغلانے کی کوشش کر رہا ہے، ایمان چھیننے کی کوشش کر رہا ہے، ننانوے دلائل دے چکا ہے خدا کے نہ ہونے پر، اور اُن کے آخری سانس باقی رہ گئے ہیں، حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں سے اِسی طرح پانی پھینکا، پانی پھینک کر فرمایا کہ یوں کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں خدا کو بغیر دلیل کے مانتا ہوں۔

بس جیسے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد کے یہ کلمات سنے۔ وہاں تک سینکڑوں میل دور، یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلَ کی طرح سے آواز بھی پہنچ گئی، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کو تب ہوش آیا کہ اوہو! یہ کیا میں اِس کے ساتھ مناظرہ کرنے لگ گیا؟ اُنہوں نے ابلیس سے کہا کہ میں خدا کو بغیر دلیل کے مانتا ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن بزرگوں کو جو روحانی قوت دی ہوتی ہے

اِس کی برکت سے کہاں کہاں دور والوں کو سنبھال لیتے ہیں۔

حضرت شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

خواب میں بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو! تم اپنا بھیس بدلو اور زُنّار پہن لو، اور اپنی ہیئت، شکل و صورت بدل کر کے دیر سمعان جاؤ۔ اور جو جگہ وہاں دیر سمعان میں بتائی کہ فلاں جگہ، کسی وقت موقع ہوا تو بتائیں گے کہ حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی اِسی طرح کا قصہ ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ ہدایت فرمائی کہ دیر سمعان جاؤ، اور نصرانی وضع قطع اختیار کر کے جاؤ، ساری عمر اِسلامی لباس میں اِس ہیئت میں جو انسان رہا ہو اُس کے لئے یہ بہورو پیہ کی طرح سے اپنی ہیئت کو بدلنا مشکل ہوتا ہے، سوچتے رہے کیا کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری شب پھر تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم نے کہا کہ اِس طرح نصرانی لباس پہن کر کے دیر سمعان جاؤ، تو تم گئے نہیں ابھی؟ نکلے نہیں یہاں سے؟ اور پریشان ہوئے کہ یا اللہ! تیسری شب پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، چنانچہ یہ چل پڑے، کہیں جا کر اپنا حلیہ سب بدل لیا اور دیر سمعان پہنچے۔

جیسے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کہاں شیراز اور وہاں سے سومنات کے مندر میں پہنچے، پورا واقعہ لکھا ہے اُنہوں نے بوستاں میں کہ میں کس طرح وہاں پہنچا، اور میں کس طرح بت کی پرستش کے لئے جب کھڑے ہوتے تھے اُن کے ساتھ اُن کا لباس پہن کر کس طرح میں کھڑا ہو جاتا تھا، بوستاں میں ہے۔ اگرچہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ محض شاعرانہ تمثیل ہے، حقیقی واقعہ نہیں۔ علامہ شبلی نے حضرت سعدی کے حالات میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے۔

غرض بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ دیر سمعان پہنچے، خاص جو اُن کی عبادت گاہ مشہور تھی، اور اُن کے مذہبی بڑے بڑے لوگ وہاں عبادت میں مصروف رہتے تھے، وہاں پہنچ گئے۔ جو اُن کا مذہبی

طور پر بڑا آدمی تھا، وہ اپنے معمول کے مطابق بیان کے لئے اسٹیج پر پہنچ گیا، لیکن اُن کے سامنے جا کر بالکل صائم وساکت، چپ چاپ کھڑا ہے، تو تھوڑی دیر تو مجمع منتظر رہا، پھر وہ آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگے کیا ہو گیا؟ پھر کسی نے ہمت کر کے پوچھا کیا ہے سَرْ! کوئی تکلیف ہو گئی؟ اِتنی دیر گذر گئی آپ اسٹیج پر آئے ہیں، کچھ بول نہیں رہے ہیں۔ اسی طرح کا حضرت سہارنپوری کا بھی ایک قصہ ہے۔

سادھو کی توجہ کا اثر

کہ آریوں کے ساتھ مناظرہ ہو رہا تھا، آریہ سماج نے مسلم اُمت کو چیلنج کیا تھا مناظرہ کے لئے، جس میں ہماری طرف سے علماء پہنچے، جن میں حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ بھی تھے۔ مناظرہ ہو رہا ہے، اور ہماری طرف سے جو مناظر اسٹیج پر آتے ہیں وہ بچوں کی طرح سے جس طرح کوئی بھول جاتا ہے، کوئی ڈر جاتا ہے اِس طرح بڑے بڑے مناظر قسم کے لوگ بول نہیں پا رہے ہیں۔

کسی نے حضرت سہارنپوری کو اِسٹیج پر رقعہ لکھا کہ حضرت اِسٹیج کے سامنے آرام کرسی پر ایک سادھو ہے، انڈیا میں آرام کرسی، کپڑے اور لکڑی کی بنی ہوئی کرسی ہوتی ہے، لکھا کہ آرام کرسی پر اسٹیج کے سامنے جو ایک نوجوان سادھو آنکھیں بند کر کے بیٹھا ہوا ہے وہ اِسٹیج پر مقرر کے قلب پر توجہ ڈال رہا ہے اور اُس کا یہ اثر ہے کہ آپ دیکھ رہے ہیں کتنی دیر سے یہ کتنے سارے مناظر آئے اور کوئی بول ہی نہیں پایا بچوں کی طرح سے، وہ تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی باتیں کی اور اُتر گئے۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

لکھا ہے تذکرۃ الخلیل میں کہ حضرت سہارنپوری نے وہ رقعہ پڑھا اور فوراً آنکھیں بند کر لیں، گردن جھکائی، ایک دو منٹ سے زیادہ نہیں گذرے ہوں گے کہ آرام کرسی پر آنکھیں بند کر کے جو سادھو بیٹھا ہوا تھا وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا، جس طرح کوئی پیچھا کر رہا ہو اور بھاگ رہا ہو،

وہاں سے اُٹھ کر بھاگا اور اُس کے اُٹھنے کے ساتھ ہی مقررین کی جو زبان بند تھی وہ ختم ہوگئی۔

لاکھوں نصرانیوں کا قبولِ اسلام

یہ دیرسمعان کا سب سے بڑا پادری اِسٹیج پر چپ چاپ کھڑا ہوا ہے، اُس سے بولا نہیں جارہا، جب اُس سے پوچھا گیا کہ کیا بات ہے؟ تو اُس نے کہا کہ تم میں ایک رجلِ محمدی آگیا ہے۔ بچپن میں کوئی فارم وغیرہ ہوتے تھے تو اُس میں مسلم لکھا ہوا نہیں ہوتا تھا کہ تمہارا مذہب کونسا ہے؟ جو مسلمانوں کے لئے خانہ ہوتا تھا اُس میں مومیڈن لکھا ہوتا تھا، کیونکہ اِن کے یہاں جو تعلیم دی جاتی تھی وہ یہ تھی کہ مسلمین تو حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں کو، ملت ابراہیمی کے ماننے والوں کو کہا جاتا ہے، یہ ہم کیوں تسلیم کریں؟ اِس لئے اِن کو اِن کے پیغمبر جن کو ہم نہیں مانتے اُن کی طرف منسوب کرو، مومیڈن لکھو۔

دیرسمعان کے پادری نے کہا کہ فِیکُمْ رَجُلٌ مُّحَمَّدِیٌّ، تم میں ایک مومیڈن آگیا ہے۔ اب وہ تو نہیں پہچان سکتے اِتنے سارے مجمع میں، سب ایک ہی لباس میں ہیں، تو اِتنے میں پھر وہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہوکر پوچھتا ہے کہ اَنْتَ رَجُلٌ مُحَمَّدِیٌّ ؟ اُنہوں نے کہا جی ہاں! پھر اُس نے سوالات شروع کیے، ایک کتاب ہے اُس کا نام ہے البحر الفائق۔ کہیں آپ نے تھوڑا سا حصہ بچوں کے سوالات میں دیکھا ہوگا کہ وہ کونسا ایک ہے جس کا دوسرا نہیں؟ کونسے دو ہیں جس کا تیسرا نہیں؟ کونسے تین ہیں جس کا چوتھا نہیں؟ ایک بڑی لمبی کتاب ہے وہ، تو یہ سارے سوالات پورے مجمع میں اُس نے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے کیے، اور وہ تمام سوالات کا جواب دیتے چلے گئے۔ تو وہاں پر جو اُن کا پورے ملک کا مکھن جمع تھا، مذہبی طور پر بڑے بڑے لوگ جو اُس دینی مرکز میں رہتے تھے، جب وہ مسلمان ہوئے تو لاکھوں کی تعداد میں عیسائی مسلمان ہوگئے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ توجہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آج کا جو فتن کا دور ہے اِس پُرفتن

دور میں بھی اِس طرح کے معجزات ظاہر فرمائے کہ جس سے یہ فتنے ختم ہوں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہٖ وَصَحبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کل بتایا تھا کہ اللہ کی طرف سے ان بزرگ کو دیر سمعان جانے کا حکم ہوا۔ تین دن مسلسل حکم ہوتا رہا اور وہ تشریف لے گئے اور اللہ نے ان کے ذریعہ خلقِ خدا کو ہدایت دی۔
یہ عجیب تقسیم ہے اللہ کی طرف سے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دنیا کے کونہ کونہ میں اسلام پھیلایا۔ ان کے بعد ان کے طرز پر کہ پورا علاقہ مسلمان ہو جائے، قومیں کی قومیں مسلمان ہو جائیں، صحابہ کرام کے بعد، یہ کام وہ علماء جن کا تعلق شریعت کے علومِ ظاہرہ سے ہے، ان سے نہیں لیا گیا۔

دین و اسلام کا تحفظ

ان علماء کرام سے جو کام لیا گیا، وہ یہ کہ انہوں نے درس دیئے، کتابیں تصنیف کیں، ان کے ذریعہ اس دین اور اسلام کے تحفظ کا کام لیا گیا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک جو دین اور شریعت، قرآن وحدیث اور تمام علوم محفوظ ہمارے ہاتھوں میں ہیں، وہ ان علماء کی برکت سے ہیں۔ قرآن، قرآنی الفاظ اور اس کے معانی اور اس کی تشریح، تأویل اور تفسیر ان تمام چیزوں کے تحفظ کا کام علماءِ ظاہر سے لیا گیا۔ لیکن یہ کہ ہدایت ایک دم آناً فاناً پھیل جائے، یہ کام صوفیاء سے لیا گیا۔

صوفیاء سے اسلام کی اشاعت

اور اسلام جس طرح صحابہ کرام کے دور میں پھیلتا تھا کہ پوری کی پوری قوم اسلام میں داخل ہوتی تھی، اگر آپ تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ کام صرف صوفیاء سے لیا گیا۔ ایک ایک کو حکم ہوا۔ جس طرح بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو تین دن تک حکم ہوتا رہا کہ تم دیر سمعان جاؤ اور وہاں ان کے

جانے کی برکت سے پورا علاقہ مسلمان ہو گیا۔

ہمارے یہاں ملکِ کشمیر سارا کا سارا صرف ایک بزرگ اور ایک اللہ والے کے کھاتہ میں ہے۔ سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اس علاقہ میں تشریف لائے اور ان کی برکت سے پورا ملک کشمیر، ابھی تو چھوٹا ہے، اس وقت کافی وسیع رقبہ تھا، سارا مسلمان ہو گیا تھا۔

حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو کہاں سے، سجستان سے بھیجا گیا، یہ جوان کے صفات میں ان کی نسبت بیان کی جاتی ہے، چشتی، اجمیری، سنجری، تو لکھا ہے کہ سنجری میں نقطے غلط ہو گئے۔ یہ سجز ہے۔ تو جوزاء کا نقطہ ہے اس کو نون بنا دیا گیا۔ پہلے کسی جگہ ممتحن امتحان کے لئے مکتب میں گئے، اور منتظمین سے کہا کہ مدرس آپ تبدیل کر دیں۔ یہ اردو کا قاعدہ نہیں پڑھا سکتے کہ دیکھو یہ لفظ ہے ''آبخورہ''، آب خورہ جو مٹی کا برتن ہوتا ہے اس میں پانی پیا جاتا ہے، تو اس کو وہ پڑھا کرتے تھے آنجورہ، آن جورہ، نون جیم کے ساتھ۔ انہوں نے نقطے تو اتنے ہی باقی رکھے جتنے تھے مگر ان نقطوں کو انہوں نے ذرا آگے پیچھے کر دیا۔ یہی حال سنجر اور سجز کا ہے۔ تو یہ سجستان کے سجز کے ہیں۔ ڈاکٹر نظامی صاحب یہاں تشریف لائے تھے، ان کے ساتھ اس لفظ پر گفتگو ہوئی تھی، انہوں نے حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ پر اور سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں پر ایک بہت ضخیم، ایک بہت موٹی کتاب لکھی ہے، تاریخ مشائخ چشت۔

حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا ہندوستان میں ورود

حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کو حکم ہوا کہ ہندوستان جاؤ، تو جا کر اجمیر کے جنگل میں پڑ گئے۔ لمبا قصہ ہے، جو جے پال کے ساتھ پیش آیا تھا، بادشاہ نے دیکھا کہ ان سے تو کرامات صادر ہوتی ہیں، تو جیسے فرعون نے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات دیکھے، عصا کا معجزہ، ید بیضاء یعنی روشن ہاتھ کا معجزہ، تو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں وہ جادوگر لے آیا۔

اسی طرح یہاں بھی حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ آپ کے پاس لوگ جوق در جوق آ رہے ہیں، حالانکہ آپ ایک نو وارد اجنبی انسان ہیں، جنگل میں بیٹھے ہوئے ہیں، مگر اس کے باوجود لوگ آپ سے مانوس ہو رہے ہیں، اور جنگل میں اتنی دور چل کر آ رہے ہیں، تو آپ کے مقابلہ میں جادوگر کو لایا گیا۔ اور تمام انسانوں کے روبرو بادشاہ کے کہنے کے مطابق ساحر سے کہا گیا کہ دیکھو یہ نو وارد اپنی کرامات دکھاتا ہے، تم بھی اپنا کوئی کرشمہ دکھاؤ۔ ان کے لئے تو یہی لفظ ''کرشمہ'' استعمال کریں گے۔ اس سے کہا کوئی کرشمہ دکھاؤ، وہ جس تخت پر بیٹھا ہوا تھا تو وہ تخت اوپر اٹھنا شروع ہوا، اور ہوا میں معلق ہو گیا۔ اور سب لوگ دیکھ رہے ہیں کہ اوپر جا رہا ہے، اور اوپر جا رہا ہے، اور اوپر جا رہا ہے۔

حضرت اجمیری کے جو خدام تھے وہ سارے کے سارے نو مسلم، تو وہ حیران ہو گئے کہ دیکھو! معلوم نہیں کہ اس کے بعد کیا ہوتا ہے۔ حضرت مسکرائے، تو اتنے میں مجمع نے کیا دیکھا کہ حضرت جو کھڑاؤں پہنتے تھے، یہاں والوں کے لئے تو ہر چیز کی تشریح کرنی پڑتی ہے، ہم نے حضرت شیخ قدس سرہ کے خطوط میرے اور جو بھائی صاحب کے نام تھے محبت نامے چھپوائے، تو خطوط آ رہے ہیں کہ بہت مزہ آ رہا ہے، لیکن اس کی وضاحت کہ یہ قصہ کیا تھا اور وہ قصہ کیا تھا۔ فون آ رہے ہیں، خطوط آ رہے ہیں۔ یہ کیا چیز تھی؟ تو وہ کھڑاؤں، لکڑی کا ہوتا ہے جس طرح سلیپر پہنتے ہیں آپ ربڑ کے، تو اسی طرح وہ لکڑی کے ہوتے ہیں اور جس میں پیر ڈالا جاتا ہے وہ کپڑے سے بنا ہوا ہوتا ہے، اور کبھی انگوٹھے اور اس کے بعد والی انگلی کے درمیان صرف لکڑی ہوتی ہے۔ مسجدوں میں صدیوں تک اس کا رواج رہا، اب وہاں بھی ختم ہو گیا ہوگا۔

سب سے بڑی کرامت

ہمارے اکابر میں سے ایک بزرگ کے یہاں خادم نے عرض کیا کہ حضرت، دل بہت سخت ہو گیا اور فلاں بزرگ کے متعلق سنا کہ جو ان کی مجلس میں پہنچ جاتے تھے ان کے دل جاری ہو جاتے

تھے۔ بیعت ہوئے اور دل فوراً اللہ اللہ کرنے لگ جاتا تھا۔حضرت نے فرمایا کہ تم پہلے جتنا قرآن پڑھتے تھے، اس کے مقابلہ میں اب کتنا پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ پہلے میں ایک پارہ پڑھتا تھا، اب ایک منزل پڑھتا ہوں۔

انہوں نے یہ کہا کہ یہ تو صحابہ کرام کی سنت ہے۔ جمیع صحابہ کرام کا معمول تھا۔ جو معذور ہوتے تھے ان کو چھوڑ کر سب صحابہ کرام ایک منزل کی روز تلاوت فرماتے تھے۔ سات آٹھ پارے کی ایک منزل، ایک ہفتہ میں قرآن شریف کا ختم ہوتا ہے۔ اسی سے سات منزلیں قرآن کی بنی ہوئی ہیں۔ پھر دریافت فرمایا کہ نمازیں کونسی پڑھتے ہو؟ کہا کہ سب نمازیں پڑھتا ہوں اور اس کے علاوہ اذکار کے متعلق پوچھا تو کہا کہ سب اذکار جو آپ نے تعلیم فرمائے ہیں اللہ پاک کے فضل سے ان پر عمل ہے۔ یہ سب گنوا کر حضرت نے بتایا کہ دیکھو یہ عین سنت کا اتباع تمہیں حاصل ہوا۔ یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق زندگی گزرنے لگی، یہ سب سے بڑی کرامت، سب سے بڑا حال، اور حال چاہتے ہیں اس میں کیا رکھا ہے؟ یہ فرما کر حضرت تشریف لے گئے۔

جب حضرت نے وضو کے لئے جاتے ہوئے مسجد سے نکلتے ہوئے کھڑاؤں پہنی، اس کی آواز ہوتی ہے کھٹ کھٹ۔ تو جیسے کسی مجلس میں کوئی قوال گانے لگے، اور عمدہ آواز سے کوئی نعت پڑھنے لگے تو لوگوں پر حال طاری ہوتا ہے، صرف اس کھڑاؤں کی آواز سے ان کا دل اللہ اللہ اللہ کرنے لگا، ان کا دل جاری ہوگیا۔

حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ وہ جادوگر ہوا میں معلق ہے، اوپر جارہا ہے، اور اوپر جارہا ہے اور وہ خوش ہورہے ہیں، ان کا راجہ اور ان کی ساری رعیت خوش ہے کہ دیکھو، یہ کتنا بڑا کرشمہ انہوں نے دکھا دیا۔ حضرت اجمیری کی جیسی کھڑاؤں پر نگاہ پڑی، اس دن بتایا تھا کہ حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ امین الدین عمری کے پیچھے نماز مغرب کی پڑھنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میرا دل اتنا روشن کردیا کہ تمام حیوانات کی تسبیح میں سنتا تھا، سمجھتا تھا، پرندے ہوا میں اڑتے ہوئے کیا تسبیح پڑھتے ہیں، وہ

میں سنتا ہوں، سمجھتا ہوں، اور جمادات کی بھی تسبیح سنتا ہوں اور سمجھتا ہوں۔ پتھر، دیوار، یہ سوکھی لکڑیاں، ہر چیز تسبیح کرتی ہے۔تو جیسے ہی کھڑاؤں پر حضرت کی نگاہ پڑی تو کھڑاؤں بھی حضرت کے منشا کو سمجھتی ہے تو فوراً جس طرح اس جادوگر کا تخت اڑا تھا، کھڑاؤں نے چلنا شروع کیا۔فضا میں جہاں اوپر وہ تھا، اس کے سر کے اوپر جا کر ٹخ ٹخ، مار پڑ رہی ہے اس کے سر پر، جوتیاں پڑ رہی ہے، کرشمہ دکھانے کی سزا مِل رہی ہے۔

جادوگر سمجھدار تھا، فوراً نیچے آیا، پیر پکڑ لئے حضرت کے اور کہا میں مسلمان ہوتا ہوں۔اس کو دیکھ کر ساری قوم مسلمان ہوگئی۔لکھا ہے کہ حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے تقریباً ساڑھے تین ملین غیر مسلم مسلمان ہوئے۔

عمومی انداز میں صحابہ کرام کے بعد جو اسلام پھیلا ہے وہ صوفیاء کے ذریعہ پھیلا ہے۔جیسے آپ کے سامنے عرض کیا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ دیرِ سمعان تشریف لے گئے اور ان کی کرامت تھی کہ ان کے تشریف لے جانے پر دیرِ سمعان کا پادری اور لاکھوں نصرانی مسلمان ہو گئے۔

لفظ دیر کی تحقیق

دِیرِ سمعان عربی میں لکھا جاتا ہے، مگر اس کا صحیح تلفظ دَیر ہے۔حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ، سہارنپور حضرت شیخ قدس سرہ سے انہوں نے سب کچھ پڑھا، شروع سے لے کر مشکوۃ تک پڑھا، پھر والد صاحب کے حکم پر حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دورہ حدیث پڑھا، پھر واپس آ کر دوسری مرتبہ پھر مظاہر العلوم میں دورہ پڑھا اور حضرت شیخ سے صحیح بخاری پڑھی اور پھر حضرت سے بیعت کی درخواست کی تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ اتنے سارے اکابر ہیں، اس وقت حضرت شیخ نوجوان تھے، فرمایا ہمارے بزرگوں میں سے کسی سے بیعت ہو جاؤ۔تو عرض کیا کہ نہیں، مجھے تو حضرت سے بیعت ہونا ہے۔حضرت نے فرمایا کہ نہیں، تم اس

نیت سے جاؤ، رائپور بھی جاؤ، تھانہ بھون بھی جاؤ، مفتی صاحب نے دیو بند میں پڑھا تھا وہاں دیو بند بھی بھیجا۔ وہ جب واپس آئے، پوچھا حضرت نے کہ اب کیا حال ہے، انہوں نے شعر سنایا کہ ؎

دیر وحرم میں روشنی شمس و قمر سے ہو تو کیا
مجھ کو تو تم پسند ہو ، اپنی نظر کو کیا کروں

دیر وحرم، جس طرح ہمارے یہاں حرم پاک کا تصور ہے کہ معزز جگہ، عبادت کی جگہ، جہاں اللہ کے سامنے ماتھا ٹیکنے والے، عبادت گذار ہر وقت جمع رہتے ہوں، یہ حرم ہے، حرم کے مقابل دَیْر ہے۔

اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جاؤ، اعلان کرو، اَلصَّلٰوۃ، اَلصَّلٰوۃ، اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ۔

ایک دفعہ وہاں مدینہ طیبہ میں گھر میں تھا، حرم سے کچھ فاصلہ پر مکان تھا، وہاں کی محلّہ کی مسجد میں مائک پر اعلان ہو رہا ہے، اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ، اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ ، میں نے سوچا، پتہ نہیں کیوں اعلان ہو رہا ہے؟ جب آدھ پون گھنٹے کے بعد حرم سے مائک پر نماز استسقاء کی آواز آنے لگی تو پتہ چلا کہ صلوۃ الاستسقاء، بارش کی دعا کے لئے سب لوگوں کو جمع کیا جا رہا تھا، اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ۔

کسی مقصد کے لئے جمع کرنا ہوتا تھا تو یہ اعلان کیا جاتا تھا۔ جب صحابہ کرام مسجد میں جمع ہو گئے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو جو اس وقت یہاں جمع کیا ہے، مَا جَمَعْتُکُمْ لِرَغْبَۃٍ وَّلَا لِرَھْبَۃٍ، کوئی آخرت کی، اور جنت کی، جنت کی نعمتوں کا شوق دلانے کی باتیں کرنے کے لئے نہیں، اور جہنم اور وہاں کے عذاب، اس سے ڈرانے کے لئے نہیں، قیامت اور اس کی ہولناکیوں سے ڈرانے کے لئے

نہیں، بلکہ میں نے تمہیں ایک اور چیز کے لئے جمع کیا ہے۔

اوراس کے بعد آپ نے ارشادفرمایا کہ حَدَّثَنِیْ، یہ صحابہ کرام تک پہنچنے کے لئے جس طرح ہم سند بیان کرتے ہیں اوراس کے لئے محدثین ''حَدَّثَنِی'' یا ''حَدَّثَنا'' لفظ استعمال کرتے ہیں، یہ وہ لفظ ہے جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود استعمال فرمایا ہے۔ اور یہی الفاظ صحابہ کرام نے استعمال فرمائے، محدثین نے یہ لفظ حَدَّثَنِیْ اور حَدَّثَنَا وہاں سے لیا۔ چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشادفرماتے ہیں حَدَّثَنِیْ تَمِیْمٌ الدَّارِیُّ کہ مجھے تمیم داری نے یہ قصہ بیان کیا۔

تمیم داری رضی اللہ تعالی عنہ

یہ تمیم داری، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تعارف کرایا کہ یہ پہلے نصرانی تھے، اوراس کے بعد اللہ تعالی نے انہیں اسلام کی توفیق دی۔ تو اسلام لانے سے پہلے کا ان کا واقعہ ہے۔

مسجد نبوی میں روشنی

تمیم داری رضی اللہ تعالی عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی محبت تھی۔ یہ تاجروں میں سے تھے۔ شام سے سامان لاکر یہاں بیچا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اسلام لانے کے بعد جب وہ شام سے واپس آئے اور پھر اسی دن شام کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہی مسجدِ نبوی میں تشریف لائے تو دیکھا کہ مسجدِ نبوی میں قمقمے روشن ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ روشنی کیسی؟ عرض کیا گیا تمیم داری شام سے جھومر لائے تھے جس میں مختلف قمقمے روشن کئے جاسکتے ہیں، صحابہ کرام سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ روشنی کیسی؟ یہ انتظام کس کا ہے؟ عرض کیا گیا کہ تمیم داری شام گئے تھے، وہاں سے لائے اورانھوں نے روشنی کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بہت دعائیں دیں اورارشادفرمایا کہ اگر میرے کوئی بیٹی ہوتی تو میں ان کے نکاح میں دیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اس قدر خوش ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمیم داری پہلے نصرانی تھے اوراسلام لائے ہیں۔ اور یہ اپنا

قصہ سناتے ہیں کہ میں ایک دفعہ سفر میں تھا اور قبیلہ لخم اور جذام کے ساٹھ کے قریب افراد میرے ساتھ تھے۔ ہم لوگ سمندر میں سفر کر رہے تھے۔ اچانک طوفان آیا اور ہماری کشتی طوفان کی نذر ہو گئی۔ اور ایک تخت پر، لکڑی پر، ایک مہینہ تک رہے، ہمیں وہ موجیں تھپیڑے دیتی رہیں اِدھر سے اُدھر، وہاں سے یہاں، سمندر میں ایک مہینہ ہم نے گذارا، اتفاق سے پھر ایک جزیرہ پر ہم پہنچے۔ وہاں مشکل سے، کنارہ سے ہمیں لوگوں نے دیکھا تو وہ چھوٹی چھوٹی کشتیاں لائے اور اس میں سوار ہو کر جب ہم کنارہ پر اترے ہیں، وہاں ہم نے ایک عجیب شکل دیکھی، نہ اس کو جانور کہہ سکتے ہیں، نہ انسان معلوم ہو رہا تھا، اس کا سامنے والا حصہ کونسا ہے، پیچھے والا حصہ کونسا ہے، کچھ صحیح طور پر معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اس کا سارا جسم بالوں سے بھرا تھا، ہم نے بڑی ہمت کر کے اس سے پوچھا کہ تو کون؟ عجیب شکل ہے۔ اس نے کہا **أَنَـا الْجَسَّـاسَةُ** ۔ کہ میرا کام تو جاسوسی کرنا ہے، تجسس کرنا ہے۔ اُس نے کہا یہ سامنے والے دیر میں چلے جاؤ: **اِذْهَبُـوْا اِلٰـى هٰذَاالدَّيْرِ** ۔ یہ دیر کی وجہ سے میں سنا رہا تھا کہ ؎

دیر وحرم میں روشنی شمس وقمر سے ہو تو کیا

تم اس عبادت خانے اور اس جگہ پر جاؤ جو سامنے نظر آ رہی ہے، تو وہاں ایک شخص ہے۔ وہ تمہارا مشتاق بھی ہے اور تمہیں وہ کچھ بتا پائے گا۔

حضرت تمیم الداری اور دجال

حضرت تمیم داری فرماتے ہیں کہ اس کی شکل دیکھ کر اور اس کی باتیں سن کر ہمیں اور زیادہ تعجب ہوا۔ ہم نے سوچا کہ یہ کوئی بھوت تو نہیں ہے **اِنَّهَا لَشَيْطَانَةٌ**۔ ایک دم جلدی سے وہاں سے نکلے اور جدھر اس نے اشارہ کیا تھا، دَیر، اس عمارت میں ہم گئے۔

جب ہم اس دَیر میں داخل ہوئے، ہمیں پہلے سے زیادہ ڈر محسوس ہوا۔ ہم نے ایک آدمی دیکھا کہ زندگی میں کبھی سوچا نہیں تھا اتنے بڑے جسم کا مالک، ایک انسان زنجیروں میں جکڑا ہوا

ہے۔اس کے ہاتھ دونوں گردن کے ساتھ باندھے ہوئے ہیں، دونوں پیرا کھٹے کر کے پیٹ کے ساتھ لپیٹے ہوئے زنجیروں سے جکڑے ہوئے ہیں۔

ہم نے اس سے پوچھا کہ تو کون؟ تو کہنے لگا کہ تم کون ہو؟ ہم نے کہا کہ ہم تو فلاں جگہ سے نکلے تھے اور ہماری کشتی سمندر میں ٹوٹ گئی، ڈوب گئی، اور ہم اتفاق سے اس جزیرہ میں یہاں پہنچ گئے۔تو کہا اچھا! تم عرب سے آئے ہو۔اچھا یہ بتاؤ کہ نخل بیسان کا کیا حال ہے؟ **هَلْ تُثْمِرُ؟** بیسان کا جو باغ ہے، اس میں پھلدار درخت ابھی موجود ہیں؟ پھل لگتا ہے؟ وہ پھل دیتا ہے؟ ہم نے کہا کہ ہاں، ابھی تو وہاں باغات ہیں اور نخل بیسان میں کافی پھلدار درخت ہیں۔اس نے کہا بحیرہ طبریہ کا کیا حال ہے؟ اس کا پانی؟ فرمایا کہ اس میں بھی خوب پانی ہے۔پھر اس نے ایک چشمہ کے متعلق پوچھا کہ عین زغر، کہا کہ **يَتَدَفَّقُ** کہ جوش کے ساتھ اس کا ابھی پانی نکلتا ہے۔

پھر اس نے کہا کہ عنقریب یہ باغ بھی خشک ہو جائے گا، یہ جھیل بھی خشک ہو جائے گی، اس کا پانی بھی ختم ہو جائے گا۔ہمیں بڑا تعجب ہوا، ہم نے پوچھا کہ تو کون؟ وہ کہتا ہے کہ یہ تم عرب سے آئے ہو تو نبی آخر الزمان ظاہر ہو گئے؟ جواب میں انہوں نے کہا کہ ہاں! وہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، وہاں انہوں نے انسانوں کو اللہ کی طرف بلایا، دعوت دی۔وہاں والوں نے پریشان کیا، اس لئے اب ہجرت کر کے وہ مدینہ منورہ آئے ہیں۔تب اس نے کہا کہ میں دجال ہوں اور اب نبی آخر الزمان آ گئے، ان کی تشریف آوری کے بعد اب میری باری ہے نکلنے کی۔اور میں نکلوں گا، چالیس دن پوری دنیا میں چکر لگاؤں گا اور صرف دو جگہیں میرے قدم سے محفوظ رہ سکیں گی، ایک مکہ اور ایک مدینہ۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ارشاد فرمایا کہ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ میں تم لوگوں کو دجال کے متعلق ہمیشہ بتایا کرتا تھا، یہ تمیم داری اس کو دیکھ کر آئے ہیں۔

دَیر کی مناسبت سے مجھے وہ حدیث کا لفظ یاد آیا، دیر سمعان میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ تبارک وتعالی نے لاکھوں انسانوں کی ہدایت کا کام لیا۔اللہ تبارک وتعالی اس

وقت بھی روحانیت کو عام فرمائے، دنیا میں ہدایت کو عام فرمائے، ہدایت کے پیاسے انسانوں کو ہدایت نصیب فرمائے، ایمان نصیب فرمائے، دنیا میں امن وامان قائم فرمائے۔آمین۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ سنایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا واقعہ صحابہ کرام کو سنایا، کہ کشتی کے سفر میں اُن کے ساتھی ڈوب کر ہلاک ہو گئے، اور تنہا ایک مہینہ تک یہ لکڑی کے تختہ پر سمندر کے بیچ رہے، اور جہاں کنارہ پر یہ پہنچے، وہاں دجال کو دیکھا۔

واقعات اور حوادث

یہ جتنے واقعات پیش آتے ہیں، کسی ایک فرد کا ایکسیڈنٹ ہوتا ہے، جہاز کا حادثہ ہوتا ہے، کشتی کا حادثہ ہوتا ہے، کسی ایک گھر میں واقعہ ہوتا ہے، قوموں کے واقعات ہوتے ہیں، یہ اپنے آپ کچھ بھی نہیں ہوتا، ایک پتہ بھی اپنے آپ نہیں گرتا، یہ ساری دنیا کے واقعات مرتب ہیں، اب اُن کی کشتی ڈوبی، اور اُسی کے نتیجہ میں اللہ نے اُنہیں جزیرہ تک پہنچایا جہاں دجال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی زبانی صحابہ کرام کو واقعہ سنایا کہ دیکھو! یہ دیکھ کر آئے، جو میں تمہیں پہلے سنایا کرتا تھا کہ دجال نکلنے والا ہے۔

مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

یہ کشتی ڈوبنے کا واقعہ ایک اور بزرگ کا بھی ہے جن کا نام قاضی ابوبکر حنبلی ہے، ان کو مسند الدنیا کہا جاتا ہے۔ ہمارے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ آپ مسند الہند ہیں، اُس وقت کا ہندوستان بہت بڑا تھا کہ جس میں افغانستان سے لے کر اِدھر چین تک کے تمام ملک اُس میں شامل تھے۔ اِتنے بڑے علاقہ کے متعلق حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ پورے ہند میں کوئی حدیث کی سند ایسی نہیں ہوگی کہ جس میں شاہ ولی اللہ صاحب کا نام نہ آتا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ پورے

علاقہ میں جو علم حدیث پھیلا وہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کی برکت سے پھیلا ہے۔

مسند الدنیا قاضی ابو بکر حنبلی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی ابو بکر حنبلی کتنے بڑے انسان ہوں گے جن کو علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مسند الدنیا'' کہا ہے۔ انسان جس قدر بڑا ہوتا ہے اس کو اسی طرح آزمایا جاتا ہے۔ سب سے زیادہ آزمائش انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر آتی ہے **أَشَدُّ بَلاءً ا اَلْاَنْبِيَآءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَل.**

قاضی ابو بکر حنبلی کی آزمائش

اِسی طریق پر یہ بھی آزمائے گئے، رومیوں کے ہتھے چڑھ گئے، اُنہوں نے قید کیا، اور کس قدر مظالم سہے ہوں گے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے سزائیں دی جاتی تھی اور اصرار کیا جاتا تھا کہ تم یوں کہو، **اَلْمَسِيْحُ اِبْنُ اللّٰهُ**، کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں، مگر یہ کہتے **لاالٰه الا اللّٰه عیسیٰ رسول اللّٰه** ۔ پھر وہ مارتے، پھر یہ کہتے کہ یوں کہو **اَلْمَسِيْحُ اِبْنُ اللّٰهُ**، یہ کہتے نہیں! **لاالٰه الاالـلّٰه عیسیٰ کلمة اللّٰهُ، لاالٰه الاالـلّٰه عیسیٰ روحُ اللّٰهُ**۔ اللہ کی شان کہ اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہیں، کسی طرح وہاں کی مصیبتوں سے چھوٹے اور نجات ملی۔

ایک اور آزمائش

لکھتے ہیں کہ میں حج کے لئے گیا، تو وہاں نہ کوئی جان، نہ پہچان، بھوکا پیاسا، ایسے حالات میں بھی اللہ تعالیٰ امتحان میں ڈالتے ہیں۔ کہتے ہیں راستہ پر چل رہا تھا، اِتنے میں میں نے دیکھا کہ کوئی تھیلی پڑی ہوئی ہے، میں نے اُٹھایا، اور دیکھا کہ اُس میں بڑا قیمتی ہار معلوم ہو رہا تھا، میں نے سوچا کہ بیچارہ کوئی چھوڑ کر غلطی سے چلا گیا ہے، میں کچھ دور گیا، اِتنے میں کوئی چلاتا ہوا پکار رہا تھا بھئی! میری ایک تھیلی گر گئی اِس راستہ پر، کسی کو ملی ہو، میں نے اُسے بلایا اور اُس سے

نشانیاں پوچھی، کہ تھیلی کیسی ہے؟ اُس میں کیا ہے؟

جب تمام نشانیاں اُس نے صحیح بتائیں تو میں نے وہ تھیلی اُس کے حوالہ کی، اُس نے کہا کہ لو! یہ سو دینار، بڑا قیمتی ہار تم نے واپس کیا، اُنہوں نے کہا نہیں! میں نہیں لوں گا۔ اُنہوں نے کہا کہ نہیں! میں تو اعلان کرر ہا تھا کہ جو دے گا اُسے سو دینار میری طرف سے ہدیہ ہو گا۔ اُنہوں نے کہا نہیں! نہیں! لقطہ کا حکم یہ ہے، پڑی ہوئی چیز کا کہ اُس کو بلا معاوضہ واپس کرنا واجب اور ضروری ہے۔ اُنہوں نے کہا میں نہیں لے سکتا۔ اُس نے اور بھی اصرار کیا، اُنہوں نے کہا بھئی! یہ لقطہ ہے اور وہ بھی حرم کا لقطہ ہے، میں نہیں لے سکتا۔ کہتے ہیں مجھے وہاں سے بھاگنا پڑا اُن کے اصرار کی وجہ سے۔ بھوکا پیاسا انسان، اور مسئلہ میں تأویل کرنے کے بجائے اِنہوں نے بھوک اور پیاس اور تکلیف کو برداشت کیا، مگر وہاں سے بھاگ نکلے۔

فرماتے ہیں کہ جب حج سے میں فارغ ہو کر واپس جارہا تھا، کشتی پر سوار ہوئے، اب تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح سے ان کی کشتی بھی ڈوب گئی۔ کہتے ہیں سارے حجاج سب ڈوب گئے۔ کہتے ہیں میں لکڑی کے تختہ پر بڑی تکالیف کے بعد کسی جگہ کنارہ پر پہنچا۔ اتفاق سے وہاں مسلمان آباد تھے، معلوم ہوا کہ وہاں مسجد بھی ہے۔ میں وہاں پہنچا، اور اُنہوں نے مجھے وہاں کی امامت دی، کہ تم عالم معلوم ہوتے ہو، قاری ہو، نماز پڑھاؤ، بچوں کو قرآن پڑھاؤ، تو پڑھاتا رہا، تعارف ہو گیا۔ اُنہوں نے نکاح کے لئے اصرار کیا کہ اِسی مسجد کے پرانے امام صاحب تھے، جو مر مرا گئے، اُن کی بیٹی سے تمہارا نکاح کر دیتے ہیں، نکاح ہو گیا۔ نکاح ہوا تو شب زفاف میں دیکھتے ہیں کہ بیوی کے گلے میں وہی ہار مکہ والا۔

اب دیکھئے! اب یہ کون اُس کو کہہ سکتا ہے، ہزار تاویلیں کر کے بھی کہ یہ اتفاق ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اِس مسند الدنیا قاضی ابوبکر کو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تم نے ایک مسئلہ بتا کر کے وہاں لقطہ کا معاوضہ ہدیہ کے نام سے بھی قبول نہیں کیا تھا، سو دینار اُس زمانہ کے، خالص سونے کے سو سکّے۔ اب اس کی برکت سے ہم کس طرح ڈوبی کشتی سے نکال کر آپ کو نہ صرف بچا لیتے ہیں،

بلکہ شبِ زفاف میں دلہن کے گلہ میں وہی ہار تمہیں واپس کرتے ہیں۔

تقدیر کو ٹال نہیں سکتے

یہ دنیا جس طرح ہم سمجھتے ہیں ایسی نہیں، اپنے آپ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ہمارے بھائی مولانا عبدالرحیم صاحب کئی سال پہلے یہاں سے زامبیا گئے، جہاز دو تین جگہ ٹھہرا ہوگا، وہاں ملاوی پہنچتے پہنچتے چوبیس گھنٹے سے زیادہ ہوگئے، وہاں سے جب جارہے تھے کار میں زامبیا بورڈر کروس کرکے، بورڈر کروس کرنی تھی وہیں پر عین بورڈر کے نزدیک جب پہنچے، دو تین دن کے تھکے ہوئے، جہاز کا سفر، اور راستہ میں کئی کئی گھنٹے کا وقفہ، تھک کر چور، کار میں بار بار اِن کو اونگھ آرہی تھی، ایک دفعہ آنکھ کھلی اور ڈرائیور سے کہتے ہیں کہ بھئی! تم گاڑی آہستہ چلاؤ، میں نے ابھی ابھی یہ خواب دیکھا ہے کہ ہماری کار کا ایکسیڈنٹ ہوا۔

یہ جتنے ایکسیڈنٹ ہوتے ہیں، ہزار کسی کو آپ روکیں، ہزار منع کریں، اُس کی ہزار تدبیریں کریں، لیکن جس طرح لکھا ہے اُسی طرح ہوکر رہے گا، اُس کے خلاف ہو نہیں سکتا۔ وہ ڈرائیور یوسف کو کہتے ہیں کہ بھئی! تم گاڑی آہستہ چلاؤ، ابھی میں نے خواب میں دیکھا کہ ہماری گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوا، مگر وہ دس منٹ کے بعد ایکسیڈنٹ ہوگیا، زبردست، مکمل چکنا چور ساری گاڑی۔

حضرت شاہ وصی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے اجل خلفاء میں سے ہیں، وہ حرمین کے سفر پر حج کے لئے تشریف لے گئے، اُس زمانہ میں رمضان سے پہلے جہاز چلا کرتے تھے بحری جہاز، ہندوستان سے جدہ کے لئے۔

جب حضرت سفر پر جارہے تھے، تو اُس سے پہلے خصوصی احباب جب ملنے کے لئے آتے، حضرت ایک شعر پڑھا کرتے تھے ؎

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی

جان ٹھہری جانے والی جائے گی
پھول کیا ڈالوگے تم تربت پر میری
خاک بھی تم سے نہ ڈالی جائے گی

سُننے والے سمجھتے نہیں تھے، اگر سمجھتے تھے تو اتنا کہ موت سے متعلق کوئی شعر حضرت پڑھ رہے ہیں۔ مگر بار بار حضرت نے پڑھا، مگر پھر بھی کوئی اِس کی تعبیر، اِس کا مطلب، اِس کی تفسیر نہیں سمجھ پایا کہ حضرت کیا کہنا چاہتے ہیں؟

بمبئ سے جہاز چلا، جب ایک دو دن کی مسافت جدہ کے کنارہ سے پہلے باقی رہ گئی، وہیں حضرت بیمار ہوئے، حضرت کا انتقال ہوگیا اور اطلاع دی گئی، اُس زمانہ میں یہ ٹیلی فون وغیرہ اِتنا سہل اور آسان نہیں تھا، وائرلیس کے ذریعہ کپتان نے جدہ اطلاع دی، بمبئ اطلاع دی، حضرت کے متوسلین نے کوشش کر کے سعودی حکومت سے اِس کی اجازت لے لی کہ حضرت کی میت کو، حضرت کے صندوق کو وہاں جدہ اُتارنے کی اجازت دی جائے، مگر کیا ہوا؟

کہتے ہیں آج تک کوئی نہیں سمجھ سکا، اِدھر بمبئ سے یہ لوگ مطمئن ہو چکے کہ اجازت مل چکی، اُدھر سعودیہ والے مطمئن، وہاں کے حکام، وہاں جو ہندوستانی ایمبسی کا عملہ ہے وہ سارا ساحل پر کنارہ پر استقبال کے لئے، صندوق کو وصول کرنے کے لئے منتظر، مگر جو حکومت کے آدمی کا رابطہ ہوتا ہے، کپتان کے ساتھ وہ کسی طرح ہو ہی نہیں سکا۔ چونکہ وہ جو حضرت کو بتایا گیا تھا کہ حضرت کی قبر کہاں بننے والی ہے؟

تقدیر کا نوشتہ حضرت پڑھ چکے تھے اُس کو پورا ہونا تھا کہ ؎

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی
جان ٹھہری جانے والی جائے گی

آگے کہاں جان جائے گی؟

پھول کیا ڈالوگے تم تربت پر میری

خاک بھی تم سے نہ ڈالی جائے گی

کہ جہاں مٹی بھی نہیں ڈال سکوگے، کبھی کسی کا جی چاہا کہ قبر کی زیارت کرلے اور پھول چڑھادے اور فاتحہ پڑھ لے، کہتے ہیں اِس کا موقع بھی نہیں ہوگا، حضرت کے صندوق کو سمندر میں دفن کرنا پڑا۔

یہ پہلے سے حضرت کو معلوم ہو جانے کے باوجود بھی کہ اِس سفر ہی میں میرا انتقال ہونے والا ہے، مگر اُس کو نہ حضرت روک سکتے ہیں نہ اور کوئی۔ یقیناً اِس کی تمنا اور خواہش بھی کی ہوگی کہ میں وہاں بقیع میں جاکر دفن ہوؤں، مجھے جنّۃ المَعْلاۃ نصیب ہو۔

واقعات سب کے سب مرتب ہیں

یہ جتنے واقعات دنیا میں ہوتے ہیں یہ سارے کے سارے ایک ترتیب کے ساتھ مرتب ہیں۔ قدرتِ الٰہی، حکمتِ الٰہی جس طرح کام کرتی ہے اِسی طرح حوادث اور واقعات ہوتے چلے جاتے ہیں، اور اِسی ذیل میں یہ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ، مسند الدنیا قاضی ابوبکر کی کشتی ڈوبنے کا واقعہ، حضرت شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سمندر میں دفن ہونے کا قصہ ہے۔

یہ بات اِس پر چلی تھی کہ حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی، تو اُن کو صرف ایک اللہ والے کے پیچھے نماز پڑھنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے کس طرح اُن کے دل کو روشن کردیا کہ وہ جمادات کی تسبیح سنتے ہیں، چرند پرند کی تسبیح سنتے ہیں، مچھلیوں کی تسبیح سنتے ہیں، اُنہوں نے لکھا ہے کہ مشرق کے آخری کنارے پر جو آواز ہوتی ہے، وہ کہتے ہیں میں اُس کو سن پاتا ہوں، سن سکتا ہوں۔

حضرت مفتی محمود گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ، یہ تو اُس وقت بھی شاید حضرت نے نہیں بتایا تھا کہ کون امام تھے، فرماتے ہیں کہ میں دفتر کی مسجد میں سہارنپور میں

نماز میں جماعت میں ایسے وقت میں پہنچا کہ نماز شروع ہو چکی تھی، فرماتے ہیں کہ جیسے ہی میں نے اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھی، تو نیت کرنے سے پہلے میں بالکل ٹھیک ٹھاک تھا، میں دیکھ رہا ہوں کہ میں آخری ہوں صف میں، مجھ سے پہلے کون ہے؟ سامنے کون ہے؟ اور نیت باندھ کر نماز میں شریک ہوا اور میرے برابر میں کسی اور مصلی نے آکر جیسی ہی نیت باندھی تو میں پریشان ہو گیا کہ یہ جس نے نیت باندھی یہ تو کوئی انسان نہیں ہے، کتے کی شکل ہے، فرماتے ہیں کہ میرے دل کا یہ حال ہو گیا کہ انسان کون کون؟ اور جن کی صورتیں مسخ ہو چکی ہیں کوئی کتے کی شکل میں، کوئی بلی کی شکل میں، کوئی سور کی شکل میں میں دیکھ رہا ہوں۔

دہلی کے ایک بزرگ کا کشف

دہلی کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ وہ تنہائی میں رہتے تھے، خلوت سے نکلتے ہی نہیں تھے باہر، جیسے بتایا تھا ہمارے والد رحمۃ اللہ علیہ سولہ برس گھر میں سے نکلے ہی نہیں، نہ جمعہ کے لئے، نہ عید کے لئے، نہ نماز کے لئے، نہ جنازہ کے لئے، صرف ایک ہم زلف کے جنازہ کے لئے نکلے تھے۔

وہ لوگ اصرار کرتے دہلی والے بزرگ کو کہ حضرت، آپ حجرہ سے کیوں نہیں نکلتے ؟ حضرت اپنا کوئی عذر بتا دیتے۔ ایک ہمیشہ کے حاضر باش خادم نے جب زیادہ اصرار کر کے ایک دن پوچھا، حضرت نے فرمایا کہ یہ دروازہ کھولو! کھولا، تو دہلی کا بازار، کہا کہ یہ کیا ہے؟ کیا ہے؟ سب یہ دکان دار ہیں، وہاں اُس کے یہاں یہ گاہک کھڑے ہوئے ہیں، یہ رکشہ والا جا رہا ہے، یہ ٹانگے والا جا رہا ہے، فرمایا اچھا!

حضرت نے پھر اپنی ٹوپی اُن کے سر پر رکھ دی، کہو اب کیا ہے؟ اب وہ تو رونے لگا، اُس سے بولا نہیں جا رہا ہے، وہ کہتا ہے کہ جس بازار کو میں انسانوں سے بھرا ہوا دیکھ رہا تھا تو وہاں انسان تو کوئی کوئی نظر آ رہا ہے، باقی سب کے سب جانور نظر آ رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اِس ہیئت

میں تم اِس بازار میں جاسکتے ہو؟ چل سکتے ہو؟ حضرت نے ٹوپی اُتار کر پھر اپنے سر پر اوڑھ لی۔

یہ حضرت علامہ عبدالوہاب شعرانی کا ایک نماز سے کام بن گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کے پردے اٹھادے

حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ اُس کے بعد میں بہت پریشان ہوا، اور میں رورو کر اللہ سے دعا کرتا تھا کہ یا اللہ! میں دوسروں کے عیوب دیکھنا نہیں چاہتا۔ یہ جو مجھ پر کیفیت ہے کہ کون کون انسان ہیں اور کن کن کی صورتیں مسخ ہوچکی ہیں، میں اِس کو دیکھنا نہیں چاہتا۔ یا اللہ! میری اِس کیفیت کو تو ختم کردے، کہتے ہیں کچھ روز کے بعد یہ کیفیت ختم ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عیوب دیکھنے کی اور اُن کو دور کرنے اور ٹھیک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہ وَصَحبِہ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کا قصہ بتایا تھا کہ جیسے علامہ شعرانی نے شیخ امین الدین کے پیچھے نماز پڑھی مغرب کی، اسی طرح وہاں سہارنپور میں دفتر کی مسجد میں ہمارے بزرگوں میں سے کسی کے پیچھے نماز میں ہیں اور نیت باندھی اور برابر میں بعد میں جو شریک نماز ہوئے، نماز ہی میں اُدھر توجہ جاتی ہے تو کیا دیکھتے ہیں کہ یہ تو انسان نہیں، کتے کی شکل ہے۔

اعمال کے اعتبار سے جس عمل کا غلبہ ہوتا ہے انسانی شکلیں بدل دی جاتی ہیں، ملکوتیت کا غلبہ ہوتا ہے، ملأ اعلیٰ کے مناسبِ حال عمل ہوتا ہے اور فرشتوں جیسا حال بننے لگتا ہے۔ اِسی لئے اہلِ تصوف اور مشائخ کے یہاں جب حال بیان کیا جاتا ہے کہ میں خواب میں جانور دیکھ رہا ہوں، کتے، بلی، بندر، اُس کی تعبیر یہی دیتے ہیں کہ یہ اِن صفات سے لڑائی ہو رہی ہے تمہاری، تم اس کے نکالنے کی کوشش کرتے ہو۔

اُس نفس سے لڑا جائے، اور اُس کے نکالنے کی کوشش کی جائے، تو یہ اوصاف کم ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر اُس کو ویسے ہی چھوڑ دیا جائے جس طرح آج کل کی مادی دنیا ہے تو عقیدہ بھی بدل سکتا ہے کہ ایسا کب ہوگا؟ نہیں ہوگا! اگر یہ جملہ نکل گیا پھر تو ﴿اَلْيَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾، اِس سے ایمان اُٹھ جائے گا، اِس پر ایمان نہیں رہے گا اُس شخص کا۔

اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ جب مردہ دفن کیا جاتا ہے تو اُس کے عمل اچھی صورتوں میں آ کر عذاب سے حفاظت کرتے ہیں جس طرح مشائخ کے واقعات سنائے، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ جیسے بڑے بڑے مشائخ، تو اُن کے انتقال کے وقت بھی وہ فرماتے ہیں کہ دیکھو! ابلیس کھڑا ہوا ہے، آ گیا، تو اُن کے پاس ابلیس بھی پہنچ جاتا ہے۔ یہ تو ایک رُوٹین ہے اللہ تبارک

وتعالیٰ کی طرف سے ہر شخص کی آزمائش اور امتحان کے لئے، یہی حال قبر کا بھی ہے۔ وہاں بھی اچھا اور برا سب کے پاس وہ عذاب بھی اُس کو دکھایا جاتا ہے، مردہ دیکھتا ہے کہ وہ آرہا ہے۔

اعمال کے ذریعہ حفاظت

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب وہ عذاب مردہ کے پاس آنا چاہتا ہے، اور مردہ صالح اور دیندار ہوتا ہے، پیر کی طرف سے آتا ہے، تو نماز حائل ہو جاتی ہے، نماز اُس کو روک دیتی ہے، عذاب کو آنے نہیں دیتی، اور کہتی ہے کہ اِن ہی پیروں پر کھڑے ہو کر یہ نماز پڑھتا تھا۔ نماز تو ایک عمل ہے ہم نے ابھی نماز پڑھی ہے، اِس عمل کی کوئی شکل وصورت ہمیں نظر نہیں آتی، مگر اُس کی شکل بنے گی، اُس کو صورت دی جائے گی۔ یہی حال مفتی صاحب کے برابر نماز پڑھنے والے کا ہے، کہ وہ انسان ہے مگر کتے کی صورت، ابلیس خنزیر کی صورت۔

وہ نماز عذاب کو روکے گی کہ یہ ان پیروں پر کھڑے ہو کر نماز پڑھتا تھا، پیر کی طرف سے آنے والے عذاب کو نماز روکے گی۔ ایک ایک چیز میں حکمت کہ اب نماز کے لئے فرمایا یہاں کہ پیر کی طرف سے آئے تو نماز روکے گی، اس لئے کہ سب سے زیادہ نماز میں قیام میں پیر استعمال ہوتے ہیں، رکوع میں پیر، سجدہ میں کتنی طرح اس کو موڑنا پڑتا ہے، قعدہ میں سب سے زیادہ پیر استعمال ہوتے ہیں۔ اس لئے انسان معذور ہو جاتا ہے تو استعمال نہیں کر سکتا کرسی پر نماز پڑھتا ہے۔ اس لئے پیر جس نے سب سے زیادہ مشقت اٹھائی نماز کے لئے، تو ادھر سے نماز روکتی ہے عذاب کو۔

اور جب سر کی طرف سے عذاب آنا چاہتا ہے تو روزہ روکتا ہے۔ اللہ اکبر! قربان جایئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ یہ علوم اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اور بالکل عین عقل کے مطابق، لیکن وہ عقل ہونی چاہیے کہ جو اس کو پالے۔ اب یہاں سر کی طرف سے آئے تو روزہ روکتا ہے، اس لئے کہ سب سے بڑا عمل روزہ میں کس کا ہے؟ دماغ کا اور سر کا۔ اس لئے کہ ایک

شخص بیمار پڑا ہوا ہے، معذور ہے، بستر میں ہے۔ گھر والے اس کو منع کرتے ہیں کہ روزہ نہ رکھنے کی تمہیں اجازت ہے۔ وہ اصرار کر کے روزہ رکھتے ہیں، ہاتھ پیر سب سے معذور مگر عقل موجود ہے، اب وہ دل میں نیت کرتا ہے تو کس کو استعمال کرتا ہے؟ سر کو، دماغ کو، اور اُسی کے ذریعہ اُس کی یہ عبادت مسلسل ہے پورا دن کہ میں روزہ سے ہوں، میں کھاؤں گا نہیں، پیؤں گا نہیں، روزہ ہے، روزہ ہے، پورا دن۔ یہ دماغ اِس کو یاد رکھتا ہے، اِسی لئے جب قبر میں یہ عذاب سر کی طرف سے آتا ہے تو سر کی طرف سے آنے والے عذاب کو روزہ روکتا ہے۔

عمومی مسخ سے تحفظ

جس طرح وہاں یہ عمل صورت اور شکل اختیار کریں گے، اِسی طرح دنیا میں بھی جس صفت کا طبیعت پر غلبہ ہوگا انسان کی وہی شکل بن جائے گی۔ یہ تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا انسانیت پر احسان کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! میری اُمت میں عمومی طور پر کہ جس طرح پچھلی اُمتوں میں صورتیں مسخ کر دی گئیں، ابھی انسان تھے اور سب کے سب بندر بنا دیئے گئے، جانور بنا دیئے گئے، اِس سے تحفظ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی، اس لئے اس کا عمومی عذاب ٹل گیا، مگر کہیں کہیں کسی فرد کو یہ سزا دی جاتی ہے۔

شام کے ایک محدث

شام کے ایک بزرگ کا قصہ مشکوٰۃ کی شرح میں بھی لکھا ہے کہ وہ محدث ہیں، حدیث پڑھا رہے ہیں، مگر کہتے ہیں جس طرح عورتیں پردہ کے پیچھے سے گفتگو کرتی ہیں، وہ ساری عمر کبھی کسی سے ملتے نہیں تھے۔ لوگوں کو بڑا تعجب کہ ایک عرصہ تک تو یہ عام انسانوں کی طرح چلتے پھرتے تھے، اور ابھی یہ کیا حال ہو گیا کہ جو کوئی بات چیت کرنی ہو تو قاعدہ اُن کا یہ ہے کہ پردہ کے پیچھے سے، عورتوں کی طرح سے، تو کسی کو اُنہوں نے راز نہیں بتایا۔

ایک خادم بڑے عرصہ تک، طویل عرصہ تک اُن کے پاس رہے۔ اُن سے ایک دفعہ اُس

محدث اور بزرگ سے رہا نہیں گیا، اُنہوں نے روتے ہوئے خود پوچھا کہ سب لوگ تعجب کرتے ہیں، تمہیں بھی تعجب ہوتا ہوگا کہ اِتنے عرصہ سے تم میرے پاس ہو اور تم نے مجھے نہیں دیکھا اور میں تمہیں دیکھ نہیں پایا، اِس کی کیا وجہ؟

اُنہوں نے کہا کہ کوئی وجہ ہوگی۔ اُنہوں نے پردہ ہٹا کر بلایا کہ اِدھر آؤ۔ وہ دیکھتے ہیں تو سارا جسم انسان کا اور صورت، چہرہ، سر، آنکھ، ناک، کان گدھے کی شکل میں۔ اُنہوں نے کہا کہ میں نے جب حدیث میں یہ پڑھا کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع سے سر اُٹھالے، سجدہ سے سر اُٹھالے تو اُس پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وعید ہے کہ اِس عمل کی سزا کے طور پر کہیں بعید نہیں ہے کہ اُس کی صورت مسخ کر کے حمار اور گدھے کی شکل بنا دی جائے۔

کہتے ہیں میں اِس حدیث کو سوچتا تھا اور میرا دل اِس کو قبول نہیں کرتا تھا کہ اِتنا سا عمل کہ یہ شخص اللہ کی بندگی کا عقیدہ رکھتا ہے، نماز بھی پڑھ رہا ہے، نمازی ہے، صرف اِتنی غلطی اُس نے کی کہ امام سے پہلے اپنا سر اُٹھالیا، جان بوجھ کر یا غلطی سے ہو جائے تو اِتنی بڑی سزا؟ کہتے ہیں ایک دفعہ میری بدقسمتی غالب آنے والی ہوگی تو میں نے آزمانے کے طور پر جان بوجھ کر امام سے پہلے سر اُٹھالیا۔ کہتے ہیں وہ دن اور آج کی گھڑی میری صورت مسخ کر دی گئی، اُس وقت سے میں اپنے آپ کو چھپائے ہوئے ہوں۔

یہ جس طرح عمل کے ذریعہ وہاں قبر میں نماز اور روزہ کی شکل بنے گی، آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دائیں سے، بائیں سے وہ عذاب آئے گا تو ہاتھ سے زکوۃ دی جاتی ہے، ہاتھ کے ذریعہ خیرات صدقہ دی جاتی ہے، تو وہ صدقہ اور زکوۃ کی ادائیگی اور خیرات اُس عذاب کو روکیں گے، کہ میرے ذریعہ دنیا میں صدقہ اور خیرات یہ کرتا تھا۔

دوستو! یہ عمل سے جس طرح یہ صورتیں انسان کی اپنی بنتی ہیں، یہ تمام چیزیں کل حق تعالیٰ شانہ کے یہاں ہمارے حق میں بھی گواہ ہوسکتی ہیں، ہمارے خلاف بھی گواہ ہوسکتی ہیں۔ ہم احادیث میں پڑھتے ہیں کہ جس زمین کے ٹکڑے پر ہم سجدہ کرتے ہیں وہ زمین کا ٹکڑا گواہی دے گا۔ گناہ

کیا ہوتو ہمارے خلاف گواہی دے گا۔ سجدہ کیا ہوگا، نیک عمل کیا ہوگا تو ہمارے حق میں، گناہ کیا ہوگا تو ہمارے خلاف گواہی دے گا۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ اسی کو انسانوں کو جتانے کے لئے کبھی کبھی دنیا میں ایسے واقعات ظاہر فرماتے ہیں انبیاءعلیہم الصلوۃ والسلام کے ذریعہ کہ وہ معجزات کے ذریعہ انسانوں کو دکھاتے ہیں کہ اِس کو بعید مت سمجھو کہ یہ زمین بھی بول سکتی ہے، پتھر بھی بول سکتا ہے۔

پتھر کنکر کی تسبیح

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو بتایا کرتے تھے، مکہ مکرمہ میں گذر رہے ہیں، اشارہ فرما کر کہ یہ پتھر جب بھی میں اِس کے پاس سے گذرتا تھا مکہ مکرمہ میں تو مجھے سلام کیا کرتا تھا۔
حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کنکر ہیں، پتھر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو! یہ تسبیح پڑھ رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عنایت فرماتے ہیں کہ دیکھو! وہ ہاتھ میں لیتے ہیں، تسبیح پڑھتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی کہ دیکھو! تم بھی سنو، تسبیح پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں پاس کیا تو وہ تسبیح سن رہے ہیں۔ تو یہ پتھر بھی بولتے ہیں، تو یہ کیوں؟ تاکہ اِس پر ہمارا ایمان رہے کہ ہر چیز ہمارے حق میں ہمارے لئے گواہ بن سکتی ہے یا ہمارے خلاف گواہ بن سکتی ہے، بلکہ یہ دَر و دیوار بھی بولتے، تسبیح پڑھتے ہیں۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ

آخری سفر میں حضرت مولانا اسعد مدنی نور اللہ مرقدہٗ جو ہمارے یہاں تشریف لائے، بیان فرمایا، بیان سے پہلے میں نے دو چار باتیں طلبہ سے عرض کیں حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق، تو جب دعا سے فارغ ہو کر حضرت مولانا چلنے لگے، تو چند قدم چل کر مسجد ہی میں

ٹھہر گئے اور آپ نے حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ کا ایک واقعہ سنایا۔

حضرت فرمانے لگے کہ مجھے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک بڑے پرانے تعلق والے اہل علم میں سے، جن کا بہت پرانا حضرت شیخ الاسلام سے تعلق تھا، تو اُن کا نام لیا کہ وہ بیمار ہو گئے، صاحب فراش ہو گئے۔ اور بڑے علماء میں سے تھے، اب آخری ایام ہیں، اُن کے جانے کے دن قریب ہیں، تو اُن کے بیٹے نے والد صاحب کو (حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کو) خط لکھا کہ حضرت! والد صاحب کی طبیعت خراب ہے، آپ کو معلوم ہی ہے۔ مگر ایک ہفتہ سے ہم عجیب حال دیکھ رہے ہیں اور بہت پریشان ہو کر میں آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں۔ اب اِن کے جانے کے دن بالکل قریب ہیں، دن گنے جا رہے ہیں کہ پتہ نہیں، کتنی زندگی باقی ہے؟ تو ہر وقت مشغول با حق رہنا چاہئے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد میں ہر وقت مشغول رہیں۔

کہتے ہیں معاملہ اُس سے بالکل اُلٹ ہو گیا ہے۔ رات دن جب کبھی جا کر پاس بیٹھو تو فلاں مکان خریدنا ہے، فلاں مکان کا کرایہ آیا یا نہیں آیا، فلاں جگہ ہم نے کچھ اِنویسٹ کیا تھا، تو اُس کی آمدنی، کہتے ہیں ہر وقت دنیا کی باتیں، اِس کے سوا کوئی بات نہیں کرتے۔

جیسے ہی حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خط ملا، تو اُن سے بڑا پرانا تعلق تھا حضرت کو، تو حضرت سبق سے جیسے ہی فارغ ہوئے، ٹرین کا وقت تھا تو حضرت نے فرمایا کہ بھئی! فلاں جگہ جانا ہے، تو پیچھے پیچھے اور اساتذہ بھی ہو لئے، کوئی بیمار ہے تو اُن کی، فلاں مولانا بیمار ہیں، اُن کی عیادت کے لئے حضرت جا رہے ہیں، تو وہ بھی ساتھ ہو لئے۔ جب وہاں اُن کے گھر پہنچے، تو سب نے دیکھا کہ پوری دار العلوم کے اساتذہ کی جماعت حضرت کے ساتھ پہنچ گئی۔

حضرت مولانا اسعد صاحب فرماتے ہیں کہ پہنچ کر حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہٗ وہاں جس کمرہ میں وہ مولانا بیمار تھے وہاں جا کر تشریف فرما ہوئے۔ سب وہاں بیٹھے ہوئے ہیں، حضرت نے کوئی کلمہ نہیں فرمایا، نہ کوئی نصیحت فرمائی، نہ کوئی ترکِ دنیا اور دنیا سے بے رغبتی کی، نہ زہد کی باتیں کی، بالکل چپ۔

حضرت نے آنکھیں بند کیں، گردن جھکائی، تو جتنے حاضرین تھے کہتے ہیں درو دیوار سے، زمین سے، چھت سے، عمارت سے، ستون سے، ہر چیز سے تسبیح کی آواز سب ہی سن رہے ہیں، خود وہ مولانا جو بیمار تھے وہ بھی۔ حضرت جب اُٹھنے لگے، تو کہنے لگے کہ نہیں حضرت! آپ تشریف رکھیں۔ تو یہ عجیب کرامت اُنہوں نے دیکھی، تو حضرت نے اُس کے بعد کھانا کھایا اور واپس آ گئے۔ تو اُن مولانا صاحب کے صاحب زادے کا بیان ہے کہ وہ گھڑی اور اُن کے انتقال تک کہتے ہیں کبھی زبان سے کوئی کلمہ سوائے ذکر کے نہیں نکلا۔

ہمیں تو یہ چیزیں سب مردہ نظر آتی ہیں، یہ چھت اور یہ زمین، مگر یہ چیزیں کل قیامت میں ہم سب کے لئے اللہ کرے ہمارے سجدوں کی گواہ بنیں، ہمارے لئے نجات کا باعث بنیں۔

پتھر اور پیغمبر

اللہ کے ایک پیغمبر کا حال ایک روایت میں لکھا ہے کہ وہ گذر رہے ہیں، ایک پتھر پر نگاہ پڑی، وہ پتھر کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے، اُنہوں نے دیکھا کہ پتھر زاروقطار رو رہا ہے، بے تحاشا رو رہا ہے۔ اب اللہ کے نبی ٹھہر گئے، جیسے علامہ شعرانی فرماتے ہیں کہ مجھے ہر چیز کی زبان، تمام جانوروں کی، چرند، پرند کی، پتھر، دیوار، سب کی میں آواز، تسبیح سنتا تھا، سمجھتا تھا۔

اللہ کے نبی، پتھر پر کیا گذر رہی ہے اُس کا حال دیکھ رہے ہیں، سن رہے ہیں، اُس سے گفتگو کر رہے ہیں، پوچھ رہے ہیں پتھر کو کہ بھئی! تو کیوں روتا ہے؟ وہ پتھر کہتا ہے کہ جہنم کے خوف سے۔ تو اللہ کے نبی یہ فرمانے لگے کہ یہ تو جو مکلّف ہیں، جن کو شریعت نے مکلّف بنایا ہے، انسانوں اور جن کو، اُن کے لئے یہ تکلیف ہے، تم تو جمادات میں سے ہو۔

وہ پتھر کہتا ہے کہ ہاں! یہ تو ٹھیک ہے، مگر یہ بھی تو فرمایا ﴿ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ﴾ کہ جہنم کی آگ کو جب جلانا شروع کیا جائے گا، فائر لائٹر کے طور پر پتھر استعمال کئے جائیں گے، چاہے دوسروں کو جلانے کے لئے ہو مگر ہمیں بھی تو جلنا پڑے گا۔

اللہ کے نبی نے دعا کی کہ یا اللہ! اُس میں جو ایندھن کے طور پر اور فائر لائٹر کے طور پر جو پتھر استعمال ہوں، اُن پتھروں میں سے اِس کو مستثنیٰ کر دیا جائے، اِس کی یہ دعا ہے قبول کر لی جائے۔ اِن کی سفارش اللہ کے نبی کی قبول کی گئی، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوش خبری آئی، اللہ کے نبی نے اُس پتھر کو خوش خبری دی کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ تمہیں اُس میں نہیں ڈالا جائے گا، یہ فرما کر تشریف لے گئے۔

جب واپس دو بارہ کسی وقت وہاں سے گذر ہوا تو دیکھتے ہیں کہ پھر وہ رو رہا ہے تو اُس سے پوچھا کہ ارے بھئی! تمہاری دعا تو قبول ہوگئی؟ اب کیوں روتے ہو؟ پتھر نے کہا کہ وہ رونا پہلے خوف اور ڈر کی وجہ سے تھا، اب میرا مسرت اور خوشی سے رونا ہے۔

خوشی کا رونا

دنیا میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی خوش خبری کسی کو دی جاتی ہے تو وہ اِتنی زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ لوگ مر جاتے ہیں، خوشی کو برداشت نہیں کر پاتے۔ مجھے یاد ہے کہ ہمارے مولانا جنید کے یہاں ہمارے گھر میں کتنے برسوں کے بعد جب پہلی بیٹی، نواسی ہمارے گھر میں آئی، مجھے بتایا کہ بیٹی ہوئی، اس پر آنکھوں سے میرے آنسو جاری ہوگئے۔ میں ضبط کر رہا ہوں، رونا روکنا چاہتا ہوں، گر یہ رکتا نہیں ہے، خود میں سوچتا ہوں کہ یا اللہ! یہ تو خوشی کا موقع ہے، مگر ایسے خوشی کے موقع پر انسان کو رونا آتا ہے، وہ پتھر بھی خوشی کے مارے کہ اللہ نے مجھے جہنم کی آگ سے اور جہنم میں جانے سے بچالیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اِس سے حفاظت فرمائے۔ واقعی جہنم ایسی چیز ہے کہ شجر اور حجر، چرند، پرند، جمادات، ہر چیز اُس سے پناہ مانگتی ہے، یہ پتھر روتا بھی ہے، ہنستا بھی ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

رونے اور ہنسنے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا واقعہ یاد آیا، کہ یہ دونوں جس طرح آپس میں رشتہ دار ہیں، اِس طرح دونوں پیغمبر، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ

علیہ السلام، جیسے بزرگوں کے یہاں احوال اُن کے مختلف، کہ کوئی جلالی، کوئی جمالی، کسی کے یہاں مزاح، کسی کے یہاں رونا دھونا۔

تھانہ بھون کی مسجد میں تین بزرگ

آپ نے پہلے سنا بھی ہوگا مجھ سے کہ تھانہ بھون کی ایک ہی مسجد میں تین بزرگ تھے۔ حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ، وہ مسجد کے دروازہ پر چار پائی پر ہوتے، کوئی آدمی آتا اسے پوچھتے کہ کیا بات ہے؟ دیکھو! اگر تمہیں مرید ہونا ہے تو کونہ میں حضرت حاجی صاحب کی طرف اشارہ کرتے کہ وہ بزرگ بیٹھے ہیں، پیر صاحب۔ اُن سے جاکر بیعت ہو جاؤ۔ اور اگر تمہیں کوئی مسئلہ پوچھنا ہے تو دوسرے کونہ کی طرف مولانا محمد صاحب تھانوی کی طرف اشارہ فرماتے کہ وہ مولانا صاحب بیٹھے ہیں، اُن سے پوچھو۔ اور اگر حقہ پینا ہو تو یاروں کے پاس بیٹھ جاؤ، حالانکہ وہ بھی بہت بڑے اونچے بزرگوں میں سے ہیں۔

حضرت یحییٰ علیہ الصلوۃ والسلام پر ہر وقت بکاء کا غلبہ رہتا، روتے رہتے تھے، ہر وقت روتے رہتے تھے، یَحۡیٰی اَلۡبَکَّاءُ. اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جب کوئی آتا تو مسکراتے، پیار سے، محبت سے اُس سے باتیں کرتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ یحییٰ! تم ہر وقت کیوں روتے رہتے ہو؟ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم ہر وقت کیوں ہنستے رہتے ہو؟

اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا، تو فرشتہ نے کہا میں فیصلہ کروں؟ اُنہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ فیصلہ یہ ہے کہ یحییٰ تم روؤ، بالکل، بے شک، خوب روؤ لیکن تنہائی میں۔ جب تمہارے پاس کوئی آئے، جب تم کسی مجلس میں ہو تو اس سے مسکراتے ہوئے ملو، تو خلوت تمہاری رونے کے لئے اور جلوت مسکرانے اور ہنسنے کے لئے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ دیکھو! ہر وقت ہنسنا اور مسکراتے رہنا یہ بھی اچھا نہیں ہے۔ جلوت میں تو اِسی طرح آپ رہیں،

لیکن خلوت میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرح رہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں رونا نصیب کرے، بہت بڑی دولت ہے رونا بھی۔ اور یہ مبارک راتیں ہیں اِس میں ہم کچھ کمالیں گے، تو ہماری آخرت درست ہوجائے گی۔ اور وہ بہت کٹھن مسئلہ ہے، آخرت کا۔ ہم بالکل اِس سے غافل ہیں۔ یہ دنیا کا پردہ ہمارے سامنے ایسا زبردست ہے کہ ہماری نگاہ وہاں تک پہنچتی ہی نہیں ہے کہ مرنا بھی ہے، حالانکہ موت کے بارے میں تو کوئی ملحد، بڑے سے بڑا ملحد بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ میں اِتنا جیوں گا، کسی کی موت کب آئے گی کوئی بھروسہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اچھے حال میں اچھے وقت میں موت نصیب فرمائے، خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شامی محدث کا قصہ سنایا تھا کہ یہ حدیث جس میں نماز میں ایک غفلت پر کتنی بڑی سزا کہ صورت مسخ کردی جائے گی، اس کو آزمایا، سزا مل گئی۔

یہ ان جانوروں کے متعلق یہ کیوں آیا کہ ان کی شکل تمہیں دے دی جائے گی۔ محاورہ میں بھی کسی کو برا کہنا ہو، تو کتا کہہ دیتے ہیں، کسی کو گدھا کہہ دیتے ہیں، حالانکہ یہ جانور تو بڑے مبارک جانور ہیں۔ یہ حمار، یہ گدھا تو کتنا آگے چلا گیا گالی بننے میں، حالانکہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی ہمیشہ یہ سواری رہی اور اس کے لئے پھر مستقل علماء نے دراز گوش کا لفظ وضع کیا کہ یہ تو گالی کی جگہ استعمال ہوتا ہے، اس کے بجائے دوسرا لفظ بولنا چاہئے۔

حمار سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی سواری ہے

کیونکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی سواری ہے۔ رضاعت کے لئے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالی عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے اپنے قبیلہ میں لے کر آئیں، اور ساری عمر مختلف مواقع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری بننے کا اُسے شرف حاصل رہا۔

حضرت عیسی علیہ السلام کے استعمال میں حمار

یہ اکثر انبیاء کرام کی سواری رہی، حضرت عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے یہاں تو اتنا استعمال کہ ضرب المثل بن گئی کہاوت بن گئی کہ:

خر عیسی گر بمکہ رود، چوں باز آید، ہنوز خر باشد

کہ کوئی شخص عمرہ کے لئے گیا، حج کے لئے گیا، حرمین، پاک جگہ اسے اللہ نے نصیب فرمائی،

مگر جیسا گیا تھا ویسا ہی واپس آیا، کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، وہاں سے کچھ لے کر نہیں آیا۔ ایسے موقع پر یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسی کے گدھے کی طرح کہ مکہ جا کر آیا، تو بھی وہی گدھا ہی رہا۔

خچر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری

اسی طرح میں نے کہا کہ خچر ہے، اس کی مثال دی جاتی ہے جو گدھے اور گھوڑے کا مشکّل ہے، دونوں سے مکس کر کے بناتے ہیں، پھر اس کو گدھے اور گھوڑے کی طرح سے استعمال کیا جاتا ہے۔ فرمایا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پیاری سواری ہے۔

اللہ اکبر! کتنا پیارا جانور کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر تشریف لے گئے، تو خیبر کی فتح کے بعد وہاں سے جو مال غنیمت حاصل ہوا تو بہت بڑی قیمتی چیز جو وہاں سے ملی، اس کا قیمتی اشیاء میں شمار ہے جو چیز بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہو جائے وہ قیمتی، مگر تاریخی اعتبار سے یہ خچروں کی ایک نسل تھی۔

حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہ جو نسل کی حفاظت کرتے ہیں، تو وہ اس کی قدر جانتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب کے ساتھ سفر حضر میں رفاقت خوب رہی۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں حضرت مفتی صاحب کو برسوں دیکھا، پھر اس کے بعد جب یہاں کئی دفعہ حضرت تشریف لائے، سب سے پہلے سفر میں کہ جب آپریشن ہوا تھا، رات دن طویل عرصہ ساتھ رہا۔ اور حضرت مفتی محمود صاحب تو ایک انسائیکلو پیڈیا تھے، ان کا حافظہ بہت قوی تھا۔

حضرت مفتی صاحب نے ایک قصہ سنایا، جب اسی طرح کی بات چلی تو فرمایا کہ فلاں جگہ ایک عمدہ نسل کے گھوڑے ان کے یہاں تھے، تو وہ نسل ختم ہو رہی تھی، تو اس نسل میں ایک گھوڑی اور ایک گھوڑا رہ گئے، اور اسی گھوڑی سے یہ بچہ پیدا ہوا تھا۔ اب اس کو بہت ساری دوائیں کھلائی گئیں کہ یہ کسی طرح جفتی کر لے اور آگے نسل باقی رہے، مگر جب اس کو اس کام کے لئے تیار کیا

جاتا، ساری دوائیں قوت کی کھلانے کے باوجود وہ ماں کی طرف دیکھ کر سمجھتا کہ یہ تو میری ماں ہے۔ اللہ اکبر! ہم تو سمجھتے ہیں کہ یہ گھوڑے، یہ جانور ہیں، مگر یہ انسانوں سے زیادہ عقلمند ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

کتنے معجزات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ اہل مکہ کی تو عقل ماری گئی تھی یا ان کی تقدیر پھوٹی تھی، ورنہ کتنے جانوروں کے قصے، گوہ کے قصے شہادت دینے کے، سانپ جیسا جانور حاضر ہوتا ہے وہ آکر کہتا ہے **اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ**، اونٹوں کے قصے، اونٹنیوں کے قصے ہیں۔

اس دن بتایا تھا کہ ان سب چیزوں کو آپ بے عقل نہ سمجھیں۔ آپ جو نیکی کرتے ہیں، سجدے کرتے ہیں، قرأت پڑھتے ہیں، تلاوت کرتے ہیں، تو سب چیزیں گواہی دے گی، ادھر ادھر دیکھ کر انسان جو گناہ کرتا ہے تو یہ نہ سمجھے چاروں طرف دیکھ کر کہ میں تنہائی میں ہوں، اللہ تو دیکھ ہی رہا ہے، مگر سب شاہد بھی، گواہ بھی دیکھ رہے ہیں، زمین گواہی دے گی ﴿**یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا**﴾ زمین گواہی دے گی۔

حضرت مدنی شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کا کل قصہ سنایا تھا کہ ساری مجلس سن رہی ہے کہ در و دیوار اور مکان اور اس کی چھتیں اور کھڑکیاں اور دروازے، سب سے ذکر کی آواز شرکاء مجلس نے سنی، تو بے جان نہیں ہیں یہ چیزیں۔ یہ عقلمند ترین مخلوق ہیں۔

اس گھوڑے کو انہوں نے بہت کوشش کی، جب کامیاب نہیں ہوئے تو کچھ دن انہوں نے دونوں کو علیحدہ رکھا، دور رکھ کر کے بہت دنوں کے بعد جب لائے، تو اس گھوڑی کے اوپر انہوں نے کوئی کپڑا ڈال دیا، پردہ کر دیا، اور پھر عرصہ تک دوائیں کھلائی گئی تھی اور وہ ایک مدت دور رکھنے کی وجہ سے وہ اپنے آپ پر صبر نہ کر سکا اور اس نے جفتی کر لی، مگر ان دیہاتیوں کی عقل ماری گئی تھی، ان کو پتہ نہیں تھا، سمجھ نہیں سکے کہ یہ کتنا حساس ترین جانور ہے یہ گھوڑا۔ جفتی کے بعد پردہ

ہٹادیا اور گھوڑے کی نظر ماں پر پڑی، فوراً مر گیا۔

ہمارے ایک دوست تھے، ان کے گھوڑے پر کافی سواری کیا کرتا تھا، تو ایک دفعہ یہاں سے جانا ہوا، میں نے پوچھا وہ گھوڑا؟ کہنے لگے میں نے اس کو تین دفعہ بیچا، مجھے ضرورت تھی، مالی طور پر میں مشکل میں تھا، جس کے یہاں میں بیچتا اور وہ خریدار لے جاتا کہیں دور دراز اپنے یہاں، کہتے ہیں کہ ایک دن، دو دن، تین دن، کھانا پانی سب بند۔ کہتے ہیں کہ میری جدائی اور فراق میں وہ کھانا پینا بند کر دیا کرتا تو ایک جگہ سے واپس آیا، دوسری جگہ بیچا، وہاں سے واپس آیا، تیسری جگہ کے بعد میں نے اسے نہیں بیچا، میرے یہاں وہ مرا۔

غنیمت کی قیمتی چیز یعفور

یہ جانور جن کے نام گالی کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، ان کو جیسا سمجھا جاتا ہے، ان چیزوں کو بے زبان، بے سمجھ، بے عقل، ایسا نہیں سمجھنا چاہئے۔ یہ یعفور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو خیبر سے مال غنیمت حاصل ہوا اور وہاں سے جو چیزیں ملیں ان میں بہت قیمتی چیز جو ملی وہ یہ سواری تھی۔

کہ یہ جو یہود خیبر میں آباد تھے وہ بنی اسرائیل کی نسل سے تھے، اور یہاں آباد ہوئے تھے اپنی کتاب میں پیشینگوئی پڑھ کر کے کہ نبی آخر الزماں کا یہ مہجر ہے، ہجرت کر کے یہاں تشریف لائیں گے۔ لیکن جب دیکھا کہ یہ نبی تو بنی اسرائیل میں سے نہیں ہیں، تو اس تعصب کی وجہ سے تمام علامات اور نشانیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں پانے اور دیکھنے اور محقق ہو جانے کے باوجود اسلام نہیں لائے۔

ان کے یہاں چونکہ بنی اسرائیل میں تسلسل کے ساتھ خاندانوں میں تمام چیزیں روایۃً اور کتاباً، سب چلی آرہی تھیں تو اس میں یہ بھی تھا کہ یہ خچر اس نسل سے ہے کہ جس پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سوار ہوتے چلے آرہے ہیں۔ اللہ کی شان کہ وہ خیبر فتح ہوا، اور جو جانور آئے اور

تقسیم میں اتفاق سے وہ یعفور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے طور پر آیا تو پہلے دن سے مانوس، جس طرح کہ برسوں سے مشتاق ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں خیبر کی فتح سے لے کر وصال تک وہ یعفور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ جب کبھی کسی صحابی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم طلب فرماتے اور کسی کو بلانے کے لئے کوئی صحابی نہ ہوتا، کوئی خادم نہ ہوتا، تو یعفور سے فرما دیتے نام لے کر کہ فلاں صحابی کے یہاں جاؤ اور ان کو بلا کر لاؤ۔ وہ سیدھا اسی صحابی کے مکان پر جا کر اپنے سر سے دروازہ پر نوک کرتا، سمجھ جاتے گھر والے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد آیا ہے۔ دارالعلوم میں ہمارے گھر پر ایک مرغی ایسی تھی کہ اس کو کوئی ضرورت ہوتی تو چونچ سے دروازہ پر نوک کرتی۔

یعفور کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا غم

اور آگے سنئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو جاتا ہے، تو صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ یعفور نے، خچر نے کھانا چھوڑ دیا، پینا چھوڑ دیا، تین چار روز تک وہ زندہ رہا، پھر اس نے جان دیدی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان جانوروں جیسی محبت تو نصیب فرمائے۔ ہم تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں، مگر کتنے دور، کتنے دور، جس طرح اس یعفور نے پہچانا ہم نے نہیں پہچانا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

سگِ اصحاب کہف

ان جانوروں پر میں عرض کر رہا تھا کہ یہ جتنے جانور ہیں بڑے مبارک جانور ہیں، اب یہ کلب، کتا کلام پاک میں جگہ جگہ اس کا ذکر آیا ﴿وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ﴾ اصحابِ کہف کا کتا کہ جس کا ذکر اللہ کی کتاب میں ہے، اللہ کے کلام میں ازل سے اس کا نام موجود ہے۔

کلبِ مُعلَّم کا شکار

حتی کہ ہماری شریعت اسلامیہ میں جو کلبِ معلم ہو، جس نے معلم ہونے کا، سدھایا ہوا ہونے کا سرٹیفکٹ حاصل کیا ہو، تو اس کا پکڑا ہوا شکار آپ کے لئے حلال۔ آپ نے چھوڑا کتے کو شکار کے لئے اور اس نے پکڑا اور وہ شکار مر گیا اور آپ اس کو ذبح نہیں کر سکے، تو بھی آپ کے لئے حلال۔ اس کا پکڑنا اور زخمی ہو کر مرنا، اس کو ذبح کے قائم مقام قرار دیا گیا۔

لکھا ہے کہ اس میں تین شرطیں ہیں، ایک شرط یہ ہے کہ جو اس کے کلبِ معلم ہونے سے تعلق رکھتی ہے، کہ سدھایا ہوا ہے یا نہیں؟ اس کا سرٹیفکٹ کب ملے گا؟ کہ جب کسی شکار پر اس کو چھوڑا جائے تو اس کے پیچھے وہ بھاگے، لیکن آپ نے اگر چھوڑا، اس کے بعد آپ کا ارادہ بدل گیا کہ نہیں! واپس آ جاؤ، تو پھر جب آپ اس کو واپس بلائیں راستہ میں سے تو واپس آ جائے۔ ایک یہ کہ جب وہ پکڑے تو خود نہ کھائے، اور یہ کہ جب آپ نے چھوڑا ہو اس وقت آپ نے بسم اللہ پڑھی ہو، تو ان شرطوں کے ساتھ اس کا شکار آپ کھا سکتے ہیں، مر گیا ہو تو بھی، اگر چہ صاحبِ ہدایہ نے زخمی ہونا ضروری قرار دیا ہے۔ اب کتنا مبارک جانور، ہم تو کتے کا لفظ نفرت کے لئے بولتے ہیں۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک دعا

حالانکہ حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنے لئے یہ دعا کی تھی کہ

ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
پھروں تو ساتھ سگانِ تیرے حرم کے پھروں
مروں تو کھائیں مجھ کو مدینہ کے مور و مار

کہ مدینہ منورہ کے کتوں کے ساتھ کتا بن کر میں پھروں وہاں، اور مر جاؤں تو وہاں کی چیونٹیاں اور سانپ مجھے کھائیں۔

صوفی اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے صوفی اقبال صاحب نور اللہ مرقدہ کے ساتھ ہم لوگ دستر خوان سمیٹ رہے تھے، صوفی صاحب فرمانے لگے کہ میں بلیوں کے لئے ان چیزوں کو ذرا الگ الگ کر کے رکھتا ہوں تاکہ مدینہ منورہ کی بلیوں کو یہ دستر خوان کی چیزیں کھانے میں تکلیف نہ ہو۔ باقاعدہ بڑی ترتیب سے ان کے لئے رکھتے، پھر وہ جوش میں آ گئے اور کہنے لگے کہ دیکھو!

صوفی اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

ایک میری وصیت ہے کہ اگر میں مر جاؤں تو مجھے دفن کرنے کی ضرورت نہیں، مجھے دفن مت کرنا۔ میں تو مر گیا ہوں گا اس لئے مجھے تو کوئی چوٹ نہیں لگے گی، میرے انتقال کے بعد کوئی اچھا قصاب ہو تو اس کو بلا کر میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرا لینا، مگر وہ ایسے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کہ مدینہ منورہ کے جانوروں کو کھانے میں تکلیف نہ ہو، باریک باریک قیمہ کی طرح اس کو کر دیا جائے تاکہ جانور آرام سے کھا سکیں۔

یہ ہے ان حضرات کی کیفیت۔ لیکن یہ کیفیت اس وقت حاصل ہوگی کہ ان چیزوں کی طرف ہر وقت دماغ چلتے رہنا چاہئے، جیسے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، ان کا دماغ چلتا ہے کہ اے اللہ! مجھے مدینہ منورہ کے کتوں میں شامل کر دے اور مروں تو مدینہ منورہ کے مور و مار مجھے کھائیں۔ صوفی اقبال صاحب تمنا کرتے ہیں کہ میرے گوشت پوست کو مدینہ منورہ کے جانور کھائیں۔

یہ دراصل حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان حضرات کو جو قلبی تعلق ہے یہ اس کی برکت ہے اور اس کا اثر ہے۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے بہت دور چلے گئے۔ اللہ ہم کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت و تعلق عطا فرمائے۔

یہ جانور تو بڑے مبارک جانور ہیں۔ اللہ تبارک وتعالی نے ہمیں یہ انسانی شکل دی ہے، انہیں وہ حیوانی شکل دی ہے۔ اور اللہ تعالی جب چاہے تو وہ شکل کسی وقت بھی بدل سکتا ہے، افراد کی

بدل دے، قوموں کی بدل دے، وہ اس پر قادر ہے۔

آستین میں کتے کا پلہ

ایک بزرگ تھے، تو وہ مسجد کے دروازہ پر بیٹھے رہتے، مجذوب تھے۔ آنے جانے والے حضرات ان سے کہتے کہ بابا! آپ اذان سنتے ہو، نماز نہیں پڑھتے؟ تو اس زمانہ میں بزرگ حضرات کی آستینیں ہم سے ذرا چوڑی ہوتی تھیں۔ اب وہ ذرا سا آستین اس طرح ہلاتے تو وہ دیکھنے والا دیکھتا کہ کتے کا پلہ جیب میں ہے، دیکھ کر وہ آدمی بھاگ جاتا۔ یہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نوراللہ مرقدہ نے بشیر بھائی کے یہاں، مانچسٹر میں سنایا تھا۔ کہتے ہیں آستین کو ویسے ہلاتے، بتاتے، تو دیکھنے والا دیکھتا کہ اوہو! کتے کا پلہ، کتے کا بچہ ان کی آستین میں ہے، وہ نفرت کرتا ہوا بیچارہ بھاگ جاتا کہ یہ تو عجیب انسان ہے، کتا رکھتا ہے وہ بھی اپنے بدن کے ساتھ، آستین میں رکھتا ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ مولانا احمد علی نے لیسٹر والوں کو ایک لنگی والے مجذوب کا قصہ سنایا تھا۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا کتوں سے خطاب

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی وہیل چیر میں سہارنپور میں دارالطلبہ قدیم سے حضرت کے کچے گھر لے کر آتا، تو کبھی حضرت کو استنجاء کا تقاضا ہوتا تو حضرت فرماتے کہ بھئی! ذرا جلدی چلو، استنجاء کے لئے جانا ہے، تو بہت تیزی کے ساتھ جس طرح بچے بھاگتے ہیں اس سے بھی تیز وہیل چیر کو بھگاتا ہوا میں لاتا، تو تیز بھاگنے کی وجہ سے راستہ میں کتے پیچھے پڑ جاتے۔ کتے پیچھے بھونک رہے ہیں اور پیچھے دوڑ رہے ہیں، تو حضرت ان کو خطاب کر کے یہ فرماتے، ارے میرے بھائی! تو کیوں مجھے بھونکے؟ میں تو تیرا بھائی یہاں کافی ہوں۔

یہ کتا نہیں یہ میرا نفس ہے

یہ بزرگ آستین میں وہ پلہ لئے ہوئے رہتے۔ان کے ایک خدمت گذار نے ایک دفعہ پوچھا کہ حضرت! آپ کیوں اس کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں؟ فوراً انہوں نے آستین کھولی، پوچھا پلہ کدھر ہے؟ تو خادم نے کہا کہ ابھی تو تھا کدھر گیا؟ مجذوب بہت زور سے ہنس پڑے۔خادم نے کہا نہیں، بتاؤ کیا قصہ ہے؟

انہوں نے کہا کہ یہ کتا نہیں ہے، یہ میرا نفس ہے۔اس کو میں سزا دینے کے لئے، اپنے سے الگ رکھتا ہوں۔ہمارے نفس تو ہمارے اپنے اندر سرایت کئے ہوئے ہیں کہ جب خون کے ساتھ وہ نفس دوڑتا ہے اور غصہ دلاتا ہے تو بیوی کو بھی طلاق اور اس کو بھی مار دو، اس کو بھی گولی مار دو، اور برتن بھی توڑ دو، اور چیخنا اور چلانا، اور نفس جس طرف لے جاتا ہے ہم اس طرف بھاگتے ہیں۔

بستر پر پڑے ہوئے ہیں، الارم بج رہا ہے اور سمجھتے بھی ہیں کہ اٹھنا ہے، مگر وہ کہتا ہے کہ نہیں! ابھی اور، **عَلَیْکَ لَیْلٌ طَوِیْلٌ** ابھی بہت دیر ہے، حالانکہ دو تین منٹ باقی ہوتی ہے، مگر وہ دو تین منٹ بھی بہت لمبی معلوم ہوتی ہے، دو تین منٹ کے بعد اٹھوں گا۔اللہ!

یہ ساری نفس کی پیروی ہم کر رہے ہیں، تو اسی نفس کو انہوں نے اپنے سے الگ کر کے وہ شکل دی ہوئی تھی کتے کے پلہ کی، اس کو اپنے تابع کیا ہوا تھا۔

بچہ کے ساتھ قرین بھی پیدا ہوتا ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب آدم زاد کے بچہ پیدا ہوتا ہے، تو ساتھ ہی اس کا قرین بھی، ابلیس کا بچہ بھی پیدا ہوتا ہے، جو ہر وقت اس پر مسلط رہتا ہے۔اس کا نام حدیث پاک میں قرین بتایا گیا، اس کے ساتھ پیدا ہونے والا۔مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **فَأَمَّا قَرِیْنِیْ فَأَسْلَمَ**، مگر جو میرا قرین، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ان کے لئے بھی اللہ نے قرین

پیدا فرمائے ہیں، مگر اللہ کی طرف سے ان کی عصمت ہوتی ہے، ان کا تحفظ ہوتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ أَمَّا قَرِيْنِىْ فَأَسْلَمَ کہ اس نے اسلام قبول کرلیا۔

اللہ کرے ہمارے نفس بھی ہمارے تابع ہو جائیں۔ ہم جس طرح ان کے تابعدار اور غلام بنے ہوئے ہیں، اس نفس کی چاہت کے مطابق جس طرح وہ ہمیں لے جاتا ہے اس طرح چلتے ہیں۔ اس کے بجائے اللہ تعالی ہمارے نفس کو نفس مطمئنہ بنائے، جو ہمیں سیدھا جنت کے راستہ پر رکھے، جنت تک پہنچائے۔

یہ جتنے جانور ہیں، ان جانوروں کو اللہ تبارک وتعالی نے ایک شکل دی ہے، اور ہمیں ایک شکل دی ہے۔ اور ان کو مکلّف نہیں بنایا، ہمیں مکلّف بنایا ہے۔

تم بہتر یا یہ کتا؟

ایک بزرگ دشمنوں کی قید میں تھے، مکالمہ ہو رہا تھا۔ ان بزرگ کی تحقیر کے لئے وہ ظالم پوچھتا ہے کہ اچھا یہ بتاؤ کہ تم اچھے ہو یا یہ کتا اچھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں ابھی نہیں بتا سکتا کہ یہ اچھا ہے یا میں اچھا۔ پوچھا کیا مطلب ابھی نہیں؟ کب بتاؤ گے؟ انہوں نے کہا کہ اگر میں ایمان پر اور توحید پر مرا، تب تو میں اس سے اچھا۔ اور اگر میں نے یہ دولت اپنے ہاتھ سے کھو دی مرنے سے پہلے پہلے تو مجھ سے یہ اچھا، اس لئے کہ مجھے تو حساب دینا ہوگا اور سیدھا مجھے جہنم میں ڈالا جائے گا اس توحید کو کھونے کی وجہ سے، اور اس کتے کے متعلق حکم ہوگا کُوْنُوْا تُرَاباً. اللہ تعالی ان جانوروں کا آپس کا حساب لے کر کے ان کو فرما دیں گے کہ تم مٹی بن جاؤ، وہ مٹی بن جائیں گے، ان کے لئے نہ عذاب ہے، نہ جہنم۔

یہ آج بڑی مبارک رات ہے۔ اس میں خاص طور پر دعا کریں کہ اللہ تعالی ہماری اصلاح فرمائے اور ہمارے اپنے بگاڑ کی وجہ سے ہم اپنے لئے خود مصیبت ہیں، اپنے بگاڑ کی وجہ سے

ہماری دنیا بھی خراب، ہمیں دنیا میں کتنی مصیبتوں سے گذرنا پڑتا ہے، اپنے مزاج کی خرابی کی وجہ سے، پھر اپنی مزاجی خرابی کی وجہ سے ہمارے گھر والوں کو تکلیف، ہمارے ساتھ والوں کو تکلیف، دوستوں کو تکلیف، جس معاشرہ میں رہتے ہیں سب کو تکلیف ہے۔ مگر ہزاروں گناہ ہم سے ہر وقت صادر ہوتے رہتے ہیں۔ ہماری ان گناہوں کی نحوستوں کی وجہ سے سارا عالم اس سے متأثر ہوتا ہے۔ یہ دنیا میں جتنے انقلاب آتے ہیں، جتنی سزائیں ملتی ہیں، جتنے زلزلے آتے ہیں، جتنے قحط ہوتے ہیں، سب اللہ تبارک وتعالی کے یہاں ایک پیمانۂ عدل اور میزان ہے وہ اوپر نیچے ہوتا رہتا ہے، جتنی اس میں کمی ہوتی ہے تو اس کمی کو پورا کیا جاتا ہے، وبائیں بھیج کر کے، بلائیں، آفات بھیج کر کے، تو ہماری طبیعت مزاج کی خرابی اور نفس پروری کی وجہ سے ہم اپنے لئے بھی مصیبت اور سارے جہاں کے لئے مصیبت۔

اپنے لئے اللہ تعالی سے ہدایت کی دعا مانگیں کہ یا اللہ! ہمیں نیک راہ پر چلا، آج کتنی مبارک رات ہے کہ اس میں کتنے اچھے فیصلے ہم اپنے لئے کرواسکتے ہیں، اپنی اولاد کے لئے کرواسکتے ہیں۔ اللہ تعالی ہماری نسلوں کی اس ملک میں حفاظت فرمائے، ساری دنیا میں آج کل جو فتنے ہیں، ان فتنوں سے انسانیت کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِہ وَصَحبِہ وَبَارِکْ وَسَلِّم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ بتایا تھا کہ بزرگوں سے پوچھا گیا کہ تم بہتر یا یہ کتا؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ ابھی تو نہیں بتا سکتے۔ میں اگر ایمان کے ساتھ اِس دنیا سے رخصت ہوگیا تو میں اِس سے بہتر، ورنہ میں اگر جہنم رسید ہوا تو یہ کتا مجھ سے افضل، اِس لئے کہ یہ جہنم سے بچ جائے گا۔

یہ کتا مجھ سے افضل ہے

ایک اور بزرگ سے یہی سوال کیا گیا، اُنہوں نے اِس سے بھی اونچا جواب دیا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ اِس وقت تو یقیناً یہ کتا مجھ سے افضل ہے، اِس لئے کہ اِس کا انجام اُسے معلوم ہے۔ جس طرح ہمیں سب کچھ بتا دیا گیا تو ﴿ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ﴾ ان سب کو پتہ ہے۔ اِسی لئے ہم تو نہیں دیکھتے، ورنہ قبر والوں کے ساتھ جو کچھ ہوتا ہے، جو عذاب آتے ہیں، جو رحمتیں اُترتی ہیں، ان سب نباتات، جمادات کو اِس کا احساس ہوتا ہے۔ تو اُنہوں نے جواب دیا کہ اِس وقت تو یہ کتا یقیناً مجھ سے افضل ہے، اِس لئے کہ اِس کو معلوم ہے کہ اِس کو جہنم میں نہیں جانا، اور مجھے اپنا انجام معلوم نہیں۔

ایک بزرگ جا رہے تھے، ان کے دو خادم آپس میں اشارہ کر کے کسی کافر کی طرف اشارہ کر رہے تھے کہ دیکھو! اُس کا لباس، اُس کی زُنّار۔ وہ بزرگ اُن کو ڈانٹنے لگے، کیا تمہارا ایمان تمہاری اپنی قدرت میں ہے؟ اپنے بس میں ہے؟ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تم سے تو اِس دولت کو چھین لے اور وہ جو محروم ہے اُس کو عطا فرما دے؟ تم نے نہیں پڑھا کہ ہزاروں لاکھوں کفار مسلمان ہوئے، تو اُنہیں تنبہ ہوا کہ واقعی مجھ سے غلطی ہوئی۔

میں نے شروع میں کہا تھا کہ کسی کو گالی کے طور پر کتا کہنا، گدھا کہنا، بیل کہنا، یہ بہت دور لے

جاتا ہے۔ یہ گالی ہمارے اندر تقلیدی طور پر ہے، اس پر میں نے کہا تھا کہ اس کو گالی کے طور پر بولا جاتا ہے، حالانکہ کتا تو بہت اچھی چیز ہے، بہت اچھا کہ اس کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا۔ اوراب جو چیزیں جنت میں جانے والی ہیں اُن میں سے ﴿ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ﴾ ایک قول کے مطابق یہ بھی اُن کے ساتھ جنت میں جائے گا۔

یہ الگ چیز ہے کہ شریعت نے اِس کو گھر میں رکھنے سے منع فرمایا، ورنہ میں نے کتے کے منافع میں بتایا تھا کہ اگر وہ کسی جانور کا شکار کرے گا، اس کو پکڑے گا، اور اُس کے پکڑنے کی وجہ سے جانور مر گیا، شکار مر گیا، تو وہ ذبح ہوگیا، جب کہ آپ نے بسم اللہ پڑھ کر اس کو شکار کے پیچھے چھوڑا ہو۔ اب کتنا مبارک جانور کہ ایک مسلمان جو اپنے ہاتھ سے ذبح کرتا ہے، یہی کام اُس کے دانتوں نے آپ کے لئے کرلیا۔ یہ کتے کے اندر منفعت ہے۔ اسی طرح حراست کے لئے اُس کو رکھ سکتے ہیں، جانوروں کی حفاظت کے لئے اس کو رکھ سکتے ہیں، یہ بھی اس کی منفعت ہے۔

بلی اور کتے میں فرق

پالنے کے سلسلہ میں بلی میں اور کتے میں کیا فرق؟ کہ اِس کا گوشت بھی نہیں کھایا جاتا، حرام، اُس کا بھی نہیں کھایا جاتا، وہ بھی حرام۔ یہ بھی درندہ وہ بھی درندہ۔ بلی بھی کہیں اُس کو بند کردے، ستائے، تو گلے سے پکڑ لیتی ہے، مگر کتے کے واقعات اِس سے زیادہ درندگی کے ہوتے ہیں، آئے دن اخبارات میں آتے رہتے ہیں۔

اِس کی درندگی کی وجہ سے اوراس کے لعاب کی وجہ سے اس کو گھر میں رکھنے اور پالنے کی ممانعت ہے، اس کے اندر یہ دو نقص ہیں، اس کے لعاب کا تذکرہ خود قرآن میں ہے ﴿ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ﴾ کہ تم اِس پر بوجھ نہیں لاد سکتے، اگر بوجھ لاد دو تو ہانپنے لگے یعنی وہ اِس قابل نہیں کہ بوجھ اُٹھائے، جس طرح اونٹ پر لادتے ہیں، بھینسے پر لادتے ہیں، خچر پر، گدھے پر لادتے ہیں، اور اگر تم اس کو ویسے ہی چھوڑ دو تب بھی ہانپتا رہتا ہے۔ دوسری

خرابی یہ ہے کہ وہ ہانپتا رہتا ہے، تو ہانپنے کی وجہ سے ہر وقت اُس کا لعاب گرتا رہے گا۔ چونکہ اُس کا لعاب ناپاک ہے اور شریعت نے مسلمانوں کو اپنے گھروں کو اور چیزوں کا پاک رکھنے کا حکم دیا، لہٰذا اس کے لعاب سے بچانے کے لئے حکم ہوا کہ اُس کو باہر رکھو، جانوروں کی حفاظت کے لئے رکھ سکتے ہو، باغ میں گھر سے باہر رکھ سکتے ہو۔

منافع للناس سے غلط استدلال

کبھی کبھی اردو اخبارات میں جو مضامین آتے ہیں، بڑے دلچسپ ہوتے ہیں، شراب کے متعلق اشتہارات ہوتے ہیں۔ شراب کے متعلق ہے ﴿ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ﴾ لکھتے ہیں اِس میں فائدہ تو ہے؟ لیکن بیچارے اُنہیں نہیں معلوم کہ ہم تو منسوخ آیت سے استدلال کر رہے ہیں، شراب کی پہلے اجازت تھی، پھر اُس کے بعد جو ممانعت شروع ہوئی اِسی آیت سے ہوئی کہ تم دیکھتے ہو کہ اِس میں کچھ فائدے ہیں مگر نقصان بھی ہے۔ اب یہیں سے بہت سوں نے چھوڑ دیا کہ جب اِس میں نقصان ہے تو نہیں پینا چاہئے۔

دوسرے نمبر پر آیت اُتری ﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی ﴾ کہ وقت بدل جائے گا پینے کا تو چھوٹنا آسان ہوگا، شریعت نے کہا کہ پانچ وقت جو نماز کے ہیں اُس وقت مت پیو، ایسے وقت میں شراب پینا کہ جس سے نماز کے وقت تک نشہ رہے اِس کی اجازت نہیں۔ پھر تیسرے مرحلہ میں دس طرح سے شراب کی ممانعت بیان کر دی، اخیر میں ﴿ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ﴾ کہ یہ تو گندی چیز ہے۔

اُنہوں نے منافع کو تو لیا اور آخر میں شراب کے متعلق جو فرمایا ﴿ رِجْسٌ ﴾ اس کو نہیں دیکھا، جب کہ ﴿ وَ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ﴾ والی آیت منسوخ ہو چکی ہے۔ جب خدا نے جو اس شراب کو پیدا کرنے والا ہے، اس نے جب فرمایا تھا ﴿ وَ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ﴾ اِس میں فائدے ہیں، تو اُس وقت فائدے تھے، اور جب اِس سے منع کر دیا اور اُس کو کہہ دیا کہ ﴿ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ

الشَّیۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡہُ﴾ تو اُس کی منفعت اُٹھالی اُس نے ،اُس کی منفعت کوختم کر دیا گیا۔
اب کوئی کہے کہ ہمیں تو سر درد ہوتا ہے،تو پیناڈول لیتے ہیں،اُس میں بھی تو شراب ہے،الکحل ہے،اس سے فائدہ ہوتا ہےاور سر درد چلا جاتا ہے، یہ استدلال صحیح نہیں! یہ فائدہ ہمیں نظر آتا ہے، اُس کے بدلہ روز ہم اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ اِس دوا سے یہ نقصان ہوا۔ابھی آیا تھا کسی کو لیور میں کینسر ہوگیا،صرف اِس لئے کہ پیناڈول استعمال کیا جاتا رہا۔

شراب کی منفعت ختم اور کتے کی منفعت باقی

قرآن کی باتیں اور نبی کی باتیں اٹل، آخری ہوتی ہیں،کبھی کوئی اِن کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔
اب شراب میں تو مکمل طور پر اِس کی منفعت ختم ہے،مگر اِس کتے کی منفعت تو باقی ہے۔ کتے کے متعلق جو آخری حکم آیااس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر میں فرمایا''مَـــالِـــیۡ وَ لِـلۡـکِلَابِ،، کہ کتوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ان کے متعلق جتنی تمہیں اجازت ہے اُتنا رکھو، گھر میں نہیں رکھ سکتے۔

کسی کو کتا گدھا کہہ کر گالی دینے کی عادت

اب اِتنی نفرت کا اظہار کہ جانور کے نام ہی کو گالی بنا دو؟ تو جب کسی کو یہ کہا جاتا ہے کہ کتا، گدھا، بیل، اُس شخص سے بھی نفرت کا اظہار ہے جس کو یہ کہا گیا اور دوسرا ایک پوری اُمت، اُمت کلب کو برا کہا جارہا ہے ﴿اُمَمٌ اَمۡثَالُکُمۡ﴾ کہ یہ جو انسانوں کی ایک اُمت ہے، اِس طرح کتوں کی جو ایک اُمت ہے اُن کو برا کہا جارہا ہے، یہ حمار، گدھوں کی جو اُمت ہے اُن سب کو برا کہا جارہا ہےاور اِن کی تحقیر کی جارہی ہے، حالانکہ اُن سے کتنی منفعت انسان اُٹھاتے ہیں، آپ مصر جائیں، کتنے کام انسان ان سے لیتے ہیں۔
یہ دو چیزیں تو ایک طرف، مگر اس کے پیچھے صوفیاء کہتے ہیں جب کسی کو کتا، خنزیر کہا، بہت بڑا دعوی اِس شخص نے کیا، بہت بڑا دعوی، کیا دعوی کیا؟ کہ جب وہ اپنے سامنے دو ہاتھ، دو پیر، دو

آنکھوں والے، دوکانوں والے، آدم کی شکل والے کو، انسان کو دیکھ کر اُس کو کہتا ہے کہ کتا، خنزیر، تو یہ ایسا ہے جیسا کہ کسی نے بہت بڑا دعوی کیا۔

کیوں کہ ابھی کل پرسوں بتایا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جب قوموں پر عذاب آیا، عذاب وسزا کے طور پر اُنہیں کہا گیا کہ ﴿كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ﴾ بندر بن جاؤ، بندر ہوگئے۔ جب عذاب آتا ہے کسی پر تو اُس کی صورت مسخ کر دی جاتی ہے، ابھی انسان تھا، بندر بن گیا، کتا بن گیا، اُس کی شکل مسخ کر دی گئی۔

کبھی صورت مسخ کر دی جاتی ہے

یہ تو دنیا میں آخرت کے عذاب کو دکھانے کے لئے کبھی کبھی اِکّا دُکّا کوئی واقعہ بتا دیا جاتا ہے کہ قبر سے بھی لوگوں نے آوازیں سنیں۔

ابھی جب میں دو ماہ پہلے مدینہ طیبہ میں تھا، تو بڑا چرچا تھا وہاں کہ پرسوں رات وہاں بقیع شریف میں فلاں جو قبر ہے، جو باہر سے دیکھی جاسکتی ہے، وہاں بہت بڑی اُنہوں نے روشنی دیکھی رات کو دو بجے، ایک نے دیکھی، دوسرے نے، تیسرے نے، چوتھے نے، لوگ جمع ہو گئے کسی نے اُس کو کیمرا میں تصویر میں بھی قید کیا۔

یہ واقعات اللہ تبارک وتعالیٰ ظاہر فرماتے ہیں کبھی کبھی تا کہ انسانوں کو اِس کا یقین آئے کہ یہ تمام چیزیں جو قرآن اور حدیث میں جن کی خبر دی گئی یہ حق ہیں، اور یہ جو صورتوں کا مسخ ہونا جو دنیا میں قوموں کا یا افراد کا ہوا، جو آخرت میں عمومی طور پر جہنمیوں کے ساتھ ہونے والا ہے اُس کی ایک قسم کی تمثیل ہے اُس کو سمجھانے کے لئے ہے۔

متکبرین کا حشر

ورنہ آخرت میں جو متکبرین ہیں، جن میں دنیا میں کبر رہا ہوگا، جنہوں نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا دوسروں کو حقیر سمجھا، جن میں تکبر تھا، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب

قبروں سے سارے انسان اُٹھیں گے، تو یہ بھی اپنی قبروں سے اُٹھیں گے، مگر قبر میں جب رکھا گیا تھا تو شکل وصورت انسان کی تھی، اب جب میدان حشر میں اُٹھ رہے ہیں تو متکبرین سب چیونٹی کی شکل میں ہیں، اب ساری انسانیت اُنہیں روندتے ہوئے جا رہی ہیں۔

یہ جو آخرت میں عذاب ہے، جس سے صورتیں شکلیں مسخ کردی جائیں گی تو اُس کو بتانے اور جتانے کے لئے دنیا میں اِکّا دُکّا کبھی کوئی واقعہ کسی قوم کا، کسی فرد کا ظاہر کیا جاتا ہے۔ اب جو واقعہ دنیا میں ظاہر کیا جاتا ہے کسی کے مسخ ہونے کا، تو گویا یہ شخص جو بزرگ بن کر کسی کو کہے گالی کے طور پر کتایا گدھا، تو اُس نے ایک قسم کا دعوی کیا کہ تمہاری صورت مسخ کردی گئی اور تم انسان نہیں رہے۔ اور مفتی محمود صاحب اور فلاں کی طرح روشن ضمیر بن گیا ہوں اور روحانی طور پر مسخ شدہ صورتیں پہچان سکتا ہوں۔

اور جن کی صورتیں مسخ کردی جاتی ہیں، یہ کسی معمولی گناہ پر نہیں۔ حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک بہت بڑی بات ہوتی ہے، جیسے کہ بتایا تھا کہ اُنہوں نے حق تعالیٰ شانہ کی قدرت سے اِس کو بعید سمجھا کہ امام سے پہلے سر اُٹھالے اور اُس کی صورت بدل دی جائے۔ اِس کا اُنہیں یقین نہیں آرہا تھا، اِس کو آزمانے کے لئے اُنہوں نے امام سے پہلے سر اُٹھایا تو فوراً سزا مل گئی۔

شہداء، علماء اور بعض حفاظ کے اجسام

محدثین میں ایک بزرگ گذرے ہیں شمس الدین فناری۔ یہ جو جمعہ کی رات میں حدیث پڑھی جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، اور تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ شہداء کے متعلق تصریح ہے وہ زندہ ہیں۔ بعض روایات سے حفاظ قرآن اُن کے متعلق آتا ہے کہ اِن کے جسم بھی اپنی قبروں میں سلامت رہیں گے۔ علماء کے متعلق بھی آیا ہے۔ یہ شمس الدین فناری اپنے متعلق خود بیان کرتے ہیں کہ میں جب اِس کو پڑھتا تھا تو میں اپنے دل میں سوچتا تھا کہ یہ علماء کے متعلق جو آیا ہے وہ واقعۃً ایسا ہی ہوتا ہوگا؟

ایک دفعہ اُنھوں نے سوچا کہ ہمارے جوانی کے زمانہ کے استاذ تھے شیخ علاؤالدین، اُن کو دفن کئے ہوئے چالیس پچاس برس گذر گئے ہیں۔ ایک دفعہ اُنھوں نے یہ حرکت کی کہ رات کے وقت اُن کی قبر کو کھولا دیکھنے کے لئے کہ اُن کا جسم سلامت ہے یا نہیں؟ پچاس برس کے بعد بھی، جب اُنھوں نے اُن کی قبر کو کھولا تو دیکھا کہ بالکل جسم صحیح سالم، جس طرح ابھی دفن کیا ہو۔

صدیوں بعد بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

سعودیہ میں ایک وزیر تھے، وہ تعلیم کے محکمہ کے وزیر بھی رہ چکے ہیں، اُن کے والد صاحب تھے شیخ حسن الشاعر جن کا تجوید پر ایک رسالہ تھا، وہ بخاری تھے، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے اس رسالہ کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا تھا۔ یہ شیخ حسن الشاعر فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب جو دریا ہے اس میں ایک دفعہ طغیانی آئی، سیلاب آیا، اور پانی بڑھ رہا تھا۔ یقین ہو گیا کہ اب یہ مزار کے اندر داخل ہو جائے گا، سب لوگ اکٹھے ہوئے اور فیصلہ کیا کہ قبر کو کھول کر دوسری محفوظ جگہ منتقل کرنا چاہئے، پانی تو کسی وقت بھی آ سکتا ہے۔ قبر کو سارے علاقہ والوں نے مل کر کھولا، صدیوں کے بعد دیکھتے ہیں کہ امام بخاری ایسے ہیں جیسا کہ ابھی ابھی دفن کیا ہو۔

گلاسگو کے چودھری شاہین صاحب سناتے تھے مولانا ابراہیم صاحب کا اپنے علاقہ کا واقعہ، کہتے ہیں کتنے برسوں کے بعد اُن کی قبر کو کھولا گیا تھا وہاں پنجاب میں، تو جسم بالکل صحیح سالم تھا۔

اِنہیں شیخ شمس الدین فناری نے سوچا کہ اپنے استاذ کی علاؤالدین کی قبر کو میں کھولوں اور دیکھوں۔ جب کھولا، اور دیکھا کہ جس طرح ابھی دفن کیا ہو، بالکل صحیح سالم ہیں۔ پھر دوبارہ ابھی اُس کو بند کرنے لگے تھے کہ آواز آئی غیب سے اندھے! ابھی یقین آیا؟ تمھیں تو پہلے یقین کرنا چاہئے تھا تم اندھے ہو؟ تمھیں پہلے سے اِس کا یقین کیوں نہیں آیا؟ اے اندھے! تمھیں پہلے یقین نہیں آ رہا تھا، اب دیکھ کر کے یقین آیا۔ اُنھوں نے لکھا ہے کہ جیسے ہی یہ آواز آئی اُس کے

ساتھ میری بینائی چلی گئی۔ وہ کہتے ہیں میں حق تعالیٰ شانہ سے فریاد کرتا رہا، روتا رہا، معافی مانگتا رہا، تب جا کر اُن کا قصور معاف ہوا۔ اور پھر آہستہ آہستہ جب بینائی ٹھیک ہوئی تو اُس کے پھر شکریہ کے طور پر میں حج کے لئے گیا۔

جو کسی کو کتا کہے

جب کسی کو گدھا کہہ کر کچھ کہا جائے تو ایک قسم کا اِس نے دعوی کیا کہ مجھے کشف حاصل ہے، اور میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم اب انسان نہیں رہے، ایسا ہی ہے جیسے کسی کو کہا جائے **یَا کَافِرُ**، یہ سب تحقیر کے کلمات گالی دینا، لعن کرنا، کفر، یہ ایک زمرہ میں ہیں ساری چیزیں، جب کسی کو گالی دی جاتی ہے، سبّ وشتم کیا جاتا ہے، لعن کیا جاتا ہے کہ تو اللہ کی رحمت سے دور ہے، یا کسی کو کافر کہا جائے تو وہ کلمہ منہ سے نکلا، وہاں تک گیا جس کو کہا گیا، اگر وہ شخص ایسا نہیں ہے اور کافر نہیں ہے، تو یہ کہنے والے پر لوٹ آتا ہے۔

دہلی والے جو بزرگ تھے، خادم نے پوچھا کہ حضرت آپ ہر وقت خلوت اور تنہائی میں کیوں رہتے ہیں؟ ساری دنیا نکلتی ہے، علماء اور مشائخ سب بازار بھی جاتے ہیں، آپ نکلتے نہیں، عذر کرتے رہے۔ جب نہیں مانا، بہت اصرار کیا، تو دروازہ کھولا کہ دیکھو! بازار میں کیا ہے؟ تو کہا کہ یہ لوگ خریداری کر رہے ہیں، پھر اپنی ٹوپی اِن کے سر پر رکھی، فرمایا اب دیکھو! دیکھا تو سارا بازار جانوروں سے بھرا ہوا، انسان کوئی کوئی ہیں۔

کلمات جو ہماری زبان سے نکلتے ہیں، ہم اِس پر غور نہیں کرتے کہ یہ کہاں سے کہاں بات پہنچے گی، اور ہم ایسے سڑے ہوئے ماحول میں رہتے ہیں کہ ہمیں اِن گناہوں کا احساس نہیں ہوتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ابھی صحابہ کا دور ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دور "**قَرْنِیْ**" "**ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ**" پھر صحابہ کا دور ہے "**ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ**" پھر تابعین کا دور ہے، تو یہ خیر القرون کا زمانہ ہے، صحابہ کرام کا زمانہ ہے، مگر حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ

فرماتے ہیں اپنے زمانہ کے متعلق کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا ہوتا تھا کہ اگر کسی نے کسی کی غیبت کی، تو اُس کی بدبو میلوں دور تک محسوس ہوتی تھی۔ اب ہمارے اِس زمانہ میں یہ بیماری اِتنی عام ہوگئی، کہ جو یہ کھالوں کا کاروبار کرتے ہیں، کھالوں کی صفائی کرتے ہیں، جانوروں کی کھالیں اِکٹھی کرتے ہیں، اُس بازار میں آپ جائیں تو بیہوش ہوجائیں گے، اِتنی بدبو کہ وہاں ٹھہر نہیں سکتے، لیکن جو لوگ وہاں رہتے ہیں اُس کے عادی ہوتے ہیں، اُنہیں محسوس بھی نہیں ہوتا کہ یہ کسی طرح کی بدبو ہے۔

کسی کے متعلق زبان سے کوئی کلمہ نکالنے سے پہلے ہزار دفعہ سوچنا چاہئے۔ خاص طور پر یہ غیبت، برائی، چغلی اور یہ کلمات جو ہر وقت ہماری زبان سے نکلتے ہیں اور نامۂ اعمال میں ہم گندگیوں کا اِضافہ کرتے رہتے ہیں، اور یہ سارا کا سارا ہمارا نامۂ اعمال زبان کے بےلذت گناہ کی وجہ سے گناہوں سے پُر ہوتا رہتا ہے۔ اور یہ میں نے بزرگوں کے واقعات جو سنائے مسخ کے متعلق اور کسی کو کتا اور گدھا جیسے کلمات نہ کہنے کے متعلق، تو اِس میں بزرگ فرماتے ہیں کہ صرف اُس شخص کی تحقیر نہیں ہے، بلکہ اِس پوری ایک اُمت کی تحقیر ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا

حالانکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایک موقع پر اپنی نصرت اور مدد کے لئے اِسی کتے کو منتخب کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں ابولہب کے گھر میں، ایک عتبہ کے نکاح میں، ایک عتیبہ کے نکاح میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب توحید کی اُنہیں دعوت دی، سب سے آگے قریش میں مخالفت کرنے والوں میں ابولہب رہا۔ اُس نے گھر جا کر اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم دونوں طلاق دے دو، تو عتیبہ نے پہلے تو جا کر حضرت رقیہ کو طلاق دی اور پھر آ کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس نے کہا کہ میں تو تمہارے دین کے ساتھ کفر کرتا ہوں، میں تمہارے مذہب کو نہیں مانتا۔ ایک کلمہ۔ دوسرا کلمہ اُس نے کہا کہ میں نے تمہاری بیٹی کو طلاق دے دی، اُس

کی خبر دی۔ تیسرا اُس نے سبّ وشتم شروع کیا، بدزبانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں شروع کی۔ چوتھا اُس نے دست درازی بھی شروع کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ مبارک اُس نے چاک کردیا۔

یہ چار پانچ حرکتوں کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے مخاطب ہوتے ہیں اور گویا اُس کو فرماتے ہیں کہ میں تجھے تو کچھ نہیں کہوں گا، میں اپنے اللہ سے کہتا ہوں "**اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْہِ کَلْبًا مِّنْ کِلَابِکَ**" اے اللہ! تیرے پاس پوری ایک اُمت ہے کتوں کی، اُن میں سے ایک کو اِس پر مسلط فرمادے۔ اب شام کا سفر ہوا، وہاں ریگستان میں ویرانہ میں ٹھہرنا ہوتا ہے، پہلے سے ابولہب نے سب کو بتایا کہ دیکھو!

کفار دل سے یہ سمجھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو نکلے گا، اُسی طرح واقع ہوگا، مگر یہ ﴿**وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ**﴾ کہ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ایمان اللہ تبارک وتعالیٰ جب چاہے کسی کو عطا فرمائے، جس سے چاہے چھین لے۔

وہ ابولہب سب کو نصیحت وصیت کرتا ہے کہ میرے بیٹے کی اچھی طرح حفاظت کرنا کہ **اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْہِ کَلْبًا مِّنْ کِلَابِکَ** واقع نہ ہوجائے۔ جب وہاں ایک جگہ پڑاؤ ہوا، تو کسی نے کہا کہ اِس علاقہ میں ہم نے ابھی شیر دیکھا، سب ڈر گئے۔ کہنے لگے کہ آج تو عتیبہ کی اچھی حفاظت کرنی چاہئے۔ اُنہوں نے سارا سامان چاروں طرف رکھا، اور سامان کے چاروں طرف سارے قافلے والے سوگئے، اور بالکل بیچوں بیچ، سامان کے بیچ میں اوپر عتیبہ کو سلایا، مگر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلب مسلط ہوا ہو اُس کے لئے کیا مشکل؟

رات کو سب سوئے اور یہ آیا، ایک چھلانگ لگائی اور وہیں پر پہنچا اور اُسی کو پھاڑ کر چلا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن تمام اُمتوں میں سے ایک اُمت کو منتخب کیا اور اللہ نے اپنے حبیب کی نصرت اور مدد کے لئے "**اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْہِ کَلْبًا مِّنْ کِلَابِکَ**" ایک کو بھیج دیا جس نے عتیبہ کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔

اپنی زبانوں کو ہم چلاتے ہیں مگر اُس کے نتائج کہاں تک پہنچتے ہیں کہ ہم تو کہہ دیتے ہیں کتا، مگر بزرگ فرماتے ہیں کہ یہ تو اُس نے دعوی کیا کشف کا کہ میں دور تک دیکھ سکتا ہوں، میں نے دیکھ لیا ہے کہ تیری صورت مسخ ہوگئی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اِس سے اِس کلمہ کے بدلہ میں خود اِس کی اپنی صورت مسخ کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دین کی حفاظت فرمائے، ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے، جو وقت تھوڑا سارہ گیا اُس کو وصول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذشتہ کل اخیر میں ایک واقعہ شیخ شمس الدین فناری کا سنایا تھا کہ اُنھوں نے یہ جانچنے کے لئے ، یہ معلوم کرنے کے لئے کہ جیسے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور شہداءِ کرام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، سینکڑوں برس گذرنے پر بھی اُن کے جسم اسی طرح صحیح سالم رہتے ہیں، تو یہ معلوم کرنے کے لئے اُنھوں نے بیسیوں برس پہلے اپنے استاذ علاؤالدین جن کو دفن کیا تھا، اُن کی قبر کھولی۔ دیکھا تو پچاسوں برس کے بعد بھی اپنے استاذ کا کفن، جسم ایسا ہی پایا جیسا کہ ابھی آج دفن کیا ہو۔ اُن کو تو اطمینان ہو گیا لیکن سزا ملی، غیب سے آواز آئی کہ اندھے! اب دیکھ لیا؟ چنانچہ اِس آواز کے ساتھ ہی اُن کی بینائی سلب کر لی گئی۔ اندھے ہو گئے، سچ مچ اندھے ہو گئے۔

عقیدہ کی حفاظت

یہی ضعف کا حال ہماری ہر عبادت کا ہے، عقیدہ کا بھی یہی حال، ذرا سا کسی عقیدہ میں تزلزل آیا اور نیچے گر گئے، اُنہیں چاہئے تھا کہ جب روایات میں غیب کی خبریں دینے والے سچے انبیاء کے سردار نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تو میری آنکھیں غلط دیکھ سکتی ہیں، میری نگاہ غلط دیکھ سکتی ہیں، میرا دیکھنا جھوٹا ہو سکتا ہے، غلط ہو سکتا ہے مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سچی ہے۔

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

جتنا اِس عقیدہ میں ہم پختہ ہوں گے، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرح سے کہ وہ اپنے بیٹے پر افسوس کر رہی ہیں، رو رہی ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہارا بیٹا تو جنت میں مزہ کر رہا ہے، تمہیں دیکھنا ہے؟ تو

ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا عرض کرتی ہیں میرے محبوب! بس آپ نے فرما دیا، یہ میرے لئے کافی ہے۔ میری نگاہ جھوٹی ہوسکتی ہے، غلط دیکھ سکتی ہے، میں دیکھنا نہیں چاہتی۔ عقیدہ ہو تو ایسا ہو۔

ہر عبادت میں دو پہلو ہیں

ہر عبادت کا یہی حال، یا تو اقبال ہوتا ہے، انسان اور آگے بڑھتا ہے، ترقی کرتا ہے یا نیچے گرتا ہے۔ چنانچہ اِتنے بڑے محدث، علامہ ہوکر سزا پائی کہ اندھے ہو گئے۔ تو یقین اور عقیدہ کا یہی حال ہے، نماز کا بھی یہی حال ہے، نماز مقبول ہوئی، اوپر جائے گی، بارگاہِ ایزدی میں قرب حاصل کرے گی۔ اور اگر وہاں سے مردود ہوگئی، تو نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔ مقبول نماز کی وجہ سے جو رحمت کے آثار، چہرہ پر نورانیت، جاذبیت، محبوبیت ہونی چاہئے وہ ختم ہوجاتے ہیں۔ شکل دیکھ کر لوگوں کو نفرت ہوتی ہے۔ غیر مقبول مردود دعا اور نمازوں کا اثر چہرہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہی حال رمضان کا ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی بد دعا

بارہا آپ نے حدیث سنی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے، پہلی سیڑھی پر قدم رکھا، فرمایا برباد ہو وہ شخص کہ جو رمضان المبارک کا مہینہ پائے اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنی مغفرت نہ کرالے۔ جبریل امین دعا کرتے ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، آمین۔ جبریل امین دعا کرتے ہیں کہ برباد ہو وہ شخص کہ جو اپنے والدین کو پائے پھر بھی اُن کی اِتنی خدمت نہ کرے جس سے اپنے لئے جنت کو واجب کرلے۔ فرمایا آمین۔ تیسری دعا جبریل امین نے کی کہ برباد ہو وہ جو سرکار کا نام نامی سنے اور درود شریف نہ پڑھے، صلی اللہ علیہ وسلم، تو آپ نے فرمایا، آمین۔

اب یہ مہینہ تو گذر گیا، ہم نے اپنے لئے رو رو کر مغفرت واجب کرلی؟ ہمیں اطمینان ہوگیا؟

کہ ہم اِتنا روئے ہیں، اِتنا روئے ہیں، اور گناہوں کی حق تعالیٰ کے سامنے اِتنی معافی مانگی ہے کہ ہمارے لئے یقیناً ہمیں اطمینان ہوگیا۔ ہر کام پر اطمینان کر لیتے ہیں کہ ہم نے اِتنی کوشش کی کہ اب انشاءاللہ اطمینان ہے، تو کیا اِس رمضان میں ایسا ہوا؟

ہر شخص اپنے متعلق سوچے۔ تو جو جس طرح اِن مبارک ساعتوں کا حق تھا، ماہِ مبارک کی مبارک گھڑیاں گذارنے کا حق تھا، جس طرح اُسے گذارنا چاہئے تھا اُس طرح جو گذارتے ہیں تو وہ تو کتنے مراتب پاتے ہیں، اور جو ایسا نہیں کر سکے تو وہ اور زیادہ نیچے جاتے ہیں، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا کے مستحق بنتے ہیں۔ والدین کی خدمت بہت بڑی عبادت ہے، مگر اِس میں کماحقہٗ اِس عبادت کے کرنے کی وجہ سے انسان ترقی پاسکتا ہے دنیا اور آخرت میں اور عاقبت میں، اور اُس سے غفلت کی بناء پر اُس سے زیادہ نیچے جائے گا۔

یہی حال حج کا ہے، حج سے جب حاجی واپس آتا ہے تو یا تو قبولیت لے کر آئے گا کہ اقبال ہر چیز میں ہوتا رہے گا، ورنہ وہاں سے اپنے لئے اِدبار لے کر آئے گا۔

یہی حال زکوۃ کا ہے، زکوۃ تو دی، صدقہ تو دیا مگر " **أَوَّلُ مَنْ تُسَجَّرُ بِهِ نَارُ جَهَنَّمَ** "سب سے پہلے تین جن سے جہنم کی آگ جلائی جائے گی اُن میں یہی مالدار تو ہوں گے، زکوۃ اور صدقات دینے والا۔ اُس نے دی بھی ہوگی زکوۃ، صدقہ بھی دیا ہوگا، مگر سب سے پہلے اِسی کو جہنم میں دھکیلا جائے گا۔

یہ جتنی عبادات ہیں اُن سب کا یہ حال ہے کہ اِس میں اُدھر یا اِدھر، بین بین برزخ والا کوئی حصہ نہیں۔ یا تو انسان اُس عبادت کے ذریعہ سے ترقی پاتا ہے یا نیچے جاتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے روزوں کو قبول فرمائیں، ہماری نمازوں کو قبول فرمائیں۔

ایک سجدہ بھی ایسا نہیں

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو ایک مرتبہ

خط لکھا کہ حضرت زندگی ویسے ہی گذر گئی، کوئی نیکی ایسی نہیں کہ جو بارگاہِ ایزدی میں پیش کر سکیں، ایک نماز ایسی نہیں جس پر اعتماد کیا جاسکے۔ اِتنا بڑا مبلغ، اتنا بڑا انسان جس نے ساری دنیا میں دعوت و تبلیغ کا ڈنکا بجایا، اور وہ اپنا رونا رو رہے ہیں۔ حضرت نے جواب لکھوایا کہ مولوی صاحب! آپ تو لکھتے ہو کہ ایک نماز ایسی نہیں کہ جو شرف قبول پانے کے قابل ہو، یہاں تو ایک سجدہ بھی ایسا نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری نمازوں کو قبول فرمائے، تلاوت کو قبول فرمائے۔ ہر عبادت کا یہی حال، تلاوت کا بھی یہی حال، یا قرآن ہمارے لئے حجت ہوگا تو ہمیں وہاں جنت میں سب سے اونچا درجہ دلوائے گا" اِقْرَأْ وَارْتَقِ" پڑھتا جا اور چڑھتا جا، یا حُجَّةٌ عَلَيْهِ، یا ہمارے خلاف حجت بنے گا، خدا سے فریاد کرے گا۔ خود تلاوت کرنے والا جب تلاوت میں مشغول ہوتا ہے عین اُسی وقت "رُبَّ قَارِئٍ لِّلْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ يَلْعَنُهُ" وہ تو قرآن پڑھ رہا ہے، مگر دل کی نیت اللہ تبارک وتعالیٰ دیکھ رہے ہیں، دل کے حال کو وہ جانتے ہیں، اسی کے مطابق وہاں سے جواب ملتا ہے۔

ماہِ مبارک میرے خلاف کہیں حجت نہ ہو

دوستو! یہ جتنی ساعتیں رہ گئیں کم از کم اُن میں ہم مشغول رہیں۔ ہر وقت چلتے پھرتے ہمارا دل کڑھ رہا ہو اندر سے کہ پتہ نہیں اب یہ مبارک ساعتوں کا دروازہ جیسے ہی بند ہوگا تو یہ پورا ماہِ مبارک کل قیامت میں میرے خلاف کہیں حجت نہ بن جائے۔

قبر کھولنے والے اُن بزرگ سے صرف یہی ایک لغزش ہوگئی کہ اُس حدیث پر جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا یقین کرنے کے بجائے عین الیقین حاصل کرنے کے لئے مشاہدہ کی کوشش کی تو سزا پائی کہ غیب سے آواز آئی کہ اندھے! دیکھ لیا؟ تو اُس کے ساتھ بینائی چلی گئی۔ روتے رہے، حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں گڑ گڑاتے رہے برسوں تک، اللہ تعالیٰ نے آہستہ آہستہ

پھر بینائی واپس عطا فرمائی، اِس کے شکریہ میں پھر وہ حج کے لئے گئے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لعابِ مبارک کی برکت

اندھے کے لقب سے خطاب پر مجھے یاد آیا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی حاضر ہوئے۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، میں آج اونٹ چرانے کے لئے گیا تھا، تو اندھیرے میں میں نے غلطی سے سانپ پر پیر رکھ دیا۔ کس قدر زہریلا ہوگا وہ سانپ کہ پیر اُس کے اوپر پڑا اور دماغ تک زہر سرایت کر گیا اور بینائی چلی گئی۔ اُن کے ساتھی ہاتھ تھام کر لائے کہ یہ اِس واقعہ کی وجہ سے نابینا ہو گئے۔، وہاں کیا تھا؟ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک جیسے ہی آنکھوں پر پہنچا، کہ فوراً اللہ تعالیٰ نے بینائی عطا فرما دی۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی مخلوق کے عجائبات ہیں، کہاں تو سانپ کا زہر کہ پیر رکھا اور بینائی چلی جاتی ہے۔

مولانا یوسف کارا کے والد صاحب باتھ روم میں غسل کر رہے ہیں، کھڑکی سے سانپ نمودار ہوا، ایک پھونک ماری، اِن کی بینائی متأثر ہوگئی۔

سانپ کا حیرت انگیز واقعہ

مگر اِس کے بالکل برعکس ابن کثیر نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شخص کی آنکھیں سلامت تھیں۔ لوگوں نے دیکھا کہ اچانک اندھا ہوگیا۔ پوچھنے پر بتایا کہ اپنے کام سے جنگل میں جا رہا تھا، وہاں دیکھا کہ اجنبی قسم کے دو تین آدمی جا رہے ہیں، جن کے پاس کچھ سامان ہے، تھیلا ہے۔ تو اُن کے پیچھے پیچھے چلنے لگا کہ یہ اجنبی معلوم ہوتے ہیں، اِس طرف تو ہمارے کھیت ہیں، یہ لوگ یہاں کیا کریں گے؟ تھوڑے دور پہنچ کر یہ کھیت والے سے وہ تینوں پوچھتے ہیں ایک وادی کا نام لے کر کہ فلاں وادی یہی ہے؟

اُنہوں نے کہا کہ ہاں! یہی ہے۔ وہ اُس وادی میں ایک جگہ پہنچے، اپنا سامان کھولا اور بانسری بجانی شروع کی۔ بانسری کی آواز پر سانپ جمع ہوگئے۔ یہ ٹٹولتے رہے سانپ کو، ایک کو پکڑتے،

پھینک دیتے کہ یہ نہیں، یہ نہیں۔ بالآخر اُن میں سے ایک سانپ کو لیا اور اپنے تھیلے میں ڈال دیا۔ پھر تینوں اِکٹھے ہوئے اور تھیلے میں سے سانپ کو نکالا، جس سلائی سے ہم سرمہ لگاتے ہیں اِس طرح کی سلائی سانپ کی آنکھ پر وہ پھیرتے ہیں اور اپنی آنکھ پر پھیرتے ہیں۔ اور یہ عمل کر کے اُنہوں نے دوبارہ سانپ اندر ڈال دیا۔

یہ مقامی آدمی پہنچا اور کہنے لگا کہ یہ تم کیا کر رہے ہو؟ تو کہنے لگے ہم اپنا کام کر رہے ہیں، تم اپنا کام کرو۔ اُس آدمی نے دھمکی دی، تم اجنبی معلوم ہوتے ہو، پتہ نہیں کہاں سے آئے ہو؟ کیوں آئے ہو؟ میں حکومت کو اطلاع کروں گا، بتاؤ کیا ہے؟ اُنہوں نے وہ جو سلائی اپنی آنکھوں پر پھیری تھی اِن کی آنکھ پر پھیر دی۔

اُس شخص کا بیان ہے کہ جب اُنہوں نے وہ سلائی میری آنکھ پر پھیری، تو زمین کی سطح سے لے کر نیچے تک، میلوں دور نیچے تک اوپر پتھروں کی پھر مٹی کی تہہ ہے، اُس کے نیچے پتھر ہیں، اُس کے نیچے پانی ہے، اُس کے نیچے اور کیا ہے، اس کے نیچے آگ ہے، اُس کی نیچے فلاں خزانہ ہے، تمام چیزیں مجھے ایکسرے کے طرح سے صاف نظر آ رہی تھیں۔

وہ کہتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ یہ اس دولت کو حاصل کرنے کے لئے یہ سانپ اِنہوں نے پکڑا ہے۔ میں بڑا خوش ہوا کہ عجیب وغریب دولت مل گئی، مگر کچھ دور جا کر کے تینوں نے آپس میں ایک دوسرے کو اشارہ کیا اور اُس مقامی آدمی کو لٹایا اور اُس کی آنکھیں پھوڑ دیں اور چھوڑ کر چلے گئے۔

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کہ وہی سانپ جس پر پیر رکھتے ہیں بینائی چلی جاتی ہے، اور اِدھر اُسی سانپ سے جو چیز مس کر لے اُس سلائی کے ذریعہ یہ تاثیر پھیرنے والے کی آنکھ میں پیدا ہو جاتی ہیں، یہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی لعاب مبارک اُن صحابی کی آنکھ میں ڈالا، تو وہ پھر بینا ہو گئے جو سانپ پر پیر پڑ جانے کی وجہ سے نابینا ہو چکے تھے۔

ابولہب کی بیوی کی بینائی

سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سے جس طرح اورعبادتوں کے بارے میں میں نے عرض کیا کہ یا تو انسان مقبول ہوتا ہے یا مردود، تو وہاں بھی جو مقبولین بارگاہ تھے صحابہ کرام، وہ روز نئے نئے معجزات دیکھتے تھے، نئے نئے انعامات پاتے تھے۔ اِن صحابی کی گئی ہوئی بینائی واپس آ گئی۔

اور اِدھر جب سورۂ ﴿ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ ﴾ نازل ہوئی، تو ابولہب کی بیوی کو کسی نے جا کر سنایا کہ دیکھو! آج تو تمہارے بھتیجے نے تمہاری اور تمہارے شوہر کی اِس قدر برائی کی ہے، تو ابولہب کی بیوی بھاگی ہوئی آئی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں تشریف رکھتے تھے وہاں وہ پہنچنا چاہتی تھی۔

جب دور سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُسے دیکھتے ہیں تو پریشان ہوجاتے ہیں ،عرض کرتے ہیں یارسول اللہ! وہ ابولہب کی بیوی آ رہی ہے؟ اور مکہ میں اُس وقت صحابہ کرام کو اور سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ستایا جاتا تھا، مارا جاتا تھا، پیٹا جاتا تھا، ہرطرح کے مظالم ڈھائے جاتے تھے، اور کوئی پرسان حال نہیں تھا۔ اس لئے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پریشان کہ وہ عورت تو آ رہی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تم فکر نہ کرو، وہ مجھے دیکھ نہیں سکتی۔ اِتنے میں وہ قریب پہنچ گئی، نزدیک پہنچ کر وہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہوکر پوچھتی ہے کہ دیکھو! ہمیں بتایا گیا کہ اِنہوں نے آج تو ہماری بھی ہجو کی ہے۔

ہجو کہتے ہیں اشعار کے ذریعہ برائی کو۔ تو اُس نے جو لفظ استعمال کیا ہجو، اشعار کے ذریعہ برائی۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذہن میں اِس کا جواب آ گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس سے فرماتے ہیں کہ ارے! تجھے نہیں معلوم کہ یہ تو شاعر کہاں ہیں؟ تو فوراً اُس کو عقل آئی، اور وہ سوچنے لگی کہ ہاں! یہ بات تو تمہاری صحیح ہے۔ یہ ساری گفتگو ہورہی

ہے، اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں، مگر جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ وہ مجھے دیکھ نہیں سکے گی، لیکن اُس وقت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح شمس الدین فناری کو کہا گیا اے اندھے! وہ لفظ استعمال نہیں ہوا تھا، بلکہ یہ کہ وہ مجھے دیکھ نہیں پائے گی، تو اُتنی دیر کے لئے جب تک وہاں رہی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہیں سکی، واپس چلی گئی۔

وہاں ہر وقت صحابہ کرام اِن واقعات، معجزات کا مشاہدہ کرتے رہتے تھے، اِن کو دیکھتے رہتے تھے۔ اور اِس کی وجہ سے اِن کا ایمان روز بڑھتا رہتا تھا۔ اور جس طرح واقعات اُس دن سنائے تھے، تو یہ تو ہم ہیں کہ اِتنے دور ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر شناسی ساری مخلوق کو عطا فرمائی، لیکن ہمیں اپنی عقلوں پر چھوڑ دیا گیا کہ ہم مکلّف ہیں تو ہمیں اپنی عقل کے ذریعہ پہچاننا چاہیئے، کوشش کرنا چاہیئے، جتنی کوشش کر کے پہچاننے کی کوشش کریں گے، اُتنا ہم قرب پائیں گے۔

اور جس طرح یہ منبر والی حدیث میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جبریلِ امین نے جو دعا کی کہ جو آپ کا نامِ نامی سنے اور درود شریف نہ پڑھے وہ برباد ہو۔ یہ اِسی پر تنبیہ کے لئے ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ایسی نہیں ہیں کہ انسان ایک لمحہ کے لئے بھی اُس سے غافل ہو۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو رہا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بیان ہو رہے ہوں تو انسان ہمہ تن ساری دنیا اور مافیہا سے غافل ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کی طرف متوجہ ہو۔ اگر یہ دولت ہمیں نصیب ہو جائے تو ہم نہ معلوم کہاں سے کہاں پہنچ جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِخْسَأْ یَا کَلْبُ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ مؤرخین نے لکھا ہے، حالانکہ یہ اُن کا قصہ نہیں،

یہ قصہ ہے شیخ عبدالوہاب متقی کا۔ وہ مدینہ طیبہ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں ایک عرصہ گذارتے ہیں، تو وہاں سے اُنہیں ایک انعام ملتا ہے کہ جب وہ مراقبہ میں آنکھیں بند کرتے ہیں تو فوراً اُنہیں نسبت حضوری حاصل ہوجاتی ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت شروع ہوجاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم ہوا کہ جاؤ واپس جاؤ! ہندوستان میں جا کر کام کرو۔

وہ عرض کرتے ہیں یارسول اللہ! یہاں رہ کر تو یہ دولت حاصل ہے، مجھے اِس کا ڈر ہے کہ میں یہاں سے جاؤں اور اِس دولت سے محروم نہ ہوجاؤں کہ یہاں رہتے ہوئے جب آنکھیں بند کیں مراقبہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت شروع ہوگئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں! یہ نعمت تم سے اب سلب نہیں کی جائے گی۔ تم ہندوستان جاؤ! یہ ہمیشہ کے لئے یہ نعمت تمہیں عطا کردی گئی۔

وہاں سے چلے، راستہ میں ایک جگہ جہاز سے اُترنا ہوا، جہاز سے اُتر کر کے کہیں جارہے تھے، دیکھا کہ ایک جگہ مجمع ہے، اور لوگ اِکٹھا ہیں، یہ بھی پہنچے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ شکل وصورت بزرگوں جیسی اور مجمع چاروں طرف بیٹھا ہے۔ یہ جب قریب پہنچتے ہیں تو اِن کو ایک پیالہ میں پینے کے لئے کوئی چیز وہ دیتے ہیں، شیخ عبدالوہاب نے دیکھا کہ یہ تو شراب ہے؟ اُنہوں نے واپس کردی کہ یہ تو شراب ہے کہ میں تو شراب نہیں پی سکتا، یہ تو شریعت میں حرام ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اچھا! تم پھر اِس کا نتیجہ بھگتو گے۔

وہ واپس آگئے، اور حسب معمول جو اُن کے مراقبہ کا وقت تھا، نماز سے فارغ ہو کر آنکھیں بند کیں، درود شریف پڑھ رہے ہیں، پڑھ رہے ہیں، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہیں ہورہی۔ پریشان ہوگئے۔

تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتے ہیں کہ وہی واقعہ کہ جو بیداری میں جس بزرگ کے پاس گئے تھے، وہ بزرگ سامنے ہے اور وہ کہتا ہے کہ دیکھو! یہ پیالہ اب بھی پی لو۔ اگر پی لوگے تو تمہیں

زیارت ہو سکے گی، اِس کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ یہ اپنے مراقبہ میں بھی اُسے مسترد کر دیتے ہیں کہ یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں حرام ہے، میں نہیں پی سکتا۔ ایک دن گذرا، دو دن گذرے، پریشان، رو رہے ہیں زار و قطار۔ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہیں کہ یا اللہ! جب بھی مراقبہ کرتے ہیں تو وہی منظر شروع ہو جاتا ہے کہ وہ فقیر شراب کا پیالہ پیش کرتا ہے کہ اِس کو پیو، تو زیارت ہو گی ورنہ نہیں ہو گی۔

تین دن روتے ہوئے جب اِن کا حال زیادہ بگڑنے لگا تو خواب دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہے اور شیخ عبدالوہاب قدرے فاصلہ پر ہیں۔ سن رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ تین دن ہو گئے عبدالوہاب آئے نہیں، کیا بات ہے؟ یہاں سے یہ پکارتے ہیں، یا رسول اللہ! میں تو تین دن سے آنے کی اور حاضری کی کوشش کرتا ہوں، مگر یہ فقیر آنے نہیں دیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون فقیر؟ اِنہوں نے قصہ بتایا کہ اِس طرح مجھے کہتا ہے کہ شراب کا پیالہ پی لو تو تم جا سکتے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس جھوٹے فقیر کو خطاب کر کے فرمایا'' اِخْسَأْ یَا کَلْبُ '' اے منحوس کتے! یہاں سے دور ہو جا!

آنکھ کھلی، خواب ہی میں وہ دیکھتے ہیں کہ جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا '' اِخْسَأْ یَا کَلْبُ ''، دیکھتے ہیں کہ وہ فقیر جس جھونپڑے میں بیٹھا ہوا تھا، وہاں سے وہ کتے کی شکل میں باہر نکل کر بھاگ رہا ہے۔ اِس پر آنکھ کھلی تو فوراً خواب سے بیدار ہوتے ہی اُس جگہ پہنچے، وہاں حسب معمول جھونپڑے کے باہر لوگوں کا مجمع لگا ہوا ہے۔ اُن سے جا کر پوچھا کہ وہ فقیر اندر ہے؟ اُنہوں نے کہا ہاں! اندر ہے۔ اُنہوں نے دروازہ کھول کر دیکھنے کی کوشش کی۔ دیکھا کہ اندر تو کوئی نہیں، لوگوں سے کہا کہ دیکھو! دروازہ تو میں نے کھولا، اندر تو کوئی نہیں ہے۔ پھر پوچھا شیخ عبدالوہاب نے کہ اندر تو کوئی ہے نہیں، تم نے ابھی تھوڑی دیر پہلے کسی کو یہاں سے نکلتے ہوئے دیکھا؟ اُنہوں نے کہا یہاں سے وہ تو نہیں نکلے، البتہ ہم نے دیکھا کہ ایک کتا یہاں سے نکل کر گیا تھا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صدیوں بعد اپنی قبرِ مبارک سے ایسا ہی تصرف جس طرح صحابہ کرام نعمتوں سے مالا مال ہوتے تھے، مصیبتوں میں اُن کی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدد ہوتی تھی، وہ ٹھیک اُسی طرح جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم شیخ عبدالوہاب کو خواب میں فرماتے ہیں اُس فقیر کے لئے "اِخسَأْ یَا کَلْبُ" تو وہ سچ مچ کتا بن کر وہاں سے نکلتا ہے۔ تو کسی نابینا کا بینا ہو جانا، کسی انسان کی صورت مسخ ہو جانا جس کا قصہ پہلے دن گالی کے سلسلہ میں بتایا تھا کہ کتا، سور، خنزیر، اِن الفاظ سے بھی احتراز کرنا چاہئے کہ یہ بزرگ جس طرح اپنے آپ کو خطاب کر کے کہتے ہیں، اپنے آپ کو سچ مچ سمجھتے ہیں کہ یہ کتا مجھ سے افضل ہے۔

جیسے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا واقعہ سنایا تھا کہ کتے جب بھونکتے تھے تو فرماتے تھے کہ میرے بھائی! تو کیوں بھونکے اپنے بھائی کو، میں تو تیرا بھائی ہوں۔ وہ بزرگ اپنے نفس کو ایک پلہ کی شکل میں اپنی آستین میں رکھے ہوئے ہیں۔

جتنی آفتیں اور بلائیں ہیں یہ صرف خود نمائی، خود ستائی، عجب، اپنے آپ کو کچھ سمجھنے اور دیکھنے کی وجہ سے ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک تنکا لے کر روتے روتے فرماتی تھیں کہ کاش کہ میں یہ تنکا ہوتی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسے الفاظ اپنے متعلق فرماتے تھے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنی گذشتہ زندگی پر ندامت کی اور رونے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے آنسو

دوستو! یہ ساعتیں بہت مبارک ہیں۔ جتنا ہم رولیں گے کچھ ہمارا کام بن جائے گا۔ بڑی قیمتی چیز ہے یہ رونا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق کسی نے خواب دیکھا حضرت کی حیات میں، وصال سے برسوں پہلے تقسیم ہند کے ایام میں دیکھا تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ تشریف فرما ہیں اور حضرت کے سامنے تالاب کی شکل میں بہت نورانی پانی ہے، جس سے عجیب وغریب قسم کی نورانی شعائیں نکل رہی ہیں، اور حضرت کے پیچھے سے کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ یہ

حضرت شیخ کے آنسو اِس میں جمع ہیں، ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے حضرت جو روئے ہیں وہ یہ آنسو ہیں، یہ رونا بہت مبارک ہے۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ نے ایک دفعہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت! دل بہت سخت ہوگیا۔ دعا وتوجہ فرمائیں کہ دل نرم ہو۔ تو پتہ نہیں اِن کے پاس کیا عمل ہوتا ہے کیا توجہ ہوتی ہے، کیا کرتے ہیں کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر میرا حال یہ ہوگیا کہ مجھ پر گریہ کا غلبہ رہنے لگا، کسی وقت رونے سے فرصت نہیں، ہر وقت زار وقطار روتے رہتے تھے۔

جب ایک مدت اِس پر گذر گئی، اور برداشت نہیں ہوسکا تب جا کر حضرت حاجی صاحب سے عرض کیا کہ حضرت! اب تو پسلیاں ٹوٹتی ہیں، برداشت نہیں ہورہا۔ حضرت نے توجہ فرمائی اور حال بدل گیا۔ طبیعت حسب سابق رہنے لگی۔ کچھ عرصہ اِس پر گذرنے کے بعد ایک دفعہ پھر تیسری مرتبہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوکر عرض کرتے ہیں کہ حضرت! وہ جو رونے والا حال تھا، بڑا پر لطف تھا، بہت لطف آتا تھا۔

اللہ تعالیٰ رونے کی دولت نصیب فرمائے، اور سچ مچ عیش عیاشی میں وہ لطف نہیں ہے جو رونے میں ہے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت! وہ جو رونے میں لطف تھا وہ اب میسر نہیں ہے۔ اس پر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے، اور فرمانے لگے کہ پھر پسلیاں ٹوٹیں گی تو؟

حضرت شاہ یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت کے ایک خادم نے عرض کیا کہ حضرت! یہ مسلسل خوف کے غلبہ اور رونے کی وجہ سے میرا حال بہت برا ہورہا ہے، برداشت نہیں ہورہا۔ دعا فرمائیں کی طمانینت نصیب ہوجائے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ توبہ توبہ ﴿فَلَا يَأْمَنُ

مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ﴾ ،فرمایا کہ طمانیت مانگتے ہو؟ کفار اللہ تعالیٰ کے مکر سے اپنے آپ کو مامون پاتے ہیں، مؤمن تو ہر وقت ڈرتا رہتا ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ

وہاں سہارنپور میں اِسی طرح کی توجہ کی برکت سے مدت تک میرے اوپر گریہ طاری رہا۔ میں ہر وقت روتا رہتا تھا۔ ہمارے بڑے بھائی مولانا عبدالرحیم صاحب مجھے حضرت کے پاس لے گئے، اور حضرت سے عرض کیا کہ اِس کو دیکھتے ہیں جب کہیں بیٹھا ہوا ہو، روتا رہتا ہے۔ حضرت نے ایک لمبی تقریر فرمائی، حضرت نے فرمایا کہ میرے پیارے! اِس قدر رویا نہیں کرتے، دونوں چیزیں مطلوب ہیں، رجاء بھی، خوف بھی، نہ انتہائی درجہ کا خوف مطلوب ہے کہ جس سے انسان مایوسی کی حد تک پہنچ جائے، اور نہ رجاء میں اِس حد تک پہنچ جائے کہ گناہوں پر جری ہو جائے۔ اور حضرت نے پھر حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ سنایا۔

کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کل قیامت میں یہ اعلان ہو جائے کہ سارے کے سارے انسان جہنم میں، صرف ایک شخص نجات پانے والا ہوگا، تو سارے انبیاء، اولیاء، مقبولین بارگاہ کے ہوتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ امید ہے کہ وہ جہنم سے نجات پانے والا ایک شخص میں ہی ہوں گا، اِس قدر رجاء غالب ہونی چاہیے۔

وہ فرماتے ہیں کہ اگر کل قیامت میں یہ اعلان ہو جائے کہ سارے کے سارے انسان جنت میں اور صرف ایک شخص دوزخ میں جائے گا، اب کفار اور اُن کے سرغنوں سے دنیا بھری پڑی ہے، فرعون اور ہامان اور ابوجہل، بڑے بڑے کفار کی تاریخ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم، پھر بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے اِس کا ڈر ہے کہ وہ ایک شخص جسے جہنم میں ڈالا جائے گا کہیں عمر نہ ہو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں رونا نصیب فرمائے۔ اور خاص طور پر یہ جو مبارک ساعتیں ہیں اِن میں ہم روکر اِس رمضان المبارک کو اپنے لئے حجت بنالیں کہ کل قیامت میں ہمارے خلاف حجت نہ بنے، اور جو کچھ اِس ماہ مبارک میں کوتاہیاں ہوئیں، اللہ تعالیٰ اِن کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہ وَصَحبِہ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہماری خالہ صاحبہ کا آج جنازہ ہوا، گذشتہ رات ان کا وصال ہوگیا تھا، اللہ تبارک وتعالی ان کے درجات بلند فرمائے۔ مرحومہ ہماری ساس بھی اور ہماری والدہ صاحبہ کی خالہ زاد بہن بھی تھیں۔ اللہ تبارک وتعالی نے طویل علالت کے بدلہ اور ثواب کے طور پر کتنا بہترین وقت ان کے لئے منتخب فرمایا، شبِ جمعہ، جمعہ کی رات ملی، جمعہ کے دن میں تدفین ہوئی، دونوں صورتوں میں قبر کا سوال نہیں ہوتا۔ اور پھر سب سے پہلی قبر کی رات رمضان کی رات ملی۔ اللہ تبارک وتعالی ان کے درجات بلند فرمائے۔

موت کا سامنا

موت تو ہر ایک کو آنی ہی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو اپنی موت سے پہلے، زندگی میں ایک آدھ دفعہ تو حادثہ کے طور پر ضرور ایسا تجربہ ہوتا ہے کہ گویا موت کو قریب سے دیکھ رہے ہیں۔
مجھے تو اب تک بچپن کا واقعہ یاد ہے، ابھی بولنا بھی شروع نہیں کیا تھا، اس وقت بچہ کو نہلا دھلا کر کے تھوڑا پاؤڈر چھڑک دیتے ہیں، بدبو وغیرہ سے حفاظت کے لئے ،تو وہ پاؤڈر کا جوڈبہ تھا، وہ ہم نے منہ میں رکھ لیا۔ اب گھر والوں کو تو پتہ نہیں کہ کیا ہوا انہوں نے وہ ہٹا دیا ہوگا، مگر جو اس کی تکلیف تھی ، اتنے تریسٹھ برس گزرنے پر اب تک مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ کس طرح دم گھٹ رہا تھا اور یہ پہلی دفعہ گویا کہ موت کو قریب سے دیکھا تھا۔ اس کے بعد بہت سارے واقعات ایسے پیش آئے ایکسیڈنٹ وغیرہ کے جس میں موت سامنے تھی۔
ابھی بالکل قریب میں اپریل میں ڈاکٹر صاحب کے ساتھ میں ہسپتال گیا، گذشتہ ہفتہ ڈاکٹر مظہر صاحب کے ساتھ ڈاکٹر حجاب کے یہاں بری گئے، انہوں نے ایکسرے دیکھ کر کہا کہ یہ

تمہاری ہڈی تو میں نے جوڑ دی تھی، یہ کیسے علیحدہ ہوگئی؟ یہ تو الگ ہوگئی مگر اس کے ساتھ والی دوسری ہڈی بھی ٹوٹ گئی۔ یہ کیسے؟ میں نے ان کو قصہ سنایا کہ مکہ مکرمہ میں ایسکلیٹر کے اوپر کسی وجہ سے بھیڑ ہوگئی اور بالکل نیچے ہم دب گئے، اور ہمارے اوپر کوئی سینکڑوں کا مجمع تھا۔ اس وقت یقینی طور پر موت کو گویا میں دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ آج ہی بھائی زبیر صاحب اپنا خواب سنا رہے تھے کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ مدینہ منورہ میں، قبا میں، ایک مکان ہے جس میں تمہارا قیام ہے اور بھائی زبیر صاحب فرماتے ہیں کہ میں پہنچا آپ کے مکان پر تو گویا کہ آپ ہمیشہ کے لئے یہاں مدینہ منورہ آ گئے ہیں۔ تو جب سینکڑوں آدمی میرے اوپر تھے اور ان کا وزن تھا، دم گھٹ رہا تھا، اس وقت وہی خواب میرے ذہن میں گردش کر رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ بھائی زبیر صاحب نے آج ہی سنایا تھا کہ ہمیشہ کے لئے آ گئے، تو وہ گھڑی آ گئی اور اب آ گئے۔ یہ بھی حرم ہے، وہ بھی حرمِ مدینہ تھا جو انہوں نے دیکھا تھا۔

ایک دفعہ اور زیادہ قریب سے دیکھا تھا۔ اس وقت تو موت کو دیکھنا بھی نہیں تھا، کہ آنکھیں بند کر لی تھیں۔ ساؤتھ افریقہ میں یہ قصہ ہوا تھا۔ میں نے ایک ساتھی کو اس سفر میں بھی بتلایا تھا کہ جب یہ گھاس وغیرہ زیادہ اگ جاتی ہے سڑک کے دونوں کناروں پر افریقہ میں، تو اس کا انتظام وہ یہ کرتے ہیں کہ جلا دیتے ہیں۔ آگ جلا دی کہ گھاس جل کر صاف ہو جائے۔ اس کے لئے ان کے یہاں پہلے سے کوئی سائن بورڈ نہیں ہوتے، صرف ایک آدمی کھڑا ہوتا ہے، لال کپڑا ہلاتا رہتا ہے یہ اس کی علامت کہ آپ رک جائیے، آگے نہ جائیے۔ لیکن ہمارے میزبان چھوٹا بھائی چوہان نے سوچا کہ معمولی کوئی چیز ہوگی، لیکن جب گاڑی جو تھوڑی سی تیز تھی اور دھویں کے اندر چلی گئی، تو جس طرح یہاں یہ ضباب (فوگ) ہوتی ہے اور اس میں بالکل کچھ پتہ نہیں چلتا، چند فٹ کے فاصلہ پر بھی آپ دیکھ نہیں سکتے، تو اس سے بھی زیادہ خطرناک صورتِ حال تھی، اس وقت کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی۔

اس وقت میں نے سوچا کہ اب تو آگ کی لپیٹ میں ہم آ گئے، اس لئے کہ گاڑی پٹرول سے

بھری ہوئی ہے اور چاروں طرف آگ ہی آگ ہے اور اس کے بیچ میں ہم ہیں۔ اور کتنی دیر تک گاڑی چلی ہے، میں نے سوچا اب موت آئے گی، تب آئے گی۔ اس طرح کے پتہ نہیں کتنے مواقع آئے ہوں گے، مگر ان تمام مواقع میں ہم چاہتے نہیں تھے کہ موت آئے۔

عجیب کیف و مستی

ہاں البتہ ایک دفعہ نہیں، بار ہا، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ جب تک ہم رہے تو ہمیشہ یہ دعا کرتے رہتے تھے کہ حضرت کی صحبت اور حضرت کے ساتھ رہنے سے، حضرت کی فیضِ صحبت سے جو اس وقت حال میسر ہے، کاش کہ اللہ تعالی اسی سفر میں حضرت کے ساتھ موت دے دے اور حضرت ہماری نمازِ جنازہ پڑھادیں۔

اس کی ہمیشہ پچاسوں دفعہ دعا کی ہوگی اور خاص طور پر جب دارِ قدیم میں جنازے لائے جاتے تھے، اطراف میں کہیں دور دراز کوئی فوتگی ہوگئی، تو جنازہ وہاں لے آتے تھے کہ حضرت شیخ نمازِ جنازہ پڑھائیں، وہ منظر بھی دیدنی ہوتا تھا۔ حضرت کو ہم دو طرف سے پکڑے ہوئے ہیں اور جیسے ہی جنازہ سامنے رکھا کہ حضرت نے ہاتھ جھٹک دیئے اور اللہ اکبر! اس وقت حضرت پر جو گریہ کی کیفیت طاری ہوتی تھی، ہم ڈرتے تھے کہ حضرت اب گریں گے، تب گریں گے، زار و قطار رورہے ہیں ہچکی بندھ رہی ہے رونے کی وجہ سے، اس وقت تمنا ہوتی تھی کہ کاش کہ یہ جنازہ ہمارا ہوتا اور حضرت ہماری نمازِ جنازہ پڑھاتے۔ وہ ہمیشہ مانگتے رہتے تھے، کیوں؟ کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے فیضِ صحبت سے یہ ایک عجیب کیف تھا، یعنی وہ حال ایسا کہ اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا کہ کیا کیفیت تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ تبارک وتعالی نے کئی جنگوں میں شرکت کی سعادت میسر فرمائی، مگر موت آئی ہی

نہیں،شہادت ملی ہی نہیں ہمیں،موت آئی ہی نہیں،اللہ کے راستہ کی،شہادت کی موت۔بدر میں بھی نہیں آئی، پھر بطورِ خاص احد کا ذکر فرمایا کہ احد میں اتنے بڑے بڑے جاں باز مارے گئے، عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ شہادت تو احد میں بھی نہیں ملی۔سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملے گی تمہیں،ضرور ملے گی۔

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت، برکت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا شرف ہمیں ملا ہے اس کی قدر کی اللہ توفیق عطا فرمائے۔صحابہ کرام نے ہزاروں لاکھوں واقعات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے ہیں،اس طرح بیان فرمایا اور پھر اسی طرح واقع ہوا۔

جیسے ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ملے گی تمہیں شہادت،اور ضرور ملے گی۔لیکن فرمایا ایک اور جملہ جو میں اس وقت عرض کرنا چاہتا ہوں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جب تمہیں شہادت ملے،اس وقت تھوڑا صبر سے کام لینا پڑے گا کیوں کہ تمہاری کھوپڑی کے خون سے تمہارے داڑھی تر ہوگی۔ظاہر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ منظر بھی دیکھا ہوگا۔کتنی زبردست منظر کشی فرمائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، ہو بہو تصویر، جو کتنے سالوں بعد واقع ہوا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشین گوئی کے طور پر پہلے ہی فرما رہے ہیں کہ کھوپڑی پر وار ہوگا اور اس کا خون اتنا بہے گا کہ تمہاری ڈاڑھی اس میں تر ہو جائے گی،تو اس وقت صبر سے کام لینا۔

جواب میں اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کتنا پیارا جملہ عرض کیا۔اس جملہ کو اپنے اوپر گذرے حال ہی کے ذریعہ ہم سمجھ سکتے ہیں۔لکھنے والوں نے لکھا بھی ہوگا، پڑھنے والوں نے پڑھا بھی ہوگا،ترجمہ اردو میں جنہوں نے کیا،انہوں نے بھی اس کا اردو میں ترجمہ بھی کیا ہوگا،مگر معلوم نہیں وہ حال کو نہیں سمجھ پائے ہوں گے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جیسی میری ابھی اس وقت کیفیت اور حالت ہے، اگر یہ کیفیت ہے تو

صبر کی بھی اس وقت کوئی ضرورت نہیں ہوگی۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی وجہ سے جو مجھے موت اور شہادت اتنی پیاری لگ رہی ہے اور میں مرنا چاہ رہا ہوں اور شہادت مانگ رہا ہوں، تو یہ حال اور یہ کیفیت اگر اس وقت رہی تو صبر کی ضرورت نہیں رہے گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، جیسے ابھی آج رمضان کی پہلی تراویح ہوگئی، اللہ تبارک وتعالی آداب کے ساتھ ہمیں ماہِ مبارک گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، جیسے ہی ماہِ مبارک شروع ہوا، شاید حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور موقع پر اس کا وقت بھی بتا دیا ہوگا کہ کس حال میں، روزے کے ساتھ اور رمضان میں کس طرح یہ شہادت تمہیں ملنے والی ہے۔

اس رمضان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تقسیم شروع فرمائی کہ ایک دن سحری افطاری حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے یہاں، ایک دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے یہاں، ایک دن عبد اللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ کے یہاں، تین گھروں میں تقسیم فرما دی تھی۔ سب کو تعجب ہوا کہ یہ تقسیم پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے یہاں نہیں تھی، اس مرتبہ یہ تقسیم کیوں، ایک ایک دن کی؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خواب

پھر جس شب کو، سترہویں رمضان کی شب میں، آپ نے صبح سحری کے وقت اپنا خواب سنایا کہ میں سویا تو نہیں تھا، پتہ نہیں کیسے میں دیکھ رہا تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ملائکہ کا اجتماع ہے اور میرے استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔ جب یہ خواب میں نہیں دیکھا، تو بیداری میں سب کچھ دیکھا۔

سب سے بد بخت کون؟

اور یہ خواب یا مکاشفہ سنا کر فجر کی نماز پڑھانے کے لئے جیسے ہی مسجد میں قدم رکھا کہ شقی،

ابن ملجم نے وار کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی پوچھا تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ تم جانتے ہو علی! کہ پچھلی امتوں میں سب سے بدبخت اور شقی کون؟ تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے نہیں معلوم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت صالح کی اونٹنی کے جس بدبخت نے پیر کاٹے تھے، وہ أَشْقَاهُمْ۔ پچھلی امتوں کا سب سے بدبخت انسان قدار بن سالف تھا اور اس امت کا بدبخت وہ ہوگا کہ جس کے وار سے تمہیں شہادت ملے گی۔

ابن ملجم نے وار کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سر مبارک پر، جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، بالکل اسی طرح اس نے وار کیا اور ساری ڈاڑھی مبارک خون سے تر ہوگئی۔

لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اس وقت کیفیت اسی طرح کی تھی، فرمایا کہ اس کو، ابن ملجم کو، یہ میرا قاتل ہے، اس کو مہمان کی طرح رکھو، اچھی طرح کھلاؤ پلاؤ، اللہ اکبر! اور فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا، تو اس کے متعلق میں خود فیصلہ کروں گا اور اگر میں مر گیا تو اس کے بعد پھر تمہیں اختیار ہے۔ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے متعلق جو فرمایا تھا کہ ایسی جو کیفیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں میسر ہے، اگر یہ رہے تو پھر جب وار ہوگا میرے سر پر، اس وقت صبر کی بھی مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ اسی طرح ہم بھی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ساتھ، حضرت کے فیضِ صحبت سے جو کیفیت ہوتی تھی اس کی وجہ سے دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! کیا اچھا ہو کہ تو اس وقت ہمیں موت دے دے اور ہماری نمازِ جنازہ حضرت شیخ پڑھائیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ خالہ جان کو بلند درجات عطا فرمائے، ہمیں بھی اپنے وقت پر حسنِ خاتمہ نصیب کرے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰىٓ آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج روزے میں بچوں سے میں پوچھ رہا تھا کہ دیکھو، دن پورا ہو رہا ہے اور کچھ پتہ بھی نہیں چل رہا۔ روزے کو بوجھ ہم لوگ سمجھتے ہیں، اس سے ڈرتے ہیں، کیسے پورا کریں گے، اور پہلے سے اس کا فکر رہتا ہے کہ کیسے پورا ہوگا، لیکن کتنی آسانی کے ساتھ ایک روزہ ہو بھی ہو گیا۔ اس میں کچھ پتہ بھی نہیں چلا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ

اور ہمارے لئے تو افطاری کے بعد جو چاہے کھا سکتے ہیں، پی سکتے ہیں، تمام نعمتیں میسر ہیں، لطف بھی اٹھاتے ہیں، مگر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا بارہا سنایا کہ حضرت کا رمضان میں کھانا موقوف رہتا تھا۔ صرف کھجور اور زمزم سے افطاری، پھر ایک کپ چائے، سموسہ آتا اس کا ایک کونہ تھوڑا چائے سے پہلے، مشکل سے توڑ کر فرماتے کہ لے جاؤ! آدھی پیالی پی کر فرما دیتے لے جا، یہی حال افطاری کا، یہی سحر کا۔ بیچ میں عشاء کے بعد نہ کوئی پھل فروٹ، کوئی چیز نہیں۔ پورا رمضان اسی طرح کہ یہ روزہ کا لطف اٹھاتے تھے۔

روزہ کے فضائل ان کے سامنے ہوتے ہیں کہ یہ بھوکے پیاسے ہم کیوں رہتے ہیں، جو احادیث میں اس کی فضیلت ہے اس کی بنا پر روزہ رکھتے ہیں۔ جو آخرت کی نعمتیں ہیں ہمیں تو وہ فضائل بھی یاد نہیں رہتے، لیکن یہ حضرات وہ نعمتیں دیکھتے ہوں گے، اس لئے ان دنیوی نعمتوں کو کسی طرح خاطر میں نہیں لاتے کہ یہ بھی کوئی نعمت ہے۔

اللہ کی طرف سے ضیافت

جیسے قربانی کا گوشت کہ اللہ کی طرف سے یہ ضیافت ہے۔ تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کتنے

دن پہلے سے کھانا موقوف فرما دیتے، کھانا چھوڑ دیتے تھے کہ اللہ کی ضیافت میز بانی سے کھائیں گے۔

تو کھلائے گا تو میں کھاؤں گا

حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اللہ تبارک وتعالی سے عرض کیا کہ تو کھلائے گا، تو میں کھاؤں گا۔ ایک وقت فاقہ گزرا، دوسرا وقت گزرا، ایک دن گزرا، دوسرا، تیسرا، کتنے دن معلوم آپ کو؟ سترہ دن کے فاقے، سترہ دن۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صومِ وصال

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے صومِ وصال کہ بغیر افطار کئے مسلسل روزہ پر روزہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر افطار کے ایک دن، دو دن صومِ وصال رکھا اور صحابہ کرام میں سے کسی نے تقلید شروع کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراض ہو کر صومِ وصال چھوڑ دیا، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صومِ وصال لگاتار، روزہ پر روزہ رکھتے رہتے۔

صحابہ کرام کے روزے

اور یہاں کے روزے ہمارے لئے تو بہت آسان ہیں۔ صحابہ کرام کے لئے روزے کی ایک صورت یہ بھی رہی ہے کہ ان کا روزہ سونے کے وقت سے شروع ہو جاتا تھا۔ ہمارا روزہ تو سحر سے شروع ہوتا ہے، ان کی تو جیسے آنکھ لگی کہ بس اب روزہ شروع۔ اس کے بعد چاہے آنکھ مغرب کے بعد لگ جائے، پھر جب رات پوری ہوگی، دن پورا ہوگا، سورج غروب ہوگا، اس کے بعد وہ کھا پی سکتے ہیں۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ، وہ سارا دن کام کر کے تھکے ماندے گھر پہنچے۔ روزہ تھا، تو بیوی سے کہا کہ کچھ ہو تو لے آ۔ تو صحابیہ نے کہا کہ ابھی میں پڑوس میں سے کچھ لے کر آتی ہوں۔ وہاں سے

کچھ لے کر آئیں، دیکھا کہ ان کی تو آنکھ لگ گئی، تو رونے پیٹنے لگیں کہ ابھی روزہ افطار نہیں ہوا، کچھ کھایا پیا نہیں اور دوسرا روزہ شروع ہوگیا۔ تو روزے کی ایک شکل صحابہ کرام کے لئے یہ بھی رہی ہے، مگر اس کے بعد یہ صورت منسوخ ہوگئی اور سحر سے لے کر غروب تک کا وقت ہمارے لئے روزہ کا تجویز ہوا۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے سترہ دن تک فاقہ کیا۔ لمبا قصہ ہے، تو جب حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے بند کوٹھری میں، نہ کوئی آسکتا ہے دروازے بند، نہ کوئی پھلانگ کر آسکتا ہے، وہاں جب ناشتہ دان لٹک کر پہنچا ہے، تو اس کو کھول کر بھی سوچتے ہیں کہ پتہ نہیں یہ کہاں سے آیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی کسی مخلوق کا کوئی بیچ میں واسطہ نہ ہو، تو پھر غیب سے آواز آئی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسی طرح پہنچاتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی یہ طلب نصیب فرمائے۔

نفس پر قدم رکھ دو

میں نے اس دن ساتھیوں کو قصہ سنایا ہمارے مرحوم ایک ساتھی کا۔ دو پلمبر تھے، دارالعلوم میں جنہوں نے کام کیا، ایک اسحاق بھائی اور ایک غلام بھائی۔ غلام بھائی پلمبر عمرہ کے لئے پہنچے، انہوں نے فون پر بتایا تھا کہ فلاں ہوٹل میں میرا قیام ہے، میں وہاں ان کو تلاش کرتا رہا۔ ایک دن تلاش کیا، دوسرے دن کیا، تیسرے دن کیا، ملاقات نہیں ہوتی، تین دن کے بعد اتفاق سے مکہ شریف میں حرم میں ملاقات ہوگئی۔

میں نے کہا کہ میں تین دن سے تلاش کر رہا تھا آپ کے ہوٹل پر۔ انہوں نے کہا وہاں میں نے سامان تو رکھا ہے، مگر وہاں پھر میں گیا نہیں، پوچھا پھر کہاں رہے؟ کہنے لگے حرم میں رہا، پوچھا کھانا پینا؟ کہا صرف زمزم پی لیتا تھا اور بس۔ کھانے کے لئے میں حرم سے نکلا ہی نہیں، وضو کے لئے، استنجاء کے لئے حرم کے حمام میں چلا جاتا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ تو چین سموکر تھے، وہ (سیگریٹ) کیا ہوئی؟ فرمایا بس وہ بھی گئی۔ پہلے دن سے وہ بھی چھوٹی۔ اللہ

کی شان، ہر چیز ہم چھوڑ سکتے ہیں، ذرا سا نفس پر ایک قدم رکھ دیں، سب آسان ہو جاتا ہے۔

وہ راز اپنے ساتھ لے گئے

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ہر رمضان اس طرح گزارتے تھے۔، میں نے بار ہا بتایا کہ ساری زندگی کا معمول ایک وقت کھانے کا تھا۔ حضرت کے دستر خوان سے ہزاروں انسان مزے اڑاتے تھے، کیا مزہ کی افطاری، کیا سحری، کیا صبح کی چائے، ناشتہ خاص مہمانوں کے لئے انواع و اقسام کے اس میں کھانے، دو پہر کا کھانا، شام کا کھانا۔ کتنے سارے دستر خوان، آدھے درجن لگتے تھے، مگر حضرت کا ساری زندگی ایک وقت کا کھانا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا زائد چیزوں کا ترک

ایک دفعہ حضرت نے سبق میں ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ میرے یہاں بہت سارے پھل کہیں سے آئے، وہ بھی ایک اللہ کی طرف سے ابتلاء امتحان تھا کیوں کہ وہ زمانہ میرا زائد چیزوں کے ترک کا تھا۔ ایک جملہ، تین کلمے فرمائے، زائد چیزوں کے ترک کا میرا وہ زمانہ تھا۔
یعنی جسم کو سلامت رکھنا ہم پر ایک فرض ہے، اس کو زندہ رکھنے کے لئے جتنے کھانے پینے کی ضرورت ہے اس سے زائد کو میں نے ترک کیا ہوا تھا۔ عہد کر لیا تھا کوئی زائد چیز نہیں کھائیں گے، چند لقمے جو اس جسم کو باقی رکھنے کے لئے کافی ہیں، بس اس پر اکتفاء، باقی ساری زائد چیزیں ایک زمانہ تک حضرت نے فرمایا کہ میں نے چھوڑ رکھی تھیں۔
فرمایا کہ اللہ کی طرف سے امتحان کے طور پر اس وقت اور زیادہ یہ زائد چیزیں آتی تھیں۔ فرمایا کہ میں وہ آگے چلتی کرتا رہتا تھا کہ یہ فلاں کے ہاں دے دو، یہ فلاں کے ہاں دے دو۔ یہ وہاں کی نعمتوں کو دیکھ کر یہ حضرات صبر کر سکتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی اس پر یقین نصیب فرمائے کہ ہمارا بھی یقین پختہ ہو کہ وہاں مسلمان کے لئے سب کچھ ہے، دنیا تو صرف ہمارے لئے قید خانہ ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی

میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کل عرض کر رہا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے سر پر وار ہوگا اور سر لہولہان ہوگا، ڈاڑھی تمہاری تر ہوگی، تو اس وقت صبر کرنا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ڈرے نہیں اس سے کہ کیسا ابتلاء آئے گا؟ میں کیا کروں گا؟ کتنا پیارا جملہ فرمایا تھا کہ ہاں، جو میری موجودہ حالت ہے، اگر یہ رہی پھر تو صبر کیا؟ اس وقت تو مزے ہوں گے، خوشی ہوگی۔ چنانچہ جب وہ وار لگا تو اس پیشین گوئی کو یاد فرما کر، دہرا کر کے مزے لے رہے تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں ہر روز ہم یہ چیزیں دیکھتے تھے کہ کس طرح حضرت دیکھ لیتے ہوں گے۔ اتنے سارے واقعات ہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ یہ سب پیشین گوئیاں اور واقعات دیکھ لینا، مستقبل قریب کے، قوموں کے، ملکوں کے، قیامت تک آنے والی انسانیت کے اور کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لئے، کیسے کیسے واقعات کہ یہ گناہ ہوگا قربِ قیامت سے پہلے۔ یہ گناہ زیادہ ہوں گے اور اس کے یہ نتائج ہوں گے، اس کے بدلہ میں اللہ کی طرف سے یہ عذاب آئیں گے۔ فلاں عمل کی زیادتی ہوگی، تو یہ ہوگا۔ کتنی تفصیل سے انسانیت کو سمجھایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی چیز چھوڑی نہیں، نہ کسی فرد کے بارے میں، نہ قوموں کے بارے میں۔

ابن وہب مالکی رحمۃ اللہ علیہ

امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے موطأ، اس کے الگ الگ نسخے ہیں اور اس کے الگ الگ راوی ہیں۔ اس کے نسخے سولہ بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سے جو بہت مشہور ہے، ہمارے یہاں حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی موطأ مشہور ہے۔

اسی طرح بہت مشہور نسخہ موطأ کا ابن وہب مالکی کا ہے۔ اور موطأ کا مرتبہ بعضوں نے صحیح بخاری سے بڑھ کر بیان کیا ہے کہ بخاری تو بعد کی تصنیف ہے، اس سے پہلے یہ موطأ ہے۔ ابن وہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی شاگردوں میں ہیں۔

آخری زمانہ کے بارے میں ایک روایت

ایک روایت ابن وہب مالکی روایت کرتے ہیں، اللہ اکبر! وہ فرماتے ہیں کہ سَیَکُوْنُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ مَسَاکِیْنُ یُقَالُ لَھُمُ الْغُنَاۃُ لَا یَتَوَضَّئُوْنَ لِصَلٰوۃٍ وَلَا یَغْتَسِلُوْنَ مِنْ جَنَابَۃٍ، کہ آخری زمانہ میں لوگ، جنہیں مالدار سمجھا جاتا ہوگا، اس طرح کے مالدار ہوں گے۔

اور اب مالداری کے ساتھ اگر اسلامی نام ہے، تو اپنی مزعوم اور جھوٹی، مظنون وجاہت اور عزت باقی رکھنے کے لئے ساری دنیا جیسے چلتی ہے، اس طرح چلیں گے۔ جس طرح میں نے بتایا کہ ہم نے تو ایک بوجھ سمجھ کر طویل لمبا کہہ کر روزہ رکھ لیا، رکھ لیا، انہیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ساری دنیا کی رَو کے ساتھ چلنا پڑے گا۔ اب شاندار سوٹ ٹائی ہے اور بن ٹھن کر بیٹھے ہوئے ہیں، سب نمازی کہتے ہیں چلو نماز کے لئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ لَا یَتَوَضَّؤُوْنَ لِصَلٰوۃٍ وَّلَا یَغْتَسِلُوْنَ مِنْ جَنَابَۃٍ، فرمایا کہ ان کا حال یہ ہوگا کہ نہ نماز کے لئے وضو اور نہ غسلِ جنابت۔

دارالعلوم میں یہاں سیڑھی پر میں کھڑا رہتا تھا تو بچہ پارٹی کو طلبہ فجر کے لئے اٹھا کر بھیجتے تھے، وہ آنکھیں مسلتے ہوئے سیدھے مسجد میں چلے جاتے۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لَا یَتَوَضَّؤُوْنَ لِصَلٰوۃٍ وَّلَا یَغْتَسِلُوْنَ مِنْ جَنَابَۃٍ ، کہ ان کا حال یہ ہوگا کہ رَو کے ساتھ بہنا ضروری سمجھتے ہیں، اپنی وجاہت نہ چلی جائے اس لئے نماز بھی پڑھنی پڑتی ہے، مگر نفس اور شیطان حاوی ہے، نہ وضو، نہ غسلِ جنابت، اسی حال میں نماز بھی ہو رہی ہے۔

صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مجھے یاد آیا مولانا ارشاد صاحب بریڈفورڈ والے، کئی سال ہوئے حج سے آئے، میں نے حالات پوچھے، کیسے گزری، کہنے لگے بہت کڑھن کے ساتھ سفر رہا۔ پوچھا کیوں؟
انہوں نے بتایا کہ کچھ لوگ تھے ہمارے حج کے قافلہ میں کہ وضو ہی نہیں کرتے تھے، کہتے ہیں ہم دیکھ رہے تھے انہیں کہ ابھی یہ استنجاء سے ہوکر آئے، ابھی یہ سوکر اٹھے، اللہ اکبر! صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مرض اوروں میں بھی ہوگا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے **الغناة** کا ذکر کیا، غنی اور مالدار لوگوں کا، تو ان میں یہ زیادہ ہوگا اور دوسرے طبقوں میں بھی پایا جاتا ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے آخر زمانہ کے متعلق یہ ارشاد فرمایا، ایک دفعہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہیں اور نماز میں کوئی سہو ہوگیا، سلام پھیر کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مَا بَالُ أَقْوَامٍ لَّا يَتَطَهَّرُوْنَ کہ لوگ ٹھیک سے وضو کیوں نہیں کرتے؟ یہ تو بے خیالی میں ذرا سا کہیں خشک رہ گیا کسی کا ہاتھ پیر، اس نے کوشش تو کی کہ اچھی طرح وضو کرے لیکن غلطی سے ذرا سا بھی خشک رہ گیا تو اس کی اپنی نماز تو خراب ہوئی لیکن اس نماز کا اثر کس پر پڑا؟ دو جہان کے سردار، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پر اثر پڑا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگوں کو اچھی طرح وضو کرتے کیا ہوتا ہے؟ وہ ٹھیک سے طہارت کیوں نہیں حاصل کرتے؟ رخ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر ہے قبلہ کی طرف، لیکن پیچھے مصلیوں میں سے کس کا وضو نہیں، وہاں تک نگاہ پہنچ گئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری ستاری فرمائے، ہمارے ہر وقت کے عیوب ومعاصی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتے رہتے ہوں گے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی نظر

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں، رمضان ہے، ظہر کے بعد کا، روزہ کا وقت ہے، حضرت معتکف ہیں، اور وہ صاحب بھی شاید اعتکاف میں ہوں گے، ایک مسئلہ پر معافی کے لئے حاضر ہوئے، بچوں کی طرح بِلک بِلک کر روتے ہوئے، بچہ جس طرح روتا ہے، وہ ان کا رونا اب تک میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ حضرت نے فرمایا جی کیا ہے کہئے! انہوں نے کچھ کلمات دہرائے۔ حضرت نے فرمایا اچھی بات ہے، بہت اچھی بات، جایئے، بہت اچھا بھائی، جایئے۔ جب وہ مڑے، تو حضرت نے آہستہ سے ایک جملہ فرمایا ''یہ رونا بھی منافقت کا ہے'' نہ علم سے، نہ لباس سے، نہ ڈاڑھی سے، نہ جمعہ، نہ روزہ، نہ اعتکاف، کوئی چیز حضرت کو متأثر نہیں کرسکی۔ وہ اندر تک نگاہ پہنچ گئی، سب کچھ دیکھ لیا۔

جن کی نظر کا یہ حال، وہ قصہ میں نے بتایا تھا کہ چالیس سال کے بعد میرا یہ رقعہ پڑھنا، تو چالیس سال بعد تک کون کیا کرے گا وہ پیشین گوئی فرما سکتے ہیں اتنی چیلنج کے ساتھ کہ چالیس سال کے بعد میرا رقعہ کھول کر پڑھنا۔ کتنی زبردست ایک چیلنج والی چیز، اور کیوں نہ ہو؟ کہ یہ تو ایک چیلنج تھا، تو پھر ان کی دعاؤں کا کیا حال ہوگا جب کسی کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہوں گے۔

اس دن میں مولانا ہاشم صاحب کے نام حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے خطوط پڑھ رہا تھا تو اس وقت آپ کا یہ دار العلوم ابھی خریدا نہیں گیا تھا، اس وقت میری خواہش تھی کہ والدہ صاحبہ ساؤتھ افریقہ میں ہیں، بھائی بہن بھی اُدھر ہیں، سوچا کہ وہاں چلا جاؤں۔ کئی دفعہ میں نے حضرت کو عریضہ میں لکھا بھی، تو اس سلسلہ میں حضرت نے فرمایا کہ عبد الرحیم کے لئے زامبیا، حالانکہ ان کا زامبیا رہنے کا نہ کوئی ارادہ، نہ کوئی پلان، نہ کچھ۔ فرمایا، ان کو وہاں رہنا چاہئے اور یوسف کے لئے برطانیہ اہم ہے، حالانکہ یہ سارا سلسلہ تو بعد میں ہوا۔

مولانا احمد اللہ صاحب کا مکاشفہ

اور حضرت مولانا احمد اللہ صاحب کی آمد پر جو سب سے پہلے دار العلوم میں جلسہ ہوا، اس میں جامعہ حسینیہ راندیر کے شیخ الحدیث حضرت مولانا احمد اللہ صاحب کا بیان ہوا۔ کاش کہ وہ کیسیٹ کسی کے پاس ہو! انہوں نے چیلنج سے فرمایا تھا، اچانک بیان کے دوران فرمانے لگے کہ میں یہاں سے ایک نور اٹھتا ہوا دیکھ رہا ہوں جو پورے عالم میں پھیلے گا۔ جو چیز وہ دیکھ کر فرماتے ہیں، جب اس میں اتنی صداقت، تو جب ہاتھ اٹھاتے ہوں گے خدا کے حضور میں، وہ کیوں مستجاب نہیں ہوں گی؟ اسی طرح جب ان کی زبان سے غصہ میں، جو وہ کہنا نہیں چاہتے، ویسے ہی کوئی کلمہ نکل جاتا ہے وہ اسی طرح واقع ہو جاتا ہے۔

یہ سہارنپور والے حضرات ہیں۔ میں نے کئی دفعہ ان کو سنایا کہ یہ جو مظاہر علوم کا قصہ ہوا، ایک مدرسہ کے دو مدرسے بنے اور کتنا عرصہ سب کچھ بند رہا اور ہُو کا عالم رہا۔ ایک دفعہ میں نے ساتھیوں سے جب وہ وہاں ہُو کا عالم تھا اور جھگڑے چل رہے تھے، میں نے کہا کہ یہ تو حضرت شیخ سب کچھ کرتے رہے ہیں۔ صوفی صاحب کہنے لگے کہ حضرت شیخ؟ میں نے ان کو تفصیل سنائی کہ اصل میں ہوا یہ تھا کہ ابھی تو سب ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا، مدرسہ چل رہا ہے، سب کچھ ٹھیک ہے، کوئی شکایت آئی، تو اس شکایت کے متعلق حضرت نے فرمایا کہ بھئی! کاغذ قلم لو۔ پہلے شعر لکھوایا اوپر، سرنامہ پر ؎

بلبل نے آشیاں اپنا چمن سے اٹھالیا بلا سے اپنی کہ ہُما رہے یا بوم بسے

میں نے کہا کہ یہ حضرت کی زبان سے غصہ میں یہ کلمہ نکلا ہے کہ ہم تو وہاں سے اپنا آشیانہ اٹھا کر کے مدینہ منورہ آ گئے۔ بلبل نے آشیاں اپنا چمن سے اٹھالیا۔ اب ہم تو چھوڑ کر آ گئے، اب وہاں کون رہے گا؟ فرمایا بلا سے اپنی، تو بلائیں، آفتیں وہاں بسیں گی، اور کیا رہے گا؟ بلا سے اپنی کہ ہما رہے یا بوم بسے۔ الو کا بسیرہ تو وہاں ہونا ہی تھا، جو غصہ میں ایک کلمہ اَن کہنی کے طور پر نکل گیا

وہ پورا ہو کر رہا۔

اَن کہنی پر بھی حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہوتا تھا، اس کے کئی واقعات سناتے تھے ہندوؤں کے، یہ اَن کہنی ان کے یہاں کیا ہے؟ یہ ہمارا کلمہ طیبہ ہے، اس کے واقعات سناتے۔ کئی دفعہ میں نے کوشش کی کہ ہندوستان جانا ہو، کسی سے پوچھیں گے، کہتے ہیں ہندؤوں میں کوئی سکرات کے عالم میں زیادہ تکلیف میں ہو، تو کہتے ہیں وہ اَن کہنی کہہ دو، یعنی لا الہ الا اللہ کہہ دو۔

حضرت کی زبان مبارک سے جو اَن کہنی تھا، جو نہیں کہنا تھا، وہ نکل گیا شعر کے طور پر۔ تو اسی طرح ہو کر رہا، اس خط کی تاریخ بھی آپ معلوم کر سکتے ہیں، اعزہ میں سے کسی کے نام تھا، گھر کے لوگوں میں سے کسی کو لکھوایا تھا۔ جب ان کا یہ حال ہے کہ جو زبان سے بے خیالی میں، غصہ میں کلمہ نکل گیا، وہ اس قدر خدا کے یہاں مقبول مستجاب، تو دعاؤں کا کیا حال ہوگا؟ اور وہ جو خبر دیکھ کر دیتے ہیں جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پیشین گوئی فرمائی تھی۔ اس کی صداقت کا کیا ٹھکانہ

اللہ تبارک وتعالی ہماری بھی آخرت بہتر فرمائے، ماہِ مبارک کو اچھی طرح وصول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیشین گوئی کے ارشاد فرمایا تھا کہ تمہاری یہ شہادت کی تمنا ضرور پوری ہوگی۔ کیسے پوری ہوگی؟ اس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منظر کشی فرمادی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں

اس پر میں نے عرض کیا تھا کہ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین، آسمان، قیامت تک آنے والا سارا زمانہ، برزخ، اس کے بعد حشر ونشر اور اخیر میں، آخِرُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ کہ سب سے اخیر میں جو شخص جنت میں داخل ہوگا، سب تفصیل سے بیان فرمادیا۔

یہ سارا منظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت ملاحظہ فرمارہے ہوں گے، جس کو تفصیل سے بیان فرمادیا، مکمل تاریخ انسانیت کی، تمام مخلوقات کی، فرش کی، عرش کی، ملأِ اعلی کی، ملأِ اسفل کی، حق تعالی شانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قوت عطا فرمائی تھی، علم عطا فرمایا تھا، اس کی روشنی میں تفصیل سے اس کو بیان فرمایا۔ ان میں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کی پیشین گوئی بھی ہے۔

ایک دفعہ حضرت مولانا سید سلیمان ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مولانا اشرف صاحب، ان کے سامنے تذکرہ ہوا کہ ہم حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے حالات جمع کررہے ہیں اور حضرت شیخ اور خلفاءِ کرام کا مسودہ سامنے تھا، تو فرمانے لگے کچھ آپ ہی اس میں سے سنادیں۔ میں نے ایک دو جگہ سے صحیح بخاری کے درس کے بعض نمونے ان کو سنائے۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو دور تک دیکھ سکتے ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا واقعہ، اس کے بعد

کی بھی ساری تاریخ، صحابہ کرام میں سے ہر ایک کو اس کی تسلی کے لئے کوئی نہ کوئی کلمہ فرمادیا، ساری زندگی کے لئے ان صحابی کے لئے کافی ہوگیا۔

کیسے یہ دیکھ لیتے ہوں گے؟ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے ایک حدیث کے ذیل میں ارشاد فرمایا تھا، ایک روایت صحیح بخاری میں آتی ہے کہ اِنِّیْ لَأَرَاکُمْ مِّنْ وَّرَآءِ ظَهْرِیْ ، کہ میں قبلہ کی طرف میرا رخ ہوتا ہے اور پیچھے صفوں میں تم لوگ ہوتے ہو، لیکن میں جس طرح آگے دیکھتا ہوں، پیچھے بھی تمہیں دیکھ سکتا ہوں۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی تھی کہ نماز میں سہو ہوا، تو ارشاد فرمایا مَا بَالُ أَقْوَامٍ لَّا يَتَطَهَّرُوْنَ، لوگوں کو کیا ہوا کہ اچھی طرح پاکی حاصل نہیں کرتے ہیں۔ سب کی نماز خراب ہوتی ہے، تو یہاں پیچھے مصلیوں میں سے، صف میں سے کون کس حال میں ہے، اس کا وضو کیسا ہے، اس کی طہارت کیسی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ لیا۔ یہ تو مسجدِ نبوی میں، ایک ہی جگہ پر صف میں ہیں اس کو دیکھ لیا۔

میں نے ابن وہب مالکی کی وصیتیں جو اپنے تلامذہ کو وہ کر رہے تھے کہ آخری وقت فرما رہے تھے کہ کچھ احادیث ایسی ہیں جو اب تک میں نے کبھی تمہیں نہیں سنائیں، تو ان میں سے ایک حدیث کل سنائی تھی کہ سَيَكُوْنُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ مَسَاكِيْنُ يُقَالُ لَهُمُ الْغُنَاةُ کچھ مالدار لوگ آخر زمانہ میں ایسے ہوں گے کہ جو لَا يَتَوَضَّؤُوْنَ لِصَلٰوةٍ وَّلَا يَغْتَسِلُوْنَ مِنْ جَنَابَةٍ، تو بہتیرے، بلینوں انسان آئے اور گئے اور ان میں سے نام امتِ مسلمہ کا رکھنے والے یہ لوگ ہوں گے اور کس طرح کے ہوں گے، امیر ہوں گے، مسکین ہوں گے، مفلس ہوں گے، ان کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی کہ آخر زمانہ میں ایسا بھی ہوگا، یہ کیسے دیکھ لیتے ہیں؟

جنت سے ملی ہوئی نعمتیں

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ یہ نماز، روزہ اور تفاسیر یہ تو سب بعد میں آئیں، قرآن کا بہت کم حصہ اس وقت تک اترا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کو معراج میں حق تعالیٰ شانہ نے پہلا آسمان، دوسرا، تیسرا، ساتویں آسمان، اس سے آگے سدرۃ المنتہی اور اس سے آگے جہاں تک ملائکہ مقربین میں سے، انبیاء مرسلین میں سے کوئی نہیں پہنچ سکا، وہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعزازاً لے جایا گیا، قاب قوسین کا فاصلہ حمید اور محمود کے درمیان رہ گیا، حق تعالیٰ شانہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین رہ گیا اور جنت اور جہنم کی سیر کرائی گئی، تو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ یہ جو قوت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور تک دیکھ سکتے تھے، ہر طرف دیکھ سکتے تھے، تو جنت میں جا کر سب جنتیوں کو یہ چیز حاصل ہوگی۔

ہم نور کی جگہیں دیکھتے ہیں

اسی لئے میں نے گذشتہ سال ایک خواب سنایا تھا کہ ہمارے یہاں ابدال میاں ایک طالبِ علم تھے۔ ایک دن انہوں نے خواب سنایا کہ آج میری پھوپھی مرحومہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہنے لگی کہ ہم وہاں ملأِ اعلیٰ سے، اوپر سے تمہارا دارالعلوم دیکھ سکتی ہیں۔ تو ابدال میاں نے ان سے پوچھا کہ خالہ جان! تم کیسے دیکھتی ہو ہمارے دارالعلوم کو؟

انہوں نے کتنی آسانی سے ان کو سمجھایا۔ انہوں نے کہا کہ تم یہاں نیچے سے اوپر کے ستاروں کو نہیں دیکھتے رات کو؟ انہوں نے فرمایا ہاں، ہم ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ فرمایا کہ جس طرح تم زمین سے آسمان کے ستاروں کو چمکتا ہوا دیکھتے ہو، اس طرح روئے زمین پر جتنی نور کی جگہیں ہیں، جہاں نیک اعمال ہوتے ہیں، جہاں سے نور کی شعاعیں پھوٹتی ہیں، ہم آسمان والے اوپر سے اس کو دیکھتے رہتے ہیں۔ کتنا آسان سمجھانے کا طریقہ۔ انہوں نے آسانی سے سمجھایا کہ اس طرح ہمیں بھی یہ دقت نہیں ہوتی ہے کہ یہ دارالعلوم ہے، اس کو دیکھنے میں اور پہچاننے میں۔ اوپر سے وہ خاتون جو بنگلہ دیش میں فوت ہوئی ہوں گی اور وہاں سے اس کی روح کو اوپر لے جایا گیا ہوگا، اتنی ہزاروں میل کی، لاکھوں میل کی دوری سے وہ دارالعلوم کو دیکھ بھی سکتی ہیں، پہچان بھی سکتی ہیں۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ یہ جو شخص بھی جنت میں جائے گا تو ہر جنتی کو یہ قوت حاصل ہوگی، دور کی بات کو دیکھنا، سننا، سمجھنا میسّر ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالی شانہ کی طرف سے جو معراج کرائی گئی، معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں تشریف لے گئے تو وہاں کی نعمتیں آپ کو میسر آئیں، داخل ہوتے ہی فوراً، جیسے ہی قدم رنجہ ہوئے کہ وہ نعمتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مل گئیں، یہ ایک مقدمہ ہوا۔

دوسرا مقدمہ حضرت نے قائم فرمایا۔ حضرت نے فرمایا کہ دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ جنت کی نعمتوں کے متعلق نصوص ہیں کہ وہ ایک دفعہ وہ کسی کو مل گئیں، پھر واپس نہیں لی جاتیں۔ اسی لئے کسی جنتی کے متعلق کہیں یہ نہیں آیا ہے کہ اتنے عرصہ کے لئے اس کو نیک اعمال کے صدقہ جنت میں داخل کیا جائے گا اور پھر بعد میں یہ کہا جائے کہ اب یہ تمہیں اتنے عرصہ کے لئے ہم نے جنت دی تھی، اب واپس لی جاتی ہے۔ اسی لئے **خَالِدِیْنَ فِیْهَا أَبَداً** آیا ہے قرآنِ پاک میں، یہ جنت کے متعلق آتا ہے کہ جو جنتی جنت میں جائیں گے وہ ہمیشہ کے لئے ابدالآباد تک کے لئے رہیں گے۔ اور جو جہنم میں جائیں گے وہ بھی **خَالِدِیْنَ فِیْهَا أَبَداً**، ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ تو ہمارا اہلِ سنت کا عقیدہ تو یہی خلود کا ہے۔

حضرت نے فرمایا وہی سن لیا

ہمارے محبت نامے میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا یہ مکتوب بھی چھپا ہوا ہے کہ میں نے حضرت کو ابن تیمیہ کے بارے میں ایک دفعہ کچھ لکھا تو حضرت نے تحریر فرمایا کہ ''تعجب ہے کہ تم نے مجھ سے ابن تیمیہ کے متعلق کچھ سنا نہیں''، اس لئے کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ سے اتنی قربت کے باوجود بھی عادت یہ تھی کہ جتنا، حضرت نے فرمادیا سن لیا، کبھی کوئی چیز پوچھنی ہوئی تو ہمارے مولانا احمد لولات صاحب اور اس طرح کے ساتھی ہوتے تھے، ان کو ہم آگے کرتے تھے، کہ ذرا پوچھئے آپ، کیوں؟ کہ پتہ نہیں کس حال میں ہوں، حضرت کو ہم کیوں مشغول کریں؟ جس شغل

میں حضرت ہوں، اس سے اس طرف کیوں لائیں۔

حضرت سے ہم نے کبھی پوچھا نہیں، البتہ پڑھ رکھا تھا کہ حضرت مولانا شیخ الاسلام حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ ابن تیمیہ کے بارے میں بہت سخت تھے۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کچھ سخت بھی تھے، کچھ نرم بھی تھے۔ ان کی نرمی کا حال یہ تھا کہ فرماتے تھے کہ ابن تیمیہ کے علم کا پہاڑ اتنا اونچا ہے کہ اگر میں اس کو دیکھنے کے لئے سر اونچا کروں تو میری ٹوپی گر جائے۔ یہ تو ان کی تعریف فرمائی اور دوسرے جملہ میں اس تعریف کے بالکل برعکس جملہ فرمایا، ساتھ یہ بھی فرمایا کہ لیکن اگر وہ استواء علی العرش کے مسئلہ میں بات کرنے کے لئے آئیں گے تو میں انہیں دار الحدیث میں قدم نہیں رکھنے دوں گا۔ کیوں؟ کہ استواء علی العرش کا جو عقیدہ ہے ان کا، وہ اہلِ سنت کے خلاف ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے تحریر فرمایا کہ تعجب ہے کہ تم نے مجھ سے ابن تیمیہ کے بارے میں کبھی سنا نہیں، ''ان کے جو تفردات ہیں، اس سے علماء کو اختلاف ہے''۔ تو یہ ان کے تفردات میں سے ہے کہ وہ اس آیت کے متعلق خَالِدِیْنَ فِیْهَا أَبَداً جنتیوں اور جہنمیوں کے لئے جو خلود اور ابدیت کا ذکر ہے اس کو طولِ مکث پر محمول کرتے ہیں کہ ایک لمبا زمانہ، لمبا وقت مراد ہے، حقیقی خلود وہ نہیں مانتے۔ اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ایک وقت ضرور آئے گا کہ سب فنا کر دیئے جائیں گے۔ پہلے تو جب قبر سے سب کا حشر اور نشر ہوگا، اور قبر سے اٹھیں گے، تو جس طرح انسان اور جن اور جو مکلّف ہیں وہ اٹھیں گے، اسی طرح یہ جتنے حشرات الارض اور جتنے جانور اور حیوانات اور درندے اور پالتو جانور، وہ سارے کے سارے ان کا بھی حشر ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ان کا بھی حشر ہوگا اور ان کا بھی انسانوں کی طرح سے حساب ہوگا۔ ان سے بھی کہا جائے گا کہ ایک بکری سے کہا جائے گا تم نے اس کو سینگ کیوں مارا تھا؟ دوسری بکری کو اختیار دیا جائے گا کہ اچھا تم بدلہ لے لو۔ اس طرح تمام حیوانات کا باقاعدہ حساب چکایا جائے گا اور اس کے بعد حق تعالیٰ شانہ کا ایک کلمہ، جس طرح کلمہ ''کُن'' سے

دنیا کو پیدا فرمایا، اس طرح وہاں بھی کلمہ کُن، حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرمائیں گے **کُوْنُوْا تُرَاباً**، ایک کلمہ کے ساتھ، **کُوْنُوْا تُرَاباً** کے ساتھ تمام حیوانات، چرند، پرند جو پیدا کئے گئے تھے سب مٹی بن جائیں گے۔

اسی کے متعلق **عَمَّ یَتَسَآئَلُوْنَ** کی سورت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ جس وقت کافر جب یہ منظر دیکھے گا کہ ان کا تو قصہ ختم ہوگیا اور ہمیں تو نہ معلوم کہاں تک یہ سزائیں بھگتنی ہیں، یہ منظر دیکھ کر وہ تمنا کرے گا کافر ﴿**وَیَقُوْلُ الْکَافِرُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَاباً**﴾ کہ جس طرح یہ مٹی بنا دیئے گئے، اس طرح کاش کہ میں بھی انسان پیدا نہ ہوا ہوتا، جانور پیدا ہوا ہوتا، تاکہ میں بھی اس طرح مٹی بن جاتا۔ یہ جو خلود کو طولِ مکث پر، ایک لمبے زمانے پر وہ محمول کرتے ہیں ابن تیمیہ، یہ اہلِ سنت کے مسلک کے بھی خلاف اور نصوص، قرآنی آیات اور احادیث کے بھی خلاف ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی چیزوں میں ان کا تفرد ہے کہ جس میں وہ اہلِ سنت کے خلاف ہیں۔

جنت کی نعمتیں واپس نہیں لی جاتی ہیں

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ جو جنت میں ایک دفعہ جاتے ہیں اور وہاں جو نعمتیں ملتی ہیں، تو وہ نعمتیں ان سے واپس نہیں لی جاتیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج میں جنت میں تشریف لے گئے، تو وہاں جو نعمتیں آپ کو ملیں، ان میں سے یہ نظر کی اس طرح کی ہر طرف دیکھنے کی قوت بھی ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام افراد کے بارے میں کہ ایک فرد سامنے ہے، تو اس کی ساری تاریخ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہے۔ اور **آخِرُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ** تک کا سارا منظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہے۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فجر کی نماز کے بعد سے بیان فرمانا شروع کیا ظہر تک بیان فرمایا، پھر ظہر کی نماز کے لئے منبر سے اترے، نماز پڑھی، پھر عصر تک وعظ فرمایا، صحابہ

کرام فرماتے ہیں کہ اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے واقعات قیامت تک کے لئے پیش آنے والے تھے، سارے بالتفصیل بیان فرما دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مجلس میں یا اس کے علاوہ کسی خطبہ میں یہاں تک بیان فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دیکھو! یہ میرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے، دیکھ رہے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا کتاب ہے۔ فرمایا ادھر بائیں میں کیا ہے؟ عرض کیا کتاب ہے۔ فرمایا کہ اس کتاب میں جنتیوں کی فہرست ہے، ان کے نام اور ان کے باپ دادا کے نام پوری تعیین کے ساتھ، ان کی فہرست ہے، یہ جنتیوں کی فہرست ہے۔ اور فرمایا کہ اس میں جہنمیوں کی فہرست ہے۔ اور فرمایا کہ اس میں کوئی چینجنگ نہیں ہوسکتی، کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ کیوں؟ فرمایا کہ وَ قَدْ اُجْمِلَ کہ اس کے اخیر میں اس کا ٹوٹل کر دیا گیا ہے کہ جنتی کتنے ہوں گے اور جہنمی کتنے ہوں گے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ یہ جو جنت میں ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، تو وہاں کی قوتیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمیشہ کے لئے رہیں۔ تو حضرت مولانا اشرف صاحب نے یہ سن کر وہاں بھی ایک چیخ ماری اور اس کے بعد پھر میں نے دوسرا ایک نمونہ انہیں سنایا کہ فجر کی سنتوں اور فجر کی نماز کے درمیان سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر کے لئے زمین پر لیٹ جاتے تھے۔ ساری رات تہجد میں گزری اور جیسے ہی صبحِ صادق ہوئی کہ دو رکعت فجر کی سنت پڑھی اور حضرت بلال ابھی تشریف لاتے ہیں تو چند لمحے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر لیٹ جاتے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ یہ ظاہر یہ کے نزدیک یہ شرطِ صلوۃ اللیل ہے کہ اگر یہ استراحت نہ کی جائے، تو جو ساری رات تہجد اور لمبی نفلیں پڑھیں وہ بھی باطل اور وتر بھی باطل۔ اور ابن حزم کے نزدیک فرض عین ہے، اور فلاں کے نزدیک یہ واجب ہے اور فلاں کے نزدیک یہ سنتِ مؤکدہ ہے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں دو قول ہیں ایک سنیت کا اور ایک استحباب کا۔

پھر آگے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح اس کے حکم میں اختلاف ہے، کسی نے کہا کہ شرط صلوۃ اللیل، کسی نے کہا کہ فرض عین، کسی نے کہا کہ واجب، کسی نے سنتِ مؤکدہ، کسی نے کہا مجرد سنت، کسی نے مستحب اور مالکیہ نے اس کو بدعت تک کہہ دیا، تو اسی طرح فرماتے ہیں کہ اس کی علت میں بھی اختلاف کہ یہ استراحت کیوں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں استراحت فرماتے تھے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے سب کے اقوال بیان فرمائے، تو اس کے بعد اخیر میں فرمایا کہ میری رائے یہاں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے استراحت فرماتے تھے خالی زمین پر تاکہ ارضیت پیدا ہو جائے۔

کہ اب تک ساری رات ملأِ اعلی سے اتنا اتصال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روحانی طور پر بالکل اوپر ہی اوپر تھے، تو تھوڑی دیر زمین کے اوپر استراحت فرماتے۔ ادھر کروٹ لی، ادھر کروٹ لی تاکہ ارضیت پیدا ہو جائے اور صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کر سکیں اور استفادہ کی تاب لاسکیں۔

جب میں نے دوسرا جملہ کہا، تو بہت زور سے چیخ ماری اور حضرت مولانا اشرف صاحب پر حال طاری ہو گیا۔ یہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جو منظر کشی فرمائی یہ اور اس طرح کے واقعات، یہ اس جنت کی ملی ہوئی نعمتوں کا ادنی کرشمہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالی ہمیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زندگی کا خاتمہ کیسے ہوگا اور آخرت کی طرف سفر کیسے ہوگا، وہ تفصیل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منظر کشی فرما کر کے انہیں بتا دیا تھا۔ اس پر میں نے سنانا شروع کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کی تاریخ، قیامت تک ہونے والے سارے انفرادی، اجتماعی واقعات جو بتا دیئے، کیسے بتائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک میں تاثیر کہاں سے آئی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک کی تاثیر

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی رائے بیان کی تھی کہ ارشاد ہے اِنِّــیْ لَأَرَاکُــمْ مِّــنْ وَّرَآءِ ظَھْرِیْ کہ جس میں اس نگاہ کو استعمال کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، اس کے بغیر ہی کام چل جاتا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سلسلہ آگے منتقل ہوا، بے شمار واقعات ہیں۔

صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اپنی اہلیہ محترمہ کے بارے میں کہ بنتِ خارجہ کے پیٹ میں بیٹی ہے، اسکین تو آج کل ہوتا ہے، انہوں نے تو اس کے ایجاد سے پہلے ہی خبر دے دی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منبر شریف پر ہیں، خطبہ دے رہے ہیں، جمعہ کا دن ہے، خطبہ کے عین درمیان میں آپ نے ایران میں نہاوند میں جنگ ہو رہی ہے، سارا منظر دیکھ لیا وہاں سے۔ تو یہ جس طرح سے لیزر ایجاد ہوا ہے آج کل، اس سے ہمارے ڈاکٹر سلیم صاحب بینائی لوٹا دیتے ہیں، جو آلودگی آنکھوں پر چھا گئی ہے اسے صاف کر دیتے ہیں۔ اس کی صفائی کا طریقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے متبعین کے یہاں بھی اُسی وقت سے لے کر آج تک جاری

ہے کہ وہی ؎

نظر کی جولانیاں نہ پوچھو نظر حقیقت میں وہ نظر ہے
کہ اٹھے تو بجلی پناہ مانگے گرے تو خانہ خراب کردے

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی ایک نظر

کتنے واقعات ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ جس طرح ابھی ہندوستان جانا ہوا، پہلے تو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں ہر سال جانا ہوتا تھا۔ جیسے ہی ہم گاؤں پہنچے، تو ہمارے ایک قریبی عزیز جو قمار بازی، جوا اور سٹا پارٹی میں سے نکلتے ہی نہیں تھے، ہر وقت ایسے دوستوں کا ساتھ رہتا، مگر میں نے ان کو دیکھا مسجد میں صفِ اول میں ہیں۔ پہلی ہی نماز کے بعد آکر چپکے سے گھر والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے ہوا؟

کہنے لگے کہ ریونین سے ہمارے رشتہ دار آئے تھے، انہیں دلّی، آگرہ، تاج محل وغیرہ دیکھنے جانا تھا۔ تو وہ انہیں، اپنے ساتھ لے گئے۔ ان کی قسمت کہ نظام الدین میں تبلیغی مرکز پر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ سہارنپور سے تشریف لائے ہوئے تھے، جو ریونین والے حاجی صاحب تھے، انہوں نے ان کو ذرا آگے کیا۔ حضرت سے عرض کیا حضرت! ان کے لئے خاص طور پر دعا فرمادیں۔ ان کا بیان ہے کہ بس وہ حضرت کی جو نظر پڑی ہے، اس وقت سے ان کی کایا پلٹ گئی، دنیا ہی بدل گئی، کہاں کی شراب، کہاں کا جوا اور کہاں کے وہ ساتھی۔

ہمارے دوست اسماعیل بھائی ٹیلر بھی چین اسموکر بننے کے قریب پہنچ چکے تھے۔ حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ کے وقت میں نے تعارف کرایا کہ میرے دوست ہیں مگر سگریٹ نہیں چھوڑتے۔ وہ لمحہ اور آج، ساری عمر کے عادی مگر ایک نظر میں اس سے جان چھوٹ گئی۔

ایک خط آیا کسی انگریزی تعلیم یافتہ صاحب کا حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں کہ مجھے

اسلام کے بارے میں بڑے شکوک اور شبہات ہیں اور میں یونیورسٹی میں پڑھتا ہوں یا پڑھاتا ہوں۔انہوں نے اپنی تفصیل لکھی، ہر طرح سے گھر والوں نے، رشتہ داروں نے مجھے سمجھانے کی اور میرے اشکالات، اعتراضات دور کرنے کی کوشش کی، لیکن میرا دل مطمئن نہیں ہوتا اور میں اپنی رائے پر قائم ہوں۔ مجھے تو یہ مذہب سب ایک طرح سے بناوٹ لگتی ہے۔اب ان کی رائے نہیں، بلکہ گھر والوں کا اصرار یہ ہے کہ میں آپ کی خدمت میں پہنچوں ،تو ان کے اصرار پر میں آپ کو یہ عریضہ لکھ رہا ہوں کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں وہاں بھی حاضر ہو جاؤں۔

اب تک وہ صاحب میرے ذہن، میری آنکھوں کے سامنے ہیں کہ کیسے وہ آئے ،لباس ان کا بالکل سہارنپور والوں سے بالکل مختلف، انگریزی لباس اور اچھے گھرانے کے، کھاتے پیتے گھرانے کے ہوں گے۔ اور اللہ کی شان، دیکھئے ،وہ پہنچے تو چونکہ ایسے مراکز پر جو حاجتمند، ضرورت مند ہوتے ہوں گے، کسی طرح اپنا کام نکال لیتے ہیں،تو وہاں ایسی جگہ پر چوریاں بھی بہت ہوتی ہیں۔

ہمارے خسر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب وہاں گئے تھے سہارنپور ہماری شادی کے، نکاح کے ایک سال بعد،تو جیسے ہی اپنا سامان انہوں نے رکھا مہمان خانے میں اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں کھانے کے لئے پہنچے، واپس آئے جتنی نقدی تھی ساری غائب، سارے پاؤنڈ، سارے روپے غائب، کسی نے چرا لئے۔

یہی کچھ اس مہمان کے ساتھ ہوا۔اب بیچارہ کس ماحول میں سے آرہاہے، کس ذہن کا ہے، ان کی بہت قیمتی گھڑی کا وہ ذکر کررہے تھے کہ وہ یہاں میں نے رکھی ،کوئی لے گیا۔ہمیں پتہ تھا کہ اس طرح کا خط ان کا آیا ہوا تھا اور اس مقصد سے یہ آئے ہوئے ہیں،ہمیں بڑا افسوس رہا کہ یا اللہ! اب یہ شخص کیا تأثر لے کر جائے گا اس خانقاہ سے اور بزرگوں کے یہاں سے۔ اور اس کو تو بطورِ خاص اس کے لئے بھیجا گیا ہے، کہ اس کو تو اسلام کے بنیادی اصول اور بنیادی عقائد کے بارے میں شک اور شبہ ہے، اس کے ازالہ کے لئے بھیجا گیا ہے۔

جیسا میں نے آپ سے عرض کیا کہ بالکل وہ منظر میرے سامنے ہے کہ انہیں پتہ نہیں تھا کہ یہاں وضو کیسے کیا جاتا ہے اور پانی کہاں سے لیا جاتا ہے۔اس طرح کے مہمانوں کو ہم لوٹا بھر کر دیتے تھے، جو بیٹھنے کے لئے سہارے کے لئے جو چیزیں ہوتی تھیں، وہ رکھ دیتے تھے، جو میں نے ان کے لئے رکھ دی، وہ فارغ ہو کر مجھے اپنی گھڑی کی چوری کی داستان سنانے لگے۔

وہ جب پہنچے تھے حضرت نے پوچھا تھا کون؟ انہوں نے اپنا تعارف کرا دیا کہ اس طرح میں نے خط آپ کو لکھا تھا، حضرت نے فرمایا اچھا اچھا، یاد آ گیا۔ بہت اچھا، کب تک ٹھہرو گے؟ انہوں نے کہا دو دن یا تین دن۔

دیکھئے کوئی سوال جواب نہیں ہوا۔نہ کسی کو حضرت نے متعین کیا کہ ان سے پوچھیں کہ ان کو کیا اشکالات ہیں۔ان کے اشکالات دور کرنے کی آپ کوشش کریں، سمجھانے کی کوشش کریں، کوئی گفتگو نہیں، کچھ نہیں۔صرف حضرت کے یہاں قیام کیا، دو رات ٹھہرے، کھایا پیا، نمازیں پڑھیں، اور عام دنوں میں تو بہت بڑا مجمع نہیں ہوتا، مجالسِ ذکر وغیرہ میں شرکت کی، جو مجالس ہوتی ہیں اس میں شریک ہوئے۔

جب وہ واپس جانے لگے اور مصافحہ کیا تو بغیر پوچھے حضرت کو مصافحہ کے ساتھ کہتے ہیں کہ الحمد للہ! میرے تمام اشکالات دور ہو گئے۔اور اس کے الفاظ سنئے۔اس کو اپنے بارے میں ایک قسم کی ندامت ہے۔وہ کہنے لگے کہ مجھے اپنے جیسا مسلمان سمجھئے، یعنی میں بالکل پکا مسلمان ہوں، جتنے شیطانی اشکالات تھے، اعتراضات تھے، سب ختم ہو گئے۔

حضرت مولانا عبدالمنان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

یہ میں نے پڑھا کہ ؎

نظر کی جولانیاں نہ پوچھو　　　نظر حقیقت میں وہ نظر ہے
کہ اٹھے تو بجلی پناہ مانگے　　　گرے تو خانہ خراب کرے

اسی لئے ہمارے حضرت مولانا عبدالمنان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، سارا مجمع ہزاروں کا منتظر رہتا تھا کہ حضرت کے معتکف کے پردے کب اٹھتے ہیں۔ اس طرح کی مجلس لگی ہوئی ہوتی تھی، انتظار میں رہتے تھے کہ پردہ ہٹے۔ حضرت فرماتے اب ہٹاؤ بھئی، تو پردہ ہم ہٹا دیتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالمنان صاحب رحمۃ اللہ علیہ دروازہ کے پاس بالکل اخیر میں بیٹھے ہوئے ہوتے تھے، وہاں سے پڑھتے تھے ؎

اس طرف سے پردہ اٹھا اور ادھر آگ لگی
برق چمکی تھی کدھر اور کدھر آگ لگی

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نگاہ

لکھا ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نوراللہ مرقدہ، جب دارالعلوم دیوبند کا سب سے پہلا دستار بندی کا جلسہ ہوا ہے، اس میں تشریف لے گئے۔ جب جامع مسجد پہنچے، اس طرح سے حضرت تو وعظ و بیان نہیں فرماتے تھے، درس ساری عمر خوب دیا۔ حضرت سے عرض کیا گیا کہ حضرت مجمع کی خواہش ہے کہ حضرت کچھ بیان فرمادیں۔ حضرت منبر پر تشریف لائے، صرف منبر پر بیٹھ کر ابھی اللہ! کہا اور مجمع پر ایک نگاہ پڑی۔

کہتے ہیں کہ جیسے مجمع پر نگاہ پڑی، کوئی آنکھ ایسی نہیں تھی کہ جس میں آنسو شروع نہ ہوئے ہوں، صرف ایک نظر سے سب کا کام بن گیا۔ تو یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے غلاموں کے غلاموں میں بھی یہ چیز اسی طرح منتقل ہوتی ہیں، کیسے؟

اس پر میں مثال کے طور پر ایک واقعہ سنایا کرتا ہوں کہ جو ابنِ کثیر نے اپنی تفسیر یا اپنی تاریخ میں لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک نابینا شخص ملے، ان سے گفتگو ہوئی۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ یہ جو آپ نابینا ہیں، یہ پیدائشی طور پر آپ کو یہ تکلیف یا کوئی حادثہ ہوا؟ انہوں نے بتایا کہ میں فلاں جنگل میں، فلاں وادی میں اپنی زمین میں کام کر رہا تھا۔ اتنے میں میں نے دیکھا

کہ وہاں دو تین اجنبی آدمی اس علاقہ میں آئے، جو اس علاقہ میں رہتے ہیں انہیں پتہ ہوتا ہے کہ اس علاقہ میں کون آتا جاتا ہے۔

ان کا بیان ہے کہ میں نے ان کے حلیہ سے دیکھا کہ یہ نو وارد ہیں، کوئی اجنبی ہیں، میں ان کو غور سے دیکھتا رہا، کہاں جاتے ہیں، کیا کرتے ہیں۔ یہاں سے گزرتے ہوئے فلاں وادی میں پہنچے ایک جگہ اور وہاں انہوں نے اپنے تھیلے کھول لئے اور بخور اور لوبان اور عود کو آگ میں ڈالا۔ جیسے ہی وہ دھواں اچھی طرح پھیلنے لگا، انہوں نے اپنی بانسری نکالی اور بانسری بجانی شروع کی۔ کہتے ہیں کہ میں حیرت میں رہ گیا کہ جیسے ہی وہ خوشبو اور بانسری کی آواز شروع ہوئی تو پتہ نہیں کہاں سے، چاروں طرف سے دوڑتے ہوئے سانپ بہت سارے وہاں اکھٹے ہو گئے۔ اور وہ سانپ میں سے، ایک ایک کو پکڑ کر چھوڑ دیتے تھے کہ نہیں، یہ نہیں۔ کئی ایک کو اس طرح انہوں نے غور سے دیکھا اور پھینک دیا۔

اخیر میں کہتے ہیں ایک سانپ ملا، اس کو انہوں نے اپنے تھیلے میں ڈال دیا اور اس کے بعد بانسری بجانی بند کر دی، دھواں بند کر دیا، بخور بند کر دیا اور اس کے بعد انہوں نے ایک سلائی نکالی، جس طرح ہم آنکھوں میں سرمہ لگاتے ہیں، اور وہ سلائی اس سانپ کی آنکھ پر پھیری، پھر اپنی دونوں آنکھوں پر پھیری، اور جو اس کا ساتھی تھا، وہ سلائی اس کی آنکھ پر پھیری اور اس کے بعد اپنا سامان اٹھا کر وہ چلنے لگے۔

ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ان صاحب کا بیان ہے کہ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہولیا، لیکن میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیا قصہ کہ اجنبی لوگ ہیں، یہاں کیسے پہنچے، اور ان کی یہ حرکت کہ بخور جلایا، دھونی کی، بانسری بجائی، سانپ اکھٹے ہوئے اور اس میں بھی نہ کوئی سانپ انہیں کاٹتا ہے، نہ کچھ، اور کسی خاص قسم کے سانپ کی انہیں تلاش تھی اور وہ اپنے تھیلے میں ڈال لیا اور سلائی آنکھوں پر پھیری اور چلتے بنے۔

کچھ دور میں ان کے پیچھے پیچھے چلتا رہا، پھر مجھ سے رہا نہیں گیا، میں نے ان سے پوچھا کہ

بھئی، تم کون ہو؟ انہوں نے کہا تم کام کرو اپنا۔ تمہیں کیا مطلب اس سے؟ جب میں نے اصرار سے پوچھا اور دھمکی دی کہ میں ابھی حکومت کو اطلاع کرتا ہوں، انہوں نے بتایا کہ ہم فلاں جگہ سے آئے ہیں۔ میں نے کہا یہ آپ نے جو کچھ کیا، یہ ہمیں بتاؤ کہ یہ تم کیا کر رہے تھے اور یہ جو تم نے اپنی آنکھوں پر سلائی پھیری، اس کا کیا قصہ ہے؟

پہلے تو وہ انکار کرتے رہے، جب میں نے بہت اصرار کیا، بہت دھمکی دی، تب انہوں نے اپنا تھیلا کھولا اور وہی سلائی جو سانپ کی آنکھ پر وہ پھیر چکے تھے، میری آنکھوں پر پھیر دی۔ کہتے ہیں کہ جیسے ہی انہوں نے وہ سلائی میری آنکھ پر پھیری ہے کہ میں تحت الثری تک سب کچھ دیکھ سکتا ہوں کہ اوپر مٹی ہے، اس کے نیچے پھر پتھر آتے ہیں، پھر گارا ہے، پھر پانی ہے، پھر پانی کے نیچے پھر چٹانیں ہیں، نیچے کا سارا منظر اسکین کی طرح وہ کہتے ہیں میں دیکھ سکتا ہوں۔ اور میں ہر جگہ چاروں طرف دیکھتا ہوں کہ ادھر کیا ہے زمین کے نیچے، ادھر کیا ہے، ادھر کیا ہے، زمین کے نیچے۔ تو میں خوش ہو گیا کہ یہ تو بڑی زبردست نعمت مل گئی کہ اس سے کتنی دولتیں حاصل کی جاسکتی ہیں۔ کہاں پانی ہے، کسی کو کنواں کھودنا ہو، تو بتا سکتے ہیں کہ یہاں کھودو، یہاں پانی ہے۔ کسی کو خزانہ چاہیئے، تو یہاں کھودو، یہاں خزانہ ہے۔

اس زمانہ میں خزانہ کی تلاش رہتی تھی اور سچ مچ تھی اس لئے کہ اس قسم کے مکانات تو تھے نہیں، جھونپڑے میں رہتے تھے وہ لوگ اور کرنسی نوٹس وغیرہ تو تھی نہیں۔ کوئن، سکّے ہوتے تھے ان کے یہاں سونے کے اور چاندی کے۔ اب سونے کے کوئنز، چاندی کے کوئنز کسی کے پاس ہیں، تو کیسے اٹھائے گا، کہاں رکھے گا۔ جھونپڑے میں کہاں رکھیں، اس لئے ان کے یہاں قدیمی دستور تھا کہ گڑھا کھود کر دفن کر دیتے تھے۔

افریقہ میں ایک جگہ کے متعلق دوست کہنے لگے کہ دعا کیجئے، ہم وہاں فلاں جگہ رہتے تھے، وہاں ہماری فیملی نے جب مجبور ہو کر اپنا علاقہ وطن چھوڑا ہے، وہاں جو کچھ ہمارے پاس تھا، ہمارے گھر کے پیچھے دفن کر کے آئے ہیں۔ اب وہ کوشش اور کچھ پلان بنا رہے ہیں کہ کیسے دوبارہ

وہاں جائیں اور کیسے کھودیں اور کیسے اس کو نکالیں۔ ہر جگہ دنیا میں یہی سلسلہ تھا کہ وہ گھر میں خزانہ ہوگا، تو چور اٹھا کر لے جائے گا، اس لئے وہ کہیں دفن کر دیتے تھے۔ اسی لئے خزانہ کی انہیں تلاش رہتی تھی، وہ سوچنے لگے کہ یہ تو بڑی نعمت مل گئی، جو آنکھوں پر انہوں نے سلائی پھیری۔

کہتے ہیں میں ان کے ساتھ باتوں میں مصروف چل رہا ہوں۔ تھوڑے دور پہنچ کر کے میں تو اپنی جگہ بہت خوش تھا کہ بہت بڑی نعمت مل گئی، اتنے میں اچانک ان میں سے ایک نے مجھے دھکا دے کر زمین پر گرایا اور دونوں نے میرے اوپر چڑھ کر میری آنکھیں پھوڑ دیں۔ اس وقت سے میں نابینا ہوں۔ جس طرح سانپ کی آنکھ پر سلائی پھیر کر وہ اسکین کی طاقت آنکھوں میں منتقل ہو جاتی ہے، تو یہ ایسا ہے جس طرح کہتے ہیں

؎ شمع سے شمع جلتی ہے

؎ چراغ سے چراغ جلاتے ہیں

اللہ تبارک وتعالی برائیوں سے، زنا سے، برے منظر سے، بری جگہ اٹھنے سے ہماری آنکھوں کی حفاظت فرمائے۔ اور قرآنِ پاک اور اپنے علوم اور احادیثِ پاک پڑھنے اور دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آنکھوں میں، نگاہوں میں پاکیزگی عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے آپ کے غلاموں میں یہ فراست اور نورِ قلب اور دل کی روشنی جو مسلسل منتقل ہو رہی ہے، اس کے کچھ واقعات آپ کے سامنے ذکر کئے جن میں خود یہاں دار العلوم سے متعلق حضرت مولانا احمد اللہ صاحب، ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے واقعات تھے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی طرف سے بشارت

کئی دفعہ میں نے بتایا کہ یہاں انگلینڈ شروع میں آنے کے بعد چند ہفتوں، چند مہینوں میں میرا دل اکتا گیا، تو میں نے حضرت کو لکھا کہ یہاں نہ ڈھنگ کا کوئی مکتب ہے، میں امام ہوں، کسی نماز میں کوئی مقتدی مل جاتا ہے، کبھی تنہا مسجد میں نماز پڑھنی پڑتی ہے، ان حالات میں یہاں قیام کو جی نہیں چاہتا، اس لئے واپسی کی اجازت چاہتا ہوں۔

حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ ہندوستان واپسی کا ارادہ نہ کریں۔ اللہ کی ذات سے بعید نہیں کہ اللہ تعالی تمہارے ہاتھوں وہاں ایسا دار العلوم شروع کرادے جس میں حدیث اور تفسیر کا درس ہو۔ میں تو رو رہا ہوں مسجد کے لئے، ایک مقتدی کے لئے، ایک طالبِ علم کے لئے، مکتب کے بچوں کے لئے اور حضرت اس طرح فرمارہے ہیں، یہ بالکل شروع کا، ۶۸ء کا قصہ ہے۔

اس کے بعد پھر میں نے ایک خواب کے بنا پر کتاب لکھی تھی اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں نے یہ سوچ کر تو نہیں لکھی کہ قابلِ طباعت ہوگی۔ خواب دیکھا، تو اس کے جوش میں کچھ مواد اکھٹا کر کے ہمارے بھائی مولانا عبد الرحیم صاحب کو میں نے بھیج دیا کہ آپ دیکھیں کہ اگر

طباعت کے قابل ہو، تو آگے کسی کاتب کو دے سکتے ہیں۔ بھائی صاحب نے حضرت کو میرا خط سنایا اور حضرت نے خود وہ مواد سننا شروع کیا اور حضرت مولانا تقی الدین ندوی صاحب کے ذمہ تھا، وہ سناتے تھے، تصحیح کرتے تھے، ساری کتاب شروع سے اخیر تک مکمل کتاب حضرت نے سنی۔ پھر حضرت نے اپنی طرف سے پیسے مرحمت فرمائے کہ اس کی طباعت کے لئے مولانا تقی الدین صاحب کو بھیجا دیو بند کہ کتابت اور طباعت کا انتظام کر کے آئیں۔ حضرت مولانا انظر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ان کے ذمہ اس کی تصحیح لگائی گئی کہ کاتب کی کتابت کی آپ تصحیح کر دیا کریں۔

جب یہ کتاب تیار ہو رہی تھی، مولانا تقی الدین صاحب نے ایک اشتہار کتاب کے اخیر میں لکھا، مجھے بھی لکھا کہ تمہارے مدرسہ کے لئے اشتہار کتاب کے اخیر میں لکھ رہا ہوں۔ وہ اشتہار جب لکھ کر حضرت کو سنایا تو حضرت نے فرمایا کہ اس میں صرف مدرسہ کا اشتہار ہے، دورۂ حدیث اور تفسیر کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت نے یہ کلمات بڑھوائے کہ لکھو کہ اس مدرسہ میں دورۂ حدیث اور صحاحِ ستہ کی تدریس کا بھی انتظام ہوگا۔ یہ ۶۹ء کی بات ہے، جب یہاں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا، سوچ بھی نہیں سکتا تھا، دار العلوم کے لئے کوئی پلاننگ بھی نہیں ہو رہی تھی، اب کس طرح یہ حضرات ان چیزوں کو دیکھ لیتے ہیں؟

حضرت مولانا اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ

خود یہیں پر، یہ جہاں ہمارے مرحوم حضرت مولانا اسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا یعقوب ڈیسائی رحمۃ اللہ علیہ، پڑوس میں دونوں دو حجروں میں رہا کرتے تھے، اس کے اوپر والا حصہ، تو دار العلوم میں جب پہلے سال صرف سولہ طالبِ علم تھے، تو حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب تشریف لائے تھے، پھر ہر سفر میں برابر ان کی یہاں آمد ہوتی رہی۔

پہلی مرتبہ تو جب خریدا تھا انہوں نے دیکھا تھا۔ پھر تعلیم شروع ہوئی اس کے بعد تشریف

لائے، ایک مرتبہ جب صرف سولہ طالبِ علم تھے، اور میری رہائش بولٹن میں تھی اور آمد و رفت کے لئے مختلف حضرات تعاون فرماتے تھے۔ حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب دار العلوم دیکھتے ہوئے جب مولانا یعقوب صاحب کے کمرے کے اوپر والے حصہ میں جو زینہ ہے، وہاں چار کمرے ہیں، ایک حمام ہے، وہاں پہنچے، تو مجھ سے فرمانے لگے کہ آپ یہاں کیوں منتقل نہیں ہو جاتے؟ میں نے عرض کیا کہ یہاں ابھی کوئی خاص ایسی ضرورت بھی نہیں ہے اور طلبہ بھی تھوڑے ہیں اور اساتذہ بھی آتے ہیں، نگراں بھی ہیں الحمدللہ کام چلتا ہے۔

حضرت نے ذرا اور زور سے اصرار سے فرمایا کہ آنے جانے کی دقت کچھ کم ہے؟ وہاں سے آنا جانا، اور میں کرایہ کے مکان میں تھا رینڈل اسٹریٹ میں، فرمایا کرایہ کے مکان میں تم رہتے ہو، یہاں تمہیں منتقل ہو جانا چاہئے۔ میں نے حماقت سے جب دوسری دفعہ بھی انکار کیا، حضرت کے ہاتھ میں چھڑی تھی، اس طرح ایک دو دفعہ زمین پر غصہ میں انہوں نے چھڑی کو زمین پر مارا اور فرمانے لگے کہ آپ ہوں گے اور یہ جگہ ہوگی۔ ایک وقت آپ یہاں منتقل ہوں گے۔

اس کے بعد میں دار العلوم منتقل ہوا، پہلے تو یہ جہاں ہمارا بوئکر ہے اور اوپر کتب خانہ ہے، اس جگہ ایک چھوٹا سا دو کمرے کا مکان تھا، اس کوٹیج میں میں منتقل ہوا، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ جب پہلے سفر میں تشریف لائے ۱۹۷۹ء میں، تو میرا قیام اسی کوٹیج میں تھا۔ جب اس عمارت کو گرا کر کے اس کی جگہ نئی عمارت کا پلان بنا، تو پھر مجھے وہاں سے منتقل ہونا پڑا، تو جہاں حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب نے چھڑی ٹھوک کر فرمایا تو اسی جگہ جھک مار کر منتقل ہونا پڑا۔ اور غالبًا یہ سن اسّی میں ہوگا اور حضرت نے پانچ سال پہلے فرمایا تھا اصرار سے کہ آپ یہاں منتقل ہو جائیں۔ جب میں نہ مانا تو حضرت مدنی نے پیشین گوئی کے طور پر ارشاد فرمایا۔

دور کا کیسے دیکھ لیتے ہوں گے؟

ہماری والدہ صاحبہ نے خود بیان کیا ہمارے متعلق کہ والدہ صاحبہ کو چار پانچ سال تک اولاد

نہیں تھی۔ سسرال میں طعنے بھی سنے ہوں گے۔ایک دفعہ ہمارے والد صاحب کسی بزرگ کو لائے جو کچھ زنانہ جیسا لباس پہنا کرتے تھے۔موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ کی طرف وہ منسوب تھے۔ ہمارے والد صاحب ان کو صبح ناشتہ کے لئے اپنے گھر پر لائے، چائے ناشتہ کے بعد دعا کی درخواست کی کہ شادی کو چار پانچ برس ہو گئے، اولاد کے لئے دعا فرمائیں۔ یہ فقیر تھوڑی دیر خاموش رہے اور اس کے بعد بڑے زور سے دعا کے بجائے، خبر کے طور پر پیشین گوئی فرما رہے ہیں، دعا نہیں کر رہے، پیشین گوئی کہ اللہ دے گا، ضرور دے گا اور اوصاف بھی آگے بیان کرنے شروع کئے، ایسا ہوگا، ایسا ہوگا، میرے ساتھ چلو۔ والد صاحب گئے، ایک انگوٹھی دی کہ اپنی اہلیہ کو دے دینا۔ چنانچہ بھائی مولانا عبدالرحیم صاحب کی سال بھر بعد ولادت ہوئی۔

پھر جب سال دو سال کے بعد پھر وہ آئے، بھائی مولانا عبدالرحیم صاحب کو دیکھ کر خوش ہوئے، دعائیں دیں، پھر والد صاحب کو دوسرے بچے کی پیشین گوئی کر رہے ہیں اور دوسری انگوٹھی دے رہے ہیں۔

حضرت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے والدین بہت پریشان کہ اولاد نہیں ہو رہی۔ ان کو تو بہت لمبا زمانہ گزر چکا تھا، ایک بزرگ تھے سنا قدری۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی، انہوں نے بھی دعا کے ساتھ پیشین گوئی فرمائی اور فرمایا کہ اللہ بیٹا دے گا۔ مطلق اولاد مانگ رہے تھے کہ چاہے بیٹا ملے، بیٹی ملے کہ اولاد کے لئے دعا فرما دیں۔ انہوں نے فرمایا اللہ آپ کو بیٹا دے گا اور ایسا بیٹا دے گا کہ زمانہ بھر کے لئے دنیا کے کونہ کونہ تک اس کا علم پہنچتا رہے گا۔ اس دعا کا نتیجہ کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے بہتر بخاری شریف کی شرح آج تک کوئی نہیں لکھ سکا۔

یہ اتنے دور جو دیکھ لیتے ہیں یہ کیسے؟ ان جیسے بزرگوں کے حالات ہم پڑھیں کہ ان کو یہ دولت کیسے ملی، تو اس میں تین چیزوں کو بڑا دخل ہے۔

۱) ایک یہ جو ہمارے قلب، دل اور دماغ میں جو تصورات جو چلتے ہیں، ان تصورات کی

پاکیزگی۔

۲) نمبر دو نگاہ۔ نگاہ کو صرف گناہ سے بچانا نہیں، بلکہ محبوب کی تلاش ہو، ہم ہر وقت ان ہی مادی چیزوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ آنکھ ہماری کھلے گی، تو اپنی دنیوی ضرورت کی چیز کو ہم تلاش کرتے پھرتے ہیں، اس کو چھوڑ کر ہر جگہ ہمیں معشوق نظر آئے۔

۳) اور تیسری چیز یہ جو کچھ ہم پیٹ میں ڈالتے ہیں۔

ان تین چیزوں کے متعلق کل کچھ عرض کرنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تبارک وتعالی ہمارے تصورات میں پاکیزگی عطا فرمائے، ہماری نظر کو پاکیزہ بنائے، اللہ تبارک وتعالی ہمیں حلال رزق میسر فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہماری والدہ صاحبہ، سکرات اور کومہ کی حالت میں تھیں ،اس وقت میں یٰس پڑھنے والوں میں ہمارے مولوی قاسم صدر، ہمارے بھانجے بھی تھے،تو وہ پینتیس دن کے بعد ماں کے پاس پہنچ گئے۔ ماں نے اپنے پاس ان کو کھینچ لیا۔

اسی سکرات اور نزع کی حالت میں ایک دن میں مغرب کے وقت پہنچا،تو سب بہنیں بتانے لگیں کہ ابھی آپ جیسے پہلے ذکر کرتے تھے،اس طرح قاسم نے اتنا اچھا ذکرِ جہری ماں کے بیڈ کے پاس بیٹھ کر کے کیا،پینتیس دن کے بعد وہ بھی چلے گئے۔

ایک اور حادثہ سُنئے کہ جب ماں کا انتقال ہوگیا، سب نے دیکھ تو لیا کہ انتقال ہوگیا،سانس بند،نبض نہیں چل رہی ، پھر بھی ڈاکٹر کو موت کی تصدیق کے لئے بلایا گیا، ہماری بھانجی کے بیٹے، وہ ایک دواسٹریٹ چھوڑ کر رہتے تھے،ڈاکٹر ارشاد، وہ پہنچ گئے۔

یہ ہماری والدہ صاحبہ کی سوتیلی اولاد میں سے ہماری خالہ زاد بہن جو عمر میں سب سے بڑی تھیں پورے خاندان میں۔اور یہاں انگلینڈ آنے کے بعد سب بھائی بہنوں سے زیادہ وہ یہاں میرے پاس آتی رہیں۔اور کئی کئی مہینے ان کا یہاں قیام رہتا تھا۔اچھے فارغ البال تھے،تو میرے پاس آکر یہاں،طویل عرصہ یہاں ٹھہرتے تھے۔ میں ہندوستان جاتا تھا،وہاں آکر ہمارے ساتھ رہتے تھے۔یہ ڈاکٹر ان کے نواسے تھے جن کا میں قصہ سنا رہا ہوں۔

چونکہ ان کی نانی، ہماری بہن زیادہ آتی تھیں،تو ان کی بیٹی، ڈاکٹر ارشاد کی ماں، کا بھی جب نکاح ہوا تو اپنے شوہر کو لے کر سب سے پہلے وہ میرے پاس یہاں آئی تھیں،اپنے شوہر فاروق ملّا کو لے کر،کئی روز میرے پاس مے بینک اسٹریٹ میں ان کا قیام رہا۔

ڈاکٹر ارشاد، وہ ایک دواسٹریٹ چھوڑ کر رہتے تھے، وہ فوراً پہنچ گئے اور انہوں نے اچھی طرح

معائنہ کیاماں کا اور رونا شروع کر دیا کہ ماں تو یہاں نہیں رہیں۔

یہ ڈاکٹر ارشاد کی بتیس سال عمر تھی، خود ڈاکٹر ارشاد کا، جس نے ماں کے انتقال کی تصدیق کی تھی، آج انتقال ہو گیا۔ اِسٹینگر کے ہسپتال میں وہ کام کرتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالی بلند درجات عطا فرمائے۔

موت کا کوئی بھروسہ نہیں، ہم خواہ مخواہ اس دنیا کے دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں، کسی وقت بھی بلاوا آجائے، اور ماں نے ایک نواسے کو کھینچ لیا اور نواسی کے بیٹے، ڈاکٹر ارشاد کو اپنے پاس بلا لیا۔

چشمِ بینا اور دل روشن کیسے ہو؟

ہمارا مضمون تو چل رہا تھا کہ یہ جو چشم بینا عطا ہوتی ہے، دیکھنے والی آنکھ، کیسے بنے؟ دل روشن ہو جاتا ہے، تو یہ کیسے؟ میں نے عرض کیا تھا کہ جس طرح قاعدہ الف، با، پھر قرآن پاک ناظرہ، پھر حفظ، پھر یہ آپ کی عربی کے درجات، صرف ونحو، فقہ، اصولِ فقہ، تفسیر، حدیث، پورا ایک نصاب ہے، تو اسی طرح صوفیاء کے یہاں مستقل ایک نصاب ہے جس کی کامیابی کا انہیں دعویٰ ہے، جس طرح ہر مدرسہ کا ایک الگ نصاب، تو ان کے یہاں بھی ہر سلسلہ کا ایک الگ تجربہ ہے۔

اس مسئلہ میں اختلاف ہے

جس طرح ہمارے اساتذہ طلبہ کو درس دیتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے ایک مرتبہ بخاری شریف میں یہ جملہ ارشاد فرمایا، ذرا لمبا کھینچ کر فرمایا، پھر فرمانے لگے کہ ایک بڑے مولانا صاحب تھے، ایک بڑے علامہ۔ ان کا آخری وقت، نزع اور سکرات کا وقت شروع ہو گیا، تو بیٹے کو بلایا اور روئے، کہنے لگے بیٹا! میں نے تو بہت کوشش کی کہ تو کچھ پڑھ لے، مگر تو نے پڑھ کر نہیں دیا۔ اب میں مر جاؤں گا تو یہ ساری مخلوق جو یہاں آتی ہے، اب ان میں سے کوئی آکر تجھ سے کوئی مسئلہ پوچھے گا، تو تو ان کو کیا جواب دے گا؟ تو تو میری کوشش کے باوجود جاہل کا جاہل رہا، تو نے پڑھ کر دیا ہی نہیں۔ اچھا بیٹا! جب تجھ سے کوئی شخص

آ کر مسئلہ پوچھے، تو بلا سوچے، بلا جھجک، آنکھیں بند کر کے کہہ دینا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

حضرت لمبا کھینچ کر فرماتے تھے کہ بیٹے، اسے کہہ دینا کہ اس مسئلہ میں اختلاف (مد کے ساتھ) ہے۔ کیوں؟ کہ خدا کے وجود میں بھی لوگ اختلاف کرتے ہیں۔ ایک طبقہ ہے جو نہیں مانتا، کہتا ہے کہ خدا ہے ہی نہیں۔ خدا کے وجود سے لے کر کوئی چیز دنیا کی ایسی نہیں چھوڑی کہ جس میں اختلاف نہ کیا گیا ہو۔

''چشم بند و گوش بند و لب بہ بند''

اس طرح اس مسئلہ بصیرت و فراست میں بھی کہتے ہیں اختلاف ہے۔ ایک قول تو یہ کہتے ہیں کہ ''چشم بند و گوش بند و لب بہ بند'' کہ آنکھیں بند، آنکھیں بند کرو۔ گوش بند، کان بند کرو۔ کیسے بند کریں؟ آنکھوں پر تو، اللہ نے پردے رکھے ہیں، اس کو تو بند کر سکتے ہیں۔ کان میں بھی کوئی ڈاٹ رکھتے ہوں گے، تو ''چشم بند و گوش بند و لب بہ بند'' زبان بند رکھو کہ چپ بالکل۔

''وگر نہ بینی نورِ حق بر ما بخند'' کہتے ہیں کہ ؎

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی نور حق، بر ما بخند

کہتے ہیں یہ تین کام تم کر لو، پھر اگر تمہیں نورِ حق نظر نہ آئے، تم نور نہ دیکھ سکو، تو ہماری ہنسی اُڑانے کا تمہیں اختیار ہے۔ ہم دعوے کے ساتھ کہتے ہیں۔ تو ان کا یہ تجربہ ہے تین چیزیں انہوں نے گنوائیں کہ آنکھ بند رکھو، کان بند رکھو اور زبان بند رکھو۔ بس ان تین چیزوں پر تالا لگاؤ۔ تو ان کا کتنے زور سے دعوی ہے کہ اگر پھر بھی تمہارا دل روشن نہ ہو جائے، تو ''بر ما بخند'' تمہیں ہم پر ہنسنے کی اور ہمارا مذاق اڑانے کی اجازت ہے۔

حضرت مولانا عبدالرحیم حوالدار رحمۃ اللہ علیہ

ابھی میں ہندوستان گیا، جامعہ حسینیہ راندیر دفتر میں مہتمم صاحب کو، مولانا شبیر صاحب کو ملنے کے لئے گیا، پتہ نہیں کیا کوئی بات انہوں نے پوچھی، تو میں نے کہا کہ کیا پوچھتے ہو کہ جس دفتر میں آپ بیٹھے ہیں، اس کے کئی واقعات ہیں، یہ سامنے صحن نظر آتا ہے، وہ سامنے سہ دری ہے، یہ مسجد ہے، یہ درس گاہ ہے، یہ حوض ہے، جتنی چیزیں یہاں بیٹھے بیٹھے نظر آتی ہیں، ان میں سے ہر ایک کے متعلق کئی ایک واقعات ابھی آپ کو لکھوا سکتا ہوں۔

میں نے کہا کہ وہ جو سامنے درس گاہ ہے جہاں حافظ ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھا کرتے تھے، حضرت مولانا عبدالرحیم حوالدار کٹھور میں ہوا کرتے تھے، حضرت مولانا شیخ الاسلام حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ کے خصوصی لوگوں میں سے تھے۔

جب شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا آخری سفر ہوا تھا تو کنونشن ہوا تھا سورت میں، جس میں نہرو سے لے کر، وزیرِ اعظم سے لے کر پوری کابینہ، کئی وزراء اور تمام حکام شریک ہوئے تھے، جس میں حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ خصوصی مہمان تھے۔ اس کے بھی خاص منتظمین میں سے مولانا عبدالرحیم حوالدار۔

وہی بات کہ نورِ حق کیسے دیکھ لیتے ہیں کہ ادھر حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خواب دیکھا جو حضرت شیخ الاسلام نمبر میں چھپا ہوا ہے، دیکھا کہ سورج غروب ہو رہا ہے، جس سے واضح خبر تھی کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ آخری وقت ہے، کہ قطبِ عالم اب اِس عالم کو خیر باد کہہ کر دوسرے عالم کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔

اِدھر سے انہوں نے کارڈ لکھا کیوں کہ اس زمانہ میں تو ٹیلی فون تھے نہیں، کارڈ لکھا اور اُدھر سے حضرت کی وفات کی اطلاع کا کارڈ چلا ہوگا، دونوں کروس ہوئے۔ اس لئے شیخ الاسلام نمبر میں خصوصیت کے ساتھ یہ خواب شامل کیا گیا تھا۔

چار اصول

یہی مولانا عبد الرحیم صاحب حوالدار صاحب ہیں کہ جب ہم راندیر میں جامعہ حسینیہ میں تھے، انہوں نے مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو گجرات کی دعوت دی، اوران کو لے کر یہاں جامعہ حسینیہ پہنچے، وہاں حافظ ٹونکی صاحب کی نشست جہاں ہوتی تھی، وہاں حضرت کو بٹھایا گیا اور تمام طلبہ اُس حفظ خانہ میں حضرت کے سامنے ہیں اور حضرت نے قلتِ طعام، قلتِ منام، قلتِ کلام اور قلتِ اختلاط مع الانام چار اصول پر بیان فرمایا تھا۔

ان چار چیزوں کے متعلق، آپ کو فارسی کا شعر سنایا تھا، حضرت نے فرمایا کہ آنکھ بند رکھو، کان بند رکھو، زبان بند رکھو۔ اور حضرت نے اور سہل کر دیا کہ بند رکھنا تو مشکل ہے، کیسے ہر وقت بند رکھ کر کے دنیا کے دھندے کر سکتے ہیں، چلیں گے کیسے، ضرورت کی چیزیں سننی پڑتی ہیں۔ حضرت نے فرمایا ان میں کمی کرو، کہ قلتِ طعام، کم کھاؤ، قلتِ منام، کم سوؤ، قلتِ کلام، کم بولو اور قلتِ اختلاط مع الانام، لوگوں کے ساتھ میل جول کم رکھو۔ حضرت نے فرمایا کہ ان اعضاء کو مکمل طور پر بند رکھنے کی ضرورت نہیں، بلکہ اس میں کمی ہونی چاہئے۔

صوفیاء کی چار پیوند والی ٹوپی

اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ یہ جو ٹوپی چار پیوند والی پہنی جاتی ہے، چار ٹکڑے اکھٹا کر کے چار پیوند سے بنی ہوئی ٹوپی، تو یہ بہت پرانی ہے یہ ٹوپی صوفیاء کی ہے۔ اور اس سے جس کسی کو بیعت کا شرف حاصل ہوتا تھا، تو وہ پیر صاحب ان کو وہ ٹوپی عنایت فرماتے تھے۔

اب یہ ٹوپی پہنائی جاتی تھی تاکہ ہر وقت دماغ میں یہ تصور قائم رہے کہ چار چیزیں تمہیں ترک کرنی ہیں۔ اس کا نام تھا چہار ترک والی ٹوپی، کہ چار چیزیں چھوڑ دیں۔ یہ جو حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نے جو چیزیں گنوائیں، تو ان چاروں کو بطورِ علاج کے مکمل طور پر ایک عرصہ کے لئے چھڑوا دیتے تھے کہ ترکِ طعام، ترکِ کلام، ترکِ منام اور ترکِ اختلاط مع الانام کی مشق

کرو۔

اللہ تبارک وتعالی ہمیں ان بزرگوں کے طرق کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔خاص طور پر یہ جو ڈاکٹر ارشاد کا انتقال ہوا، اللہ تبارک وتعالی انہیں جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے۔ ہمارے سارے خاندان کو صبر جمیل، اجرِ جزیل عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہ وَصَحبِہ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب اذان ہوتی ہے تو اذان کی آواز سننے کی شیطان میں، ابلیس میں، تاب اور طاقت نہیں ہے، تو وہ بھاگتا ہے اور بھاگتا بھی کس حال میں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وَلَـهُ ضُرَاطٌ ۔ پھر جب اذان ختم ہوتی ہے، تو واپس آجاتا ہے۔ پھر جب دوبارہ نماز کے لئے تثویب شروع ہوتی ہے، جیسے دار العلوم میں نماز کا اعلان کر کے طلبہ کو بلایا جاتا ہے، نماز، اذان اور اقامت کے درمیان، تو اس وقت پھر بھاگتا ہے۔ پھر جب نماز شروع ہوتی ہے، تو اس وقت پھر آرام سے آکر اپنا کام شروع کرتا ہے۔

بندہ اور مولیٰ کے درمیان حائل

کیا کام کرتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مصلّی، نماز پڑھنے والے کے درمیان اور اس کے مولیٰ کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ مصلّی تو یہ چاہتا ہے کہ اس کا کعبہ درست رہے، سیدھی اس کی توجہ مولیٰ پر رہے، تو بیچ میں وہ حائل ہو جاتا ہے۔ کیسے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے حائل ہوتا ہے وہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہ ہمارے دل میں خیال ڈالتا ہے اُذْكُرْ كَذَا، اُذْكُرْ كَذَا کہ وہ جو کل گاڑی خراب ہوگئی تھی، اس کے پارٹس لانے ہیں شوپ میں سے، آج وہ نہیں لئے تھے، وہ رہ گئے ہیں۔ کہتے ہیں ساری دنیا بھر کی سب چیزیں یاد دلاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، ابلیس کیسے نماز کے وقت بھاگتا ہے، وہ بھی ملاحظہ فرما کر ہمیں بتایا۔ کیسے خیالات ڈالتا ہے، اس کو بھی بتایا۔ اپنے متعلق ارشاد فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج رات کو میں نماز پڑھ رہا تھا، میرے سامنے آگیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو یہاں گلہ سے پکڑ لیا۔ پکڑ کر دبایا۔ دبایا،

فرمایا کہ میں نے ستون کے ساتھ گلے سے اس کو دبالیا، یہاں تک کہ اس کے منہ میں سے جو لعاب اور رال نکلی، وہ میرے ہاتھ پر گری اور میں نے یہ سوچا کہ آج اس کو باندھ دیتا ہوں اس ستون کے ساتھ، تاکہ صبح جب مصلّی آئیں اور گھر جا کر بتائیں، تو مدینہ منورہ کے بچوں کو ایک اچھا کھلونا مل جائے گا کہ وہ مدینہ منورہ کے بچے آ کر اس سے کھیلیں گے، اس کو ستائیں گے۔ لیکن مجھے حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کی دعا یاد آئی کہ انہوں نے اپنے لئے خصوصیت چاہی تھی، خصوصیت مانگی تھی کہ ﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكاً لَّا يَنۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ﴾، اس لئے کہ خاص طور پر، جناتوں پر تسلط انہیں دیا گیا تھا، وہ مسخر فرماتے تھے، ان سے کام لیتے تھے، اس لئے میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کا حال

جیسا میں نے عرض کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک ان تمام چیزوں کو دیکھ سکتی ہے اور پھر یہ چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں بھی منتقل ہوئیں۔

سہارنپور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں غالباً ظہر کی نماز کا وقت ہوگا یا عصر کی نماز کا وقت، دن کی نماز تھی، میں استنجاء کر کے پانی لینے کے لئے، لوٹا بھرنے کے لئے، وضو کے لئے جب لوٹا لے کر چلا، تو دیکھا کہ کوئی بڑے میاں اکیلے ہیں، وہاں کوئی نہیں ہے، اور کسی کو جھڑک رہے ہیں۔ اب میں ڈر گیا کہ بیچارہ کوئی دماغی طور پر معذور تو نہیں ہے؟ پھر تھوڑی دیر کے بعد، پھر وہ شروع ہو گئے۔ پھر اگلے دن ایسا کرتے ان کو دیکھا گیا۔ مجھے بڑا تعجب بھی ہوا اور ڈر بھی لگا کہ کہیں یہ بیمار تو نہیں؟

لیکن اگلے روز پھر انہوں نے وقت مانگا کہ حضرت شیخ کو یہ عریضہ پہنچانا ہے اور کچھ پوچھنا ہے، جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ مجھے اتنے سال سے شیطان نظر آتا ہے اور وہ آتا ہے، تو پھر میں لاحول بھی پڑھتا ہوں، مگر نہیں جاتا جب تک اس کو گالیاں نہیں دیتا۔ تو حضرت شیخ نور اللہ

مرقدہ نے فرمایا کہ نہ نہ، یہی تو یہ گناہ آپ سے وہ کروانا چاہتا ہے۔ تو وہ بڑے میاں پالنپور والے، ان آنکھوں سے، کس طرح ابلیس کو دیکھتے تھے۔

ایمان چھیننے کی کوشش

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے وصال سے تین دن پہلے کا قصہ میں نے حضرت شیخ اور خلفاءِ کرام میں لکھا بھی ہے۔ اس میں تین یوم قبل از وصال کے کچھ واقعات لکھے ہیں۔

اس میں یہ لکھا ہے کہ وصال سے تین دن پہلے حضرت کے سامنے ہم خدام بیٹھے ہوئے ہیں، کوئی کام ہو رہا ہے اور اچانک ایک دم، فرمانے لگے مارو، مارو اس کو! تو اب ہم سہم گئے کہ یہاں تو کوئی ہے نہیں کہ حضرت کا اپنا حجرہ ہے، حضرت کا بیڈ، بیڈروم ہے، ادھر کتابیں ہیں، ادھر فرِج ہے۔ پھر دوسری دفعہ دائیں طرف دیکھتے ہوئے پھر فرمایا مارو اس کو! پھر دوسری دفعہ جب ارشاد فرمایا، تو پھر ہم نے پوچھا کس کو ماریں؟ تین دفعہ مارو اس کو فرمانے کے بعد پھر حضرت مسکرائے۔ فرمایا کہ ابلیس آیا تھا۔

یہ آخری وقت میں ایمان سلب کرنے پہنچ جاتا ہے۔ ہر مؤمن کے پاس یہ دولت ہوتی ہے اس کو چھیننے کے لئے پہنچ جاتا ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر ہمیں بتایا کہ ابلیس اذان کے وقت آتا ہے، نماز کے وقت آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ یہ پالنپور والے حاجی صاحب اس کو دیکھ کر اس سے روز لڑتے تھے۔ وہ حضرت سے بیعت تھے، انہیں ابلیس نظر آتا تھا۔

صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابھی ہم نے نماز پڑھی، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ہماری سب کی نمازیں ایسی تھیں، اُذْكُرْ كَذَا، اُذْكُرْ كَذَا، ہر چیز یاد آئی، پوری ٹیپ شروع ہوگئی، تو کس نے چلائی وہ ٹیپ؟ ہم تو نماز پڑھنے کے لئے آئے۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں تک کہ اس نے کیا پڑھا اور نماز میں کچھ تقدّم، تاخّر ہو گیا، آگے پیچھے ہو گیا، کوئی بھول ہو گئی، کہتے ہیں کہ اس کو یاد بھی نہیں رہتا، ہمیں رکعت بھی یاد نہیں رہتی کہ ابھی یہ کونسی رکعت چل رہی ہے اور کتنی رکعات ہوئیں، یہ اسی ابلیس کا اثر ہے۔

ہم اس کو کیسے دیکھ سکیں، کیسے پہچان سکیں۔ ہماری آنکھیں تو بند ہیں، دل بند ہے، کیسے کھلے؟ اس پر کچھ عرض کیا تھا کہ ایک نسخہ تو اس کا یہ بتایا گیا کم گفتن، کم خوردن، کم خفتن۔ کہ کم کھانا، کم سونا، تو قلت والا نسخہ بتایا تھا۔ دوسرا ترک والا بتایا تھا۔

حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار ایک کتاب لکھی ہے، بزرگوں کے حالات لکھے ہیں، اس میں انہوں نے ایک بزرگ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے یہاں بیعت ہونے والوں کو کلاہِ چہار گوشہ دی جاتی تھی، نام بتایا ہے کہ کلاہِ چہار گوشہ، چار کونوں والی ٹوپی، پھر اس کی شرح میں فرمایا کہ یہ چہار ترک کی طرف اشارہ ہوتا کہ ترکِ گفتن، ترکِ خفتن، ترکِ خوردن اور ترکِ اختلاط مع الناس، چار ترک۔ چار چیزیں چھوڑ دو۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا انوکھا، سب سے انوکھا تجربہ بیان فرمایا۔ وہ فرماتے ہیں کہ صرف ایک چیز کرو بس، اور کسی چیز کے کرنے کی ضرورت نہیں۔

وہ دعوی کے ساتھ فرماتے تھے کہ جو شخص میرے پاس رہے ایک چلہ، جو میں اسے کھلاؤں وہ کھائے، جو پلاؤں وہ پیئے، تو چالیس سے اکتالیسواں دن نہیں آئے گا کہ اس کا دل روشن ہو جائے گا۔

کہیں انہوں نے مثال بھی دی کہ قبر پر کھڑا ہوگا تو صاحبِ قبر کا کیا حال ہے، کس حال میں ہے، ہر چیز اس کے سامنے ہوگی اور ایسا ہی ہوتا تھا۔ بارہا میں نے ان کے صاحبزادہ حضرت مولانا حبیب اللہ مکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قصے بھی سنائے اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

کے واقعات تو بڑے عجائبات سے پر ہیں۔

کہاں تک نگاہ دیکھ سکتی ہے؟

اسی لئے حضرت کے یہاں جو خدام تھے خصوصی، گھر والے، منتظمین، وہ کسی کو ہدیہ لے کر آنے نہیں دیتے تھے۔ کیوں کہ جو لوگ ہدایا لے کر آتے تھے تو حضرت فرماتے کہ اس کو واپس لے جاؤ، آنے والا کہتا نہیں، حضرت قبول فرمالیں۔ اب حضرت کو غصہ آرہا ہے، حضرت فرمارہے ہیں بھئی، لے جاؤ۔ تو اس کے معنی یہ ہوتے تھے کہ حضرت کو اس میں کچھ نظر آرہا ہے، کوئی چیز حضرت قبول نہیں کرسکتے تھے۔ ہر چیز کی ساری تاریخ حضرت کے سامنے ہوتی تھی۔ اس لئے خدام نے طے کرلیا تھا کہ کوئی چیز کوئی بھی پیش نہیں کرسکتا، حضرت ہدیہ قبول کرتے ہی نہیں۔ جو خصوصی خدام ہوتے تھے، تو وہی ہدیہ پیش کرتے جس میں سو فیصد ان کو یقین ہوتا کہ یہ بالکل حلال ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی آمیزش نہیں ہے اور بالکل حلال طریقہ سے یہ حاصل کی گئی ہے، تو اس کو لے جاکر پھر حضرت کی خدمت میں وہ پیش کرتے تھے۔

حضرت کے ایک خادم تھے۔ انہوں نے بھینس پال رکھی تھی، حضرت کے یہاں اس کا دودھ آتا تھا، دہی آتا تھا، گھی آتا تھا۔ ایک دن وہ گھی لے کر آئے، حضرت نے اشارہ فرمایا واپس لے جاؤ، تو سمجھ گئے۔ پوچھا کیوں حضرت؟ یہ تو ہمارے گھر سے ہے۔ اشارہ دوسری مرتبہ فرمایا، وہ واپس لے گئے۔ اب ہمیشہ کا معمول ہے، روزان کے یہاں سے دودھ آتا ہے، حضرت استعمال فرماتے ہیں۔

شام کو جب دودھ آیا، تو وہ دودھ حضرت نے استعمال فرمالیا، اگلے روز آیا، اس کو استعمال فرما لیا۔ دو چار روز کے بعد جب وہ دودھ لے کر جارہے تھے اندر پہنچانے کے لئے، حضرت نے دور سے اشارہ فرمالیا، ادھر آؤ! کیا ہے؟ عرض کیا دودھ۔ کہا اس کو واپس لے جاؤ۔ انہوں نے کہا بہت اچھا حضرت! سیدھے گئے سامنے حوض ہے، تو وہاں اس کی نالی میں بہادیا سارا دودھ

اور آ کر بیٹھ گئے حضرت کے پیروں میں اور حضرت سے عرض کیا کہ حضرت! مجھے بتایئے، یہ تو ہمارے یہاں سے تو روز آتا ہے، اور آج کیا ہوگیا اس میں؟

حضرت نے فرمایا نہیں، یہ نہیں پوچھتے۔ انہوں نے کہا نہیں، حضرت بھی اٹھ نہیں سکتے اور میں بھی یہاں سے ٹلوں گا نہیں۔ حضرت کے پیر پکڑ لئے کہ جب تک حضرت بتائیں گے نہیں، میں معلوم کر کے رہوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا، آپ کا اصرار ہے تو سن لو۔ دیکھو، یہ بھینس کے لئے تم نے فلاں دکان سے بھینس کو کھلانے کے لئے دانے خریدے تھے کل اور جیب میں ہاتھ ڈالا تھا، دیکھا کہ پیسے نہیں، بھول گیا، آپ نے اس سے کہا تھا کہ کل دے دوں گا۔ یہ ادھار، جو دانے آپ نے دکان سے خریدے جس کے پیسے اب تک ادا نہیں کئے، تو یہ دانے کھا کر اس کا یہ دودھ بنا ہے۔

وہ فوراً اٹھ کر وہاں سے واپس گئے اور سب سے پہلے دکان پر گئے اور وہ جو حساب تازہ اور پرانا، اس کا باقی ہوگا وہ دانے کا، وہ چکایا اور شام کو پھر واپس دودھ لے کر آئے، تو قبول ہوگیا۔ پھر حضرت نے ان کو دیکھ کر بلایا، فرمایا، ادھر آؤ! فرمایا کہ وہ جو گھی اس دن یہاں سے میں نے واپس کیا تھا وہ کیا کیا؟ فرمایا وہ رکھا پڑا ہوا ہے، دودھ کی طرح اس کے پھینکنے کی تو ہمت نہیں ہوئی۔ پتہ نہیں کہ حضرت کیوں فرما رہے ہیں کہ کوئی چیز اس میں گر گئی ہے کیا بات ہے۔ دودھ کا تو میں نے پوچھ لیا تو مسئلہ حل ہوگیا۔

فرمایا کہ اب اس کا دودھ بھی ٹھیک ہے، دودھ تو آپ لے آئیں، اور اب وہ گھی بھی واپس لے آئیں جو رکھا ہے گھر میں، کیوں؟ کہ آپ نے جو حساب اس کو چکایا ہے تو وہ پچھلا حساب جہاں اس سے دانے خریدے تھے اور جس کو کھا کر یہ گھی بنا تھا اور دہی بنا تھا اور اس سے آپ نے یہ گھی بنایا تھا، اس کے پیسے ادا ہوگئے، تو اب وہ بھی پاک ہوگیا۔ کہاں تک نگاہ دیکھ سکتی ہے! کہاں تک دیکھ سکتی ہے؟

اور واللہ! یہ بالکل سچے واقعات ہیں۔ میں نے وہاں، جب میں لاہور گیا تھا ایک دفعہ

حضرت مولانا یوسف صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سے اصرار ہوا۔ انہوں نے کہا کہ جمعہ ہمارے یہاں پڑھا دیں، میں نے کہا بہت اچھا! وہاں جمعہ کے لئے پہنچے، تو کہا تھوڑی دیر بیان بھی کر دیجئے، میں نے حضرت لاہوری رحمۃ علیہ کے اور ان کے صاحبزادہ حضرت مولانا حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس طرح کے واقعات سنائے تھے کہ مکہ مکرمہ والوں کو یہ چیز حلال ہے یا حرام؟ اس کے ٹیسٹ کے لئے کسی کو پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ عوام انگریزی تو جانتے نہیں تھے۔ ابھی تو ماشاءاللہ آمد ورفت بہت ہے، اس زمانہ میں اتنی آمد ورفت نہیں تھی، تو جو چیزیں آتی تھیں، کوئی کہتا ہے کہ حلال، کوئی کہتا ہے کہ حرام، تو اختلاف ہوتا تھا۔

مولانا غلام رسول صاحب مالیگاؤں والے جو حضرت مولانا حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خادم تھے ان کا بیان ہے کہ ہم وہ چیز سامنے لے جا کر رکھتے تھے، حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب کا اشارہ ہوتا تھا کہ جاؤ، کھالو، استعمال کرلو۔ کبھی فرماتے اس کو پھینک دو۔ تو دیکھتے ہی دور سے فرمادیتے حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح۔ ان کے صاحبزادہ کا بھی یہی حال تھا۔

اللہ تبارک وتعالی ہماری آنکھوں کو بھی روشن فرمائے۔ آنکھوں کی بھی ہمیں روشنی عطا فرمائے۔ یہ سب اللہ تبارک وتعالی کا نظام چل رہا ہے، ملائکہ کا نزول اور فتن بھی اتر رہے ہیں اور شرور بھی نازل ہو رہے ہیں۔ خیرات، برکات، انوارات بھی رمضان مبارک کی راتوں میں اترتے ہیں، مگر ہم کچھ بھی نہیں دیکھ پاتے۔ اللہ تبارک وتعالی ہماری اس غفلت کو دور فرمائے۔ اللہ تبارک وتعالی ہمیں دلِ روشن عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عرض کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں، ابلیس آیا، پکڑ لیا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے پاس، جیسا کہ احادیث میں خبر دی گئی کہ ہر ایک مرنے والے کے پاس جانے کی اس کو طاقت ہے، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اس کو پہچان لیا۔

ابھی ہم نے نماز پڑھی اور نماز سے پہلے، ذکر سے پہلے، ہم یہ تہیہ کرتے ہیں، کوشش کرتے ہیں کہ وسوسہ نہ آئے، خیال نہ آئے اور ہم اسی نماز میں رہیں، اسی ذکر میں رہیں، مگر دل اپنا ہی عضو ہے، پھر بھی اس پر ہم قابو نہیں پاسکتے، بھٹک جاتے ہیں، یعنی چند سیکنڈ بھی اچھے نہیں گزرتے۔ تو ہم تو نہیں پہچان پاتے اور نہیں دیکھ پاتے اور سمجھ پاتے کہ ایسا کیوں ہوا؟ مگر ان حضرات نے ابلیس کو دیکھ بھی لیا، سمجھ بھی لیا۔ اور اس پر پھر عرض کیا تھا کہ یہ دل کی روشنی کب ملتی ہے، آنکھیں کیسے بینا ہو جاتی ہیں۔ ہماری آنکھیں تو اندھی ہیں، نہیں دیکھ سکتیں، جھوٹ ہم اپنے آپ کو بینا سمجھتے ہیں، کتنی چیزیں ہیں اللہ کی جو ہم نہیں دیکھ پاتے۔

میں کیا: میرا کشف کیا مگر۔۔۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات سنانا شروع کئے تھے کہ حضرت نے دودھ دیکھ کر معلوم کر لیا کہ ادھار قرض لیا ہوا ہے، واپس لے جاؤ۔ گھی واپس کر دیا، پھر جب پیسے ادا ہوئے تو فرمایا کہ وہ گھی بھی لے آؤ۔ ان کو تو یاد بھی نہیں رہا، لانے والے کو کہ میں نے اس کے پیسے بھینس کے چارہ کے، ادا کر دیئے، وہ بھی پاک ہو گیا۔

اسی لئے ایک مرتبہ مودودی صاحب کی تحریر کے بارے میں کوئی اختلاف چلا، تو ہمارے صوفی جی، صوفی اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے، حضرت نے

پوچھا کہ ایک بات آپ سے پوچھنی تھی کہ داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار تو معروف جگہ پر ہے، لیکن اس کے بالکل برعکس، مزار سے کافی دور، جہاں بس اڈہ ہے، فرماتے ہیں کہ وہاں مجھے ایک بزرگ ملے، سلام کیا، مصافحہ کیا اور اپنا تعارف کرایا کہ میں سید علی ہجویری ہوں۔

میں بڑا خوش ہوا کہ حضرت نے کرم فرمایا، صدیوں پہلے انتقال ہو چکا تھا، دفن ہو چکے، مجھ سے ملنے کے لئے تشریف لائے۔ پھر غرض بتائی کہ یہ میں آپ کو بتانے کے لئے آیا ہوں کہ جس جگہ میرا مزار معروف ہے وہ میرے ہم نام علی ہی نام کے کوئی اور بزرگ ہیں، ان کا ہے اور میرا مزار تو فلاں جگہ، یہ جو بس اڈہ ہے اس کے قریب اس جگہ پر ہے، جگہ کی طرف اشارہ کیا۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا علی میاں صاحب سے پوچھا کہ میں کیا، میرا کشف کیا؟ لیکن یہ آپ تاریخ داں ہیں، تاریخ کی روشنی میں اس مکاشفہ کی کوئی حیثیت ہے؟

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت! بالکل صحیح۔ تاریخ کی روشنی میں یہ جو جہاں مزار بتایا جاتا ہے، اس کی ہمیں ہزاروں تاویلیں کرنی پڑتی ہیں کہ لکھا ہے صاف صاف کہ آپ کا مزار دریا کے کنارہ پر ہے۔ یہاں تو دریا نہیں ہے، وہاں سے دریا کافی دور ہے۔ تاویل کرتے ہیں کہ کسی زمانہ میں یہاں رہا ہوگا اور پھر بعد میں بہاؤ اس کا تبدیل ہوگیا ہوگا۔ صدیوں میں ایسا ہوتا ہے۔ لیکن یہ جو آپ نے جس جگہ بتایا کہ یہاں مزار ہے، اس کے قریب تو دریا ہے، بالکل صحیح ہے۔ حضرت لاہوری نے فرمایا جزاکم اللہ، جزاکم اللہ۔ پھر فرمایا میں کیا، میرا کشف کیا!

لیکن ہمارے سلسلہ کے بزرگوں کا یہ حال ہے کہ ان کی بصیرت اس قدر تیز، کہ ان کے سامنے ایک مسلمان کو ہندوانہ لباس پہنا دیا جائے، دھوتی پہنائی جائے، اس کے چوٹی بنادی جائے، اور اس کے ماتھے پر ٹیکا کر دیا جائے چندن کا، اور اس کے بالمقابل کسی ہندو کو اسلامی لباس پہنا دیا جائے اور دونوں کی تصویریں لی جائیں اور پھر وہ تصویر ہمارے بزرگوں کے سامنے کی جائے، تو وہ آنکھیں بند کر کے بتادیں گے کہ یہ مسلمان ہے، یہ ہندو ہے۔

یہ تو حضرت صوفی اقبال صاحب نے خود سنا تھا حضرت کی زبانی کہ وہ فرماتے تھے کہ ہمارے بزرگوں کی بصیرت کا یہ حال ہے۔ لیکن ابھی بنوری ٹاؤن کے مہتمم صاحب، ڈاکٹر حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندر یہاں تشریف لائے تھے، کسی زمانہ میں جب ہم مصر میں تھے اوجز کی طباعت کے سلسلہ میں تو یہ وہاں ہماری پروف کی تصحیح میں مدد بھی کیا کرتے تھے۔ تو ابھی اس سفر میں گھر تشریف لائے، تو اس طرح کی گفتگو چلی۔

حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا اکٹھے سرکاری میٹنگ میں جانا ہوا، وہاں دو تصویریں لگی ہوئی تھیں جس طرح سرکاری دفاتر میں ہوتی ہیں۔ حضرت بنوری کا بیان ہے کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تصویر کی طرف اشارہ فرمایا، فرمایا کہ اس میں ایمان ہے، اور اس میں نہیں ہے۔

وہ جاریہ؟

اسی لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں کسی موقع پر بیعت ہو رہی تھی۔ ایک صحابی رضی اللہ تعالی عنہ بھی پہنچے، جب بیعت ہوتی تھی تو وہ سب باری باری آتے تھے، جس طرح مصافحہ کرتے ہیں، بیعت کے لئے مصافحہ کرتے، **قَدْ بَایَعْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ**، یارسول اللہ! میں نے یہ جو، جس کام پر آپ بیعت لے رہے ہیں، اس پر میں نے آپ سے بیعت کی۔ الگ الگ کاموں کے لئے بیعت لی جاتی تھی۔

جب اس صحابی کی باری آئی اور انہوں نے ہاتھ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک دینے کے بجائے نیچے رکھ دیا اور چپکے سے کان میں فرمایا کہ وہ جاریہ؟

ہوا یہ تھا کہ وہ صحابی رضی اللہ تعالی عنہ گزر رہے تھے۔ دیکھا کہ کسی گھر میں کام کرنے والی کوئی جاریہ، نوکرانی، باندی تو جس طرح عام مزدور کا ایک حال ہوتا ہے تو ان کی بیچاروں کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، کوئی بے عزتی کرلے، کوئی چھیڑ لے، کون سنے گا ان کی؟ وہ جاریہ باندی گزر

رہی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ انسان ہیں، بشر ہیں، گناہ اور خطا، گناہوں سے وہ مبرّا اور پاک نہیں ہیں، لیکن حق تعالی شانہ نے ان سے گناہوں کے صدور سے پہلے ہی ان کو سرٹیفکٹ دے دیا، رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ، اور پوری فہرست گنوائی ﴿وَالسّٰبِقُوۡنَ الۡاَوَّلُوۡنَ مِنَ الۡمُھٰجِرِیۡنَ وَالۡاَنۡصَارِ وَالَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡھُمۡ﴾ کہ تمام کے تمام صحابہ کرام جو کچھ کریں گے، یہ اللہ کو معلوم تھا کہ آئندہ ان چیزوں کا صدور ان سے ہوگا، پھر بھی پہلے ہی سے پروانہ دے دیا ان کو کہ میں ان سے راضی ہوں۔ پھر ان کا یہ صحابی ہونے کا شرف اتنا بڑا ہے، اتنا بڑا ہے کہ یہ سب معاف ہوجائے گا، دریائے عفو ورحمت کے ایک غوطہ سے یہ سب دھل جائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی کہ سب کچھ معاف، پچھلا بھی اور اگلا بھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بیعت کے لئے انہوں نے ہاتھ بڑھایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک اٹھتا نہیں ہے اور چپکے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ باندی والا قصہ؟

راستہ میں گزرتے ہوئے باندی کو دیکھا، اچھی لگی۔ ذرا پیچھے سے ایک تھپڑ، باندی کو انہوں نے ماردیا۔ وہ بیچاری چلی گئی۔ اس نے بھی سوچا کہ ہمیں تو لوگ چھیڑتے ہی رہتے ہیں، نہ کسی سے کوئی شکوہ، نہ شکایت، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حرکت کو ان کے ہاتھ میں دیکھ لیا۔ جیسے ہی ہاتھ بڑھا، فرمایا وہ جاریہ؟ باندی؟ صحابی فوراً رو پڑتے ہیں۔ اقرار کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! اب سے توبہ کرتا ہوں۔ ابھی، اب کبھی ایسا نہیں کروں گا، جیسے ہی دستِ مبارک سامنے ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ اس میں یہ گناہ ہے۔ فلاں گناہ کی طرف یہ ہاتھ بڑھا ہے۔

قبرِ اطہر سے رہنمائی

ہمارے سلسلہ چشتیہ کے ایک بزرگ ہیں، ان کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کے یہاں جب ساتویں بیٹی ہوئی، ساتویں مرتبہ تو بیٹے کی تمنا ہوتی ہی ہے، لیکن ساتویں مرتبہ بھی جب بیٹی آئی، تو خود بیوی نے حضرت صاحب سے عرض کیا کہ آپ کو میری طرف سے اجازت ہے، آپ دوسرا نکاح کر سکتے ہیں، آپ کو بیٹے کی تمنا ہے، میں آپ کو اجازت دیتی ہوں کہ آپ نکاح کر لیجئے۔

بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے بیوی سے کہا کہ اچھا سوچیں گے، استخارہ کریں گے۔ استخارہ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ تمہیں دوسرا نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، دوسرا نکاح مت کرو۔ اللہ تبارک وتعالی اسی سے تمہیں بیٹا دے گے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ، اپنے دستِ مبارک میں لیا اور اس پر لکھا، ح ح ح، تین ح۔

صبح اٹھے، بیوی کو خواب سنایا۔ کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالی نے پھر امید دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت پوری ہوئی۔ اللہ تعالی نے بیٹا دیا۔ ایک آیا، دوسرا آیا، تیسرا آیا۔ انہوں نے اسی کے مطابق ایک کا نام رکھا حامد، ایک کا حمید اور ایک کا حماد۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبرِ اطہر میں ہیں، صدیوں بعد ایک جوڑا پریشان ہے بیٹے کے لئے۔ کیسے ملاحظہ فرما لیا قبرِ اطہر سے اور ان کی رہنمائی فرمادی کہ تم دوسرا نکاح مت کرو، بلکہ اللہ تبارک وتعالی تمہیں اسی سے دیں گے۔

جس طرح وہ سانپ والا قصہ سنایا تھا کہ وہ سلائی سانپ کی آنکھ میں لگائی اور آنکھوں میں پھیری تو یہ سلسلہ اس طرح منتقل ہوتا ہے، تو جس طرح ان کی اسکین (scan) والی آنکھ ہوگئی، سب کچھ نظر آرہا تھا۔ تو اسی طرح ہمارے روحانی سلاسل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اب تک یہ روحانی بصیرت، ایمانی فراست منتقل ہوتی چلی آئی ہے، یہ جن آنکھوں نے ان بزرگوں کو دیکھا، انہوں نے جن کو دیکھا، انہوں نے جن کو دیکھا، یہ بیعت کا ہمارا جو سلسلہ ہے، سلسلہ کہتے ہیں کڑی کو، چین (chain)، تو پوری ایک چین ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک۔ تو اس سے یہ دولت

بھی، سلسلہ کے قواعد، ضوابط، احکام اور معمولات کی طرح سے یہ چیز بھی منتقل ہوتی چلی آئی ہے۔

خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

تونسہ شریف، پاکستان میں ایک جگہ ہے، پنجاب میں، وہاں ایک بزرگ تھے۔ دارالعلوم کی مسجد و درسگاہ کی تعمیر کے لئے ابھی کھودائی ہورہی تھی، اس وقت تشریف لائے تھے حضرت مولانا عبدالستار تونسوی رحمۃ اللہ علیہ۔ شیعوں کے خلاف بڑا زبردست کام تھا ان کا۔ بڑا وسیع مطالعہ، بڑا گہرا مطالعہ، پورے پاکستان میں، بالخصوص پنجاب میں بڑا کام کیا۔

وہیں کے، تونسہ شریف کے خواجہ سلیمان تونسوی ایک بزرگ گزرے ہیں، وہ اپنے پیرومرشد سے ملنے جاتے ہیں بورہ شریف۔ وہ بیمار تھے جب وہاں پہنچے۔

یہ بزرگوں کے جو خدام ہوتے ہیں، عوام کو ان سے شکایت رہتی ہے کہ یہ خواہ مخواہ آڑ بن جاتے ہیں، ملنے نہیں دیتے۔ لیکن خدام بے چارے مجبور ہوتے ہیں، آرام کے بھی اوقات ہوتے ہیں۔ انہوں نے جا کر بتایا کہ میں فلاں جگہ سے آیا ہوں، میرا نام یہ ہے اور حضرت صاحب سے ملنا ہے تو خادم نے کہا کہ نہیں، ابھی تو آرام کا وقت ہے۔

خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے اصرار کیا، تو خادم نے کہا کہ نہیں، ابھی نہیں مل سکتے۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ ابھی بس کا وقت ہورہا ہے اور مجھے واپس جانا ہے، انہوں نے کہا کہ اچھا بھائی، میں تو واپس جاتا ہوں، اور ایک قرآن شریف وہ لائے تھے، خادم سے کہا کہ یہ آپ کو ہدیہ ہے اور ایک جیبی گھڑی دی کہ میری طرف سے آپ کو ہدیہ ہے۔ دونوں چیزیں آپ رکھ لیں، اب چیزیں دونوں خادم نے رکھ لیں۔

اس کے بعد خادم نے سوچا کہ بری بات ہے کہ بیچارے اتنا ہدیہ دے کر جارہے ہیں اور سوچیں گے کہ ملنے نہیں دیا۔ انہوں نے کہا ذرا ٹھہرو، میں اندر جاتا ہوں۔ اندر جا کر جیسے ہی کہا کہ کوئی مہمان ہیں، فرمایا منع نہیں کیا تھا؟ کہا کہ نہیں حضرت! منع تو کیا تھا، مگر وہ اصرار کررہے

تھے۔فرمایا اصرار نہیں،تو نے رشوت لی ہے۔کہا نہیں حضرت! کوئی رشوت نہیں لی۔اللہ کی شان کہ وہ جو گھڑی تھی جیبی الارم والی،اب وہ بجنا شروع ہوا الارم۔

اب حضرت نے کیسے رشوت دیکھ لی کہ یہ خادم جو بے وقت، جو ملاقات کا وقت نہیں ہے کسی سے ملنے کی،سفارش کرنے پہنچ گیا۔

کتنی نظر آر پار دیکھ سکتی ہے،اور نظر نے تو دیکھ لیا ، بلکہ خادم نے جب انکار کیا کہ نہیں، حضرت! کوئی رشوت نہیں لی ،تو اب تصرف شروع ہوا، کرامتوں میں تصرف ہوتا ہے،تو تصرف شروع ہوا۔اور خود ہی بغیر الارم کے وہ بجنی شروع ہوگئی۔

اب وہ بیچارہ دیہاتی خادم،اس کو پتہ ہی نہیں، کہاں سے میں اس کو بند کروں۔خواجہ سلیمان پیچھے قصہ سن کر حیرت میں ہیں،حضرت بھی ہنس رہے ہیں اور خواجہ سلیمان جو ملنے کے لئے آئے تھے وہ بھی ہنس رہے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری نظر کو صاف کرے، ہمارے قلب کی آلودگیوں کو دور فرمائے جو گناہوں سے پردے پڑے ہوئے ہیں ہمارے نگاہوں پر، ہمارے دلوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ ان پردوں کو ہٹا دے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہ وَصَحبِہ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ابن وہب مالکی کی روایت سے سنائی تھی کہ آخر زمانہ میں **سَيَكُوْنُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ مَسَاكِيْنُ يُقَالُ لَهُمُ الْغُنَاةُ**، کہ آخر زمانہ میں کچھ مالدار لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ جو نہ وضو کریں گے **لَا يَتَوَضَّؤُوْنَ لِصَلٰوةٍ وَّلَا يَغْتَسِلُوْنَ مِنْ جَنَابَةٍ**، نہ غسلِ جنابت کی پرواہ کریں گے۔

فراست کا انتقال

اس پر میں نے عرض کیا تھا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک نے ڈیڑھ ہزار برس بعد آخر زمانہ میں جو فتنے وقوع پذیر تھے ان سب کو دیکھ لیا۔ اور اس کی تصدیق کے طور پر بریڈفورد کے ایک مولانا صاحب کا چشم دید واقعہ آپ حضرات کو بتایا تھا کہ وہ فرماتے تھے کہ سارے سفر میں پریشانی ہی رہی۔ میں دیکھتا رہا کہ یہ شخص وضو تو کرتا ہی نہیں، ویسے ہی نماز کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ میں نے اس پر تاریخی قصے بتائے کہ یہ فراست منتقل ہوتی رہی۔

امام شاطبی قرأت کے بہت بڑے امام ہیں، حدیث کے بھی ائمہ میں سے ہیں۔ ان کا درسِ حدیث بڑی شان کا ہوا کرتا تھا۔ طلبہ اس کی کوشش کرتے تھے کہ آج میں عبارت پڑھوں گا، رات سے درس گاہ میں پہنچ جاتے تھے تاکہ جب حضرت مسندِ حدیث پر تشریف لائیں اور ارشاد ہو **فَلْيَقْرَأِ الْأَوَّلُ** کہ جو پہلے نمبر پر درس گاہ میں آیا ہے، وہ پڑھنا شروع کرے، یہ شرف مجھے حاصل ہو۔ روز یہ مسابقہ ہوتا تھا، ان کے شاگردوں میں دوڑ لگی رہتی تھی۔

لیکن ایک دفعہ ہزاروں کے مجمع کو بڑا تعجب ہوا کہ روزمرہ کا حضرت کا معمول تو یہ تھا کہ تشریف لائے اور فرمایا **فَلْيَقْرَأِ الْأَوَّلُ** کہ جو پہلے نمبر پر پہنچا ہے، وہ پڑھنا شروع کرے۔

مگر اس کے برعکس حضرت نے ارشاد فرمایا فَلْیَقْرَأُ الثَّانِیْ کہ جو نمبر دو پر آئے ہیں، وہ پڑھیں۔ اب مجمع کو بھی بڑا تعجب ہوا، اور جو اول نمبر آ کر بیٹھے تھے، ان کی پیر تلے سے زمین نکل گئی کہ وہ یہ شرف حاصل کرنے کے لئے کہ میں آج عبارت پڑھوں، اور حال یہ تھا کہ ان کے ذمہ غسلِ جنابت تھا، غسل کئے بغیر ہی بھاگے ہوئے آئے اور بیٹھ گئے کہ غسل بعد میں ہوتا رہے گا۔ یہ تو قرأت حدیث ایک نفل عبادت ہے، اور کس کو جنابت کا پتہ چلے گا؟

مگر کیسی نگاہ؟ طالب علم نے اب سوچا کہ اور کسی کو پتہ ہو نہ ہو، لیکن حضرت کو تو معلوم ہو گیا۔ اب بیٹھے رہنا بڑی رسوائی کی بات ہے، اچھا نہیں ہے، اور ویسے بھی لوگ استنجاء کے لئے اٹھتے رہتے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد یہ اٹھ کر گئے، جلدی جلدی پانی ڈالا اور غسل کر کے واپس پہنچ گئے۔

جیسے ہی آ کر اپنی جگہ بیٹھتے ہیں اور جو دوسرے نمبر والا عبارت پڑھ رہا تھا، اس کی حدیث جیسے ہی ختم ہوتی ہے، پھر استاذ محترم ارشاد فرماتے ہیں فَلْیَقْرَأِ الْأَوَّل غسلِ جنابت کئے بغیر بیٹھ گئے تھے، یہ بھی پتہ ہے۔ اب پاک ہو کر آئے ہیں، یہ بھی معلوم ہے۔ کیسی فراست؟ وہ سانپ کی سلائی کی طرح سے، کیسے یہ فراست سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد والوں میں منتقل ہوتی رہی؟

حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی اس فراست اور کشفِ باطنی کا بڑا زور تھا۔ اسی لئے یہ جو ہم وضو کرتے ہیں اس کے متعلق سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب آدمی ہاتھ دھوتا ہے، جو ہاتھ کے چھوٹے گناہ ہوتے ہیں، گناہِ صغیرہ وہ دھلتے ہیں۔ اور اگر اس وقت اس نے سنت کے مطابق وضو شروع کیا ہے اور دعائیں پڑھتے وقت توبہ کا استحضار بھی ہے، استغفار بھی دل سے ہے، تو کبائر بھی معاف ہوتے ہیں اور دھلتے ہیں۔ جو ہاتھ

نے بڑے گناہ کیئے وہ بھی دھلتے ہیں، اگر توبہ نہیں ہے، تو کم از کم اس پانی کے گرنے سے اتنا تو ہوگا کہ صغائر اس سے ضرور دھلیں گے۔ پھر جب کلی کرے گا تو زبان نے جو بے اعتدالی کی ہے، جو گناہ کیئے ہیں، وہ دھلیں گے۔ ناک سے بھی دھلتے ہیں، اس سے بھی گناہ ہوتے ہیں، کسی کی خوشبو اچھی لگنا، کسی کی بری لگنا۔ اسی طرح آنکھوں کے گناہ، تمام اعضاء کے، اعضاءِ وضو کے گناہ پانی کے ساتھ دھلتے رہتے ہیں۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کسی جگہ تو ارشاد فرمایا کہ ۱) یہ وضو کا پانی طاہر بھی ہے، مطہِّر بھی ہے، کہ پاک بھی ہے آپ اس کو دوبارہ استعمال بھی کر سکتے ہیں، دوسری چیز کو پاک بھی کر سکتا ہے، ۲) دوسرے یہ کہ یہ جو غُسالہ ہے اور وضو کا پانی ہے، یہ مطہر تو نہیں ہے، صرف پاک ہے۔ دوسری چیز اس سے پاک نہیں ہو سکتی، اس میں اتنی طاقت نہیں۔ ۳) اور کبھی اور نیچے آ کر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو طاہر مطہر تو کیا ہوگا، یہ تو نجاستِ خفیفہ ہے، ناپاک ہے یہ پانی۔ ۴) اور چوتھا قول ہے کہ حضرت نے ایک مرتبہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ یہ نجاستِ غلیظہ ہے۔

ایک ہی امام کے ایک ہی چیز کے بارے میں چار متضاد اقوال کیوں؟ یا تو وضو کا پانی پاک ہوگا یا ناپاک ہوگا۔ اور اس کے بھی سب مراتب حضرت نے الگ الگ بیان فرمائے، الگ الگ فتوے دیئے۔ ایک میں یہ کہ پاک ہے اور پاک بھی کر سکتا ہے، دوسرے میں پاک نہیں کر سکتا، پھر پاک ہے۔ تیسرے میں ہے کہ نجاستِ خفیفہ ہے اور چوتھے میں ہے کہ نجاستِ غلیظہ ہے۔

حضرت کے تلامذہ نے اس کی تشریح فرمائی۔ وہ فرماتے ہیں کہ اصل میں بات یہ تھی کہ حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کسی کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تھے، حضرت کو اس پانی میں گناہ دھلتے نظر آتے تھے، جو حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ گناہ دھلتے ہیں، اس کو دیکھ کر حضرت ارشاد فرماتے تھے، اب جیسا ۱) وضو کرنے والا اگر کسی بہت نیک انسان کا غُسالہ حضرت نے دیکھا، جو چھوٹے اور بڑے گناہوں سے بالکل پاک صاف ہے اور وہ وضو کر رہا ہے، جب حضرت نے اس کے متعلق فرما دیا کہ یہ پانی دوبارہ استعمال کیا جا سکتا ہے کہ طاہر بھی ہے، مطہر بھی ہے۔

۲) کسی نے اگر مکروہات کا ارتکاب کیا ہے، بڑے گناہ اس میں نہیں، حضرت نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ مطہر تو نہیں رہا لیکن طاہر ہے، پاک ہے۔ اگر کپڑے پر لگ جائے، تو کوئی حرج نہیں۔

۳) اور کسی وضو کرنے والے کو دیکھا کہ اس کے صغائر اس میں دھلے ہوئے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ یہ نجاستِ خفیفہ ہے۔

۴) اور کسی وضو کرنے والے کے گناہ ملاحظہ فرمائے کہ کبائر اس میں نظر آرہے ہیں، تو فرمایا کہ یہ تو نجاستِ غلیظہ ہے۔ ذرا سا بھی لگ گیا کپڑے پر، تو وہ بھی ناپاک ہو جائے گا۔

کیسی فراست اللہ تبارک وتعالی نے ان حضرات کو عطا فرمائی کہ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منتقل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں سہو ہو گیا، لیکن فوراً چوری پکڑی گئی پیچھے والوں کی **مَا بَالُ أَقْوَامٍ** لوگوں کو کیا ہو گیا، اچھی طرح وضو نہیں کرتے؟ اللہ تبارک وتعالی ہماری ستاری فرمائے۔

علامہ اقبال صاحب کی دعا

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من پذیر
و گر بینی حسابم ناگزیر
از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

دنیا میں جس طرح پردے فاش ہو جاتے ہیں، وہاں آخرت میں **عَلٰی رُؤُوسِ الْأَشْهَادِ** ساری مخلوق کے سامنے رسوائی سے اللہ تبارک وتعالی ہماری حفاظت فرمائے۔

اسی لئے علامہ اقبال نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بارگاہِ ایزدی میں درخواست کی، اللہ عز وجل سے دعا کرتے ہیں کہ الٰہی! اول تو میری درخواست یہ ہے کہ تو میرا حساب ہی نہ

لے،لیکن اگر لینا ضروری ہے، اگر حساب نا گزیر ہے کہ اگر تجھے میرا حساب لینا ہی ہے،تو پھر

از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

درخواست کرتے ہیں کہ الٰہی ! بڑی رسوائی ہوگی ،سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے میں اذیت اور ایذاء کا میں سبب بنوں گا۔ میری وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی تکلیف ہوگی اور ساری دنیا کے سامنے کتنی بڑی میرے لئے رسوائی ہوگی۔اس لئے اول تو میری درخواست یہ ہے کہ حساب نہ لے، مجھ گنہگار کا کیا حساب، ایسے ہی معاف کردے۔لیکن اگر تجھے حساب لینا ہے، تو پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپ چھپا کر میرا کہیں الگ سے حساب لے لینا۔

و گر بینی حسابم نا گزیر
از نگاہِ مصطفیٰ پنہاں بگیر

اللہ تبارک و تعالی رسوائی سے ہماری حفاظت فرمائے۔ہمیں ظاہری پاکیزگی بھی نصیب فرمائے، اعضاء کی طہارت کی بھی توفیق عطا فرمائے ، باطن اور قلب کی طہارت کی بھی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع میں عرض کیا تھا کہ ہم ہمارے دلوں کو دیکھتے ہیں کہ بالکل بند ہیں، اب کیسے دل کا دروازہ کھلے، دل کی آنکھ کھل جائے، بتایا تھا کہ اس میں صوفیاء کے مختلف اقوال ہیں۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ سنایا تھا کہ دعوی تھا کہ جو میں کھلاؤں وہ کھائے، جو پلاؤں وہ پیئے چالیس دن، تو اس کا دل روشن ہوجائے گا۔ مراد ان کی یہ کہ جو لیبارٹری میں ٹیسٹ کیا ہوا ہو، ان کی اپنی لیبارٹری کا ٹیسٹ کیا ہوا کھائے پیئے۔ اسی لئے دودھ واپس کیا، گھی واپس کیا، پھل واپس کیئے، پھل کا بھی قصہ ایک دفعہ سنایا تھا، لمبا ہے۔

پھر دوسرا نسخہ بتایا تھا کہ کسی نے کہا کہ

چشم بند وگوش بند و لب ببند
وگر نہ بینی نورِ حق بر ما بخند

کہ آنکھ، کان اور لب زبان، تینوں کو بند رکھو، تب دل سے تمہیں نورِ حق نظر آئے گا، دل روشن ہوجائے گا، دل کی آنکھ کھل جائے گی۔

تیسرا نسخہ بتایا تھا ترک والا، کلاہِ چہار گوشہ، چار کلیوں والی ٹوپی کہ ترک کی طرف یہ اشارہ ہے۔ چار چیزوں کو ترک کیا جائے، ترکِ خوردن، ترکِ خفتن، ترکِ گفتن، ترکِ اختلاط۔

اور اس میں تھوڑی سی ترمیم کر کے زمانہ کے اعتبار سے ہم پر رحم کھا کر کسی نے اس میں ترمیم کی کہ ترک تو نہیں کر سکتے، بالکلیہ کھانا، پینا، سونا تو ہم چھوڑ نہیں سکتے، ہاں اس میں کمی کردو، کم گفتن، کم خوردن۔ چاروں چیزوں میں کمی ہونی چاہیئے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحقیق اور اپنے تجربہ کے اعتبار سے آٹھ چیزیں

بیان فرمائیں: دوامِ طہارت، دوامِ صوم، دوامِ خلوت، دوامِ سکوت، دوامِ ذکر، دوامِ نفیِ خواطر، دوامِ ربطِ قلب بالشیخ اور دوامِ ترکِ اعتراض بر خدائے باری تعالی۔ کُل آٹھ چیزیں انہوں نے بیان فرمائیں کہ ان چیزوں کی مداومت کی جائے ہمیشہ کے لئے، ساری عمر کے لئے، ہر لمحہ کے لئے، تب جا کر یہ برسوں کے گناہوں سے جو غلاف دل پر چڑھے ہیں، وہ کھل سکتے ہیں ان چیزوں کی مداومت سے پردے کھل جائیں گے۔

دوامِ طہارت

سب سے پہلی چیز بیان فرمائی دوامِ طہارت۔ طہارت کے لئے گذشتہ کل بھی بتایا تھا کہ دل کی آنکھ جب کھل جاتی ہے، امامِ شاطبی نے طالبِ علم کو جنابت کے غسل کی ضرورت ہے، اُسے دیکھ لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے والے مُصلّی ٹھیک سے وضو نہیں کرتے، ملاحظہ فرمالیا۔ اسی لئے جنیدِ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلی چیز ہے طہارت۔

اب یہ طہارت، ہر ایک عضو کی ایک مستقل طہارت ہے اس کو ملخص کر کے چند چیزوں میں الگ الگ طور پر بیان کیا گیا۔

شاہ رکن الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

ایک بزرگ گزرے ہیں، شاہ رکن الدین، ملتان میں۔ کسی زمانہ میں ملتان بڑا دینی، علمی، دنیوی، سیاسی اعتبار سے بادشاہوں کا بڑا مرکز رہا ہے۔

جیسے بتایا تھا کہ سہارنپور دیوبند کے متعلق وہاں کے عوام ازراہِ مزاح کہتے ہیں کہ تین میم کی یہاں کثرت ہے، مولوی، مچھر، مکھی۔ آخری دو کی کثرت گنّے کی وجہ سے، اور پہلے کی مدرسہ کی وجہ سے ہے۔ دارالعلوم کی وجہ سے جدھر دیکھو ادھر ٹوپیاں نظر آئیں گی، مولوی نظر آئیں گے۔

ایسے ہی ملتان کے متعلق گاف مشہور ہے۔ وہاں کا گرد، ہوائیں چلتی ہیں، غبار اٹھتا رہتا

ہے، کہتے ہیں چند دن تو ایسے آتے ہیں کہ محل ہوگا، چاروں طرف سے بند ہوگا، تب بھی نہ معلوم کس طرح وہ ہوا چلے گی۔ وہاں ہر چیز میں گرد اور غبار پہنچ جائے گا۔ دوسرا گدا، اور تیسرا گورستاں۔

گدا کی کثرت سے مراد فقراء سائلین مراد ہیں۔ شاید کسی زمانہ میں دیگر مقامات کے مقابلہ میں رہی ہوگی۔ اور اگر فقراء سے مراد زہاد تارکین دنیا مراد ہیں، تو تب تو اشکال ہی نہیں۔ شاید اسی التباس سے بچنے کے لئے اب بعض ملتانی حضرات گدا کے بجائے گرما کا ذکر کرتے ہیں کہ وہاں کا گرما نہایت شیریں ہوتا ہے۔

وہاں کے ایک گورستاں میں حاضری ہوئی، ہم نے بھی ان بزرگوں کے مزارات کی زیارت کی۔ شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ، ان کے والد محترم حضرت شاہ صدرالدین، ان کے والد ماجد حضرت شاہ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ۔

سہروردیہ سلسلہ کے جو بانی ہیں، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، جن کا جگہ جگہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا سہروردی سلسلہ کا اور ان کے بزرگوں کا، اس کے بانی شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ان کے اکابرِ خلفاء میں سے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان کے پوتے شاہ رکن الدین ہیں۔

ظاہر ہے بڑے گدی نشین تھے، بڑے روحانی مرکز کو وہاں سنبھالے ہوئے تھے۔ جیسا بار بار زبان پر آجاتا ہے کہ حکومتوں سے یہ تجمع نہیں دیکھا جاتا۔ دو چار آدمی اکھٹے ہوئے، فوراً اس کا تجسس شروع ہو جائے گا کہ کیا بات ہے؟

حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جمعہ پر بڑا اجتماع ہوتا تھا، دور دور سے مخلوق جمع ہوتی تھی۔ بادشاہِ وقت غیاث الدین تغلق پوچھتا ہے مولانا ظہیر الدین سے کہ لوگوں میں ان کی کرامات بڑی مشہور ہیں، آپ نے بھی کوئی کرامت دیکھی ہے؟

مولانا ظہیر الدین فرماتے ہیں کہ اس سے بڑی کرامت کیا ہو سکتی ہے کہ بغیر کسی تداعی کے،

بلانے کے، دور دور سے جمعہ پر یہ ساری مخلوق آ کر اکھٹی ہو جاتی ہے۔ میں تو اسی کو ان کی سب سے بڑی کرامت سمجھتا ہوں۔ بھرے دربار میں بادشاہ نے پوچھا تو اس کا مناسب جواب دینا پڑا، لیکن دل میں پھر بھی خلش اور اعتراض باقی تھا۔

وہ خود فرماتے ہیں اپنے متعلق کہ میں نے وہاں تو رعایت میں یہ جواب دے دیا کہ یہ ہی ان کی سب سے بڑی کرامت معلوم ہوتی ہے کہ لوگ اتنے دور دور سے کیوں ان کے پاس دوڑے چلے آتے ہیں، کھنچے چلے آتے ہیں، لیکن میں نے دل میں سوچا کہ ممکن ہے کہ اس کی وجہ اور اس کا سبب اور اس کی علت بزرگی نہ ہو، بلکہ اور کوئی وجہ ہو کہ عملیات جانتے ہوں اور تسخیر کا ان کے پاس عمل ہو۔ اس کی وجہ سے لوگ دام میں پھنس جاتے ہیں، عملِ تسخیر کی وجہ سے مسخر ہو جاتے ہیں۔

سوچا کہ کبھی چل کر ان کا امتحان لینا چاہئے۔ پھر میں نے ارادہ کر لیا کہ چلو، کل ہی میں جاؤں گا اور ان سے میں شریعت کے احکام پر گفتگو کروں گا کہ شریعت میں یہ جو احکام ہیں ان کے علل اور ان کے اسباب کیا ہیں؟ اس کا ریزن، ہر حکم کا کیا ہے؟

میں نے پہلے ہی بتایا تھا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بڑی تفصیلی ابحاث ہیں۔ حضرت تھانوی قدس سرہ کی مستقل کتاب ہے المصالح العقلیۃ، عقلی وجوہ حضرت نے بیان فرمائیں کہ شریعت کا یہ حکم ایسا کیوں ہے؟ انہوں نے سوچا کہ میں کل جا کر حضرت سے پوچھوں گا کہ یہ وضو میں جو کلی کرائی جاتی ہے، ناک میں پانی ڈالتے ہیں اس کی کیا ضرورت؟ اور یہ حکم کیوں؟

فرماتے ہیں کہ میں صرف یہ سوچ کر کے سویا۔ رات کو خواب میں حضرت شاہ رکن الدین کی زیارت ہوئی۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں ان کے یہاں پہنچا، تو وہ کوئی چیز لائے، آنے والے مہمان کے اکرام میں حلوہ پیش کیا، وہ میں نے کھایا۔

کہتے ہیں کہ صبح جب میری آنکھ کھلی، اس کے بعد بھی اس کی لذت سارا دن محسوس کرتا رہا، کوئی عجیب وغریب قسم کی چیز انہوں نے کھلائی۔ وہ حلوہ کیا تھا، ایک نادر شئ، انسان جس کی

لذت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

فرماتے ہیں کہ اس خواب سے بھی میں متاثر نہیں ہوا، میں نے اپنے دل کو سمجھایا کہ بہتیرے لوگ روز خواب دیکھتے رہتے ہیں، شیطان بھی کبھی خواب میں اس طرح کے خواب دکھا دیتا ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ خواب کا کیا اعتبار؟ اور میں اپنے دل میں ان کی شان میں، اعتراض لے کر ان کی خدمت میں پہنچا۔

جیسے ہی حاضری ہوئی اور زیارت ہوئی، مصافحہ کے بعد انہوں نے استقبال کرتے ہوئے فرمایا کہ بہت اچھا ہوا مولانا! آپ تشریف لے آئے۔ میرا جی چاہتا تھا کہ کسی کے ساتھ کوئی علمی گفتگو کی جائے، میں ایسے ہی کسی آدمی کی تلاش میں تھا۔ اچھا ہوا، آپ تشریف لائے، تشریف رکھئے۔

اور یہ فرما کر انہوں نے شروع کیا کہ اللہ تبارک وتعالی نے ہمیں کیسی مزکّی مصفّی، کیسی پاکیزہ شریعت عطا فرمائی کہ اس کے کسی حکم پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

مثلاً ہم وضو کرتے ہیں، سب سے پہلے فرمایا گیا کہ چلو بھرو، ہاتھ میں پانی لو اور ہاتھ دھوؤ۔ پھر ترتیب میں شریعت کہتی ہے کہ چلو بھر کر کلی کرو، جو دل میں رات کو انہوں نے سوچا تھا، ان کے دماغ سے وہ بزرگ پڑھ رہے ہیں، نگاہ دماغ کے خزانہ تک جا رہی ہے کہ ان کے لوحِ دل پر کیا اعتراضات لکھے ہوئے ہیں، فرماتے ہی جا رہے ہیں۔

فرمایا کہ اس کے بعد حکم ہوتا ہے کہ چُلّو ایک اور لو اور ناک میں ڈالو۔ تو کوئی احمق اور جاہل ہوگا، وہ سوچے گا کہ یہ ایسا کیوں ہوگا۔ حالانکہ عین عقل کے مطابق ہے کہ شریعت نے وضو اور طہارت کے لئے ہمیں اس کا پابند کیا ہے کہ ہم پاک پانی استعمال کریں اور پاک پانی وہ ہوتا ہے کہ جس میں یہ اوصافِ ثلاثہ ہوں۔ اس کے معلوم کرنے کی یہ ترتیب ہے۔

سب سے پہلے اس کا رنگ، تو اس لئے حکم ہوا کہ پہلے ہاتھ میں چلو جب بھرے گا، تو وضو کرنے والا دیکھے گا اس کا رنگ کیا ہے۔ اور اس کے بعد فرمایا کہ پھر بو اور مزہ ہے۔ تو کلی کرے گا

تو مزہ معلوم ہو جائے گا کہ ٹھیک ہے یا نہیں ۔ناک میں ڈالا،تو ویسے ہی دور سے اگر کسی کی سونگھنے کی طاقت کمزور نہ ہوتو دور سے بھی انسان اس کو محسوس کر سکتا ہے اور سونگھ سکتا ہے کہ بدبو ہے،نہیں ہے۔فرمایا کہ اندر بھی ڈال دو، کہ اچھی طرح پتہ لگ جائے۔

کہنے لگے کہ یہ ہماری عجیب وغریب شریعت ہے کہ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز، بڑے سے بڑا حکم، ہر حکم کے پیچھے ایک بڑی لمبی عقلی داستان ہے، عقل کو ہتھیار ڈالنے پڑیں گے ۔کبھی عقل شریعت کے کسی حکم کے مقابلہ میں اُف نہیں کر سکتی۔

اور اس کے بعد حضرت فرمانے لگے کہ مولانا! یہ تو اب کوئی بے وضو ہو،اس کے لئے وضو کا یہ حکم دیا گیا،اور اس میں ہاتھ دھوؤ،کلی کرو، ناک میں پانی ڈالو، منہ دھوؤ، ہاتھ دھوؤ،مسح کرو، پیر دھوؤ۔

اور بڑی نجاست جنابت کے سلسلہ میں حکم ہوا کہ سارے بدن پر پانی ڈالو،غسل کرو تو یہ بھی بڑا عجیب حکم کہ اپنی بیوی،منکوحہ،اس کے ساتھ مجامعت کی اور مجامعت کے ساتھ ہی اس کے اوپر غسل فرض ہو گیا اور جب تک غسل نہ کرے اس وقت تک یہ سارا جسم نجس رہے گا۔منکوحہ بیوی اس کے ساتھ مجامعت کی وجہ سے سارا جسم ناپاک ہو گیا،اور اس کی طہارت کے لئے عامۃ الناس بھی جانتے ہیں کہ غسل فرض ہے۔

دل ناپاک ہو جائے تو کیا علاج ؟

لیکن یہ تو ظاہری جسم کی ناپاکی ہے جو سب کو معلوم ہے،لیکن ایک قسم کی ناپاکی ہے کہ جس سے دل ناپاک ہو جاتے ہیں۔اور دل ناپاک کیسے ہوتے ہیں؟ فرمایا وہاں تو ایک اپنی حلال منکوحہ بیوی اس کے ساتھ تھوڑی دیر کے لئے ملاعبت اور کھیل اور قرب ومقاربت کرنے کی وجہ سے سارا جسم ناپاک۔

دین سے دور جو مجمع ہے، جو بے دین قسم کے لوگ ہیں،جن کو اللہ تبارک وتعالی کی ذات سے

نہ کوئی لگاؤ، نہ کوئی تعلق، نہ اس کی یاد، اس کی یاد سے وہ کوسوں دور، تو ان کے ساتھ مصاحبت مقاربت اور بیٹھنے اٹھنے کی وجہ سے انسان کا دل ناپاک ہوجاتا ہے۔ تو آپ بتا سکتے ہیں کہ اس ناپاکی کو کیسے دور کیا جائے؟

حضرت مولانا ظہیر الدین صاحب تو اب پسینہ پسینہ ہورہے تھے۔ جب حضرت نے بیان شروع فرمایا کلی سے شروع فرمایا جس کے پوچھنے کا ارادہ کر کے گئے تھے، دل میں جو اعتراض لے کر گئے تھے اور سوال لے کر گئے تھے، وہیں سے حضرت نے شروع فرمایا، چنانچہ اب تو مولانا رو پڑے۔

اور مولانا کہتے ہیں کہ حضرت! میں تو اس لائن سے تو بالکل جاہل ہوں۔ حضرت ہی فرمائیں۔

حضرت نے فرمایا کہ یہ پانی ہے جس میں اوصافِ ثلاثہ کی تحقیق کے بعد وضوء، غسل اور طہارت حاصل کی جاتی ہے، اور اس کے ڈالنے سے ظاہری جسم کی ناپاکی، چھوٹی بڑی، صغریٰ کبریٰ دور ہوتی ہے۔

مگر یہ جو دل ناپاک ہوجاتے ہیں اس کے لئے یہ طاہر مطہر پانی کافی نہیں، دوسرا پانی درکار ہے، جو آنکھوں سے نکلنا چاہئے، تو جو آنکھوں سے پانی نکلتا ہے وہ دل کے دھونے کے لئے درکار ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی یہ آج کل مبارک راتیں ہیں، رونا دھونا نصیب فرمائے کہ ہم بھی اپنی دل کی گندگی دھوسکیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد کے قابل ہمارے دل کو بنا سکیں اور ہماری زبان اس قابل ہو کہ ہم اللہ کو یاد کرسکیں۔

مدینہ طیبہ کا خصوصی عمل

آج ہی کسی کا فون آیا تھا مدینہ طیبہ سے کہ ہم یہاں پہنچ گئے، کیا عمل کریں؟ میں نے کہا کہ

کوشش کریں کہ جب آپ مسجدِ نبوی کے لئے نکلیں، تو ہر قدم پر دل میں کہئے أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اور اس کے بعد پھر درود شریف پڑھیں صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، تو اس طرح چلتے ہوئے وہاں تک پہنچیں گے، تو کچھ استحضار ہوگا۔

اور اس کی تصدیق مجھے آج ایک بزرگ کے کلام سے مل گئی۔ وہ فرماتے ہیں اپنے کلام میں کہ میں اللہ تبارک وتعالی کے ننانوے ناموں کا ورد کرتا ہوں، هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ، الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ ، ہم تو ایک سانس میں اس کو پڑھ لیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایسے نہیں پڑھتا، ہر اللہ کے اسم کو پڑھنے سے پہلے میں سوچتا ہوں کہ یہ زبان اس قابل ہے کہ یہ تیرا نام لے سکے؟ اَلرَّحْمٰن سے پہلے میں پڑھتا ہوں أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔ اور اس کے بعد پھر میں کہتا ہوں يَا رَحْمٰنُ، پھر کہتا ہوں أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، پھر کہتا ہوں يَا رَحِيْمُ۔ فرماتے ہیں کہ اس طرح میں اس کا ہر نام زبان پر لانے سے پہلے استغفار کر کے زبان کو دھونے کی، صاف کرنے کی کوشش کرتا ہوں، اور اس کے بعد اس کا نام لیتا ہوں، جب ننانوے نام پورے ہو جاتے ہیں، تو اخیر میں، سوویں مرتبہ میں استغفار کرتا ہوں میرے ان ننانوے استغفار کے لئے کہ میں نے جو استغفار پڑھا یہ بھی جھوٹا تھا۔

اللہ تبارک وتعالی ہمیں ندامت کی توفیق فرمائے، رونے دھونے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰى آلِه وَصَحبِه وَبَارِكْ وَسَلِّم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گذشتہ کل عرض کیا تھا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں اللہ تبارک وتعالی کے ہر نام سے پہلے استغفار کر کے پہلے اپنی زبان کو پاک کرتا ہوں، پھر کہتا ہوں یارحمٰن ۔استغفار کرتا ہوں، پھر کہتا ہوں یا رحیم ۔اور ننانوے اللہ تبارک وتعالی کے نام پر استغفار کے بعد جب اس سے فارغ ہوتا ہوں تو پھر میں استغفار کرتا ہوں، کا ہے پر؟ فرماتے ہیں کہ اپنے استغفار کے لئے استغفار کرتا ہوں کہ میرا استغفار بھی جھوٹا تھا۔ جیسے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے کسی کے رونے پر فرمایا تھا کہ یہ رونا بھی نفاق کا رونا ہے۔

طہارت کی مختلف انواع

اسی لئے فرماتے ہیں کہ یہ طہارت مختلف انواع پر ہوتی ہے۔ ایک طہارت **تَطْهِيْر عَنِ الْأَنْجَاسِ وَالْأَحْدَاث**، آپ کے ہاتھ پیر پر کوئی ناپاکی لگ گئی، بچے کا پیشاب لگ گیا، تو جتنا جلدی ممکن ہو، جلدی سے اس کو دھولے۔ یہ ضروری ہے، چاہے اس وقت نماز نہ پڑھنی ہو اور اگر نماز پڑھنی ہو، پھر تو دھوئے بغیر نماز ہی نہیں ہوسکتی۔ یہی حال لباس کا ہے۔ یہی حال احداث کا ہے کہ اگر حدثِ غلیظ ہے تو غسل ضروری۔ قرآن پاک کو چھونا ہے، نماز پڑھنی ہے، تو وضو ضروری۔ حدث کے دور کئے بغیر نماز نہیں پڑھ سکتے۔

اسی طرح کی وہ دوسری قسم کی طہارت بیان فرماتے ہیں کہ **طَهَارَةُ الْأَعْضَآءِ وَالْجَوَارِحِ عَنِ الذُّنُوْب**، جس طرح حدث دور کرنے کے لئے وضو کیا جاتا ہے، اور وضو میں تو اعضاء دھلنے سے نجاست دھل جاتی ہے۔

اور میں نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا کشف سنایا تھا کہ آپ وضو کے پانی کو ملاحظہ فرماتے اور

فرماتے کہ اس میں یہ کبیرہ ڈھل رہا ہے، اس لئے نجاست غلیظہ، اس میں صغائر ڈھلے ہیں، اس لئے یہ خفیفہ، مکروہات کا اس نے ارتکاب کیا تھا، وہ اس میں ڈھل کر گئے ہیں، اس لئے یہ پانی طاہر تو ہے، مطہر نہیں ہے۔ اور چوتھا کسی نیک، گناہوں سے پاک صاف آدمی کا غُسالہ ہے تو وہ پانی طاہر بھی ہے مطہر بھی ہے۔

وہاں میں نے کبائر کے متعلق اشکال دور کرنے کے لئے کہا تھا کہ کبائر اس وقت ڈھلتے ہیں وضو کے پانی سے جب وضو سنت طریقہ پر کیا گیا ہو یا اس گناہ کے لئے توبہ کر لی گئی ہو۔

اسی لئے ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے والد صاحب حضرت مولانا یحیٰی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ کبائر کے لئے توبہ شرط ہے یہ تو اپنی جگہ صحیح، لیکن اگر وضو کرنے والا سنت طریقہ سے وضو کرے گا تو اس میں خود بخود توبہ کی یہ شرط پوری ہو جائے گی۔

بڑوں پر تنقید

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو ہم وضو کراتے تھے۔ جیسے ہی حضرت کے ہاتھ پر ہم پانی ڈالتے، حضرت پڑھتے **بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم، اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ تَمَامَ الۡوُضُوۡءِ وَ تَمَامَ الصَّلٰوۃِ وَ تَمَامَ رِضۡوَانِکَ وَ تَمَامَ مَغۡفِرَتِکَ** .

لیکن کیا کیا جائے کہ جب یہ باب آتا ہے وضو کا، اور ان دعاؤں کا ذکر آتا ہے، علامہ سیوطی، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور صوفیاءِ کرام کا سارا طبقہ، ان کی ساری کتب اس سے بھری پڑی ہیں، یہ حضرات آداب وضو میں سب سے پہلے ان دعاؤں کو ذکر کریں گے، اسی لئے ان کے یہاں اس کا بڑا اہتمام ہے۔

لیکن آج کل درس میں جب یہ باب شروع ہوگا، تو اس پر رد ہوگا، علمی زور اور وسعتِ مطالعہ کا اظہار ہی اس کو کہا جا سکتا ہوگا، اور اسے کیا نام دیں گے؟ کہ ٹھیک سے، ادب سے، نام بھی نہیں لیا

جائے گا، کہہ دیں گے کہ سیوطی نے جو اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے، غزالی نے یہ لکھا ہے، یہ کس کا نام لے رہے ہیں؟

اپنی صدی کے مستند اور معتمد اور متفق علیہ مجدد۔ علامہ سیوطی کی صدی میں کسی کو اختلاف نہیں کہ بطور مجدِّد کے اور کسی کا نام لیا گیا ہو کہ وہ بھی اس کے مجدد ہو سکتے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی صدی میں کسی کو اختلاف نہیں کہ ان کے متعلق کوئی کہتا ہو کہ امام غزالی کے متعلق بھی ایک قول ہے کہ اس صدی کے مجدد ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ فلاں مجدد ہیں۔

اور کون ہیں؟ امام غزالی جنہوں نے کم از کم اپنی آدھی درجن کتب میں طہارت اور وضو کے باب میں ان چیزوں کے اہتمام کی تنبیہ اور تاکید کی ہے۔

کون امام غزالی کہ جس دار العلوم کے وہ پروفیسر تھے، اس کے جیسا دار العلوم دنیا نے آج تک نہیں دیکھا، نظامیہ بغداد جیسا۔ وہاں جیسے اساتذہ اور طلبہ دنیا نے نہیں دیکھے۔ اس کے بعد تو صدیاں گزریں، بڑی بڑی حکومتیں آئیں، بڑے بڑے کام ہوئے، لیکن کوئی ایسا علمی مرکز نہیں بنا سکا۔

اور کون امام غزالی؟ کہ جنہوں نے حکومتوں کے، بڑے بڑے منصب ٹھکرا دیئے۔ حکومت کی طرف سے جو پیش کش ہوتی تھی بڑے بڑے عہدوں کی، اس کو لات ماری، اس کو ٹھکرا دیا۔ سلطانِ وقت پیر پکڑتے تھے کہ حضرت آپ ایسا نہ کیجئے۔

سب کو لات مار کر کے صحرا نوردی اختیار کر لی۔ اور صحرا نوردی!، ہم تو تین دن کا اعتکاف نہیں کر سکتے، ایک چلہ کا نہیں کر سکتے، اور انہوں نے سالہا سال اس طرح کے اعتکاف میں گزارے، سالہا سال تنہائی میں، اور کہاں کہاں؟ کیسے کیسے مقدس مقامات پر! کبھی قدس میں ہیں، اور کبھی کہاں پر ہیں۔ اور صدیوں بعد بھی آج مسلم، غیر مسلم، اوکسفورڈ یونیورسٹی کیا، ساری دنیا اعتراف کرتی ہے ان کے علم اور فضل کا لوہا مانتی ہے۔

خیر، یہ ایک بہت گندی بحث ہے کہ یہ ایک مرض لگ جاتا ہے کہ کسی بڑے آدمی کو جب تک نشانہ نہ بنائیں، بہت زور سے جب تک ان پر نقد اور تنقید نہ کی جائے، رد نہ کریں، تو لطف نہیں آتا۔ اور سمجھتے ہیں اسی سے میرا علمی رعب بیٹھے گا۔

اب جو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اب ان کی نقل کردہ کسی روایت پر اگر یہ کہا جائے کہ حدیث کے نقل میں وہ متساہل تھے، تو دنیا میں جامع الاحادیث جیسا کام اسلامی تاریخ میں کسی نے نہیں کیا۔ حدیث پاک پر جو ان کا کام ہے علامہ سیوطی کا اس کی مثال نہیں۔ ایسی ہی جرح کی جاتی ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پر، نعوذ باللہ۔ جو علوم تھے ان کے زمانہ میں، جتنے علوم وفنون تھے، کیا دینی، کیا دنیوی، ہر ایک میں امام سمجھے گئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ۔ غرض اپنی متعدد کتابوں میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے آداب وضو میں ان دعاؤں کو لکھا ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا وضو

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں ان دعاؤں کا بڑا اہتمام کہ جیسے ہم نے پانی ڈالا کہ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ تَمَامَ الۡوُضُوۡءِ وَ تَمَامَ الصَّلٰوۃِ وَ تَمَامَ رِضۡوَانِکَ وَ تَمَامَ مَغۡفِرَتِکَ پڑھتے۔

جب یہ دعائیں دل سے ایک مسلمان دعا پڑھے گا، تو اس کی طرف سے توبۂ نصوح تو یقیناً ہو ہی گئی۔ **وَتَمَامَ مَغۡفِرَتِکَ** کا جب اس نے سوال کیا کہ الٰہی! میں تجھ سے مکمل مغفرت کا طالب ہوں، تو اس وضو کے بعد جو پانی گرے گا اس میں جو کبائر ہوں گے، وہ بھی دھل جائیں گے۔

اس کے بعد حضرت جب کلی کے لئے پانی لیتے تو منہ میں پانی ڈالا:۔

اَللّٰھُمَّ اسۡقِنِیۡ مِنۡ حَوۡضِ نَبِیِّکَ۔

جیسے یہ ناک میں پانی ڈالا

أَللّٰهُمَّ أَرِحْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ۔

چہرہ دھورہے ہیں، پانی ڈالتے ہوئے

أَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِیْ يَوْمَ تَبْيَضُّ الْوُجُوْهَ وَلَا تُسَوِّدْ وَجْهِیْ يَوْمَ تَسْوَدُّ الْوُجُوْهَ۔

دایاں ہاتھ دھوتے وقت

أَللّٰهُمَّ أَعْطِنِیْ كِتَابِیْ بِيَمِيْنِیْ۔

بایاں ہاتھ دھوتے وقت

أَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِیْ كِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِیْ۔

مسح کے لئے ہاتھ سر پر گئے اور ساتھ ہی

أَللّٰهُمَّ أَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّكَ۔

گردن پر ہاتھ پھیرتے وقت

أَللّٰهُمَّ أَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ۔

جیسے ہی دائیں پیر پر پانی ڈالا

أَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنِیْ عَلٰی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ۔

بایاں پیر دھوتے وقت

أَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمَیّ عَلٰی الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ فِيْهِ الْأَقْدَامُ۔

پھر اس کے بعد وضو کے بعد کی بھی دعائیں پڑھتے۔

یہ جو طہارت ہے وضوء، جسے ہم سرسری طور پر کر لیتے ہیں، خود ایک بہت بڑی عبادت ہے۔ جس طرح کہ کوئی تہجد کے وقت اہتمام سے اٹھ کر خدا کے سامنے مانگتا ہے، اس طرح وضوء کے دوران دعاؤں کا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں ساری عمر کے لئے اہتمام رہا۔ اللہ تبارک وتعالی ہمیں بھی ایسا وضو کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ شروع ہی سے دل ودماغ کا قبلہ درست رہے گا۔ اس کے بعد اس وضو سے جو نماز پڑھی جائے گی، تو اس میں پھر کتنی دل جمعی ہوتی

ہوگی اور حق تعالیٰ شانہ کی ذاتِ عالی کی طرف کتنا دھیان لگا رہے گا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو دیکھ کر ہم نے، حضرت کے بکثرت متوسلین کے یہاں بھی اس کا اہتمام دیکھا۔

اور جس طرح میں نے عرض کیا تھا کہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے جو آٹھ چیزیں بتائیں اور ان کے ساتھ مشروط کیا کہ اس کے بغیر دل کا دروازہ کھل نہیں سکتا۔ سب سے پہلی چیز دوامِ طہارت، فرماتے ہیں کہ ہمیشہ باوضو رہیں۔ ہم نے ہمارے ساتھیوں میں سب سے زیادہ اس کا اہتمام کرنے والا دیکھا ہمارے حضرت مولانا ہاشم صاحب کو۔ طالبِ علمی کے زمانہ سے ہم ان کو دیکھتے تھے کہ جیسے ہی وضو ٹوٹا کہ فوراً وضو کے لئے بھاگ رہے ہیں۔ اور حضرت کے یہاں اور بھی حضرت کے متوسلین میں اس کا اہتمام کرنے والے دیکھے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاص عمل

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق روایت تو مشہور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلال کیا بات ہے، معراج میں ہم چل رہے تھے۔ تو آگے آگے میں تمہیں دیکھ رہا تھا، تو تمہارا کوئی خاص عمل؟

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا اوروں سے مختلف کوئی خاص عمل تو ہے نہیں۔ صرف یہ ہے کہ میں وضو کرتا ہوں، اس کے بعد تحیۃ الوضو پڑھتا ہوں۔

آپ دوسرے محدثین کو دیکھیں گے کہ اس روایت کو کتاب الصلوۃ میں ذکر کرتے ہیں تحیۃ الوضو کے ذیل میں، اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور صوفیاء کرام کی سب کتب آپ دیکھیں گے کہ کتاب الطہارۃ میں دوامِ طہارت کے ذیل میں اس کو ذکر کریں گے۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ جیسے اس میں اس کی تصریح ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں ہر وضو کے بعد دوگانہ ادا کرتا ہوں اور تحیۃ الوضوء پڑھتا ہوں، تو ان کی نظر میں وہ احادیث بھی ہوں گی جن میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضو کا دوام بھی بتا رہے ہیں کہ میں

ہمیشہ باوضو رہتا ہوں۔اس لئے انہوں نے جہاں کہیں دوام طہارت کو ذکر کیا، اس روایت کو لائے۔

یہ جو متقدمین ہیں ان کو جتنے وسائل دستیاب تھے، ان کے زمانہ میں جتنی کتابیں تھیں، اسی پر ان کے معمولات کو محمول کرنا چاہئے کیوں کہ اندلس ختم ہوگیا، جس میں ملینوں کتابیں جلادی گئیں۔اس سے پہلے فرات اور دجلہ کا پانی سیاہ ہوگیا تھا، وہاں کتابیں ڈبوئی گئیں۔اب کتابیں رہیں کہاں ہمارے پاس؟ جن کو ہم گن سکتے ہیں، اتنی کتابیں ہمارے پاس رہ گئی ہیں۔ان کے پاس تو سب علوم تھے صحابہ کرام کے، تابعین کے علوم، جو بہت کم واسطوں سے ان تک پہنچے تھے۔

اس لئے اس روایت کو بھی وہ ذکر کرتے ہیں دوامِ طہارت کے ذیل میں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو معمول تھا وہ دوامِ طہارت کا تھا کہ ہر وقت وہ باوضو رہتے تھے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے والد صاحب نے جس طرح فرمایا کہ اگر سنت کے مطابق کوئی وضو کرے گا، تو یقیناً اس میں توبۂ نصوح بھی شامل حال ہوگی۔اس کی دلیل کے طور پر میں نے دعائیں آپ کو سنائیں کہ جب یہ دعائیں پڑھتے ہوئے وضو کریں گے، تو اس میں توبہ ہو رہی ہے۔پھر گناہ جب دھلیں گے تو اس میں صرف صغائر نہیں، بلکہ کبائر بھی اس میں دھل جائیں گے۔

دوسری طہارت

پھر صوفیاء فرماتے ہیں کہ دوسری قسم کی طہارت ہے طَھَارَۃُ الْأَعْضَآءِ وَالْجَوَارِحِ عَنِ الذُّنُوْب کہ گناہوں سے ان کو پاک رکھا جائے۔ہاتھ، کسی پر زیادتی نہ کرے، گناہ کی طرف نہ بڑھے۔پیر گناہ کی طرف نہ بڑھے۔نگاہ کوئی غلط چیز نہ دیکھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا واقعہ خود سناتے ہیں۔کتنے پیارے صحابہ کرام! ہم تو کوشش کرتے ہیں کہ ہر چیز میں ہماری بزرگی کا اظہار ہو اور ہمارے جو نقائص اور عیوب ہیں، وہ جن

سے معافی مانگنے کی ضرورت ہو، تو ان کے سامنے بھی اس کا اظہار ہم نہیں کر سکتے کہ ہم سے یہ غلطی ہوگئی کہ ہم نے فلاں وقت آپ کی غیبت کی تھی، آپ کی برائی کی تھی، آپ پر ہم نے زیادتی کی تھی، آپ کا حق مجھ پر ہے۔ یہ کہتے ہوئے بھی ہماری موہوم عزت اور بڑائی آڑے آتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں پہنچا۔ فرمانے لگے کہ لوگوں کو کیا ہوگیا کہ اپنی آنکھوں کی حفاظت نہیں کرتے۔ ان کی آنکھوں سے گناہ ٹپکتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا پوچھنا یہ ہے امیر المؤمنین! کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو اس دنیا سے تشریف لے گئے، اُس وقت، ایسی چیزوں پر ہمیں ٹوکا جاتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور تنبیہ کی جاتی تھی، مگر أَ وَحْيٌ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو وحی منقطع ہوگئی، کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری ہے؟ تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ وحی تو نہیں، اللہ تبارک وتعالی مؤمن کو ایک نور عطا فرماتے ہیں اس کے ذریعہ وہ دیکھ سکتا ہے۔ شروع میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قصہ پہلے دن بتایا تھا، وہیں سے یہ گفتگو شروع کی تھی کہ یہ نور ان کی نگاہوں میں، ان کے قلب میں یہ فراست کیسے اللہ تبارک وتعالی عطا فرماتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالی ہمارے دلوں کو بھی منور فرمائے، ہماری آنکھوں کی بھی حفاظت فرمائے، دل کی اور آنکھ کی روشنی بھی اللہ تبارک وتعالی ہمیں عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰى آلِه وَصَحبِه وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو ہم وضو کراتے تھے اور حضرت جس طرح ہر عضو کے دھوتے وقت دعائیں پڑھتے تھے اس طرح کہ وہ سنائی دیتی تھیں۔ اور ساتھ ہی مدرسین کے متعلق عرض کیا تھا کہ یہاں پہنچ کر وہ پوراز ور صرف کر دیتے ہیں وضو کی دعاؤں میں کہ سوائے وضو کے بعد کی دعا کے اور دعائیں محلِ نظر ہیں۔

اس کے متعلق بھی کچھ عرض کیا تھا کہ پہلے سوچنا چاہئے کہ کتنے بڑے لوگ، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جیسے، مستقل باب قائم کر کے ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ تبلیغ دین وغیرہ میں ہے۔

وضو سے فارغ ہو کر پڑھے

أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا أَنْتَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْماً كَثِيْراً وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا أَنْتَ. أَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ الْوَفْدِ الْمُتَقَبَّلِيْنَ،

اس دعا کا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا معمول تھا۔

اَلْوُضُوْءُ مَرَّةً مَرَّةً : یہ بھی سنت ہے

ہماری شریعت میں بڑا توسع ہے۔ اس گنجائش سے آپ فائدہ بھی اٹھا سکتے ہیں جب ضرورت ہو۔ لیکن جب ضرورت کے موقع پر بھی فائدہ اٹھائیں، تو صرف یہ سوچ کر نہیں کہ ہم صرف فرائض کی ادائیگی کے لئے ایک ایک مرتبہ ان اعضاء کو دھو رہے ہیں، بلکہ یہ نیت بھی کریں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بھی وضو فرمایا ہے۔

اسی لئے امام ترمذی نے الگ الگ باب قائم کئے۔ **بَابٌ: اَلْوُضُوْءُ مَرَّةً مَرَّةً** کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا وضو فرمایا کہ تمام اعضاء کو صرف ایک ایک مرتبہ پانی پہنچایا، تین تین مرتبہ نہیں، جس طرح ہم ہمیشہ دھوتے ہیں، تین تین مرتبہ والا وضوء پابندی سے ہمیشہ کرتے رہے، کبھی کبھی اس سنت کی ادائیگی کی نیت سے مرۃً مرۃً والا وضو بھی کیجئے کہ صرف ایک ایک مرتبہ دھویا، اس کے بعد دوسرا باب انہوں نے قائم کیا بَابٌ: اَلْوُضُوْءُ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، دو دو دفعہ اعضاء کو دھویا۔ پھر قائم کیا تین تین مرتبہ والا۔ چوتھا باب قائم کیا مشکّل کے لئے کہ کچھ چیزیں ایک ایک مرتبہ، کچھ دو دو مرتبہ، کچھ تین تین مرتبہ۔ ہماری شریعت کس قدر وسیع ہے۔

روح اور اعضاء کی لڑائی

ان اعضاء کو جو شریعت نے متعین کیا دھونے کے لئے، ہاتھ کو، پیر کو، چہرہ کو، تو یہی نجاست کا باعث بن سکتے ہیں، اور ورنہ پھر انہی سے قیامت میں ہماری لڑائی ہوگی۔ آپ سوچیں گے لڑائی؟ ان سے کیسے ہماری لڑائی ہوگی؟ یہی تو ہم ہیں، عبداللہ، عبدالرحمٰن، زید، وہ ان اعضاء کے مجموعے ہی کا تو نام ہے۔ دو ہاتھ، دو پیر، دو آنکھیں۔ نہیں، ان اعضاء کو گناہ میں استعمال کیا تو، یہی ہم سے لڑیں گے۔

ابھی کل پرسوں موت کی یاد میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے روایت بیان فرمائی کہ جب انسان مرتا ہے اور روح نکالی گئی، تو اگر فاسق اور فاجر کی روح ہے تو یہ ہاتھ، پیر، اعضاء اس روح سے لڑتے ہیں، اس کو کوستے ہیں کہ تو نے ہمیں نیکی میں استعمال نہیں کیا۔ روح ان کو کوستی ہے کہ میرا اس میں کیا قصور؟ تم خود گناہوں میں ملوّث رہے۔

اور اگر کسی مؤمن نیک صالح کی روح ہے، تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے روایت بیان فرمائی، اس میں فرماتے ہیں کہ وہ روح جب نکالی جاتی ہے تو باقاعدہ رخصت ہونے والا، جانے والا جس طرح آخری سلام کرتا ہے تو باقاعدہ ان اعضاء کو روح سلام کرتی ہے اور ان اعضاء کا شکریہ ادا کرتی ہے کہ تم نے میرا بڑا اچھا ساتھ دیا۔ اگر تم ساتھ نہ دیتے، تو ہمارا آپ کے ساتھ

جدائی کا یہ منظر نہ ہوتا، کچھ مختلف ہوتا۔

اعضاء کی آپس کی لڑائی

یہ جب روح نکالی گئی، اس وقت سے روح اور اعضاء کی لڑائی شروع ہوگئی، جو اس روایت میں بیان کی گئی ہے۔اور جب کل قیامت میں، میزان میں اعمال تولے جائیں گے، اس وقت جو ہاتھ سے گناہ کیئے ہیں، وہ الگ ہوں گے۔، پیر سے گناہ کیئے ہیں وہ الگ ہوں گے۔ آنکھوں سے جو گناہ کیئے ہیں، وہ الگ ہوں گے۔

اور خود وہ گناہ بھی الگ ہوں گے اور اعضاء بھی الگ ہوں گے۔ پھر اس وقت روح کے ساتھ اور آپس میں اعضاء کی لڑائی ہوگی اس پر کہ گناہ کا ارتکاب کس نے کیا؟ اس کے لئے آنکھ دل سے لڑ رہی ہے، آنکھ ہاتھ سے لڑ رہی ہے کہ میں نے تو صرف دیکھا تھا، پکڑا تو تو نے تھا ، چوری تو تو نے کی تھی ، ہاتھ تو تو نے بڑھایا تھا۔ اللہ اکبر! اس طرح یہ اعضاء خود آپس میں لڑیں گے۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ اطرافِ اربعہ و اعضاء کا مجموعہ ہم ہیں۔ ہم نہیں ہیں، ہر چیز الگ الگ اپنا وجود مستقل رکھتی ہے۔

ابھی کتنے بیمار ہوتے ہیں، پرسوں کسی کا انتقال ہوا، فون آیا شبیر بھائی کا کراچی سے کہ ان کے بھائی کا پہلے ہی ایک پیر کاٹ دیا گیا تھا، دوسرا پیر کاٹنے کی ابھی تیاری تھی اور وصال ہوگیا۔ ہاتھ کٹ جاتا ہے، پیر کٹ جاتے ہیں، چاروں ہاتھ پیر کٹ جاتے ہیں، پھر بھی وہ عبداللہ تو ابھی زندہ ہے، وہ تو موجود ہے۔ ہاتھ پیر تو کوئی الگ چیز تھی، یہ مسمّٰی الگ تھا، اسی لئے وہ لڑیں گے۔ اسی لئے صوفیاءِ کرام نے دقتِ نظر، باریک نظر سے ہر چیز کو دیکھا، سوچا اور اس کا علاج کرنے کی کوشش کی۔

ابھی کوئی تیس سال بعد پناما جانا ہوا تھا، وہاں کے یوسف بھائی کا پرسوں فون آیا کہ میں ابھی ان دنوں میں اللہ کا شکر ہے کہ کوشش کر کے روز پندرہ پارے میں پڑھ لیتا ہوں، حافظ نہیں ہیں

اور اخیر عشرہ میں اس سے بھی زیادہ کوشش کرکے ایک ختم کی کوشش کریں گے۔

دل ہر وقت مشغول رکھیں

ہم تو اس زبان کو استعمال نہیں کرتے، نہ ذکر کے لئے، نہ تلاوت کے لئے۔ اللہ تبارک وتعالی اس کو استعمال کرنے کی ہمیں توفیق دے۔ صوفیاء کہتے ہیں کہ کہ صرف زبان کافی نہیں، بلکہ دل کو بھی ہر وقت مشغول رکھو، زبان بھی چل رہی ہو، زبان کی آواز کی طرح دل کی آواز بھی آپ سن رہے ہوں۔

دار العلوم میں روز اوکشن

لیسٹر کے مولوی امتیاز نے آج فون کیا۔ انہوں نے خواب دیکھا کہ دار العلوم میں روز اوکشن ہوتا ہے کسی خاص چیز کا، اور نیلامی ہوتی ہے، جس میں دار العلوم کے فائدہ کے لئے کوئی اوکشن ہوتا ہے۔ جو ساتھی یہاں موجود ہیں، ان ہی کے نام انہوں نے گنوائے کہ یہ سب وہاں موجود تھے۔

انہوں نے لمبا خواب بتایا، اور کہا کہ پھر معانقہ کیا۔ اور دل جو اللہ اللہ کرتا ہے اس کی آواز وہ معانقہ کے وقت سن رہے تھے۔ جس طرح یہ زبان کا ذکر ہم سنتے ہیں، اس طرح جو دل اللہ اللہ کرے اس کی بھی آواز ہم سن پائیں۔ صرف دل اور زبان کے ذکر کی آواز نہیں، بلکہ **وَجُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ**، قلب کی آواز بھی ہے اور جلد کے ذکر کی آواز بھی ہے اور جلد کے اوپر بال ہیں اس کی بھی آواز ہے، کاش کہ رواں رواں ذاکر ہو اور اس کی آواز ہم سن رہے ہوں۔

ہر عضو کا ذکر

یہ سننے والوں نے سنی بھی ہے۔ ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کا قصہ پچھلے سال بھی سنایا تھا کہ جب انہوں نے اپنی آنکھ نکالی، تو ایک رشتہ دار تھے، جو اُن کے بے تکلف دوست بھی تھے،

انہوں نے تنہائی میں والد صاحب سے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ والد صاحب نے کہا کہ بارہا سب اعضاء الگ ہو جاتے تھے۔اس دفعہ بچے نے دیکھ لیا، شور کیا، سب اکھٹے ہو گئے، راز فاش ہو گیا، اس لئے پھر آنکھ الگ رہ گئی۔

ایسا ہی منظر دارالعلوم دیوبند کے قسم التفسیر کے رئیس تھے، حضرت مولانا فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں رمضان میں تشریف لاتے تھے۔

جامعہ حسینیہ راندیر کے ایک سالانہ جلسہ میں آپ نے بیان فرمایا تھا، نعمتوں کے تذکرہ میں فرمایا کہ ایک موسمی کے اندر ہزارہا بوتلوں میں تازہ مشروب مالک نے ہمیں دیا۔

ان کا بیان ہے کہ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ کے درِ دولت پر حاضر ہوا، کوئی ضروری کام تھا، ملنے کی کوشش کی۔ بتایا گیا حضرت آرام فرما رہے ہیں۔ کہتے ہیں میں نے ذرا آہستہ دروازہ بجانے کی کوشش کی، باوجود منع کئے جانے کے کہ مجھے عجلت تھی۔

کہتے ہیں بالآخر مجھ سے نہیں رہا گیا، کھڑکی گرمی کی وجہ سے تھوڑی کھلی ہوئی تھی، میں کھڑکی کے قریب گیا۔ وہاں سے میں نے جھانکا، دیکھا کہ حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ بے شک اپنے بستر پر ہیں، لیکن تمام اعضاء الگ الگ ہیں، انگلیاں الگ ہیں، ہاتھ الگ ہیں، پیر الگ ہیں، سر الگ ہے اور تمام الگ الگ ہیں اور سب کے ذکر کی آواز میں سن رہا ہوں۔

سلطان الاذکار کی کیفیت

ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے خلفاء میں ایک مولانا ابراہیم صاحب، آنند کے شیخ الحدیث۔ وہ ایک چلہ کے لئے حضرت کے یہاں تشریف لائے ہوئے تھے، دفتر کے مہمان خانہ میں قیام تھا۔ان پر ایک کیفیت شروع ہوئی۔ حال شروع ہوا۔

جس طرح بیماریوں کی تشخیص کی جاتی ہے کہ فلاں بیماری ہے، ان کے متعلق یہ تشخیص ہوئی کہ

اس وقت ان پر سلطان الاذکار کی کیفیت ہے۔ سلطان الاذکار یہ ہے کہ جسم کے ہر عضو سے ذکر ہو رہا ہو، ہر عضو ذاکر ہو۔ اللہ والے یہاں تک کیوں کوشش کرتے ہیں کہ توجہ پوری دل کی طرف ہو اور دل سے آواز آرہی ہے یا نہیں آرہی ہے، تصورات ختم ہو گئے یا ختم نہیں ہوئے۔

یہ کیوں کرتے ہیں تاکہ کل قیامت میں اور مرتے وقت روح و اعضاء کی لڑائی نہ ہو، ان اعضاء کی آپس کی لڑائی نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روح کے ساتھ یہ اعضاء لڑیں گے، کوسیں گے ایک دوسرے کو، ایک دوسرے پر تہمت ڈالنے کی کوشش کریں گے، اعضاء روح کو کوسیں گے، روح اعضاء کو کوسے گی۔ اور کل قیامت میں گناہوں کی ذمہ داری کوئی اپنے سر لینے کے لئے تیار نہیں ہوگا، نہ ہاتھ نہ پیر۔ وہ آپس میں ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔

عمل کا الگ سے وجود ہے، اس کی ایک شکل ہے، خود اس عمل سے لڑ رہے ہیں کہ میں نے تو تجھے نہیں کیا تھا۔ یہ چوری خود بولے گی کہ ہاتھ نے کی تھی، ہاتھ کہے گا کہ میں نے نہیں کیا، کس نے کی؟ وہ کہے گی عقل نے کرائی ہوگی، روح نے کرائی ہوگی، دماغ نے، دل نے، ہر ایک دوسرے کے اوپر ڈالے گا۔

اور اسی لئے ان اعضاء کو دھویا جاتا ہے پانی ڈال کر ہر نماز سے پہلے تاکہ جب خدا کے حضور میں ہم حاضر ہوں، مکمل صفائی نہ سہی، آج کے کئے ہوئے گناہ جو یاد ہیں، قریبی تازہ، وہ تو دھل جائیں۔

جب ذکر اللہ کی اس وقت توفیق نہیں ہوگی، دعا پڑھنے کی توفیق نہیں ہوگی، اس کو بدعات کے ریلے میں بہا دیا جائے گا، تو پھر تصور کیسے ہوگا کہ میں گناہ گار ہوں، اور پھر توبہ کا کیا ذکر؟

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی گندگی کا احساس نصیب فرمائے اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی، اس کی بارگاہ کی طرف ہمیں بڑھنے کی ہمیں توفیق دے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِہٖ وَصَحبِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طہارت اور وضو پر گفتگو ہو رہی تھی کہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے جو آٹھ چیزیں بیان فرمائیں ان میں سب سے پہلی چیز طہارت ہے، اس کے ذیل میں پھر وضو کا ذکر ہوا۔

وضو، وضو، وضو

مدینہ طیبہ میں سال ہا سال ہم نے ایک بزرگ کو دیکھا، لیکن اتنے سال ان کو دیکھنے کے باجود وہ ہمارے لئے ایک راز ہی رہے۔ وہ کیا، ان کی چال کیا؟ ہر چیز ان کی راز رہی۔ میں سوچا کرتا تھا کہ یہاں حرم شریف میں جب وہ چلتے ہیں تو اپنے سجدہ کی جگہ سے آگے نہیں دیکھتے۔ وہاں حرم شریف میں تو اس طرح کوئی چل ہی نہیں سکتا۔ دروازہ سے لے کر ریاض الجنۃ تک پہنچنے میں پچاسوں سے ٹکرائے گا۔ نہ کبھی وہ دائیں، بائیں دیکھتے، صرف سامنے، صرف سجدہ کی جگہ دیکھتے، اور ہماری طرح سے چلتے تھے، چیونٹی کی چال بھی نہیں، معمول کے مطابق چال تھی۔ آدھے درجن سے زیادہ مصلّے کندھے پر ڈالے رہتے تھے۔

اور سب سے بڑی بات یہ کہ جو جگہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے لئے ہم حضرت کی حیاتِ طیبہ میں مختص ریزرو کرنے کے لئے اذان سے گھنٹہ بھر پہلے پہنچ جاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور اقدامِ عالیہ کے بالمقابل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کی بالکل سیدھ میں وہ جگہ تھی، جالی مبارک کے ساتھ بالکل متصل حضرت ہوتے تھے، سالہا سال یہ معمول رہا۔ اسی جگہ پر وہ بزرگ پہنچتے تھے، چاہے کتنا مجمع ہو، وہاں پہنچ جائیں گے، نہ کوئی بڑے شیخ ہیں کہ جن کے ساتھ کئی خدام ہوں، جو جگہ کریں، معلوم نہیں کیسے؟ وہ شدید ازدحام میں وہیں پر پہنچ جاتے تھے۔

اور ہمیشہ نیا آدمی ہوتا تھا جوان کے لئے جگہ کر کے وہاں سے ہٹ جاتا، یہ پہنچے اور بیٹھ گئے۔
جب ہم اعتکاف میں ہوتے تھے، تو ظہر اور عصر کے درمیان اذان سے کافی پہلے جب وہ بقیع کی طرف سے، شارع ملک کی طرف سے، داخل ہوتے تھے حرم شریف میں، تو دروازہ ہی سے بولنا شروع کرتے تھے وضو، وضو، وضو۔
چونکہ معتکفین سب ہی سوئے ہوتے تھے۔ ان کے اس ایک کلمہ میں، وضو میں، دنیا کا کوئی میوزک اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ کیا اس کے ساتھ کوئی رحمت برستی تھی، ہم تو سوئے ہوتے تھے اور اس طرح سوئے ہوئے کو، روزہ کی حالت میں بیچ میں کوئی جگائے، تو بڑی تکلیف محسوس کرتا ہے انسان۔ مگر برسوں میں ایک دفعہ بھی کسی نے ان کوٹو کا نہیں کہ نیند خراب نہ کرو، کیوں کہ اتنا لطف آتا تھا، اتنا لطف کہ بیان سے باہر۔ ہمارے یہ ساتھی مولوی مقصود وغیرہ مولوی یوسف سب کو معلوم ہے اور یاد ہے۔

وضو کی دعائیں

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا وضو ذکر کیا تھا، پھر حضرت کا دعاؤں کا معمول اور یہ کہ اس سے جو گناہ دھلتے تھے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کبائر کو دھلتا ہوا دیکھتے تھے، یہ اس کی تصدیق ہے کہ دعائیں پڑھنی چاہئے اور صدقِ دل سے پڑھنی چاہئے۔
جب ہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبیہ دی کہ کسی کے دروازہ پر نہر ہو، روز پانچ دفعہ غسل اس میں کرے، تو اس کے جسم پر کوئی درن اور میل باقی رہے گا؟ جس طرح میں آپ لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ یہ تصورات وغیرہ سے دل پاک ہو، مگر میرا دماغ بیان میں ادھر ادھر ہوتا رہتا ہے، ابھی دَرَنٌ میل کا لفظ آیا، اس سے جسم اور کان وغیرہ کے میل کچیل کی طرف ذہن منتقل ہوا۔

امام جعفر صادق اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہما

جو حضرات وہاں مدینۃ العلوم جلسہ میں تھے، تو وہاں میں نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ

اللہ علیہ اور محدث اعمش کے واقعات کچھ بیان کئے تھے، ابن ابی لیلیٰ کے بیان کئے تھے کہ آپس میں کیسی ان کی تیز تیز گفتگو رہتی تھی۔ تیز تیز ایک دوسرے کے ساتھ چھیڑ چھاڑ رہتی تھی، لیکن پھر بھی ہر وقت ساتھ رہتے تھے۔

جن کے متعلق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا کہ ابن ابی لیلیٰ **یَسْتَحِلُّ مِنِّی مَا لَا یُسْتَحَلُّ مِنَ الْحَیَوَان**، جو کسی جانور اور جاندار کے ساتھ گوارا نہیں کیا جا سکتا اور جائز نہیں ٹھہرایا جا سکتا ہے، وہ میرے متعلق ابن ابی لیلیٰ گوارا کر سکتے ہیں۔

دونوں حضرات مدینہ طیبہ میں پھر بھی ساتھ ساتھ ہیں، اور بہت اہم موقع پر یہ رفاقت رہی۔

کیسے اہم؟ اس لئے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر جو آج الزام سلفی لگاتے ہیں، اس زمانہ میں بھی آپ پر یہ الزام لگایا گیا۔ چنانچہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ طیبہ پہنچے اور حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے، اس وقت بھی ساتھ کون ہیں؟ وہی ابن ابی لیلیٰ۔

دونوں اکھٹے امام جعفر کو ملنے کے لئے جاتے ہیں۔

چونکہ پہلے سے شکایت تھی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں، جیسے ہی تعارف ہوا کہ آپ کون؟ بتایا کہ ابن ابی لیلیٰ۔ آپ کے ساتھ یہ کون؟ کہا ابوحنیفہ۔ اب امام جعفر صادق پوچھتے ہیں کون، ابوحنیفہ نعمان؟ عرض کیا جی، ابوحنیفہ نعمان۔

اب امام جعفرِ صادق کا پارہ چڑھ گیا نام سنتے ہی اور غصہ میں بھرّ ا گئے۔ ان کے پاس شکایت یہ تھی کہ یہ قیاس سے کام لیتے ہیں، نقل پر عقل کو ترجیح دیتے ہیں۔ انہوں نے خود امام اعظم سے ایسی چیزیں جن کا تعلق عقل سے ہے، اسی کے متعلق سوال کیا، کوئی دینی گفتگو نہیں۔

انہوں نے پوچھا اچھا، آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ آنکھوں میں سے پانی نمکین کیوں نکلتا ہے؟ اور جسم کے حصہ میں جو پانی ہے، آپ جب زبان کو ہونٹ پر رکھتے ہیں تو وہاں تو وہ نمکین نہیں ہوتا، وہاں تو ایک قسم کا مٹھاس ہے۔، آپ جیسے ہی وہاں زبان لائیں گے تو آپ کو کرواہٹ معلوم نہیں

ہوگی، نمکین بھی نہیں، ایک قسم کی وہاں مٹھاس ہے۔

اور فرمانے لگے اچھا، اس کا جواب دیجئے آپ کہ یہ آنکھ کا پانی نمکین کیوں؟

''مجھے نہیں معلوم''

مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ہمارے سامنے کوئی پچاسوں ایسے سوال کئے گئے ہوں گے، کوئی پوچھتا تو فرماتے مجھے نہیں معلوم۔ صاف صاف فرمادیتے۔ امام صاحب نے بھی عرض کیا مجھے نہیں معلوم۔ پھر ہونٹ اور منہ کے پانی کے متعلق پوچھا کہ میٹھا کیوں؟ کہا مجھے نہیں معلوم۔ انہوں نے کہا اچھا، یہ دونوں تمہیں نہیں معلوم۔

ایک تیسرا سوال کہ کان اس میں اللہ تبارک وتعالی نے سمیت پیدا کرنے کی صلاحیت کیوں پیدا فرمائی کہ اس میں اس جگہ پر زہر پیدا ہوتا رہتا ہے؟ امام صاحب نے عرض کیا مجھے نہیں معلوم۔

پھر پوچھا کہ اچھا آپ جب سانس لیتے ہیں، تو آپ کی ناک میں سے آپ محسوس کریں گے کہ گرم ہوا نکلتی ہے، ایسا کیوں؟ تو امام صاحب نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم۔

امام جعفر صادق نے فرمایا اچھا، یہ تو سب چیزیں ایسی تھیں جن کا تعلق طبعیات سے تھا، تو ایک اور دینی سوال کیا اور فرمایا اچھا، ایک ایسا کلمہ کہ جس کا اول کفر اور اس کا آخر ایمان وہ کونسا ہے؟ تو امام صاحب نے سر ہلایا کہ مجھے نہیں معلوم۔ اس کے بعد گفتگو نہیں ہو رہی تھی۔ حضرت امام ابو حنیفہ اور امام جعفرِ صادق دونوں چپ۔

خود ابن ابی لیلیٰ نے مہرِ سکوت توڑنے کے لئے درخواست کی کہ حضرت! یہ تو اقرار کر رہے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم، آپ بتا دیں ان تمام سوالات کے جوابات۔

''الا اللّٰہ، الا اللّٰہ''

امام جعفر صادق نے فرمایا کہ اچھا، یہ جو میں نے آخری سوال کیا کہ جس کا اول کفر اخیری

ایمان ہے، وہ کلمہ اول۔ جو کفر ہے وہ لا الہ۔

جس کو بنیاد بنا کر سرمد کو مولویوں نے قتل کروایا تھا اور ان کا قصہ مدینۃ العلوم میں سنایا تھا۔ کہ لا الہ اگر کوئی عقیدہ کے ساتھ کہے کہ کوئی معبود دنیا میں ہے ہی نہیں، تو وہ تو کافر ہے، یہ کلمۂ کفر ہے۔

لیکن اس کا آخری جز و جب ملا کر کہے گا لا الہ الا اللہ! تو اسی کلمہ کا آخری جز و ایمان ہے۔ تو لا الہ کفر ہے، مگر الا اللہ سے وہ کفر ختم ہو گیا، ایمان آ گیا۔

ہونٹوں کا پانی میٹھا کیوں؟

فرمایا میں نے سوال کیا تھا کہ یہ ہونٹوں پر جو پانی ہوتا ہے اس میں مٹھاس کیوں؟ فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قوتِ ذائقہ درست رہے، انسان چکھ کر ہر چیز کو معلوم کر سکے، پہلے ہی یہ حصہ اگر کڑوا ہوتا، یہ آنکھ کی طرح سے اس جگہ نمکین پانی پیدا ہوتا، تو نمک کا ذائقہ یہاں سے آپ معلوم نہیں کر سکتے تھے۔ کڑوا ہوتا تو کڑوی چیز کو معلوم نہیں کر سکتے تھے۔ اب کڑوی چیز، نمکین چیز، تیز چیز، مرچ والی، اس کو آپ چکھ کر بتا سکتے ہیں اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں کے پانی کو میٹھا رکھا۔

ناک کی ہوا

اور فرمایا کہ میں نے پوچھا تھا ناک کی ہوا کے متعلق، فرمایا کہ وہ اس لئے کہ یہ دماغ اوکسیجن چاہتا ہے، باہر سے ٹھنڈی ہوا کے ساتھ اوکسیجن اندر جا کر گرمی کو باہر نکالتا ہے، اسی لئے تیز تیز جلدی جلدی طبیعت خود کھینچتی رہتی ہے، تا کہ دماغ زندہ رہے، ورنہ فرماتے ہیں دماغ انسان کا مردہ ہو جائے گا، فوراً ختم ہو جائے گا۔ ڈاکٹروں نے اس کا وقت بتایا ہے کہ اتنی دیر میں ختم ہو جاتا ہے۔

کان میں سمیت کیوں؟

اور فرمایا میں نے پوچھا تھا کہ یہ کان کے پاس، کان کے اندر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ صلاحیت جو رکھی ہے کہ کان سَمّیت پیدا کرتا رہتا ہے۔ احادیث کے ذخیرہ میں، جہاں حضرت امام جعفر صادق کی روایات مذکور ہیں، وہاں یہ قصہ بیان کیا گیا ہے وہاں اس کے جواب میں میل کی سمیت کی وجہ نہیں لکھی۔

میں نے سوچا کہ اب یہ جو فرما رہے ہیں کہ سَمّیت کیوں؟ اس کو بھی تلاش کرنا چاہئے۔ پھر میں نے طب کی کتابوں میں دیکھا اور اس میں مجھے اس سَمّیت کی تفسیر ملی، عجیب وغریب علم اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرنِ اول میں ان حضرات کو عطا فرمایا تھا۔

اطباء لکھتے ہیں کہ کان کے اندر جو میل پیدا ہوتا ہے اس میں سے اگر بہت تھوڑی مقدار میں کسی کو دیا جائے تو یہ منوّم ہے، سلانے کی صلاحیت ہے، نیند آور ہے۔ اور لکھا ہے کہ اگر ذرا سا زیادہ مقدار میں دیا جائے، تو انسان اور جاندار کی موت واقع ہو سکتی ہے، خالص زہر ہے۔ اور یہ تمام اطباء نے لکھا، جہاں کہیں وہ میل کا ذکر کرتے ہیں کہ لوہے کا میل، لکڑی کا میل، فلاں چیز کا میل، اس میں اس کو بھی انہوں نے ذکر کیا ہے۔

بدن کے میل کا بھی ذکر کیا اور لکھا کہ یہ بدن کا میل بھی ایک درجہ میں زہر ہے اور اسی لئے جو زہریلے مادوں کی وجہ سے جسم میں پھوڑے بنتے ہیں، بالخصوص مستورات کی پستان میں پھوڑے ہو جاتے ہیں اور پیپ پڑ جاتی ہے۔

لکھا ہے کہ اگر بہت تھوڑی مقدار میں بدن کے میل کو لے کر کسی روغن میں حل کر کے وہاں لگایا جائے، تو یہ اس گلٹی کو گھلا سکتا ہے۔ غرض کان کے متعلق لکھا ہے کہ جو بہت اونچی قسم کے زہر ہیں کہ جس کی بہت تھوڑی سی مقدار سے موت واقع ہو سکتی ہے، ان میں سے یہ کان کا زہر ہے۔

میں نے کہا کہ امام جعفرِ صادق کا اس زمانہ میں یہ کلام اور جسم انسانی پر یہ بیان۔ واقعی یہ نبوات، علوم نبوت ہی ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے یہ چیزیں نہ کسی کالج میں پڑھیں، نہ یونیورسٹی میں پڑھی ہوں گی۔

پھر امام جعفر صادق فرمانے لگے کہ میں نے تم سے یہ سوال کیا تھا کہ یہ کان کے اندر جو حق تعالی شانہ نے صلاحیت پیدا کی کہ وہاں سمی مادہ پیدا ہوتا رہتا ہے، ایسا کیوں؟

اس کا پھر انہوں نے خود جواب دیا۔ فرمانے لگے، اس لئے کہ بدن میں سب سے اہم ترین عضو دماغ ہے، جسم انسانی کا سب سے بڑا امدار دماغ پر ہے۔ اور دماغ اور خارجی فضا کے مابین حائل بہت معمولی سی ایک جھلی ہے، پتلی سی، کوئی بہت بڑا ہڈی والا حصہ یا کوئی مضبوط چیز وہاں حائل نہیں ہے، بہت باریک سی جھلی ہے کان کا پردہ حائل ہے، جس کے ذریعہ آواز ٹکڑا کر جاتی ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ اگر یہ وہاں یہ زہریلا مادہ نہ ہوتا، تو خارجی اشیاء، خارجی چیزیں اور حیوانات اور جانور، کیڑے مکوڑے بہت آسانی کے ساتھ دماغ میں جاسکتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جیسے ہی وہاں یہ حشرات پہنچتے ہیں تو اس کی زہر کی بدبو سے بھاگنا شروع کرتے ہیں۔ وہ وہاں جا کر مرنا تو درکنار، بہت دور سے اس کی بو پا کر کے وہ بھاگ جاتے ہیں۔ اس لئے اللہ تبارک و تعالی نے اس جگہ یہ میل پیدا فرمایا۔

یہی اعضاءِ وضو کیوں متعین ہوئے؟

یہ گفتگو وضو پر چل رہی تھی، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ جب وضو فرماتے تھے تو دعائیں پڑھتے ہوئے وضو فرماتے۔ کاش کہ ہم بھی اس طرح کا وضو کرنا سیکھیں، تاکہ یہ جو اعضاء وضو میں دھونے اور مسح کے لئے متعین کئے گئے ہیں۔

ہمارا دین دینِ فطرت ہے، اس دن بھی بتایا تھا کہ یہی اعضاء کیوں متعین کئے گئے، قلب کو کہیں ذرا مسلا جاتا، دماغ کو مسلا جاتا، تاکہ یہ دماغ درست ہوجائے، تصورات غلط قسم کے نہ

آئیں، اگر دل سے آتے ہیں تو اس کو دھویا جاتا کسی چیز کے ذریعہ، لیکن یہ ظاہری اعضاء کیوں متعین کیئے گئے؟

اس لئے کہ اولاً نیکی اور بدی میں اعضاء ظاہری ہی استعمال ہوتے نظر آتے ہیں، یہی استعمال ہوتے ہیں، قلب اور دماغ کا استعمال تو نظر نہیں آتا، سب سے پہلے قدم بڑھیں گے، ہاتھ بڑھے گا، آنکھیں دیکھیں گی۔ تو یہ جو ظاہری اعضاء ہیں، ان کا دھونا متعین کیا گیا شریعت میں کہ گناہ میں سب سے زیادہ استعمال ہوتے یہی نظر آتے ہیں۔ اور بار بار یہ دھلتے رہیں گے تو ان کے گناہ معاف ہوتے رہیں گے، بشرطیکہ یہ عقیدہ ہو کہ اس سے گناہ دھلتے ہیں۔

دوسرا یہ کہ اگر یہ دعائیں پڑھی جائیں گی اور دل سے پڑھی جائیں گی حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی طرح سے، توبہ کے استحضار و تیقظ کے ساتھ کہ میں توبہ کر رہا ہوں اور میں گناہ گار ہوں اور مجھے توبہ کرنی چاہیئے، اس وقت پھر کبائر بھی دھلیں گے۔

دینِ فطرت

اسی طرح یہ نماز ہے۔ آپ سوچیں گے کہ فجر کی دو کیوں، ظہر کی چار کیوں؟ سب سے کم فجر کی رکعات ہیں، حالانکہ وہ بہت نشاط کا وقت ہے۔ اس وقت تو انسان سو کر آرام کر کے اٹھا ہے، اس وقت تو تراویح کی بیس رکعت کی طرح سے زیادہ رکعات ہونی چاہیئے تھی، مگر وہاں تو کم رکھی گئی اور دن کے وقت میں سب سے زیادہ جو مشغولی کا وقت ہے اس میں چار چار رکعات ہیں، ظہر کی چار ہیں، عصر کی چار ہیں۔

اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے گناہ دھلتے ہیں۔ انسان تو سویا ہوا تھا رات بھر اِکادُکا کچھ لوگ گناہ کے لئے رات میں جاگتے ہوں گے، عام طور پر فجر کی نماز کے لئے سو کر اٹھتے ہیں۔ چونکہ گناہ کے مواقع میں جانے کے امکانات کم ہیں، سونے کی وجہ سے گناہ نہیں ہوتے، اس لئے سب سے کم رکعات اس وقت رکھی گئیں۔

پھراس کے بعد فجر سے ظہر کے وقت تک کا لمبا وقت ہے۔ وہاں بہت سارے گناہ اکھٹے ہو گئے ہوں گے۔اس لئے وہاں بھی چار رکعات رکھی گئیں۔ پھر دن کا وقت ہے، طویل ہے اور عصر تاخیر سے پڑھی جاتی ہے، مثلین پر تو اس لئے وہاں چار رکعات رکھی گئیں۔

پھراس کے بعد مثلین میں، ہماری یہ عقلی دلیل بھی ہے جیسا کہ وہ اجیر والی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مثال دے کر سمجھایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب اور اہل ایمان کی کہ کسی نے مزدور رکھا، جب مزدوری دی تو وہ جھگڑنے لگا۔ وہ اس طرح سے کہ یہ چار رکعات کی حکمت یہ عقلی دلیل بھی تاخیر عصر کی بہت بڑی دلیل ہے۔

پھر مغرب کی نماز تین رکعات اس لئے رکھی گئیں کہ وہاں مثلین کے بعد جب عصر کی نماز پڑھیں گے تو درمیانی وقت کم ہے، اس وقت تک کے گناہ ڈھل چکے تھے عصر تک کے، اور عصر سے مغرب تک کا وقت کم ہونے کی وجہ سے صرف تین رکعات رکھی گئیں۔

اب آپ سوچیں گے کہ اتنا ہی وقت تو عشاء میں بھی ہے، لیکن وہاں اس لئے کہ دن بھر انسان کسی گناہ کے متعلق سوچتا رہا جس میں وہ کامیاب نہیں ہو سکا، اب سونے سے پہلے اپنے تمام کاموں کو جس طرح انسان سمیٹنا چاہتا ہے، اور جو گناہ کے ارادے کے درجہ میں تھے، ان کو بھی پورا کر کے انسان سونا چاہتا ہے، عملی جامہ پہنا کر کے سونا چاہتا ہے۔ اس لئے وہاں بھی اخیر میں چار رکعات رکھی گئیں۔ غرض یہ ہمارا دین بالکل دینِ فطرت ہے، چاہے آپ نمازوں کی رکعات کو دیکھیں، چاہے آپ وضو کو دیکھیں، غسل کو دیکھیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہ امام جعفر صادق کی ڈانٹ ڈپٹ سنتے رہے۔ اور اس کا منشا وہ سمجھ رہے تھے۔ اس لئے جب امام جعفرِ صادق اپنی گفتگو سے فارغ ہوئے، حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت میں کچھ عرض کر سکتا ہوں؟ پھر عرض کیا کہ یہ قیاس تو

ایک قسم کی تہمت ہے جو مجھ پر رکھی گئی ہے اور آپ کے پاس غلط شکایت پہنچائی گئی ہیں۔ میں اگر نقل کو چھوڑ کر کے عقل پر عمل کرتا اور روایت کو چھوڑ کر کے درایت پر عمل کرتا، تو میں بیٹے کو آدھا حصہ دیتا بیٹی کی بہ نسبت۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر میں عقل پر عمل کرتا تو بیٹی کو بیٹے کے بہ نسبت دوگنا حصہ دیتا کہ وہ زیادہ محتاج ہے، صنف نازک ہے، اس کو مدد کی زیادہ ضرورت ہے۔، لیکن میں اسے آدھا مرد کے مقابلہ میں حصہ دیتا ہوں۔

اور اسی طرح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر میں اپنی عقل پر عمل کرتا نقل کو چھوڑ کر کے، تو میں یہ کہتا کہ پیشاب کے بعد غسل کرنا چاہئے اور منی نکلے، تو منی نکلنے کے بعد مجامعت کے بعد وضو کرنا چاہئے۔

کیوں؟ کہ پیشاب کی نجاست اور طہارت میں کوئی اختلاف نہیں، بالاجماع سب کے نزدیک پیشاب نجس ہے، جو عاقل بالغ کا پیشاب ہے اس کی نجاست میں کوئی اختلاف نہیں ہے، نجاستِ غلیظہ ہے۔ نجاستِ غلیظہ کے نکلنے کی وجہ سے میں کہتا کہ غسل کرو پیشاب کی وجہ سے۔

اور منی نجس ہے یا پاک ہے اس کی نجاست اور طہارت میں اختلاف ہے۔ ایک قول ہے کہ جس مادہ سے انسان پیدا ہوتا ہے، جس سے اللہ کے نیک بندے پیدا ہوئے، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پیدا ہوئے، ان کو تم ناپاک کہتے ہو؟

جو اس کو پاک کہتے ہیں ان کی یہ دلیل ہے، بہت بڑی دلیل ہے۔ اگرچہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ منی نجس ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس کی نجاست اور طہارت میں اختلاف ہے، تو اس میں تو غسل نہیں ہونا چاہئے، وہاں تو وضو ہونا چاہئے۔ لیکن یہاں میں عقل کو چھوڑ دیتا ہوں اور نقل پر عمل کرتا ہوں کہ نہیں، منی نکلنے کی وجہ سے غسل فرض اور پیشاب کی وجہ سے وضو کافی ہے۔

اللہ تبارک وتعالی ہمیں اولیاء اللہ کی طرح سے وضو کرنے کی توفیق عطا فرمائے، گناہوں سے

ہمارے ہاتھوں کو، پیروں کو، تمام اعضاء وجوارح، قلب اور دماغ کو پاک رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذشتہ رات کسی نے یاد دلایا کہ ایک سوال حضرت امام جعفر صادق کا آنکھ کے پانی کے متعلق تھا، تو اس کا جواب نہیں آیا۔ تو میں نے ان سے کہا کہ آپ کے پوچھنے سے بہت خوشی ہوئی، دو وجہ سے۔ ایک تو یہ کہ آپ نے یاد دلایا، دوسرا یہ کہ آپ نے غور سے سنا کہ یہ چیز رہ گئی تھی۔

آنکھ کا پانی نمکین کیوں؟

حضرت امام جعفر صادق نے جو سوالات کئے تھے، ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ آنکھ کا پانی کھارا کیوں؟ اس میں نمک کیوں ہے اور لعاب میں شیرینی کیوں ہے؟ بہت سی چیزوں کا جہاں امام جعفرِ صادق نے جواب دیا تھا، وہاں اپنی طرف سے یہ جواب دیا کہ آنکھ اللہ تبارک وتعالی نے عجیب وغریب عضو بنایا ہے۔

اس کو آسان زبان میں اگر تعبیر کیا جائے تو امام جعفر فرماتے ہیں کہ وہ صرف ایک چربی کا لوتھڑا ہے، اس طرح چربی کا ایک گولہ ہے۔ تو نمکین پانی اس کے تحفظ کے لئے ہے۔

ہمارے یہاں آپ نے دیہاتوں میں دیکھا ہوگا کہ جو چیزیں دیر تک رکھی جاتی ہیں، تو اسے کچھ دن نمک میں رکھتے ہیں، تو اس کے بعد پھر اس کو مدت تک رکھا جا سکتا ہے، وہ چیز سڑتی نہیں ہے۔

امام جعفر صادق نے فرمایا کہ چونکہ آنکھ سارا ایک چربی کا گولہ ہے، تو اس کے تحفظ کے لئے اس میں نمک رکھا گیا، نمکین پانی، اور یہ پانی بڑا قیمتی ہے۔

دل کی نجاست کیسے دور ہو؟

جیسا شروع میں بیان کیا تھا کہ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ صدرالدین،

رکن الدین ان کے پوتے ہیں، تو ان کے واقعات میں سنایا تھا کہ انہوں نے فرمایا کہ وہ جو مولانا صاحب سوالات دل میں لے کر گئے تھے، وہ انہیں کشف سے معلوم ہو گئے اور اس کے متعلق انہوں نے کہا تھا کہ یہ ظاہری جسم مجامعت سے ناپاک ہو جائے، اسے پاک کرنے کا طریقہ تو معلوم ہے۔ مگر کوئی گناہوں سے دل کو ناپاک کر لے، تو اب وہ کیسے پاک ہو؟

فرمایا کہ اس کا غسل یہ آنکھوں والا پانی ہے۔ جتنا اس کو ہم بہائیں گے ندامت کے ذریعہ، توبہ کے ذریعہ، اس کے ذریعہ وہ اندر والا دل دھلے گا۔

حدیث پاک میں ارشاد ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان ایک گناہ کرتا ہے، ایک سیاہ نقطہ لگا، دوسرا گناہ کرتا ہے، دوسرا لگا، یہاں تک کہ گناہ کرتے کرتے وہ کالا ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ کتنا کالا؟

آپ کہیں گے کہ بھئی، نماز پڑھو، نماز پڑھو، سنی ان سنی کر دیں گے۔ خیر جا ہی نہیں سکتی اندر۔ راستہ ہی نہیں رہا جانے کا۔ اگر ہم اس پانی کے ذریعہ، آنسوؤں کے ذریعہ اس کو دھوتے رہیں گے، تب تو خیر ہے ورنہ خیر نہیں۔ پورا بدن ان گناہوں سے سڑ جائے گا۔

گناہوں کی بدبو

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ یہ بدنظری کا جو مرض ہوتا ہے، اس سے جو بدن سڑتا ہے، پھر بدبو کی شکل میں وہ ظاہر ہوتا ہے اور نکلتا ہے۔ دوسرے لوگ یہ بدبو محسوس کرتے ہیں۔ جسم کی بدبو عام انسان بھی اپنی اور دوسرے کی محسوس کرتا ہے، کوئی کشف کی ضرورت نہیں ہے، حضرت فرماتے ہیں کہ یہ تجربہ ہے۔

اور یہ گناہوں سے کیسے بدبو پیدا ہوتی ہے؟ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ زبان سے ایک غیبت کا، جھوٹ کا کلمہ نکلا، اس سے بدبو پھیلتی ہے، جھوٹ گناہِ کبیرہ ہے۔

البتہ صرف تین چیزوں میں اس کی اجازت ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کی تکلیف اٹھالی جاتی ہے، جھوٹ اس کے لئے مباح کر دیا جاتا ہے تھوڑی دیر کے لئے، وقت کی ضرورت کے خاطر،

جہاں مسلمانوں کی دو جماعتوں کا مسئلہ ہو، اَلَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ،

اور جہاں دو اہم افراد کا مسئلہ ہو، بَیْنَ الزَّوْجَیْنِ، آپ کو حکم بنایا گیا، آپ یہ چاہتے ہیں کہ ان کا گھر آباد ہو جائے، یہ آپس کی رنجش ختم ہو جائے، تو آپ نے خلاف واقعہ بات کہہ دی کہ نہیں، وہ تو آپ کے متعلق بہت اچھے کلمات کہہ رہے تھے، اس کو اس طرح کی کوئی بات کہہ دی ،اس سے دونوں کے درمیان صلح کرادی۔

اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ یہ اتنا بڑا نیک عمل ہے کہ اس کی برکت سے کذب اور جھوٹ جو تو نے بولا، اس کی نحوست کو یہاں سے ہم اٹھالیں گے، آپ کے لئے ہم نے اس کو مباح کر دیا۔

اور فرمایا کہ اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ، جہاں کفار اور مسلم کی جنگ ہو رہی ہو، تو اس میں جو توریہ کیا جاتا ہے، وہاں جھوٹ مباح ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ پر تشریف لے جاتے تھے، تو اگر کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کس طرف کا ارادہ ہے؟ حالانکہ بولٹن تو ادھر ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ فرماتے کہ ادھر کا۔ چونکہ صحیح ہے، دروازہ ہمارا یہیں ہے، نکلیں گے یہیں سے اور وہاں سے مڑ کر ادھر جائیں گے، اِلاَّ وَرّٰی بِغَیْرِھَا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم توریہ فرماتے تھے۔ جدھر توجہ ہوتی تھی اس کے علاوہ کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ فرماتے۔

ان تین مقامات کے علاوہ جھوٹ حرام ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کی بدبو کس درجہ پھیلتی ہے کہ جب زبان سے کلمہ جھوٹ کا، غیبت کا نکلا، تو جو ہمارے ساتھ فرشتے ہیں، میلوں دور بھاگ جاتے ہیں۔ کہاں تک بدبو پہنچی اس کی کہ فرشتہ کو بھاگنا پڑا، جس جسم سے یہ نحوست نکلی، اس کو کتنا نقصان پہنچے گا؟ اس

زبان کو، اس جسم کو، اس دل کو جھوٹ نے کتنا برباد کیا ہوگا۔

اسی نحوست کا اثر ہے کہ انسان کے جسم کے میل کو زہر قرار دیا گیا کہ ہم اپنے جسم کو دھوتے ہیں اور اس سے میل نکلتا ہے، تو اس میں کہاں سے سَمّیت آ گئی؟ یہ گناہوں کی سمیت ہے۔ کان میں سب سے زیادہ ہے، فرمایا کہ سب سے زیادہ زہر والا میل کان کا ہے، جیسا کل بتایا تھا۔

یہ ان گناہوں کی نحوست کا اثر انسان اپنے جسم پر روز بڑھاتا رہتا ہے۔ کاش کہ ہم وہ توبہ کی دعائیں پڑھ کر کے وضو کیا کریں، نیت کر کے کہ میں ہاتھوں کے گناہوں کو دھو رہا ہوں، پیروں کے گناہوں کو دھو رہا ہوں، چہرہ کے، آنکھ کے، منہ کے، ناک کے گناہ دھوتا ہوں۔ اس طرف توجہ ہوگی، تب گناہ دھلیں گے۔ ہم لوگ ویسے ہی بچوں کی طرح سے پانی ڈال لیتے ہیں، اللہ کرے اس میں بھی گناہ دھلیں۔

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام

شب جمعہ اور جمعہ کے دن میں درود شریف کے فضائل کی جو احادیث پڑھی جاتی ہیں، اس میں آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ **اَلْأَنْبِيَآءُ أَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ** کہ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اسی لئے ارشاد فرمایا کہ امت میں سے جو بھی آ کر سلام کرے، تو میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں اور سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں۔

یہی حال تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا ہے کہ سب زندہ ہیں۔ کیوں؟ کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام معصوم ہیں۔ ساری زندگی ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوسکتا۔ جب گناہ سرزد نہیں ہوا، تو ان کے اجسام گناہوں کی سَمّیت سے بالکل پاک ہیں۔ قبر میں ہزاروں برس رہنے کے باوجود بھی وہ سڑیں گے نہیں، اسی طرح رہیں گے۔

جو اجسام قبر میں سڑیں گے نہیں

اسی لئے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے علاوہ وہ حضرات جو اس درجہ میں ہوتے ہیں، وہ معصوم

تو نہیں ہوتے، وہ بشر ہیں، ان سے گناہ ہو سکتے ہیں، لیکن وہ اپنے گناہوں کو ساری عمر دھوتے رہے۔

اسی لئے روایات میں آتا ہے، شہداء کے بارے میں کہ جس طرح انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، شہداء بھی زندہ ہیں۔ لیکن دونوں کی وجوہات مختلف کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے اجسام کی سلامتی گناہوں کے اکتساب کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے کہ ان سے گناہ ہوتے ہی نہیں، **لِعِصْمَتِهِمْ**، ان کے معصوم ہونے کی وجہ سے۔

اور شہداء سے ساری عمر گناہ تو سرزد ہوئے ہوں گے، لیکن جیسے ہی بندوق لگی، تلوار لگی اور وہ شہید ہوئے، تو پہلے قطرہ کے ساتھ سب گناہ معاف ہو گئے۔ اور اب یہ جو جسم ہے اس شہید کا، جیسے قبر میں رکھا جائے گا تو سڑے گا نہیں کیوں کہ اس میں کسی قسم کی گناہ کی آلودگی نہیں۔

یہ آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی چیز آپ نے رکھی۔ اگر اس کو فرِج میں نہیں رکھا، چند گھنٹوں میں بعض چیزیں سڑ جاتی ہیں۔ کچھ چیزیں فرِج میں رکھی جائیں پھر بھی سڑ جائیں گی، اگر اس میں نمی ہے، پانی ہے، تو وہ چیز سڑ جائے گی۔ جتنا زیادہ اس کو پکایا گیا ہو، سکھایا گیا ہو، اس کی نمی کو دور کیا گیا ہو، پانی کا اثر اس میں نہ ہونے کی وجہ سے وہ چیز دیر تک رہ سکتی ہے۔

ان حضرات کے وجود، شہداء کے وجود اور اجسام سالم رہتے ہیں اور علماءِ راسخین کے بھی بہت سارے قصے ہیں کہ ان کی قبر کو کھولا گیا، تو وہ سالم نکلے، حالانکہ نہ نبی ہیں، نہ شہید ہیں، مگر اپنی قبر میں ان کا جسم سالم، بہت سے حفاظ کے متعلق، عالم بھی نہیں، علماءِ راسخین میں سے بھی نہیں، لیکن انہوں نے قرآن اتنا پڑھا، اتنا پڑھا کہ ہر وقت سالوں پڑھتے رہنے کی وجہ سے وہ جو گناہ تھے سارے دھلتے رہے، ان کی قبریں جب کھولی گئیں، تو ان کے جسم اسی طرح سلامت تھے۔ دنیا میں جسم کی بدبو کا مدار بھی اسی گناہ پر ہے، تاریکی اور ظلمت کا مدار بھی ان ہی گناہوں پر ہے، اور حسن اور روشنی اور نور کا مدار بھی گناہوں سے بچنے پر اور نیکیوں پر ہے اور قبر میں سلامت رہنے اور سڑنے کا مدار بھی اسی پر ہے۔

یہ آنسو قیمتی ہیں

ایک بزرگ گزرے ہیں شیخ احمد الحواری۔ جس طرح حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور حضرت کے والد صاحب اور حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات آپ کو سنائے کہ وہ روتے رہتے تھے۔

ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میں سفر میں ہوتا تھا، حضرت کے تہجد کے وقت رونے کی وجہ سے میری آنکھ کھلتی تھی ۔اور اس طرح روتے تھے کہ جس طرح کہ کوئی مکتب میں بچہ پٹ رہا ہو۔ فرماتے ہیں یہی حال میرے والد صاحب کا تھا۔ حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا۔

یہ شیخ احمد الحواری بہت زیادہ رونے دھونے والے تھے۔ حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شروع میں قصہ بتایا تھا کہ وہ ہر وقت کعبۃ اللہ کے سامنے بیٹھ کر روتے رہتے تھے، ہم ان کو دیکھتے تھے کہ کعبہ شریف کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہیں اور آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری ہیں۔ جسم کو اور روح کو اور قلب کو کس درجہ جلاء ملی ہوگی، یہ تو اللہ ہی جانے۔ لیکن وہ فرماتے تھے کہ یہ جو ایک سو بیس رحمتیں کعبۃ اللہ پر اترتی ہیں، میں اس کو دیکھ سکتا ہوں کہ یہ اتر رہی ہیں، مسلسل روتے رہنے کی وجہ سے انہیں یہ نور و بصیرت ملی ۔کس قدر جلاء ان کی آنکھوں میں پیدا ہو گیا تھا، اسی لئے میں نے بتایا کہ یہ آنسو بڑے قیمتی ہیں۔

شیخ احمد الحواری

شیخ احمد الحواری کے یہاں ایک نوکرانی، کام کرنے والی، کسی کی باندی تھی۔ جس طرح ان صحابی کے متعلق بتایا کہ چلتے ہوئے تھپڑ مار دیا۔ لونڈی بے چاری، اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہوتی، لیکن وہ باندی ہمیشہ دیکھتی تھی کہ شیخ الحواری روتے رہتے ہیں، میں بیٹھ کر ترس کھایا کرتی تھی۔ اور کبھی اس کو ترس زیادہ آجاتا تو پاس بیٹھی رہتی کہ حضرت مجھ سے کوئی خدمت لیں، پانی

مانگیں، کوئی اور خدمت حضرت کی کروں۔ مگر حضرت تو اپنے رونے دھونے میں مشغول ہوتے۔ وہ اپنا ہاتھ حضرت کے چہرہ پر لے جاتی اور دیکھتی کہ آنسو گر رہے ہیں، اس کو ترس آتا، آنسو لے کر اپنے چہرے پر مل لیا کرتی تھی۔

کوئی عابدہ زاہدہ، رابعہ بصریہ کی طرح سے بڑی عبادت گزار نہیں تھی۔ ایک نوکرانی، گھر میں کام کرنے والی۔ لیکن وہ باندی جب مری ہے اور اس کا انتقال ہوا ہے، تو اس کا مالک اس کو خواب میں دیکھتا ہے کہ بڑے اونچے مقام پر ہے۔ اولیاء اللہ کی طرح سے بڑی حسین اور جمیل اور خوبصورت اور وہاں پر زبردست اس کا استقبال ہوا۔

اس حالت میں دیکھ کر وہ مالک پوچھتا ہے کہ تمہارا تو دنیا میں کوئی ایسا عمل تھا نہیں ظاہری طور پر دیکھنے میں، اتنا حسن اور جمال آپ کو کیسے ملا؟ تو وہ ہنس پڑی۔ اپنے مالک کو کہتی ہے کہ مجھے بتایا گیا کہ یہ جو شیخ احمد الحواری روتے تھے، ان کے آنسو لے کر تم نے جو پونچھ لئے تھے اور اپنے رخسار پر مل لئے تھے، ان کے نتیجہ میں تمہیں یہ حسن دیا گیا ہے۔

اس لئے یہ آنسو دل کو بھی دھو سکتے ہیں۔ دل کا وضو اور دل کا غسل ان آنسوؤں کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اور اگر اس کو ہم نہیں دھوئیں گے، پھر یہ سمیت بڑھتی چلی جائے گی۔

جس طرح اچار کا ڈبہ آپ کھولیں گے، تو کبھی اوپر سے ذرا سی پھوئی ہوگی جسے صاف کر لیں گے۔ وہاں ہندوستان میں تو ذرا پھوئی ہو تو صاف کر دیتے ہیں اور اس میں تیل ڈال کر پھر رکھ دیا، یہ پھوئی لگی ہوتی ہے ہمارے اعضاء پر، گناہوں کی، ہاتھوں پر، پیروں پر، آنکھوں پر۔ جس طرح ہم وہ اچار کی پھوئی دیکھ سکتے ہیں، حلوے کے اوپر کی پھوئی آنی شروع ہوگئی ہے، اس کو دیکھتے ہیں اس طرح اللہ والے گناہوں کی پھوئی کو اسی طرح دیکھ لیتے ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ آتے ہیں نیک مجلسوں میں اور ان کی آنکھوں سے زنا ٹپک رہا ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالی ہمیں ان گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور توبۂ نصوح نصیب فرمائے۔ اور قبل

اس کے کہ ہمارے گناہ ہماری زندگی میں اس جسم کو سڑا دیں اور بدبودار ہو جائے اور قبر میں رکھنے کے بعد یہ سڑے، اس سے پہلے پہلے ان آنسوؤں کے ذریعہ، رونے کے ذریعہ، توبہ اور استغفار کے ذریعہ، ذکر اور تلاوت کے ذریعہ اس جسم کو معطر کرنے کی اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰى آلِه وَصَحبِه وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وضو کی دعائیں اس دن ذکر کی تھیں، پھر مولانا محمد آدم صاحب نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی احیاء العلوم سے وہ دعائیں نقل کر کے مجھے دکھائیں۔ میں نے ان سے کہا ہے کہ اچھا کام ہے، جن کو رغبت ہو تو یاد کر کے دعا پڑھا کریں۔ لیکن یہ جب موضوع شروع ہوا تھا، اسی دن دعائیں بتانے سے پہلے میں نے عرض کر دیا تھا کہ اس باب میں پہنچ کر کے علمیت کی اظہار کے لئے پہلے کہہ دیا جاتا ہے کہ سوائے وضو سے فراغت کی دعا کے اور کوئی دعا مسنون طریقہ سے، سنت سے ثابت نہیں۔

جنہوں نے یہ دعائیں لکھی ہیں، پہلے تو ہمارے یہاں نماز وطہارت کی بنیادی جتنی کتابیں ہیں، ان میں وضو کا طریقہ لکھا جاتا تھا، اس میں یہ دعائیں لکھی جاتی تھیں، تو ان کو اتنا نشانہ بنایا گیا اور ان کے متعلق اتنا لکھا گیا اور اتنا کہا گیا کہ آہستہ آہستہ وہ دعائیں حذف ہو گئیں، کتنا بڑا ظلم ہے۔ اب جنہوں نے بھی، وہ تمام پرانی کتابیں لکھی ہیں، آپ دیکھیں گے کہ کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دعاؤں کو پڑھا کرتے تھے۔ یہ تو ہم بیماروں کے لئے علاج کے طور پر انہوں نے تجویز کیا کہ یہ علاج ہے۔

ذکرِ کثیر اثناءِ وضوء میں بھی

قرآن کہتا ہے، ابھی آج ہی آیت پڑھی گئی ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اذْكُرُوْا اللّٰهَ ذِكْراً كَثِيْراً﴾ اللہ کا ذکر ہر وقت مطلوب ہے۔ ذکرِ کثیر، کثرت سے اللہ کو یاد کیا کرو اور وہ کتنا یاد کرنا ہے؟ کس کس جگہ یاد کرنا ہے؟

دوسری جگہ قرآن نے کہا ہے، ﴿الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَاماً﴾ کھڑے ہو تو بھی، بیٹھے

ہوتو بھی، اور لیٹے ہوتو بھی، ہر حال میں، انسان ان تین حالتوں کے سوا چوتھی حالت میں نہیں ہوتا۔ یا تو کھڑا ہوگا، یا بیٹھا ہوگا یا لیٹا ہوگا۔تو قرآن نے کہا کہ ہر وقت اللہ کو یاد کرنا ہے۔تو یہ جو وضو کی ہیئت ہے کہ جس میں انسان وضو کے لئے بیٹھتا ہے،کوئی چوتھی ہیئت ہے؟ بیٹھ کر ہی وضو کرے گا، یاسِنک پر کھڑے ہوکرے گا،تو اس وقت اللہ کو نہیں یاد کرنا؟

ان دعاؤں میں اور ہوتا کیا ہے؟ اللہ کو یاد کیا جاتا ہے۔اس دن بتایا تھا کہ منہ میں جیسے ہی پانی ڈالا،تو ساتھ فکر وشعور ہو کہ یہاں سے حرام لقمے بھی بہت سارے گئے ہوں گے۔ الٰہی! میں اس سے پناہ مانگتا ہوں کہ آئندہ کے لئے نہ جائیں۔ اس کے لئے تو میری مدد فرما۔ میں اس کو بچاؤوں گا حرام لقمہ سے اور حرام کھانے سے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کل جامِ کوثر تیری رحمت سے مجھے مل سکے۔

ناک میں ڈالتے وقت وہی فکر کہ جہنم کی بو بھی میں سونگھ نہ پاؤں،اتنی دور کا میرے متعلق تیری طرف سے فیصلہ ہو۔ چہرہ پر پانی ڈالتے وقت وہ منظر سامنے ہو قیامت میں یَوْمَ تَبْیَضُّ الْوُجُوْهُ کہ کچھ چہرے اس وقت سفید ہوں گے، کچھ سیاہ ہوں گے۔قرآن نے جو تمام منظر وہاں کے بیان کئے، یہ وضو کے وقت جب وہاں ہاتھ پہنچے گا،تو نہ یاد کریں؟ یہ بھی بدعت؟ تو اس وقت کو یاد کر کے اس آیت کی طرف ذہن جائے کہ کیا منظر ہوگا۔ اچھا بھلا دنیا میں حسین چہرہ تھا، وہاں کالا ہو گیا۔ اس سے اللہ تبارک وتعالی کی انسان پناہ مانگ رہا ہے۔ اسی طرح ہاتھ دھوتے وقت کہ نامۂ اعمال جب ملیں گے،تو مجھے اس ہاتھ میں ملیں، الٰہی! مجھے اس بائیں ہاتھ میں نہ دینا۔ کتنا استحضار ہے؟ ان تمام احادیث اور نصوص اور آیات ہی کے استحضار کے لئے انہوں نے دعائیں ایجاد کیں اور اس پر ستم یہ کہ نہیں پڑھ سکتے، کوئی چیز ثابت نہیں۔خبردار! جو پڑھی تم نے یہ دعا، ورنہ بدعتی ہونے کی مہر لگادیں گے۔

البانی

اسی سوچ کا نتیجہ ہوا کہ یہ البانی جیسے پیدا ہو گئے۔ اور کون البانی؟ تو بات یہ ہے کتابیں وغیرہ اس نے بہت بعد میں لکھیں۔ جب ہم ۶۹ء میں وہاں تھے، اس وقت تو دنیا میں کوئی کوئی ان کے نام سے واقف ہوگا، صرف اہلِ علم کوئی البانی کو جانتے ہوں گے اور وہ بھی خاص جو جامعہ اسلامیہ اور مدینہ منورہ کے مشائخ اور وہاں کے اساتذہ جانتے ہوں گے، انہوں نے اس کا نام سنا ہوگا، بیچارے البانی کا، اللہ اس کو معاف کرے۔ اس وقت ۱۹۶۹ء میں ہم نے جو سنا تھا وہ یہ ہے کہ اُس وقت حرم شریف کے چاروں طرف جتنی سونے کی مارکیٹ ہوتی تھیں، کپڑوں کی مارکیٹ ہوتی تھیں، تمام دکانیں بخاریوں کی ہوا کرتی تھیں، جو بخارا سے، سمرقند سے، ہجرت کر کے کومیونزم کے غلبہ کے وقت لوگ وہاں سے بھاگ کر آ گئے تھے۔ اسی لئے حرم کے اطراف میں سارے کے سارے کٹّر حنفی تھے اور اہل سنت تھے۔

یہ البانی مدرس تھے جامعہ اسلامیہ میں۔ نہ معلوم کیا سوجھی کہ مواجہہ شریف پر جو کھڑے ہو کر مصلّی صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں، اس وقت حکومت کی طرف سے قطعاً کسی طرح کی کوئی پابندی، کوئی روک ٹوک، کچھ بھی نہیں ہوتا تھا، چاہے آپ دس گھنٹے کھڑے رہیں، روتے رہیں، کچھ کریں، کوئی آپ کو آ کر نہیں چھیڑے گا کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟

اس نے وہاں کھڑے ہو کر کوئی لیکچر دیا کہ یہاں ٹھیرنا بدعت ہے، فوراً وہ بخاری حضرات جو بڑے بڑے تاجر تھے، ان کے حکومت سے بھی تعلقات تھے، انہوں نے آپس میں پروگرام کر کے حکومت کو، بادشاہ کو، ٹیلیگرام دینے شروع کئے اور انہوں نے ٹیلیگرام دیئے کہ اس شخص نے ایسی گندی حرکت کی ہے، اس نے اتنی بڑی گستاخی کی ہے، قطعاً ہم اس کو مدینہ منورہ میں برداشت نہیں کر سکتے۔ اللہ کے واسطہ تم اس کا انتظام کرو۔ فوراً حکومت نے اس کو گرفتار کیا، گرفتار کر کے علیٰ طول فوراً سفر کرا دیا، نکال دیا وہاں سے۔ تیس برس سے زیادہ باہر رہا سیریا میں، شام

میں۔

اب نکالا گیا کس جرم میں کہ اس نے کیسی گندی حرکت کی تھی اور کتنی لمبی سزا پائی۔ جب تک سلفیوں کا بہت زیادہ اثر اور رسوخ نہیں ہوگیا، وہاں تک آ ہی نہیں سکا، وہ داخل ہی نہیں ہوسکتا تھا سعودیہ میں۔ لیکن جو شخص اس مواجہہ شریف میں، جہاں آپ کو ذرا سا کسی کی طرف نگاہ اٹھانا بھی برا لگتا ہے، وہاں ایسا گندہ اس نے لیکچر دیا اس شخص نے، اس واقعہ سے اس شخص کی طبیعت اور سرشت اور جبلت کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کیا نہیں کرسکتا۔ چنانچہ پھر اس نے وہ کارنامہ کرکے دکھایا جس کی ابتداء اس طرح کی شرارت سے اس نے کی تھی۔

اس نے وہ کتابیں لکھنی شروع کیں کہ الامان الحفیظ، کہ یہ جو اتنی ضخیم تم ابوداؤد، سنن ابی داؤد پڑھتے ہو، اس میں یہ حدیث غلط، یہ حدیث غلط، یہ غلط۔ چھوٹی سی، نورالایضاح کی طرح اسے بنا دیا، اس کو، پوری سنن ابی داؤد کو۔ تمام سنن کی کتابوں پر اس نے آرہ چلایا، کیا صحاح کی کتابیں، کیا سنن کی کتابیں کہ یہ تمام احادیث، سارا کا سارا ذخیرہ غلط۔ جو وہاں مواجہہ شریف پر گستاخی کرسکتا تھا، وہ یہاں بھی کرسکتا تھا۔

اب نام ہے سنن ابی داؤد۔ اس کے ساتھ بڑھا دیا صحیح سنن ابی داؤد کہ سنن ابی داؤد کی باقی ساری روایت غلط ہیں۔ کس کے نزدیک؟ البانی کے نزدیک۔ کتنے کئی سو برس کے بعد، ہزار برس سے زیادہ ان کتابوں کی تصنیف کو گذر گئے، یہ جو اتنے زمانہ تک اس کو سنن میں داخل کیا گیا اور اس کی روایت پر اعتماد کیا گیا، وہ سب غلط تھا۔

لیکن اس کی چوری پھر اہلِ علم نے پکڑ کر کے کافی کتابیں لکھی ہیں اس کے خلاف کہ اس نے احادیث کے جس ذخیرہ کو بتایا تھا کہ یہ غلط ہے اور کتاب میں سے نکال دیا تھا، جب اس کو خود ضرورت پڑی تو ان ہی احادیث سے وہ استدلال کرتا ہے کہ فلاں حدیث میں یوں آیا۔ اللہ کے بندے! اگر تیرے نزدیک یہ حدیث صحیح تھی؟ اس سے تو استدلال کرسکتا ہے؟ تو پھر امام ابوداؤد کا کیا جرم تھا؟ امام ترمذی کا کیا جرم تھا؟ صحیح سنن ترمذی، صحیح جامع ترمذی لکھنے کی تجھے کیا ضرورت

پیش آئی تھی؟ پھر اس کے نتیجہ میں ایک جاہلوں کی جماعت دنیا میں پیدا ہوگئی۔

دینی ماحول کے مخالفین

اب یہاں تو ماشاء اللہ سب کے سب ٹوپی والے ہیں۔ آپ بہت سی مساجد میں جائیں گے، تو وہاں تلاش کرنا پڑے گا کہ ٹوپی والا ہے کوئی، کیوں؟ انہوں نے کہا اس کی کیا ضرورت؟ روایت لاؤ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپی پہنتے تھے، اور ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھی یہ بتاؤ۔ کہتے ہیں عمامہ باندھتے تھے، عمامہ تو ہوتا تھا، مگر ٹوپی ساتھ کی روایت لاؤ۔ اچھا، کیا پھر شیعوں کی طرح بغیر ٹوپی کے باندھتے تھے؟ جو آج کل شیعہ آپ دیکھتے ہیں کہ عمامہ شیعہ باندھتے ہیں تو بیچ میں ٹوپی نہیں ہوتی، امت کو وہ کس گمراہی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں؟ کہ بغیر ٹوپی کے عمامہ کو ثابت کر کے ان کی نقل کی ترویج چاہتے ہیں۔

جن شیعوں کی تحویل میں حرمین کو دینے کی ان کی تمنا اور تڑپ ہے، اس کی ترویج چاہتے ہیں ہر چیز میں کہ عمامہ بھی ایسا باندھو جیسے شیعہ باندھتے ہیں، شیعوں کے ساتھ عید مناؤ۔ پھر اس ٹوپی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اور کپڑوں کے بارے میں بھی۔ یہاں تو ضرورت پیش نہیں آتی، ساؤتھ افریقہ میں ہر مسجد میں آپ دیکھیں گے بڑی بڑی عبائیں انہوں نے رکھی ہوئی ہیں کہ اگر کسی کا لباس ٹھیک نہیں ہے، تنگ لباس ہے، اس کی آستین پوری نہیں ہیں، تو عباؤں سے ایک عبا اٹھائی، پہن لی، نماز پڑھی، پھر اس کو وہاں واپس رکھ دیا، جس طرح مساجد میں بعض جگہ ٹوپی کا انتظام ہوتا ہے، لباس بدلنے کی کوشش کہ ان ٹوپیوں اور عباؤں کے انتظام کی کوئی ضرورت نہیں۔

پھر نمازوں پر، سنتوں پر آرہ چلایا۔ سب سے پہلے ان کا نشانہ صوفیاء ہی بنے۔ یہ دعائیں جو وضو کی ہیں کہاں ثابت؟ کہتے ہیں کہ اشراق کہاں سے آئی؟ چاشت کہاں سے آئی؟ فلاں کہاں سے آئی؟ تو یہ کم کرتے کرتے، ابھی ان مساجد میں آپ نے دیکھا کہ وہ قبلیہ اور بعدیہ سنت پڑھتا ہی نہیں کوئی۔

کیوں ؟ کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ سنتیں مسجد میں کہاں پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔ کیسا استدلال ! کہتے ہیں کہ گھر میں پڑھتے تھے، آپ گھر میں جا کر پڑھ سکیں گے، ابھی آپ یہاں سے جا کر کب گھر پہنچیں گے؟ کوئی سنت پڑھ سکتا ہے اگر یہاں نہیں پڑھیں گے تو ؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا، حجرہ سے مسجد میں تشریف لاتے ، مسجد سے حجرہ میں تشریف لے جاتے ۔ اگر آج کل کسی کا مکان اس قدر متصل ہو معتکف کی طرح سے، تو گھر جا کر پڑھ سکے گا ۔ ہم سب دور سے آتے ہیں، کون پڑھ سکے گا ؟

یہ دین کو بگاڑنے کی ایک کوشش ہے ۔ ، یہ سچ مچ دین کو بگاڑنے کی کوشش تھی ، جس کو یہ امت سمجھ نہیں پائی ۔ امت کا یہ طبقہ، اللہ تعالی نے ہمارے حضرات کو سمجھ دی کہ انہوں نے کوشش کی دین کو اسی شکل میں محفوظ رکھنے کی ۔ سلفیوں کے یہاں وہ سنتیں حذف ہو گئیں، تو پڑھتے ہی نہیں، بیٹھے رہیں گے، مسجد میں باتیں کرتے رہیں گے لیکن سنت نہیں پڑھیں گے ۔ کیوں ؟ کہ مسجد میں نہیں پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔ پھر فرض نمازیں تو پڑھنی ہیں لیکن نماز پڑھنے کے لئے سلفیوں کے یہاں بہت گنجائش ہے کہ پانچ اوقات کے بجائے تین وقت میں تم پڑھ کر فارغ ہو جاؤ ، **جمع بین الصلوتین** کرلو، اب **لمرض ، لمطر ، لعذر ، لسفر** تو اب یہ عذر کی وجہ سے ، مرض کی وجہ سے ، بارش کی وجہ سے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ، ان کے یہاں اس کی ہمیشہ کے لئے دوامی طور پر اجازت کہ **جمع بین الصلوتین**، اکھٹی پڑھ لیا کرو ۔ یہ بالکل دین کو بگاڑنے کی کوشش ہے ۔

مجھے یاد آیا کہ سن ستر ۱۹۷۰ء میں جب مجلس العلماء یا جمعیۃ العلماء کے نام سے جماعت تھی علماء کی ، اس کا اجلاس ہوا تھا یہاں بولٹن طیبہ مسجد میں ۔ اس وقت اس کا فکر کیا گیا کہ ان دنوں میں تو رمضان دسمبر وغیرہ بہت چھوٹے دنوں میں ہوتے تھے، مگر آئندہ کے لئے تیاری کے طور پر اس کا فکر کر کے ، ہر جگہ استفتاء بھیجا گیا ، ازہر سے لے کر دار العلوم دیوبند تک چھوٹے بڑے تمام مدارس میں ، مفتیانِ کرام کو بھیجا گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ برطانیہ میں یہ روزے جب سمر میں

ہوں گے تو انیس گھنٹے تک کے روزے ہو سکتے ہیں، آپ حضرات کی اس کے متعلق کیا رائے؟

ہر جگہ کے مختلف جواب ہوتے تھے۔ ان میں ایک جواب اس طرح کا بھی تھا، جیسا میں نے کہا کہ سنت کی بھی ضرورت نہیں، سنت بھی چھوڑ دو، وقت پر نماز پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں، اس کو بھی چھوڑ دو۔ جب چاہو پڑھ لو، اکھٹی پڑھ لو، تو اس طرح یہ دین کے پورے ایک باب کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی۔

بعضوں نے اس وقت جواب لکھا تھا روزوں کے بارے میں کہ ان دنوں میں روزے نہ رکھے جائیں اور جب چھوٹے دن ہوں، اس وقت قضا کر لی جائے۔ آپ اندازہ لگائیں اس فکر کا اور اس سوچ کا کہ اگر اس پر عمل کیا گیا ہوتا، تو یہ رمضان کا ماحول ہو سکتا تھا اور یہ تو دوسری دفعہ سمر میں روزے شروع ہو رہے ہیں۔ اس سے پہلے پورے سمر میں ماشاء اللہ روزے ہو گئے، برطانیہ، یورپ بھر میں ساری دنیا نے روزے رکھے، تمام مساجد آباد رہیں، نہ کوئی مرا، نہ کسی کو کوئی تکلیف پیش آئی۔

جہاں روزے کا وقت لمبا ہے، اس کے مقابلہ میں یہاں ٹھنڈک بھی ہے، ہمارے ملکوں میں یہاں سے دو گھنٹے کم ہیں، مگر وہاں انتہائی درجہ کی گرمی اور ان کے پاس زندگی کے اور عیش کے، آرام کے اسباب مہیا نہیں ہیں۔ کتنی جاں فشانی کے ساتھ وہ لوگ کام کرتے ہیں، دن بھر مزدوری کرتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں گرمی میں، اور ساتھ ہی ان کے روزے ہوتے ہیں اور یہاں یہ ٹھنڈے روزے کیا تکلیف دیتے ہیں۔ اٹھارہ انیس گھنٹے کے روزے نے کبھی، کسی کو کوئی تکلیف نہیں دی، لیکن یہ ایک سوچ تھی کہ حذف کر دو رمضان۔ ان دنوں میں مت مناؤ، پھر اور کسی وقت منا لیا کرو، جب کسی کو قضاء کرنا ہو تب قضاء کر لو۔

جیسا کہ شروع میں جب ہم یہاں آئے سکسٹی ایٹ ۱۹۶۸ء میں، اس وقت سنا کرتے تھے کہ کینیڈا، امریکا میں بعض جگہ اتوار کو جمعہ پڑھا جاتا ہے، باقاعدہ جمعہ کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اتوار کو۔

میں نے لطیفہ کے طور پر طلبہ کو اس وقت یہ سنایا تھا اور پھر جب ٹرینیڈاڈ کا سفر ہوا، ہمارے

اسماعیل بھائی کوٹھری والا، جو تبلیغی جماعت کے امیر تھے، پورے سفر میں تمام ملکوں میں ہمارے ساتھ تھے، مجھے بتایا کہ یہ مسجد ہے کہ جس میں عورت امام ہے۔ میں نے پوچھا عورت امام ہے؟ میں نے کہا صرف عورتیں ہی آتی ہیں؟ صرف مستورات کی نماز کا انتظام ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، باقاعدہ مرد بھی آتے ہیں، مرد اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ کہنے لگے ہاں، اس کے پیچھے نماز اور جمعہ بھی پڑھتے ہیں۔

مجھے یقین نہیں آرہا۔ تو میں نے پوچھا پھر جمعہ کا کیا ہوتا ہے؟ کہنے لگے جمعہ پڑھاتی ہے منبر پر، سامنے مردوں کا مجمع ہوتا ہے۔

جس طرح کسی نے اس زمانہ میں جمعہ کے دن کے بجائے اتوار کے روز جمعہ کی نماز پڑھنی شروع کی، تو اس طرح بعض لوگ یہ چاہتے تھے کہ یہ رمضان بھی ہٹا دیا جائے۔ اور دنوں میں پھر رمضان کے روزے رکھ لئے جائیں۔

یہ آزادی، اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ دنیا سے اسلام اور یہ نماز روزے کے طریقے سارے مٹ جائیں۔ یہ حلیہ، یہ لباس، یہ نمازیں، یہ اجتماع، یہ اتفاق، یہ محبت، یہ انوارات، یہ رحمتیں، یہ دعائیں، ان سب کو یکسر وہ ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے پیچھے کام کرنے والی فکری طاقتیں دوسری ہوتی ہیں، جو پیچھے سے انہیں لقمے دیتی رہتی ہے کہ اس پر کام ہونا چاہئے، اس پر کام ہونا چاہئے۔ جو البانی نے کام شروع کیا تھا، اس کو بھی انتہاء تک پہنچا دیا گیا ہے۔

اس جماعت کو آپ دیکھیں گے، ان کی نمازوں کو آپ دیکھیں گے کہ نہ ان کے یہاں نماز ہے، نہ ان کے یہاں لباس ہے، وضو بھی نہیں ہے۔ وہ لوگ وضو بھی شیعوں والا وضو لے آئے۔ میں نے کہا کہ جس طرح وہ ٹوپی کے بارے میں کہتے ہیں کہ صرف عمامہ باندھ کر نماز پڑھ سکتے ہو، ٹوپی نہیں۔ اسی طرح وضو کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ جو عام آپ جرابیں، سوکس پہنتے ہیں، اس پر مسح کرلو۔ اتنی جرأت ابھی نہیں ہوئی کہ وہ شیعوں کی طرح پیروں پر مسح کرلو، مگر وہ کہنا تو یہی

چاہتے ہوں گے کہ پیر دھونے کا فریضہ قرآن سے بھی ثابت نہیں ہے۔اسی لئے تو دھونے کو ضروری نہ سمجھ کر نائلون کی جرابوں پر مسح کرتے ہیں۔ یہ بغیر ٹوپی والے اور سنتیں مسجد میں نہ پڑھنے والے، گھر میں پھر وہ کیا پڑھتے ہوں گے۔

پورا ایک دین الگ بنایا جا رہا ہے۔اس طرح یہ وضو کے باب میں بھی انہوں نے اس وظیفہ کو بھی حذف کر دیا کہ پیر دھونے کی بھی ضرورت نہیں ہے، عام سوکس پر مسح کر لو۔آپ دیکھیں گے کتنے لوگوں کو وضو میں مسح کرتے ہوئے، چونکہ انسان کی طبیعت تو آزاد پرست ہے، ذرا سی آزادی ملی تو اس طرف طبیعت مائل ہو جائے گی۔

اس لئے یہ بزرگوں والے طریق بڑے اسلم ہیں، اسی میں سلامتی ہے۔اللہ تعالی ہمارے دین اور ایمان کو سلامت رکھے، اسی طریقہ پر ہمیں رکھے، اسی طریقہ پر اللہ ہمیں موت دے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارا روحانیت والا موضوع تو بہت اچھا چل رہا تھا، گذشتہ کل ویسے ہی جھگڑے والی بات بیچ میں آگئی۔ کتنا پیارا موضوع تھا، کہ مدینۃ العلوم کے جلسہ میں بھی میں نے اس پر کچھ عرض کیا تھا، کہ شریعت کا کوئی حکم، کوئی قرآن کی آیت عقل کے خلاف نہیں۔ کوئی حدیث سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو صحیح ثابت ہے، اس سارے ذخیرہ میں کوئی چیز عقل کے منافی نہیں۔ کچھ حضرات ہیں جنہوں نے مستقل باب قائم کیا، روایت اور درایت، کہ جو روایتیں، احادیث درایت اور عقل میں آئیں، اس کو قبول کرو، باقی کو ردی کے ٹوکرے میں پھینک دو۔ اس پر انہوں نے ہزاروں صفحات سیاہ کر دئے، اپنا اعمال نامہ سیاہ کیا ہوگا، کیوں؟ کہ انہوں نے اپنی عقل کو معیار بنایا۔

یہ نہیں دیکھا کہ اسی ذخیرہ احادیث کو، ہزاروں احادیث کو جن کو میں رد کر رہا ہوں، ہزاروں برس سے بڑے بڑے محققین، امام غزالی، امام رازی، علامہ سیوطی جیسے لوگ آئے اور انہوں نے اس کو قبول کیا۔ ان کو ان میں کسی قسم کی قباحت نظر نہیں آئی۔ یہ تمام صحیح روایات اور ہماری تمام نصوص درایت کے مطابق اور عقل کے مطابق ہیں، آگے عقل میں نہ آئے تو یہ ہماری اپنی عقل کا فتور ہے۔ روز ہم دیکھتے ہیں ڈاکٹر ہمیں ڈانٹتا ہے، کوئی انجنیئر ہمیں ڈانٹتا ہے، گاڑی ٹھیک کرنے کے لئے لے جاتے ہیں، وہ کہتا ہے تم نے یہ غلط کیا، تو جس طرح وہاں ہماری عقل غلط ہے، اس باب شریعت میں بھی غلط ہی ہے۔

شریعت عقل کے مطابق ہے

شاہ رکن الدین سے پوچھا گیا کہ وضو میں پہلے چلو بھر کر پانی لیا جاتا ہے، یہ کیوں؟ کلی کرائی جاتی ہے، یہ کیوں؟ ناک میں پانی ڈالا جاتا ہے، یہ کیوں؟ بتایا کہ ہر چیز عقل کے مطابق ہے، کوئی

چیز عقل کے منافی اور عقل کے خلاف نہیں۔ یہاں تک کہ مؤمنین اور جو گناہ گار ایمان والے ہیں، وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے، یہ بھی عین عقل کے مطابق ہے۔ اب کوئی کہے گا کہ یہ تو عذاب ہے، تکلیف دی جائے گی، خدا کا ماننے والا ہے، ایمان رکھنے والا ہے، اس کو خدا جہنم میں ڈالے گا، جلائے گا اور تم کہتے ہو کہ یہ تمہاری عقل میں آتا ہے یہ کیسے؟ جیسے میں نے بتایا تھا کہ یہ گناہوں کی پھوئی لگ جاتی ہے سارے جسم پر، اس کو دور کرنے کا ایک طریقہ آخرت میں یہ ہے۔

اسی لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ مجھے غسلِ جنابت میں کوئی اشکال نہ رہے کہ میں پاک ہوا یا نہیں، اس لئے وَ مِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِيْ، کہ میں بال نہیں رکھتا کہ بالوں میں پانی اندر تک پہنچا یا نہیں پہنچا، بڑے بڑے پٹھے ہوں گے، بال ہوں گے، اس میں تھوڑا سا شک رہ جاتا ہے کہ پانی گیا کہ نہیں گیا۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ساری عمر شریف بال رکھے ہیں، لیکن میں نہیں رکھتا۔

اور یہ خود غسلِ جنابت ہے، وہ بھی عین عقل کے مطابق ہے کہ جو دوسرے گناہ ہیں، ان میں لطف اٹھاتا ہے تو کوئی ایک عضو لطف پاتا ہے۔ اور اس میں، جماع میں، جب انزال ہوتا ہے تو صرف ایک عضو لطف نہیں اٹھاتا، سارا جسم، رواں رواں انسان کا اس سے لذت پاتا ہے۔

اسی لئے فرمایا کہ یہ لذت ایسی ہے اگرچہ تم نے اپنی منکوحہ بیوی سے اس کو پورا کیا، لیکن اس میں تمہاری نیت ڈانواں دول ہو ہی جاتی ہے، سارا ذہن لذت ہی کی طرف چلا جاتا ہے، بیوی کا حق ادا کرنے کے لئے یا اولاد کے حصول کے لئے اور جتنی نیک نیتیں ہوسکتی ہیں وہ مغلوب رہیں، اس میں سب سے غالب آنے والی نیت نفس پرستی، ہواءِ نفس کی رہی۔ تم نے حظ نفس کے خاطر جو یہ جماع کیا اور اس سے لذت اٹھائی، یہ بھی حق تعالیٰ شانہ سے دور کرنے والی چیز تھی، یہ تمہاری نیت بھی۔ اس لئے سارے جسم پر اس کا اثر ہوا، جہاں جہاں جسم کے جس حصہ نے لذت پائی، ظاہر ہے کہ سارے جسم نے پائی، تو اس پھوئی کو پورے جسم سے دھویا جاتا ہے۔

اسی بناء پر جب کوئی زنا کرے، تو اس کے مختلف احکام ہیں مختلف حالات کے اعتبار سے الگ الگ ہیں۔ کسی میں کوڑے پر اکتفاء کیا گیا، کسی میں رجم کی سزا دی گئی کہ پتھر مار مار کر اس کو ہلاک کر دیا جائے۔ چور نے چوری کی، اس میں ایک ہاتھ پہنچے سے یہاں سے کاٹ دیا جاتا ہے، قصہ ختم۔ زنا بھی کبیرہ گناہ اور چوری کرنا یہ بھی کبیرہ گناہ، اس میں ایک عضو گیا اور رجم میں تو سارا جسم اور جان گئی اور جان بھی کس طرح گئی؟ پتھر، رجم سے زخمی لہولہان ہوتا ہے۔ جس میں جسم کا ہر عضو الم پاتا ہے، جب آدمی پتھر کھا کھا کر مرے گا تو کتنی جگہ اسے زخم آئیں گے۔ سر پر، چہرہ پر، جسم کے ہر حصہ پر زنا کی لذت کی سزا، اور جو جان لی گئی اس کی سزا ہے۔ اس وجہ سے کہ تم نے غلط جگہ نطفہ ڈالا۔ اگر صحیح جگہ ڈالتے، جس سے ایک نیک صالح اولاد مل سکتی تھی۔ تم نے ایک جان کو قتل کیا، غرض نطفہ کے قصاص کے طور پر جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔

ہمارے نوجوانوں کو بری عادتوں سے محفوظ رکھے، اپنے ہاتھوں سے شہوت پوری کرنا، یہ بھی کبیرہ گناہ ہے اور اس کو کہا گیا ہے، وأدِ خفی۔ ﴿وَاِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ﴾، موءدة زندہ دفن کی گئی بچی، تو جو اس کو دفن کرنے والے ہیں، ان کے متعلق اس بچی کو زندہ کر کے پوچھا جائے گا، حق تعالیٰ شانہ پوچھیں گے کہ بتاؤ تمہارا قاتل کون؟ تو وہ دعویٰ دائر کرے گی اور باپ کو، رشتہ دار کو جس نے دفن کیا ہوگا، اس کو خدا کے حضور، خدا کی عدالت میں حاضر کیا جائے گا، اس کا حساب لیا جائے گا۔

وأدِ خفی۔ اس کا بھی گناہ اتنا ہی ہے جتنا کسی بچی کو زندہ دفن کر دینا۔ تو جو زانی ہوتا ہے، اس نے اپنا نطفہ غلط جگہ ڈالا، تو قتل کیا۔ ایک قتل کا گناہ لگ گیا۔ وأدِ خفی مشت زنی سے جس نے لذت پوری کی اس نے بھی قتل کیا، مگر اس قتل کی سزا آخرت پر چھوڑ دی گئی، اس کا وہاں حساب ہوگا، جو اور زیادہ سخت ہے۔ زانی کو تو رجم کیا جاتا ہے ایک جان گئی اس کے بدلہ میں، لیکن جو اس نے لذت اٹھائی زنا کرتے ہوئے زانیہ کے ساتھ یا کسی کے ساتھ جبر کر کے، تو اس کے بدلہ میں اس کے سارے جسم نے لذت پائی اس کی سزا میں رجم ہے۔ چور نے تو صرف ایک ہاتھ سے وہ چیز

اٹھائی تھی، اس لئے صرف اس کے ہاتھ کاٹنے پر اکتفاء کیا گیا۔

اگر کوئی کسی کی آنکھ پھوڑ دے، تو اس کے بدلہ میں تیز روشنی، آئینہ اس زمانہ میں رکھا جاتا تھا، تیز کہ جس سے اس کی آنکھ پھوڑ دی جاتی تھی۔ وہ جو چیز آتشی آئینہ کوئی چیز آپ پڑھنا چاہتے ہیں، اس کو سامنے کر کے اس کی آنکھ کی روشنی ختم کر دی جاتی تھی۔ تو ایک عضو کے بدلہ میں ایک عضو گیا۔

اب اسی سے آپ کو سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ جہنم میں کیوں ڈالا جائے گا کہ اب ایک گناہ تھا، تو وہ پتھروں کے ذریعہ صاف کیا گیا۔ لیکن اب ساری عمر کے زنا اور چوری اور خیانت اور ظلم، کتنے سارے کبائر، ہزاروں گناہ روز روز ہوتے رہتے تھے، وہ اکھٹے ہو گئے، ان کی صفائی کے لئے جیسے اب بھٹی والے کے یہاں آپ جائیں گے، تو لوہے کو وہ آگ میں ڈالے گا، سونے کو اسی لئے بھٹی میں ڈالا جاتا ہے کندن بنانے کے لئے، جیسا ہی اس میں ڈالا تھوڑی دیر آگ میں جلا، واپس نکالا تو بالکل اصلی حالت پر آ جائے گا، اس کا جتنا میل کچیل ہے، سارا ختم ہو جائے گا۔

تکمیل شریعت

صحابہ کرام کے متعلق حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اس جگہ فرمایا کہ یہ جو روایات میں آتا ہے کہ صحابہ میں سے فلاں کا ہاتھ کٹا، فلاں کو رجم کیا گیا، حالانکہ میں نے بتایا کہ وہ مدنی بزرگ تھے، سالہا سال ہم نے ان کو دیکھا کہ سجدہ کی جگہ سے آگے دیکھتے ہی نہیں تھے، ان سے بدنظری کب ہوئی ہوگی؟ انہوں نے کسی کو بری نظر سے کیا دیکھا ہوگا؟ زنا کا تصور تو دیکھنے ہی سے آتا ہے۔ جب ڈیڑھ ہزار برس کے بعد اللہ والوں کا یہ حال ہے، صحابہ کرام، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کی آنکھوں نے دیکھا، ان سے پھر زنا کیسے ہوا؟

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ کوئی چیز عقل کی منافی نہیں۔ ہر چیز آپ سمجھ سکتے ہیں، اگر دل سے غور کریں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات

طیبہ میں اس جرم میں کس کس کو سزا دی گئی؟ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ تعالی عنہ ایک مرد کو، امرأۃ غامدیہ ایک عورت کو۔ کیوں؟ صحابی ہو کر یہ گناہ ہوا کیسے ان سے؟

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ تکمیلِ شریعت کے لئے یہ خدائی انتظام تھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف یہ حکم بیان فرما دیتے، کیسے زنا پر کوڑے مارے جاتے ہیں، کیسے رجم کیا جاتا ہے، عملی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کو پیش نہیں کیا گیا نہ ہوتا، تو قرآن غلط ہو جاتا۔ حالانکہ قرآن تو کہتا ہے ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر چیز عملی طور پر کر کے دکھاتے ہیں۔ ایک ایک قصہ، مرد کا، عورت کا پیش آیا تا کہ یہ چیز بھی اگر پیش آئے میری امت میں قیامت تک کے لئے، تو کیا کیا جائے؟ اس طرح کیا جائے جس طرح کہ میں نے کیا ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ یہ جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کے مشاجرات ہیں، ان پر کبھی اشکال نہ ہوا۔ اب کہاں صحابہ کرام اور کہاں وہ آپس میں لڑیں گے؟ آپ کے سامنے کوئی مسجد میں دو آدمی اگر ہاتھا پائی کر رہے ہوں، آپ جب ان کو دیکھیں گے، تو آپ کو ایک قسم کی کراہت محسوس ہوگی کہ یہ مسجد میں ایک دوسرے کو مار رہے تھے، لڑ رہے تھے۔ ساری عمر کے لئے آپ کے ذہن میں وہ قصہ رہ جائے گا۔

آپ بھی ان سے ڈریں گے۔ اور یہاں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں دو پارٹیاں ہوئیں اور تلواریں چلیں اور صرف تلواریں نہیں چلیں، کتنے شہید ہوئے، ایک غالب ہوئے، دوسرے مغلوب ہوئے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ مجھے زندگی بھر کبھی اس میں اشکال نہیں ہوا اور کسی کی شان میں ذرہ برابر میرے عقیدہ میں فرق نہیں آیا، کسی صحابی کے بارے میں۔ کیوں؟

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی تکمیلِ شریعت کا ایک باب تھا۔ اگر یہ ایسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیش آتا کہ ایک جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کھڑی

ہو جاتی ،تو فوراً کافر بن جاتی۔اس کا تو ایمان باقی رہ ہی نہیں سکتا جو نبی کی مخالفت پر اتر آئے۔

اس لئے یہ جو خلفاءِ راشدین کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری سنت کا اقتداء کرو اور ان خلفاء راشدین کا اقتداء کرو، ان کی اقتداء کو جو فرمایا گیا، اسی لئے کہ کچھ چیزیں شریعت کی ایسی ہیں کہ ان کی خلافت کے زمانہ میں مکمل ہوں گی۔

یہ جو باب تھا کہ اگر حکومتِ وقت اسلامی ہے اور اس کے خلاف اگر کچھ لوگ باغی ہو جائیں، حکومت کے خلاف کھڑے ہو جائیں تو پھر اس کا کیا حکم؟ حکومت کو، خلافت کو، خلیفہ کو کیا کرنا چاہئے اور وہ جو باغی ہیں انہیں کیا کرنا چاہئے؟

پھر جب جنگ ہو،تو جس طرح اور جنگوں کی طرح سے اس میں شہید کون ہوگا، اور جس طرح آج کل لکھتے ہیں ہلاک ہو گیا، ہلاک جس کو لکھیں گے وہ کون ہوگا اور جس کے لئے شہید کا لفظ استعمال کریں گے وہ کون ہوگا۔اور جس طرح وہاں تمام غزوات میں جو قانون رہا کہ غلام باندی بنائے جاتے ہیں، ان کی املاک ضبط کر لی جاتی ہیں، وہ مالِ غنیمت شمار ہوتا ہے،تو یہاں بھی کیا ایسا ہی ہوگا؟

یہ جو صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین میں جو حضرت معاویہ رضی تعالی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں جو جنگ ہوئی،تو اس میں ان احکامات کو عملی طور پر امت کے سامنے پیش کیا گیا کہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو خلیفۂ وقت ہیں، ان کے خلاف جو صحابہ کھڑے ہوئے وہ مخطی کہلائیں گے اور ان کی خطاء اجتہادی کہلائے گی اور اس میں عام جنگوں کی طرح سے نہ غلام بنایا جائے گا، نہ باندی بنایا جائے گا۔ جو قیدی پکڑے جائیں گے،انہیں چھوڑ دیا جائے گا۔اور اسی طرح جو ان کی املاک ضبط ہوں گی، وہ مالِ غنیمت شمار نہیں ہوں گے، واپس کرنا ضروری ہوگا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس پر عمل کر کے دکھایا، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔

’’یا قتل کر دو یا جرمِ الفت بخش دو‘‘

میں تو وضو اور نماز کے متعلق عرض کر رہا تھا کہ ہر حکم مقتضائے عقل کے مطابق ہے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ جیسے ہی ہاتھ اٹھائے، تو ہاتھ اٹھانا یہ نشانی ہے ترک دنیا کی طرف کہ یا اللہ دیکھ! میں اپنے ہاتھ، خالی ہاتھ اٹھا کر، سب دنیا کو چھوڑ کر کے تیری بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہوں۔ رفعِ یدین میں یہ حکمت بھی ہے کہ دنیا کا کوئی خیال میرے دل، دماغ میں نہیں۔ یہ میرے جس طرح ہاتھ خالی ہیں تو میرا دل بھی خالی ہے اور میں حاضر ہو رہا ہوں۔ اور اس کے بعد جیسے ہی ہاتھ باندھے، تو حضرت یہاں ایک شعر پڑھتے تھے، حضرت شعر پڑھتے تھے کہ ؂

سامنے آپ کے ہاتھ باندھے ہم کھڑے ہیں
یا قتل کردو یا جرمِ الفت بخش دو

کہ عاشق اپنے معشوق کو کہہ رہا ہے کہ ہم ہاتھ باندھ کر کھڑے ہیں آپ کے سامنے، یا تو ہمیں قتل کر دو یا پھر جو آپ سے ہم نے محبت کی ہے تو یہ جرمِ الفت کیا ہے، الفت اور محبت اور پیار کا جرم جو ہم نے کیا ہے، اس کو بخش دو، معاف کر دو۔

ہم تو کھڑے ہوئے ہیں، تو حق تعالیٰ شانہ سے ایسا قرب اور پیار ہو جس طرح عاشق اپنے معشوق کو کہہ رہا ہے، اتنے پیار سے کھڑا ہو اور کھڑے ہو کر تیر کے آنے کا انتظار کیا، خنجر چلنے کا انتظار کیا، الحمد پڑھتے رہے، پھر سورۃ پڑھتے رہے کہ تیر نہیں آیا ابھی، کھڑے ہیں وہ تو نہیں مارتے۔ انتظار کر کے معشوق کو بڑھنے کی تکلیف نہ ہو، شاید تلوار اٹھانے میں، تیر چلانے میں تکلیف ہو رہی ہوگی، اس لئے پھر آگے سر نیچا کر دیا، رکوع میں چلے گئے کہ اب مار دو۔ انتظار کیا، رکوع میں بھی تسبیح پڑھتے رہے، پھر قومہ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ، تو اب کیا کہہ رہے ہیں زبان حال سے کہ ہمیں پتہ ہے کہ آپ کو بھی اندر سے تو ہم سے پیار ہے، محبت ہے، الفت ہے، اس لئے تو آپ نے، ہم کھڑے ہو گئے، ہاتھ باندھ کر، آپ نے نہیں مارا، رکوع میں گردن جھکا

دی، آپ نے نہیں مارا، سر سامنے کر دیا، پھر بھی نہیں مارا۔

شاید ہماری صورت دیکھ کر آپ نہیں مار سکتے۔ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی طرح کہ حضرت اسماعیل نے عرض کیا تھا کہ ابا جان! ویسے اگر چت لٹاؤ گے تو آپ مجھے ذبح نہیں کر سکتے، اس لئے ایسا کرو کہ مجھے اوندھا لٹا دو کہ آپ میری شکل نہ دیکھ سکو اور پدری محبت آپ پر غالب نہ آ جائے۔ اس لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کیا کہا تھا کہ مجھے اوندھا لٹا دو اور گردن کی طرف سے چھری پھیر دو۔

اسی طرح یہاں بھی حق تعالیٰ شانہ سے بندہ عرض کرتا ہے کہ الٰہی! مجھے پتہ ہے کہ آپ کو ستر ماں سے زیادہ اپنے بندہ سے محبت ہے، آپ ہمیں کیسے ماریں گے؟ آپ نے تو نہیں مارا، کھڑے ہو گئے تو بھی، ہاتھ باندھ لئے، پھر سر جھکایا، تو بھی نہیں مارا۔ اچھا پھر ہمیں دیکھ کر آپ کو پیار آ جاتا ہے اس لئے ہم چہرہ نیچے کر دیتے ہیں، گدی کی طرف سے ہمیں ذبح کر دو۔ اس طرح یہ مکمل سارا دین درایت و عقل کے مطابق ہے۔ صوفیاءِ کرام نے ایسا پیار محبت میں اسے ڈھالا ہے کہ آپ سوچ نہیں سکتے۔

اب اس تصور سے صوفیاء کرام اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جو نماز پڑھتے ہوں گے، اس میں کتنا لطف آتا ہوگا۔ جیسے مدینہ شریف کے سید عقیل صاحب کا قصہ بتایا تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ کچھ نہ پوچھو، سجدہ میں جاتا ہوں تو جی چاہتا ہے کہ سجدہ میں پڑا رہوں، پڑا رہوں، ایک دو برس نہیں، ایک سو برس نہیں، تین سو چار سو برس سجدہ میں پڑا رہوں۔ ان کو یہی لطف آتا ہوگا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی طرح سے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کو سمجھنے کی اور حق تعالیٰ شانہ سے محبت اور عشق کی اور اس کے ہر حکم پر راضی رہنے کی توفیق دے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جیسے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے مصلّی کے قیام کی تصویر کھینچتے ہوئے شعر پڑھا تھا۔

قتل کر دو یا جرمِ الفت بخش دو

یہ حضرات اِن چیزوں کوسوچتے رہتے ہیں کہ اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟ حضرت شیخ الہند مولانا محمودالحسن دیوبندی نوراللہ مرقدہ کی ایک بہت پرانی تقریر کئی برس ہوئے، ابھی تو یاد نہیں کس جگہ پڑھی تھی؟ حضرت نے اپنی درسی تقریر میں جو نمازوں کے اوقات ہیں، اس کی حکمت بیان فرمائی تھی۔ حضرت فرماتے ہیں کہ فجر کے لئے حکم ہے صبح صادق کے انتظار کا۔ فرماتے ہیں کہ ہو بہو یہ ایسا ہے جیسا کہ بچہ کی ولادت کی اُمید ہوتی ہے۔

لمبی خوشی

اس لئے میں کہا کرتا ہوں کہ یہ لمبی خوشی سال بھر کی، نو مہینے کی۔ پھر اُس کے بعد صبح صادق کے بعد پھر جا کر کے طلوع آفتاب پر فجر کا وقت ختم ہوتا ہے۔ جیسے ہی وہ سورج (سن) نکلا، جیسے ہمارے محمد کے آنے سے کئی ماہ پہلے میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں باربیڈوس کے ساحل پر کھڑا ہوں اور سمندر میں سے سورج طلوع ہو رہا ہے، لیکن اس کا قطر اور گولائی جو جتنی ہے اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اور وہ آہستہ آہستہ طلوع ہو رہا ہے، میں دیکھ رہا ہوں۔ اسی وقت ہم نے تعبیر لی تھی کہ اس کے معنی سن (sun) دکھایا گیا، تو سن (son) بیٹا آئے گا۔

ایک دفعہ مولانا احمد میاں جوہانسبرگ ساؤتھ افریقہ والوں نے، مدینہ طیّبہ میں ملے، تو پہلی ملاقات ہی پر انہوں نے بتایا کہ اہلیہ نے خواب دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک اہلیہ کے ہاتھ میں ہے۔ میں نے کہا کہ گھر والی اُمید سے ہے؟ کہنے لگے نہیں، ابھی نہیں۔ میں

نے کہا ان شاء للہ! اللہ تعالی کے یہاں فیصلہ ہو چکا ہے، ضرور بیٹا آئے گا۔ اور نام آپ محمد رکھنا، چنانچہ اللہ نے بیٹا دیا۔

ابھی گذشتہ مہینہ مولوی شعیب کا باٹلی سے فون آیا کہ ولادت ہوگئی۔ پوچھا کیا آیا؟ کہنے لگے کہ جیسے آپ نے تعبیر دی تھی۔ میں نے کہا مجھے وہ خواب بھی یاد نہیں، تعبیر بھی کیا یاد ہوگی۔ کیا ہوا؟ کہنے لگے کہ آپ نے بتایا تھا کہ بیٹا ہوگا، میں نے پوچھا کیا نام رکھا؟ کہنے لگے کہ نام بھی آپ نے دیا تھا کہ عمران، تو یہی نام ہم نے رکھا۔

الابواب والتراجم کے مقدمہ میں ایک خواب اور اس کی تعبیر

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی شرح ہے بخاری شریف کی، اَلْأَبْوَابُ وَالتَّرَاجِمُ، تو حضرت نے مدینہ طیّبہ میں اس کی بسم اللہ میں مقدمہ لکھوایا تھا۔

جب مقدمہ لکھا جارہا تھا، تو مقدمہ حضرت نے، عربی میں حضرت لکھوارہے تھے، تو حضرت نے خواب لکھوایا کہ میں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں کہ مجھ سے بخاری شریف پڑھو، تفصیل آپ بیتی میں ہے، میں مختصر کرتا ہوں۔

حضرت نے وہ تعبیر لکھوائی، تو میں نے وہاں حضرت سے عرض کیا کہ حضرت اس کی ایک تعبیر یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جس وقت حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ یہ تراجم مالٹا جیل میں لکھ رہے تھے، اس وقت حضرت نے یہ خواب دیکھا تھا اور اس کی تعبیر آج پوری ہورہی ہے کہ آپ ان ہی تراجم کو بنیاد بنا کر اس کی شرح فرماتے ہوئے آگے کام کو بڑھا رہے ہیں۔

حضرت کو پسند آئی یہ تعبیر کہ حضرت نے فوراً فرمایا کہ آگے اسی وقت بیچ میں، جہاں تک تعبیر لکھوائی تھی، اس کے بعد تحریر فرمایا کہ میرے عزیز دوست یوسف نے اس کی یہ تعبیر دی۔

وہاں باربیڈوس کے ساحل پر ہوں میں اور سورج نکل رہا ہے، اور مولانا احمد میاں کی اہلیہ کا خواب بتایا کہ ان کے ہاتھ میں دانت ہے، تو میں نے کہا کہ بیٹا آئے گا۔

جب بیٹا آیا تو کہنے لگے کہ آپ نے کیسے تعبیر دی؟ اس وقت تو امید بھی نہیں تھی۔ میں نے کہا کہ یہ دانت کو یہ اَلسِّنُّ بِالسِّنِ، دانت کو کہا جاتا ہے عربی میں سِن ّ. میں نے کہا کہ آپ ساؤتھ افریقہ والے بدل کر بولنے کے عادی ہیں کہ جہاں فتحہ ہوگا وہاں زیر، جہاں زیر ہوگا وہاں زبر۔ تو میں نے کہا کہ اب اس کو زیر زبر کا فرق کر دیجئے، سِنْ کو سَنْ (son) بن جائے گا۔ بہت آسان تعبیر ہے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لمبی خوشی کے بعد امید ہوئی، نو مہینے گزرے، اب sun طلوع ہوا۔ سورج طلوع ہوا، اب خوشی ہی خوشی۔ جب کھیلتے ہیں، کودتے ہیں، بچے اچھے لگتے ہیں۔

ایک جگہ جانا ہوا، بڑے میاں تھے۔ میں نے کہا کہ دیکھو بچے، بچوں سے کتنی آبادی ہوتی ہے گھروں میں، خوشیاں ہوتی ہیں، کہنے لگے بس، اسی عمر تک اچھے لگتے ہیں۔

کتنا انہوں نے زمانہ دیکھا اوران کا دل کتنا دکھی ہے۔ اللہ اکبر! کہ وہ اولاد سے، بچوں سے اتنے نالاں اور پریشان کہ وہ کہتے ہیں کہ بس، اسی عمر تک اچھے لگتے ہیں۔ بڑے ہونے کے بعد کیا کیا کارنامے اولاد کے انہوں نے دیکھے ہوں گے۔ جب بچہ بڑا ہوتا ہے، اشراق کا وقت ہوتا ہے، تو مُشْرِقٌ وَجْهُهُ، اور اچھا لگتا ہے۔ جیسے جیسے بچہ بڑا ہوتا ہے، امرد ہوتا ہے، ڈاڑھی نکلنے سے پہلے، اور خوبصورت۔ پھر جب ڈاڑھی نکلی اور جوان ہوا، پھر حضرت فرماتے ہیں کہ اب جب زوال شروع ہوتا ہے، قویٰ اور قوتوں کا ڈھلنا شروع ہو جاتا ہے۔

اوقاتِ نماز اور تعدادِ رکعات صلوۃ کی حکمت

ایک فجر کی نماز ولادت کی امید کی خوشی میں ہے، جیسے ہی اطلاع ملی کہ گھر میں امید سے ہیں، تو شکریہ میں دو رکعت فرض کی گئی۔ اور اس کے بعد جب جوانی آئی، بیٹے کی جوانی تک تو بہت خوش، لیکن اب جوانی ڈھل کر زوال شروع ہوا، تو اب ڈر لگا۔ یا اللہ! اتنی بڑی تیری طاقت ور

مخلوق سورج، جو تمام سیاروں میں ضخم کے اعتبار سے، اپنی توانائی طاقت اور کتنی اعتبار سے ایک عظیم الشان تیری مخلوق، اور اس کو بھی زوال شروع ہو گیا۔ اس سے اپنے اور بیٹے کے زوال کا ڈر پیدا ہوا۔

ڈر کے مارے دعا کے لئے چار رکعت ظہر مگر یہ ڈر خوف گمان کے درجہ میں تھا۔ اور پھر وہ جو ڈر تھا وہ حقیقت میں تبدیل ہونے لگا کہ سچ مچ سورج کی گرمی اور توانائی کم ہو رہی ہے، کم ہوتے ہوتے جب عصر کے وقت اس میں اضمحلال آ گیا، بالکل پیلا ہو گیا، تو اس کی گرمی اس درجہ کی تھی اور کم ہوتے ہوتے کتنی رہ گئی، تو مزید ڈر کے مارے اپنا انجام یاد کر کے کہ اوہو، جب اتنی بڑی مخلوق پر زوال آ سکتا ہے، تو بچہ کا یا میرا کیا بنے گا؟

چار رکعت عصر کی سورج کی توانائی کو کمزور ہوتا دیکھ کر اپنے اس طرح کے انجام جو ظن اب غلبۂ ظن میں تبدیل ہو گیا اور خدا کی طرف رجوع ہو کر چہار گانہ ادا کیا ڈر کے مارے۔ اور جب سورج ڈوب گیا، جس طرح یہ زمین کے اندر چلا گیا اس طرح مجھے بھی کل کو مرنے کے بعد اندر مٹی میں جانا ہے۔ سورج کے سطح سمندر کے نیچے جانے کو غروب کہتے ہیں، تو ہمیں بھی سطح زمین کے نیچے جانا ہے۔ موت کو یاد کر کے تین رکعت مغرب کی فرض کی ادا کی۔ اور اس کے بعد جب کالی گھٹائیں شروع ہو گئیں اور سیاہی رات کی آ گئی، حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی سے ناراض ہوئے، فرمانے لگے ''سیاہ شخص نے سیاہ رات میں سیاہ کام کیا''۔

اور بڑھتے بڑھتے سیاہی جب بہت بڑھ گئی، کوئی چیز نظر نہیں آ رہی، تو اللہ اکبر! الٰہی! قبر سے جب ہم اٹھیں گے، تو اس وقت کچھ لوگ تو ہوں گے جن کے لئے روشنی کا سامان حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے مہیا ہو گا۔ قرآن پاک نے اسے تفصیل سے ذکر کیا کہ کیسے اٹھیں گے؟ وہ نور کو دیکھ کر سب ہی اس کی طرف دوڑیں گے، اس روشنی کی طرف جائیں گے، تب دھکا دے کر کافروں سے کہہ دیا جائے گا اِرْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ ظلمتوں میں ڈھکیل دیا جائے گا۔ تو وہاں کی اس گھڑی کو یاد کر کے عشاء کی چار رکعت فرض پڑھی۔ کتنی بہترین مصلحت نمازوں کے اوقات کی حضرت

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی۔ اس سے بہتر ان اوقات کی حکمت بیان نہیں کی جاسکتی جو ہمارے اکابرین نے بیان کی ہیں۔

عقل پرستی

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ جب حکمتیں بیان فرمانی شروع کرتے تھے، تو فرماتے تھے کہ ہر جگہ حکمت کو تلاش کرتے رہنا، یہ بھی عقل پرستی ہے۔ کیوں کہ ابلیس نے قیاس ہی تو کیا تھا۔ عقل ہی تو لڑائی تھی کہ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ، کہ اس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا اور مجھے آگ سے پیدا کیا۔

حضرت قربانی کی مثال دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ دیکھئے، بہت سے مسائل شریعت کے ایسے بھی ہیں کہ جہاں عقل کو پیچھے چھوڑ دینا پڑتا ہے کہ الٰہی! جیسا تیرا حکم۔

فرماتے ہیں کہ ایک قربانی کا جانور ایک غنی خریدتا ہے۔ صاحب نصاب آدمی قربانی کا جانور خریدتا ہے، اس نے جانور لا کر اپنے یہاں باندھ دیا قربانی کا۔ دوسرا ایک فقیر آدمی جو مستحقِ زکوٰۃ ہے، جس کو کہیں سے پیسے مل گئے، یا قرض لے کر اس کو شوق ہوا کہ میں بھی قربانی کر دوں۔ اور اس نے اپنے یہاں خرید کر جانور باندھ دیا۔ اب اللہ کی شان کہ یہ جو فقیر آدمی ہے، نادار مفلس، اس کا جانور بھاگ گیا، بہت تلاش کیا، کھویا گیا، نہیں ملا۔ اور وہ جو تاجر ہے، اس کا جانور بھی کھویا گیا، صبح دونوں کہتے ہیں کہ میرا بھی کھویا گیا، کوئی لے گیا، کیا ہوا؟ اب کیا کریں؟ اب پریشان، تو بیچارہ جو نادار مفلس ہے، وہ تو زیادہ پریشان کہ میں نے تو بڑی کوشش کے بعد جانور لا کر باندھا تھا، امیر نے تو سوچا کہ چلو، دوسرا خرید لیں گے۔

مولانا صاحب سے مسئلہ جا کر پوچھا، تو انہوں نے بتایا کہ جو غنی اور مالدار ہے، اس کا جانور بھاگ گیا، تو اس کو دوبارہ دوسرا خریدنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن یہ جو غریب اور نادار اور مفلس شخص ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کے بدلہ میں دوسرا خرید کر کے قربانی کرے۔

ایسا کیوں؟ الٹا ہونا چاہئے؟ حضرت فرماتے ہیں کہ جو غنی اور مالدار ہے، اس کے ذمہ مطلق

قربانی کے لئے جانور لینا تھا۔ جو جانور ایک خرید لیا ہے، تو اس خرید نے کے باوجود اس کے بدلہ دوسرا بھی کرسکتا ہے، یہی جانور قربانی کے لئے متعین نہیں ہوگیا۔

اب جو صاحبِ نصاب نہیں ہے، مستحقِ زکوٰۃ ہے اس کے ذمہ قربانی نہیں ہے۔ جب اس نے اپنے طور پر ایک جانور خرید کر قربانی کے لئے متعین کیا، تو ایسا ہوگیا جیسا نذر ماننا کہ میں اس جانور کی قربانی کرنے کا نذر مانتا ہوں۔ اس کے لئے اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ وہ جانور بھاگ گیا تو دوسرا اس کے بدلہ میں قربانی کرے۔ اس لئے حضرت فرماتے ہیں کہ ہر جگہ یہ عقل ساتھ نہیں دیتی۔

ننانوے دلائل

اسی لئے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت ہے اور حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا سے تشریف لے جا رہے ہیں۔ جیسا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا مرض الوصال کا قصہ سنایا تھا، اچانک فرمایا مارو اس کو، ابلیس کو دیکھ کر فرما رہے تھے۔ ہماری والدہ صاحبہ نے **اِنَّــــهُ لَكُمْ عَـدُوٌّ مُّبِيْنٌ** سورہ یٰس میں جب آیت سنی، تو جو ہاتھ پیر بالکل تین دن سے بے جان، بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے، اس میں اتنی طاقت آگئی کہ زور سے اس کو دھکا دے رہی ہیں۔ ابلیس امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سکرات کے وقت میں آخری وقت میں پہنچ گیا، اور پوچھنے لگا کہ خدا کا وجود ہے؟

اب منطق کے سب سے بڑے امام، عقلیات کے سب سے بڑے امام، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ۔ تو ابلیس نے خدا کے عدمِ وجود پر، نہ ہونے پر ایک دلیل دی۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا۔ پھر اس نے فوراً دوسری، تیسری، ننانوے دلائل اس نے پیش کئے کہ خدا نہیں ہے۔، امام رازی جواب دیتے رہے یا امام رازی پیش کرتے گئے، ابلیس ان کو رد کرتا چلا گیا۔ ادھر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا وقت آخری ہو رہا تھا، آخری سانس، چند باقی رہ گئے تھے، تو نجم

الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ ان کے پیرومرشد تھے۔ان پر اپنے مرید کا حال منکشف ہوا۔فرمایا کہہ دے کہ میں خدا کو بغیر دلیل کے مانتا ہوں۔

یہ جو میں نے کتاب لکھی مشائخِ احمد آباد، اس میں آج سے کوئی پانچ سو، چھ سو برس پہلے کے اکابر مشائخ کا تذکرہ ہے۔ پانچ سو سے زیادہ بزرگوں کا تذکرہ اس میں اکھٹا کیا ہے۔کوشش یہی تھی کہ جس طریقہ پر ہم ہیں، شافعی، حنفی جس طرح عمل کر رہے ہیں، صدیوں پہلے اسی طرح لوگ مقلد تھے، کوئی حنفی المذہب تھا، کوئی شافعی المذہب تھا، اور جو کتابیں ہم پڑھاتے ہیں، یہی کتابیں اس وقت بھی پڑھائی جاتی تھیں، ہمارے درس میں، مدارس میں جتنی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔

دنیا شور کرتی ہے کہ یہ نصاب بدلو۔ میں نے کہا کہ صدیوں سے اسی طرح یہ نصاب چلا آرہا ہے۔اور تیسری سب سے بڑی چیز جو اس کاوش کے لئے مجھے ابھارنے والی تھی، وہ یہ تھی کہ یہ جو ہمارے بزرگوں کا سلسلہ ہے، ارادت کا تعلق کسی سے پیدا کیا جائے، یہ اس زمانہ میں جتنا اب یہ سلسلہ ہے اس سے کئی گنا زیادہ عام تھا۔ ہر ایک بزرگ کے حالات آپ پڑھیں گے، اس میں قدرِ مشترک ملے گا کہ ان کے استاذ یہ تھے صرف میں، نحو میں، حفظ میں، تفسیر میں، حدیث میں، ساتھ یہ ملے گا کہ یہ فلاں سے بیعت تھے، اور ان کے خلیفہ تھے یا ان کے بتائے ہوئے معمولات پر عمل پیرا تھے، ان کے معمولات یہ تھے۔

اسی طرح امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کتنی صدیوں پہلے گزر گئے، اور اتنے بڑے اپنے زمانہ کے امام۔ کہ آج تک ان کی کتابوں کو کوئی چیلنج نہیں کر سکا۔ یہ ہمارے حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی جو تفسیر بیان القرآن ہے، اس کا زیادہ تر ماٗخذ تفسیرِ رازی ہے۔

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت ہے اور ابلیس مسلط ہے اور دلائل دے رہا ہے کہ خدا ہے ہی نہیں۔ ننانوے دلائل امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے قائم کئے، ابلیس نے سب کا جواب دے دیا، ادھر وقت ان کا آخری ہو رہا تھا۔تو ان کے پیرومرشد تھے حضرت نجم الدین

کبری رحمۃ اللہ علیہ، سلسلۂ کبرویہ کے سب سے بڑے امام، ان پر اپنے مرید کا حال منکشف ہوا کہ وہ تو جاں کنی کے عالم میں ہیں اور ابلیس مسلط ہے۔ بُعدِ جسمانی کے باوجود اپنے مرید کو بچا لیا۔

تمہارے پیر نے بچا لیا

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خصوصی خادم تھے، وہ کہیں ریل میں تشریف لے جا رہے تھے۔ جس طرح مسافر، آمنے سامنے سیٹوں پر قریب قریب بیٹھے ہوتے ہیں، انہوں نے دیکھا کہ بالکل سامنے ایک سادھو بیٹھا ہوا ہے۔ سفر کرنا ہی تھا اور جگہ تھی نہیں کہ اپنی سیٹ بدل لیتے، کہیں اور جا کر بیٹھ جاتے۔ فرماتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے بعد عجیب وغریب وساوس کا تسلط شروع ہو گیا۔ اپنے مذہب کے بارے میں وساوس، قرآن کے بارے میں شکوک و شبہات، خود نفس ایمان کے لالے پڑنے شروع ہو گئے، وساوس یہ کہ یہ سب کچھ ڈھکوسلوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔

کہتے ہیں میں حیران پریشان کہ یہ کیا ہے؟ کچھ پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں تو اور زیادہ زور سے حملے ہو رہے ہیں۔ اتنے میں وہ فرماتے ہیں کہ یہ چاروں طرف سے انسانوں سے بھری ہوئی ٹرین اور میں دیکھ رہا ہوں کہ سامنے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب تشریف لائے اور حضرت نے فرمایا قرآن کی فلاں آیت کیوں نہیں پڑھتے؟ کہتے ہیں وہ آیت جیسے میں نے پڑھنی شروع کی کہ تمام وساوس خس وخاشاک، بالکل ختم ہو گئے۔ اب سامنے جو سادھو تھا، وہ آنکھیں کھول کر گردن اٹھا کر بیٹھا اور کہنے لگا کہ تمہارے پیر نے بہت دور سے تمہیں بچا لیا۔ اس کو یہ بھی پتہ ہے کہ یہ کیسے میری توجہ سے بچ گئے۔ وہ ان کے دل پر توجہ ڈال رہا تھا۔ کہنے لگا کہ بہت دور سے تمہارے پیر نے تمہیں بچا لیا۔ اسی طرح حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ پر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا حال منکشف ہوتا ہے۔ جب امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کو اس حال میں دیکھا، اس وقت

حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مقام پر وضو فرما رہے تھے، تو وضو کیسے؟

ابے! تو نے سن لی آواز؟

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ایک دفعہ سہارنپور میں ہیں۔ حضرت کو لٹایا گیا دوپہر کھانے کے بعد۔ تو جیسے ہی حضرت کو لٹاتے تھے، تیل لگایا، حضرت کی نیند اچھی تھی، آنکھ لگ جاتی تھی۔ لیکن خدام مولانا مظہر صاحب جو کینیڈا میں ہیں اور مرحوم مولانا احمد لولات، وہ سن رہے ہیں کہ حضرت کسی سے بات کر رہے ہیں، دیوار کی طرف حضرت کا چہرہ ہے۔ ہر ایک دوسرے کو کہنی مار رہے ہیں، اشارہ کر رہے ہیں کہ حضرت کس سے بات کر رہے ہیں؟ اس کمرہ میں ہم تین کے سوا اور تو کوئی ہے نہیں۔ اور حضرت کا چہرہ دیوار کی طرف ہے اور ادھر رخ کر کے حضرت بات کس سے کر رہے ہیں؟ کہتے ہیں ایک آدھ جملہ نہیں، کافی دیر، لمبی گفتگو ہم سنتے رہے۔ صرف حضرت کی آواز ہم سن پاتے تھے، دوسری آواز کس سے باتیں ہو رہی ہیں، وہ ہم نہیں سن پا رہے تھے۔

جب حضرت اٹھے اور خدام وضو کرانے لگے، ایک دوسرے کو اشارہ کرے رہے ہیں کہ پوچھو۔ مولوی احمد لولات جری تھے ایسی چیزوں میں، مولوی احمد نے وضو کا پانی ڈالتے ہوئے پوچھا کہ حضرت! لیٹنے کے بعد کسی سے گفتگو فرما رہے تھے؟ حضرت نے چلّو سے پانی ان کے منہ پر پھینکا، مولوی احمد کے منہ پر، اور فرمایا ابے! تو نے سن لی آواز؟ جواب دیا جی ہاں، میں نے بھی سنی، مولوی مظہر تھے انہوں نے بھی سنی۔ حضرت نے فرمایا ملک الموت آئے تھے۔ ان سے بات کر رہا تھا، اللہ اکبر! چار دفعہ حضرت کو ملک الموت کی زیارت ہوئی ہے۔ بیداری میں یہ حضرت کی دوسری زیارت تھی۔

ابھی آپ سے بہت کام لینا ہے

جوانی میں بھی ایک اسی طرح زیارت ہوئی تھی۔ رمضان کی راتیں تھیں۔، حضرت کو یہاں حلق کے پاس بہت بڑا دنبل، پھوڑا نکلا تھا۔ حضرت فرماتے ہیں، بہت علاج کیا، کوئی نفع نہیں

ہوا۔ بالآخر حکیم صاحب کہنے لگے کہ اس کا علاج تو ہے، مگر آپ برداشت نہیں کر پائیں گے۔ اس میں زیادہ تکلیف ہے، جس طرح چل رہا ہے اسی طرح رہنے دو۔

حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے خود وہ تکلیف اتنی زیادہ تھی کہ میں نے ان سے کہا کہ اس سے زیادہ تو اور تکلیف کیا ہوگی؟ آپ وہ علاج کر لیجئے جس کے بارے میں آپ کہہ رہے ہیں کہ برداشت نہیں ہوگی۔ انہوں نے پھر میرے اصرار پر وہ علاج دیا لگانے کے لئے اور پینے کے لئے۔ اور حضرت فرماتے ہیں کہ اس کے بعد جو تکلیف شروع ہوئی، تو مشکل سے دن تو گزارا، روزہ افطار کیا، رمضان کی رات تھی۔ آدھی رات کو ایک دو بجے کے قریب سوچا کہ اب یہ تکلیف تو اس قدر ہے کہ یہ میرا آخری وقت ہے۔ وہ چونکہ گلٹی یہاں حلق کے پاس تھی، میں بول بھی نہیں پا رہا تھا۔ میں نے اشارہ سے گھر والوں سے کہا کہ جلدی جلدی دستر خوان بچھا دو اور کھانا کھالو۔ وہ گھڑی بتانے لگے کہ ابھی تو سحر میں اتنا وقت ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے اصرار سے، اشارہ سے کہا کہ ابھی کھالو، کس قدر شفقت گھر والوں پر!

حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے یقین تھا کہ چند منٹوں میں میری موت واقع ہو جائے گی اور یہ بغیر سحری کے روزہ رکھیں گے۔ اس لئے اس سے پہلے پہلے سحری کھالیں۔ فرماتے ہیں کہ یہ آخری تکلیف تھی اور فرماتے ہیں کہ جیسے ہی دنبل پھوٹا ہے، اور وہ سب مادہ نکلا کہ سب تکلیف ختم ہوگئی اور میں ٹھیک ہو گیا۔ صبح فجر کی نماز کے بعد اوپر کتب خانہ میں گیا تو سڑک کے کنارہ دروازہ ہوتا تھا۔ اس کو حضرت اندر سے بند کرتے تھے، رمضان میں خاص طور پر۔ پھر اوپر والا صحن کا دروازہ، وہ حضرت نے بند کیا، پھر اندر کتب خانہ میں تشریف لے گئے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ میں اپنے کام میں مصروف تھا۔ اتنے میں میں نے جیسے ہی کسی ضرورت سے سر اوپر اٹھایا، دیکھا کہ سامنے ایک خوبصورت نوجوان۔ سوچا کہ یہ مہمان یہاں کیسے پہنچ گئے؟ فرماتے ہیں میں نے ان سے پوچھا کواڑ تو بند ہیں۔ کیسے آپ یہاں پہنچ گئے؟ کہاں سے آئے؟ کون ہیں؟

کہتے ہیں کہ جن کو آپ کل رات یاد فرما رہے تھے۔ حضرت فرماتے ہیں معاً، فوراً اللہ کی طرف سے میرے ذہن میں آیا کہ کل رات کو جو تکلیف تھی اور میں سمجھ رہا تھا کہ میرا آخری وقت ہے ،اس وقت میں یاد کر رہا تھا کہ یہ ملک الموت اب آنے والے ہیں، بس اب آخری وقت ہے۔ اس لئے فرمانے لگے کہ کل رات آپ جن کو یاد فرما رہے تھے۔ میں نے پوچھا کون، ملک الموت؟ کہنے لگے جی! میں نے کہا لینے کے لئے آئے ہیں؟ لے چلئے۔ کہنے لگے، ابھی نہیں۔ ابھی آپ سے بہت کام لینا ہے۔ یہ حضرت کا تقریباً جوانی کا قصہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنے وقت پر حسنِ خاتمہ نصیب کرے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہ وَصَحبِہ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ چل رہا تھا کہ آپ کا آخری وقت ہے، نزع کا عالم ہے، اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں اور آخری گھڑی پر ایمان چھیننے کے لئے شیطان پہنچ چکا ہے۔ یہی وقت ہوتا ہے کہ جس میں ایمان، جس کو ساری عمر سنبھال کر رکھا تھا، اِدھر بھی ہوسکتا ہے، اُدھر بھی ہوسکتا ہے۔ اسی لئے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ **أَكْثَرُ مَا يُنْزَعُ الْإِيْمَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ** کہ سب سے زیادہ جو ایمان ہاتھ سے نکل جاتا ہے، وہ نزع کے وقت ہوتا ہے۔ اس وقت شیطان ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے۔

شیطان نے دلیل قائم کی امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کہ خدا کا وجود ویسے ہی تم مانتے ہو، خدا ہے ہی نہیں۔ ایک دلیل کا جواب دیا، دوسری، تیسری، جب ننانوے وہ دلائل قائم کر چکا، اِن کا یہ حال، اِن کی یہ پریشانی ان کے پیرومرشد حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ پر منکشف ہوئی۔ وہ وہاں سے سینکڑوں میل دور اپنی جگہ پر وضو فرما رہے تھے۔

یہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے دونوں خدام، مولانا مظہر صاحب اور مولانا احمد لولات صاحب، نے آواز سنی کہ حضرت کسی سے، بات کس سے کر رہے ہیں؟ جب اٹھے اور وضو کرا رہے تھے تو اس وقت پوچھا، حضرت نے چلّو سے پانی وضو کا پھینک کر فرمایا کہ ابے! تو نے سن لیا ؟ ہاں ہم نے سنا، کسی سے اس وقت آپ گفتگو کر رہے تھے۔ یہاں تو کوئی نہیں تھا۔ فرمایا کہ ملک الموت تشریف لائے تھے، ان سے میں گفتگو کر رہا تھا۔

میں خدا کو بغیر دلیل کے مانتا ہوں

اسی طرح حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ نے، سینکڑوں میل دور وضو فرما رہے

ہیں، وہاں سے پانی پھینکا اور یہاں پہنچ گیا، جہاں امام رازی نزع کے عالم میں ابلیس کے ساتھ جھگڑے میں مصروف تھے۔ اورانہوں نے بھی دیکھا کہ پیرومرشد پانی پھینک رہے ہیں، یہاں پر پانی گرا، دیکھا، آنکھیں کھلی تو سامنے حضرت نجم الدین کبریٰ۔ ڈانٹ کر حضرت نے فرمایا یوں کیوں نہیں کہتا کہ میں خدا کو بغیر دلیل کے مانتا ہوں؟ یہ آخری کلمہ امام رازی نے دہرایا اور اس دنیا سے وہ رخصت ہوگئے۔

اگرچہ ہمارے یہاں ایمان سے لے کر ہر چیز کے مکمل دلائل ہیں، ہر چیز کی حکمتیں بیان کی گئیں، لیکن وہ دلائل ہماری سمجھ میں آئیں چاہے نہ آئیں، وہ حکمتیں ہم سمجھ سکیں یا نہ سمجھ پائیں، ہر حال میں ہمیں آمَنّا وَصَدَّقْنَا کہنا چاہیئے۔ شریعت کے احکام کیا، ہر چیز میں ہم جو اپنے ہاتھ سے اپنا نقصان کرتے رہتے ہیں، اس میں اعتراض اپنے اوپر کرنے کے بجائے کہاں جاتا ہے؟ اوپر کی طرف، خدا پر اعتراض لے جاتے ہیں، ہر چیز میں۔ میں نے یہ کام شروع کیا، پتہ نہیں کیوں کامیابی نہیں ہوتی؟ دوسری تجارت شروع کی اس میں بھی کوئی کامیابی نہیں۔ معلوم نہیں کیوں؟ اپنے ہی متعلق اپنا کیا کرایا اُدھر ڈال دینے کی بھی عادت ہے کہ ادھر سے میرے خلاف فیصلہ کیوں ہوتا ہے؟

صحابہ کرام کو کبھی اشکال نہیں ہوا

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہر وقت بڑے بڑے معجزات دیکھتے رہتے تھے، لیکن جب کوئی افتاد پڑتی تھی تو اس پر قانع نہیں رہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بچالیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمادیں، ہاتھ اٹھادیں اور یہ مصیبت ٹل جائے اور یہ کفار بھاگ جائیں اور ان کو شکست ہوجائے۔ وہ خود تیر چلاتے، خود تلوار اٹھاتے تھے، جو ان کے بس میں ہوتا وہ کر گذرتے۔ اور پھر بھی اگر نقصان ہوتا تھا، تو یہ نہیں سوچتے تھے کہ یہ سچے نبی ہیں، تو ہمارے ساتھ اللہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟ کبھی ان کو اشکال نہیں ہوا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ کا ایک واقعہ

صحابہ کرام میں بھی سب سے مثالی قربانیاں دینے والے حضرت بلال رضی اللہ عنہ، مکی زندگی میں بھی اور اس کے بعد بھی، مدینہ منورہ پہنچے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خزانچی ہیں، سارے اخراجات کا حساب کتاب ان کے ذمہ ہے۔

ایک تابعی ان سے پوچھتے ہیں، حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ سے، کہ ایک چیز آپ سے پوچھنی ہے۔فرمایا کیا؟

کہنے لگے کہ آپ کے پاس سارا حساب کتاب رہتا تھا، تو ذرا بتا سکیں گے آپ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کا کیا انتظام تھا اور کس طرح آپ اس سے نمٹتے تھے؟ انہوں نے صرف ایک واقعہ سنایا۔

انہوں نے کہا کہ اصل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگ آتے رہتے تھے۔کوئی آیا، اسلام میں داخل ہوا، اور اس کے پاس کھانے کے لئے ایک لقمہ نہیں، پہننے کے لئے ایک جوڑا نہیں، جوڑا کیا، ایک چادر نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہوتا کہ جاؤ بھئی، ان کے کھانے کا انتظام کرو، ان کو کپڑے پہناؤ، کپڑے کا انتظام کرو۔میرے پاس اگر ہوتا تھا تو ان کی خدمت کرتا، نہیں ہوتا تھا تو میں کسی سے جا کر قرض لیتا تھا۔پھر بعد میں جب آمد ہوتی، تو میں وہ قرض چکا دیتا تھا۔

ایک دفعہ ایک مشرک تاجر مجھ سے ملا اور کہنے لگا کہ تم سب سے قرض لیتے رہتے ہو، میرے پاس بہت پیسے ہیں۔آپ کو جب بھی ضرورت ہو، جس چیز کی ضرورت ہو، میں دینے کے لئے تیار ہوں، آپ مجھ سے لے لیا کرو۔فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے قرض لیا اور لیتا رہتا تھا اور واپس کرتا رہتا تھا۔

ایک دفعہ وہ اپنی پارٹی میں بیٹھا ہوا تھا، تمام تاجر بیٹھے ہوئے تھے، اتفاقاً اس وقت میرا وہاں

سے گزر رہوا، تاجروں کی پارٹی وہاں بیٹھی ہوئی، اس نے مجھے دور سے بلایا، او کالے! **یَا حَبَشِیُّ**، یہی لفظ اس نے استعمال کیا، او کالے! حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ لبیک، میں حاضر ہوں۔ میں پہنچا تو اس نے کہا تجھے یاد ہے قرض کی مدت میں کتنے دن باقی رہ گئے ہیں؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ابھی سوچ رہا تھا، اتنے میں وہ ڈانٹنے لگا کہ اچھا تجھے یاد بھی نہیں! میں بتاتا ہوں، چار دن صرف رہ گئے ہیں۔ اور اگر چار دن میں تو نے وہ قرض ادا نہیں کیا، تو جیسے پہلے غلام تھا، ایسے ہی میں رسی میں باندھ کر تجھے پھر غلام بنالوں گا۔

اب یہ یہاں انگلینڈ کے اتنے ملین مسلمان بتائے جاتے ہیں، ایسے حالات کسی پر گزرے ہیں کہ جس کو دوبارہ غلام بنانے کی دھمکی دی جارہی ہو؟ جس غلامی سے، جس مصیبت سے کس طرح انہیں نجات ملی تھی، کیسے سخت ترین حالات اور وہ بھی علی رؤوس الاشہاد، سب کے سامنے، مجلس میں، پبلک کے سامنے بے عزتی ہورہی ہے۔

ان کو قطعاً کوئی اعتراض نہیں ہوا کہ الٰہی! اتنی ماریں کھائیں، اتنی مصیبتیں جھیلیں، یہاں مصیبت سے پہنچے، اب بھی تو ہمارے ساتھ ایسا ہی کرتا ہے؟ نہیں، اوپر اعتراض نہیں جاتا تھا، اپنے اوپر ہی جاتا تھا، اپنے ہی کو موردِ الزام ٹھہراتے تھے۔

کہتے ہیں میں نے اس کے سامنے اقرار کیا کہ بالکل چار دن باقی ہیں اور میں ضرور انتظام کر دوں گا اور پیش کر دوں گا، لیکن مجھے پتہ تھا کہ کچھ ہے ہی نہیں۔ میں بھاگا ہوا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آج تو میرے ساتھ ایسا واقعہ ہوا۔ اس نے سب کے سامنے مجھے بڑا ذلیل کیا اور ابھی میں نے سوچا کہ اس کے لئے انتظام کہاں سے کروں، کوئی انتظام سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔

خود سوچ لیتے ہیں اس کا حل بھی، نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! آپ کسی کو فرما دیجئے، اعلان فرما دیجئے، مسجد میں اعلان فرما دیجئے، دعا فرما دیجئے، کچھ نہیں

،سارا اپنے ذمہ لے لیا۔

یہ قصہ عرض کرنے کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود ہی اس کا حل عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! میں ایسا کروں کہ ابھی تو ہمارے پاس اس کو دینے کے لئے کچھ ہے نہیں اور چار دن رہ گئے ہیں اور چار دن کے بعد اس نے یہ دھمکی دی ہے، اس لئے اس کے انتظام ہونے تک کے لئے میں یہ کرتا ہوں کہ میں یہاں سے بھاگ جاتا ہوں اور جو مسلم قبیلے ہیں، جو قبیلے اسلام میں داخل ہو چکے ہیں، ان میں جا کر چھپ جاتا ہوں۔

الفاظ دیکھو، چھپ جانے کے استعمال کررہے ہیں۔ یہ نہیں کہ میں وہاں جا کر کے کچھ چندہ کر کے مال لے کر آؤں گا، بلکہ فرماتے ہیں کہ میں وہاں جا کر چھپ جاتا ہوں اور اس کے شر سے میں بچ جاؤں گا۔

دیکھئے، یہ ہمارا مذہب فطری مذہب ہے۔ جیسے دنیا میں واقعات ہوتے رہتے ہیں، اسی طرح یہ چلاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا کہ نہیں، مت جاؤ، دو رکعت نماز پڑھو، اللہ سے مانگو، اللہ ہمیں دے دے گا۔ نہیں، جس طرح تمام انسان، ساری مخلوق کرتی ہے، ہر شخص تو یہ نہیں سوچ سکتا کہ چلو، میں جا کر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ سے مانگوں۔ نہیں، وہ یہی طریقہ سوچتے ہیں کہ میں کیسے بھاگ جاؤں، اور اس شر سے کیسے چھوٹوں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اجازت دے دی۔ فرمایا ٹھیک ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں دوڑا ہوا گھر پہنچا اور میں نے اپنا تھیلا لیا، اپنی ڈھال لی اور تلوار لی، اور اس کو سرہانہ بنا کر تھوڑی دیر کے لئے میں دراز ہو کر لیٹ گیا تا کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ میں کب اور کہاں جا رہا ہوں۔ میں لمبا ہو گیا اور میں سوچتا تھا کہ جیسے موقع ملتا ہے تو میں چپکے سے کسی کو بتائے بغیر یہاں سے بھاگ جاؤں گا۔

فرماتے ہیں کہ تھوڑی دیر گزری کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد دور سے مجھے آواز دیتا ہوا آیا کہ بلال! بلال! میں نے کہا لبیک! قاصد نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرما رہے ہیں۔

میں بھاگا ہوا پہنچا، دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک رئیس نے سامان سے لدی اونٹنیاں بھیجی ہیں۔ایک گمراہ فرقہ کے لوگ جو اپنا حق جتا رہے ہیں، مکہ پر، مدینہ منورہ پر، فدک پر، اور کہاں کہاں پر، یہ فدک کے جو رئیس تھے، انہوں نے دس اونٹنیاں مال سے لدی ہوئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسی وقت ارسال فرمائی تھیں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ نے درخواست نہیں کی کہ یا رسول اللہ! آپ ہاتھ اٹھائیں، دعا فرمائیں۔وہ تو مالک الملک، علام الغیوب ہے، ہر چیز کا اس کو پتہ ہے، تسلیم اور رضا اس کو کہتے ہیں۔رضا اور تسلیم کہ جیسے حالات ادھر سے آتے ہیں، سر تسلیم خم، اور دل سے خوش رہے، رضا کے معنی دل سے خوش ہو اس پر کہ جو تو ہمارے ساتھ کرتا ہے ہم اس کے لئے حاضر ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال! فرماتے ہیں، میں نے اس میں سے دو اونٹنیاں لے لی، اور لے جا کر کے اس کا قرض ادا کیا۔

اصحابِ مال کے لئے ایک سبق

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا جملہ کیا فرمایا، جو اصحابِ مال ہیں ان کے لئے بڑا سبق آموز، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال! اب یہ جو آٹھ اونٹنیاں باقی ہیں، اس میں جتنا سامان ہے، جب تک سارا تقسیم نہیں ہو جاتا، وہاں تک میں اپنے گھر میں نہیں جاؤں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب مسجد میں ہیں۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تھوڑی دیر کے بعد آکر پھر شام کو دوبارہ حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے تو بہت اعلان کیا کہ کسی کو ضرورت ہو تو لے لو، لیکن لینے کے لئے کوئی آیا ہی نہیں۔ابھی تو مال باقی ہے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ رات مسجد میں گزاری۔دوسرا دن ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا بھی کہ بلال! مجھے گھر جانا ہے، تو اس کا انتظام کر دو ۔میں جب تک یہ ہے میری ملکیت میں، وہاں تک میں اپنے گھر ازواجِ مطہرات کے پاس نہیں

جاؤں گا۔اس سے تو مجھے راحت دے دے، یہ مال چلتا بنے،اس کے بعد میں جاتا ہوں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پورا دن گزر گیا۔ جب رات ہوئی تو اس وقت میں نے جا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اب وہ سارا تقسیم ہو گیا، آپ تشریف لے جائیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔اس طرح کا ایمان ، رضا اور تسلیم والا ، اور توکل واعتماد اللہ تبارک وتعالی ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

اور ہمارا مضمون تو چل رہا تھا حکمِ شرع ،شرعیت کی حکمتیں وضو میں کیا ہیں، نماز میں کیا ہیں، اوقاتِ نماز میں کیا ہیں، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اوقات نماز کی کتنی پیاری حکمتیں بیان فرمائیں۔حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے فرمایا مصلی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے، پھر یہ شعر پڑھتے کہ ؎

ہاتھ باندھے کھڑے ہوئے آپ کے سامنے
قتل کر دو یا جرمِ الفت بخش دو

کھڑے ہو جاتے ہیں ہاتھ باندھ کر کے۔ پھر اور کہتے ہیں کہ چہرہ دیکھ کر آپ کو تکلیف ہو رہی ہوگی، اس لئے آپ تیر نہیں چلا رہے ہیں وار، ہم جھک جاتے ہیں کہ چہرہ سامنے نہ ہو، آپ کو شاید ہمیں دیکھ کر پیار آتا ہے اس لئے تیر نہیں چلا سکتے۔ چلئے، اسمٰعیل علیہ السلام کی طرح سے اوندھا منہ کر کے سجدہ میں سو جاتے ہیں۔ کتنا پیار! اب یہ حضرات، کس طرح مزہ کی نماز پڑھتے ہوں گے، کتنا لطف آتا ہوگا، ایسی نماز اللہ تبارک وتعالی ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰى آلِه وَصَحبِه وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے نمازوں کے اوقات کی حکمتیں بیان فرمائیں۔ اسی طرح رکعات کی تعداد پانچوں نماز میں مختلف کیوں ہے؟ اٹھنے کے فوراً بعد نشاط ہوتا ہے، چار ہونی چاہئیں، دو کیوں ہیں، اور عشاء کی رکعت چار کیوں ہے، ڈبل کیوں ہے؟ وضو کی حکمتیں مشائخ نے بیان کی تھیں، وہ ذکر کی تھیں۔

اسی طرح سے نمازی جو کھڑا ہوتا ہے خدا کے حضور، قیام اور رکوع اور سجدہ کی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے ایک شعر میں حکمت بیان فرمائی تھی۔ کیسی زبردست، ہر نماز شروع کرنے سے پہلے اگر ہم اس کا تصور کیا کریں تو مزہ آجائے۔

اسی طرح فرماتے ہیں کہ ہماری نماز بڑی پیاری عبادت ہے، جو اولین آخرین میں سب سے ممتاز عبادت، جو حق تعالیٰ شانہ نے اپنی مخلوق کو، یا انبیاء کی امتوں میں کسی امت کو دی، ان سب کا مجموعہ اس امت کو دیا گیا۔ یہ حق تعالیٰ شانہ کی ساری مخلوقات کی عبادتوں کا مجموعہ ہے کہ نماز پر آپ غور کریں گے تو وہ اعمال اور اقوال کا مجموعہ ہے۔ اعمال ہیں، قیام، قعود، رکوع، سجود، اور اس کے اقوال ہیں تلاوت، تسبیح، تحمید، دعا، درود، استغفار۔

زندگی کا ہر لمحہ غنیمت

یہ دس چیزیں میں نے گنوائیں، تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ایک سانس میں دس اقوال ایک ساتھ بیان فرما دیتے تھے۔ عمر کے ایک ایک لمحہ کو غنیمت سمجھتے تھے، اپنے لئے بھی، دوسروں کو بھی اس کا سبق دیتے تھے، اور ہر چیز میں اس کا ظہور ہوتا تھا۔

اسی لئے حجۃ الوداع جیسی عظیم کتاب حضرت نے صرف ڈیڑھ دن میں تحریر فرمائی۔ زبردست

کتاب، اس سے بہتر کتاب حج پر شاید ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج فرمایا اس پر متقدمین متأخرین نے بہت کتابیں لکھیں، مگر اس سے جامع کوئی کتاب نہیں۔ کتنی مدت میں؟ ڈیڑھ دن میں۔ اسی طرح میں نے تقریر لامع پر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے دن گنوائے تھے کہ سو سے کم دن کا یہ ذخیرہ ہے اور چند دنوں کی تقریر ہے لامع الدراری، جو دس پندرہ جلدوں میں ٹائپ پر طبع ہوئی۔ یہی حال سب کتابوں کا ہے۔

امور عشرہ کی حکمتیں

یہ جو امور عشرہ ہیں نماز میں، قیام، رکوع، سجود، قعود، اس کی، سب کی حکمتیں علماء نے بیان فرمائی ہیں۔ جیسا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا قول میں نے بیان کیا، تو کھڑے ہونے کے بعد سب سے پہلے حکم ہوتا ہے کہ ہاتھ اٹھاؤ، اس کی حضرت نے حکمت بیان فرمائی، کہ ہاتھ کیوں اٹھائے جاتے ہیں، اس میں کیا حکمت ہے، یہ کیا کہہ رہے ہیں حق تعالی شانہ سے ہم عملی طور پر؟

قتل کردو یا جرمِ الفت بخش دو

پھر ہاتھ باندھے جاتے ہیں **فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ**، بعضوں نے اس کی تفسیر کی کہ **وَانْحَرْ** کہ جب تم نماز پڑھو، تو یہ رگ جاتی ہے قلب پر اس کا نام ناحر ہے۔ وہ حضرات یہ کہتے ہیں اس کے اوپر ہاتھ ہونا چاہئے، اسی لئے کہا **وَانْحَرْ نَفْسَکَ** کہ اس وقت اپنے وجود کو بھول جاؤ، **فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ**۔

یہ تفسیر تو وہ ہی معتبر ہوگی جو احادیث کے ذخیرہ میں ہمیں ملتی ہے کہ نماز پڑھو، قربانی دو۔ اس کے علاوہ جتنی تفاسیر ہوں گی، چاہے وہ علماء کے اشارات ہوں، صوفیاء کے نکت ہوں، وہ سب کے سب اگر قرآنی کلمات اس کے متحمل ہیں اور وہ معنی محتمل ہے، اس معنی کا احتمال ہے اور لفظ اس کو برداشت کر سکتا ہے، جو شرطیں ہیں وہ پائی جائیں تب تو معتبر ہوں گی۔ ورنہ یہی آیت اگر کوئی جاہل اس کی یہ تفسیر کرے، **وَانْحَرْ** کو **وَانْھَرْ** پڑھ کر کے، زیادہ تر عجمی ہیں، عجمیوں کی تعداد

عرب سے زیادہ ہے اور تلفظ مشکل سے ان کا درست ہوتا ہے، تجوید سے ناواقف عجمی اس کو پڑھیں گے وَانْهَرْ،ایْ وَانْهَرْ نَفْسَکَ، اپنے نفس کو جھڑکتے جاؤ، نماز پڑھتے جاؤ، وَانْهَرِ الْعَبَرَاتِ، کہ آنسو بہاتے جاؤ اور اس کی نہر دونوں آنکھوں سے جاری کر کے نماز پڑھو، یہ جہالت ہوگی، کیوں کہ نہ اس معنی کا احتمال ہوسکتا ہے، نہ یہ لفظ وَانْحَرْ اس کا متحمل ہے۔

ہر مخلوق عبادت میں مصروف

وہ فرماتے ہیں کہ یہ مجموعہ ہے ان تمام عبادتوں کا جو عبادتیں ہر مخلوق کو دی گئیں، مخلوقات میں غور کریں گے، تو نباتات میں آپ دیکھیں گے کہ سب سے زیادہ آپ کو کھڑے نظر آئیں گے، پودے کھڑے ہوتے ہیں، اونچے اونچے درخت کھڑے ہوتے ہیں، وہ سیدھے ہوتے ہیں، تو قیام میں ہیں۔ اسی لئے سب سے زیادہ وقت جو نماز میں صرف کیا جاتا ہے وہ قیام میں ہوتا ہے۔

اسی طرح کچھ ہیں جو رکوع میں ہیں، جس طرح کہ ویپنگ ویلو (weeping willow) یہاں ہوتا ہے، اس کی تمام شاخیں نیچے ہوجاتی ہیں یہ ان کا رکوع ہے۔ اسی طرح جتنے آپ کو زمین کے اوپر رینگنے والے جانور ملتے ہیں، اسی طرح بہت سے نباتات آپ کو ملیں گے جو زمین کے اوپر پھیلیں گے۔ جب تک آپ اس کے لئے کوئی عریش اور چھپر چڑھنے کے لئے نہیں بنائیں گے، وہاں تک وہ بیل چڑھ نہیں سکتی، تو یہ بیل کی قسم کے جتنے ہیں سب کے سب سجدہ میں ہیں۔ جتنے کیڑے مکوڑے ہیں، وہ سارے سجدہ میں ہیں ہر وقت، زمین سے لگے ہوئے ہیں۔ تو ہر ایک مخلوق کی زبان ہمیں نہیں آتی مگر وہ عبادت میں ہے۔ خود انسانی بولیوں میں سے لاکھوں میں سے ہم صرف ایک دو زبانوں کو سمجھ پاتے ہیں۔

جیسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پتیاں توڑ کر قبر پر رکھیں۔ فرمایا کہ جب تک یہ ہری رہیں گی، صاحب قبر کے لئے تسبیح کرتی رہیں گی، اس کی تسبیح سے صاحبِ قبر کو فائدہ ہوگا، وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ، یہ زمینی ساری مخلوق ان کی

عبادت کا مجموعہ، اوپر والی مخلوق کی عبادتوں کا مجموعہ، نماز کے نام سے ہمیں ملا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ یہ جو چیزیں، میں نے دس گنوائی ہیں ان میں سے قیام، قعود، رکوع، سجود ہے، تو فرشتوں کی بے شمار تعداد وہ قیام ہی میں ہیں، حق تعالی شانہ کے سامنے عبادت میں، قیام میں ہیں، عرش کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔ جو رکوع میں ہیں، وہ رکوع ہی میں ہیں۔ بعض روایات میں ان کی تعداد بھی آئی ہے۔ ان کے علاوہ بے شمار ملائکہ قیام میں، رکوع میں، سجدہ میں ہیں۔ ان کو ایک ہی عبادت دی گئی، صرف سجدہ، ساری عمر کے لئے انہیں دیا گیا، اور ان سب کا مجموعہ ہمیں دیا گیا، جس میں قیام، رکوع، سجود، قعود سب کچھ ہے۔

ملائکہ کی عبادتوں کا مجموعہ

اسی طرح عبادات میں سے تلاوت، تسبیح، تحمید ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ملائکہ ایسی مجالس کو تلاش کرتے پھرتے ہیں، اس میں آکر بیٹھ جاتے ہیں، یَتْلُوْنَ بِتِلَاوَتِهِمْ، مجلس والے تلاوت کریں گے تو ان کے ساتھ وہ بھی اس کو ریپیٹ کریں گے، تلاوت دہرائیں گے۔ یُسَبِّحُوْنَ بِتَسْبِيْحِهِمْ، ہماری تسبیح کے ساتھ وہ بھی تسبیح کرتے ہیں، ہماری تحمید کے ساتھ وہ بھی تحمید کرتے ہیں اور ہم مغفرت طلب کرتے ہیں تو وہ بھی ساتھ جن و بشر کے لئے مغفرت مانگتے ہیں۔ خود قرآن میں بھی ہے یَسْتَغْفِرُوْنَ وَيُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ، یہ جو ملائکہ ہیں، ان تمام ملائکہ کی عبادتوں کا مجموعہ ہمیں ایک نماز میں اکٹھا کر کے حق تعالی شانہ نے دیا کہ ملائکہ کی عبادت تسبیح، تحمید، استغفار اور دعا بھی ہیں۔

ایک لطیف نکتہ

اور کھڑے ہو کر کے جب ہم ہاتھ باندھتے ہیں، تو میں نے بتایا کہ وَانْحَرْ، ہاتھ باندھو اور یہاں باندھنے کا جو حکم ہے، بڑا لطیف نکتہ صوفیاء بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس کے لئے بڑی عجیب وغریب جگہ تجویز کی گئی، جہاں ہم ہاتھ باندھتے ہیں، صدر، قلب، سرۃ، فوق السرۃ،

تحت السرۃ، ہاتھ باندھنے کی جگہیں مختلف آئی ہیں۔

جیسا میں نے شروع میں اس دن بیان کیا تھا کہ ہم تو نماز شروع کرتے ہیں اور وساوس کا ہجوم شروع ہو جاتا ہے، خطرات شروع ہو جاتے ہے، تو ہاتھ یہاں اس لئے باندھے جاتے ہیں کہ یہ جو تصورات، تفکرات اور وساوس کا جو ہجوم شروع ہوتا ہے، اس کی ہمارے جسم ہی میں مختلف جگہیں ہیں۔ یمین کی طرف ہمارا جو فرشتہ حق تعالی شانہ نے ملہمِ خیر رکھا ہوا ہے، پیدا کیا ہے، ہر انسان کے ساتھ ایک ملہمِ خیر ہوتا ہے اور ایک ملہمِ شر ہوتا ہے، جو اس کا قرین ہے۔ ملہمِ خیر دائیں طرف اور ملہمِ شر بائیں طرف رہتا ہے۔ تو حکم ہوا کہ جو بائیں طرف جدھر سے شر آتا ہے اس کو پکڑ لو، دبا دو، پیچھے کر دو کہ خبر دار جو گڑ بڑ کی تو نے، اور واقعی اولیاء اللہ پکڑ نا چاہیں تو پکڑ سکتے ہیں۔

نورِ کلام الٰہی اور نورِ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجذوب بزرگ تھے۔ تو وہ مسجد کے دروازہ کے باہر پڑے رہتے تھے اور ان کے ساتھ ایک کتے کا پلّہ آستین میں ہوتا تھا، مشائخ کی چوڑی چوڑی، لمبی یہاں تک کی آستین ہوتی تھی، پورے تک، تو وہ آستین لمبی اور چوڑی، اس کے اندر گزرنے والے دیکھتے کہ کتے کا پلّہ آستین میں ہے۔

حالانکہ توکل شاہ صاحب کا مقام کیا تھا کہ ان کے سامنے لوگ تحریر لے کر جاتے تھے کہ حضرت یہ کیا ہے؟ قرآن کی آیت آپ نے لکھ کر دی، تو امی تھے، مگر فرماتے کہ یہ قرآن ہے۔ حدیث لکھ کر کے سامنے کی، تو دیکھ کر فرماتے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے۔ دونوں کے سوا اور کسی اور انسانی کلام لکھ کر پیش کیا، انہیں پتہ چل جاتا تھا۔ فرماتے کہ یہ نہ خدا کا کلام ہے، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے۔

کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ کو یہ کیسے پتہ چلتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے کلام کا نور الگ میں دیکھ لیتا ہوں۔، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا نور میں الگ پہچان لیتا ہوں۔

جب یہ دونوں نور نہیں ہوتے تو میں کہتا ہوں کہ یہ کوئی انسانی کلام ہے۔

اوران کا یہ حال تھا کہ وہ کتے کا پلہ، بچہ، چھوٹا سا آستین میں رکھتے۔کسی نے پوچھا یہ کیا؟ جو ہمیشہ کے خدام ہوتے ،ان کے ساتھ وہ کبھی بے تکلف ہو جاتے۔

ایک دفعہ فرمانے لگے ان خدام کے سوال پر کہ بیٹے! یہ تو جو میرا نفس ہے، اس کو میں نے تابع کر کے اس شکل میں رکھا ہوا ہے۔جس طرح کہتے ہیں جن کو بند کرتے ہیں بوتل میں، تو اس طرح اس کو اس شکل میں میں نے اس کو تابع کیا ہوا ہے، تا کہ وہ مجھے پریشان نہ کرے۔

ہر انسان کے ساتھ قرین

یہ ہر انسان کے ساتھ قرین ہوتا ہے، چاہے نبی ہو، عام انسان ہو۔کوئی جب پیدا ہوتا ہے، تو اس کے ساتھ اس کا قرین پیدا ہوتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا، صحابہ کرام نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ہر ایک کے ساتھ قرین ہے، تو پھر آپ کا قرین؟ فرمایا کہ ہاں، میرے ساتھ بھی حق تعالیٰ شانہ نے پیدا فرمایا، لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے حق تعالیٰ شانہ نے اس کو اسلام دے دیا، جو ایک ناممکن شئے تھی قرین کے اسلام کی ، کیوں کہ قرین شیطان کی اولاد ہے، تو اس کو بھی اسلام عطا فرمایا، فَأَمَّا قَرِیْنِیْ فَأَسْلَمَ۔ بعضوں نے اس کو ضبط کیا فَأَمَّا قَرِیْنِیْ فَأُسْلَمُ، کہ وہ ہے تو شیطان ہی، مگر مجھے حق تعالیٰ شانہ معصوم رکھنے کے لئے اس سے سلامت رکھتے ہیں، اس کی شرارت سے میں محفوظ رہتا ہوں۔

دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھ کر اس نفس کو قید کیا جاتا ہے، یہاں کیوں باندھے گئے؟ یہ ہماری جسم کی جو جگہ ہے، حق تعالیٰ شانہ نے ایک تو یہ انتظام فرمایا کہ شر کو ڈالنے والا جیسا ادھر ہے، جیسے ہی ملہم شر شر ڈالتا ہے، دل میں خیال آیا زنا کا، چوری کا، بدکاری کا، گناہ کا، تو فوراً ہر انسان کو دوسرا خیال ضرور آئے گا کہ نہیں، مجھے نہیں کرنا چاہئے، لیکن پھر وہ قرین شیطان غالب آجاتا ہے اور انسان وہ حرکت کر بیٹھتا ہے۔

حق تعالیٰ شانہ نے انسانوں پر حجت پوری فرمانے کے لئے ملہمِ خیر بھی پیدا کیا جو اپنا کام کرتا رہتا ہے۔ جو خود طبیعت انسانی ہے، انسانی جسم کی ساخت، تو اس جسم کے اندر بھی دو چیزیں ہیں، کچھ جگہیں ہیں جہاں سے شر پھوٹتا ہے، وہ ہماری ناف کے بالکل متصل نیچے وہ مقام نفس ہے۔ جتنے ہمیں برے خطرات آتے ہیں وہ خطرات نفسانی، نفس کی طرف سے ہیں، اس ایک کا مقابلہ کرنے کے لئے حق تعالیٰ شانہ نے دوسری کئی نورانی جگہیں پیدا فرمائی ہیں، اِدھر قلب، ادھر روح، ادھر سر، ادھر خفی، پھر اخفی۔ یہ جو ایک لطیفہ نفس ہے جو شر ڈالتا ہے، اس کو دفع کرنے کے لئے انتظام کتنی جگہ کا ہوا؟ پانچ جگہ سے خیر آتا ہے تاکہ میرا بندہ جہنم سے بچ جائے، گناہوں سے بچ جائے، اس کے انتظام کے لئے حق تعالیٰ شانہ نے یہ جگہیں پیدا فرمائی۔

ہاتھ یہاں رکھ کر کے اس وقت مصلّی کو سوچنا چاہئے کہ الٰہی! یہ جو نیچے سے جتنا شر آتا ہے، اس کے لئے میں نے دونوں ہاتھ باندھ کر بند باندھ دیا۔ جس طرح پانی کا سیلاب آتا ہے، وہاں حکومت انتظام کرتی ہے، پتھر ٹرک میں بھر کر لاتی ہیں، بوریوں میں ریت بھر کر لائی جاتی ہے، جلدی جلدی ڈالو تاکہ پانی ادھر سے نہ آئے۔

جدھر مولیٰ ادھر شاہ دولہ

حضرت شاہ دولہ کا قصہ مجھے یاد آیا کہ سیلاب آیا، لوگ دوڑے ہوئے پہنچے، حضرت دعا فرمائیں، ہماری بستی ڈوب جائے گی۔ فرمایا چلو چلو، جلدی چلو۔ خود تشریف لے گئے، فرمایا لاؤ، لاؤ، کدال لاؤ۔ وہ جو پانی آرہا تھا اس کو نہر کی طرح کھودنا شروع کیا بستی کی طرف کو۔ لوگ پوچھنے لگے حضرت! یہ کیا؟ یہ تو پانی ابھی جلدی بستی میں آجائے گا۔ حضرت نے فرمایا جدھر مولیٰ ادھر شاہ دولہ۔ مولیٰ چاہتا ہے کہ بہا دے ہم سب کو، اس پر شاہ دولہ بھی خوش ہے اور راضی برضاءِ حق ہے۔

ہاتھ باندھ کر یہ روک جو ہم نے لگائی، تاکہ ادھر سے نفسانی جو خطرات ہیں وہ اوپر نہ آسکیں، اور بیچ میں دوسری جو نیکیوں کی اور خیرات کی اور ملہمِ خیر کی جتنی جگہیں ہیں، ساری کی ساری،

مصلّٰی اس سے مستفیض ہو سکے۔اس کے لئے حق تعالیٰ شانہ نے حکم فرمایا کہ ہاتھ یہاں باندھ کر نماز شروع کرو۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ایسی نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے کہ جب ہم اس نماز سے فارغ ہوں،تو فارغ ہونے کے بعد وہ ہمارے منہ پر نہ ماری جائے۔کبھی سوچا آپ نے کہ نماز اور دعا کے بعد جو یہ ہاتھ اس طرح منہ پر کیوں پھیرا جاتا ہے؟

ایک حکمت تو عام طور پر لکھتے ہیں کہ جو ہم دعا مانگتے ہیں، وہ رحمتیں ، برکتیں ، وہ ساری کی ساری مل جائیں ، کچھ سیاہی دور ہو جائے ،تو سب برکات ہمیں ملیں جس طرح کہ کریم ، پوڈر لگایا جاتا ہیں۔اسی لئے ہاتھ بھی اس طرح پھیرا جاتا ہے،اگرچہ کچھ حضرات استلام کی طرح اشارہ کافی سمجھتے ہیں کہ ہاتھ چہرہ کی چمڑی سے مس نہ ہو،شاید داڑھی کے کنگھی کردہ بال خراب ہونے کا اندیشہ ہو۔

دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ یہ تو تلاش کیا جاتا ہے،نماز پڑھی،تو یہاں فرشتوں نے نماز کو واپس منہ پر پھینک تو نہیں دیا،اللہ کی طرف سے ماردی جاتی ہے ایسی نماز،ہمیں کیا ضرورت ہے ایسی نماز کی؟تو جیسا حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے شعر سنایا

یا قتل کردو یا جرمِ الفت بخش دو

ایسی نماز حق تعالیٰ شانہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک لطیفہ

اخیر میں ایک لطیفہ سناتا ہوں، مولانا داؤد صاحب اور ان کی ذریت کے متعلق۔ میرے جیب میں ایک خط ہے ایک یہاں کے فارغ ہیں امریکہ میں۔ یہاں اعتکاف میں جو فارغین آئے ہیں تو ان کے دوست فون کر کے پوچھتے ہیں کہ وہاں کا کیا حال ہے؟ اس طرح اوپر سے بھی سب خبر رکھی جاتی ہے ان جگہوں کی ،شروع اعتکاف سے بہت سے مبشرات سنتے رہتے ہیں۔

یہاں کے فارغین میں سے مبین کمانی ہیں۔ انہوں نے ایک خط لکھا، وہ تو بیچارہ انگلش داں ہے، اردو مکمل طور پر سمجھ نہیں سکتا۔ تھوڑی بہت اردو گجراتیوں والی، اتنی سمجھ سکتا ہوگا۔ اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے حالات سے پورے طور پر واقف بھی نہیں، اتنا کہ ایک بزرگ تھے اور ہمارے اساتذہ کے استاذ تھے۔ اس سے زیادہ اس کو کچھ معلوم نہیں، لیکن اس نے ہو بہو وہی حالات لکھے جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی حیات طیبہ میں ہم روز دیکھتے تھے۔

حضرت کی عادت شریفہ یہ تھی کہ حضرت کو کسی نے عطر کی شیشی پیش کی، تو اس کو رکھواتے نہیں تھے کہ اس کو رکھ دو۔ پہلا جملہ ہوتا تھا، کسی خادم کو ہاتھ میں دے کر کہ اس کو کھول لو، اور اسی کے ہاتھ سے حضرت فرماتے تھے ہتھیلی کشادہ رکھ کر کے، ڈال دو، ساری انڈیل دو۔ نیا خادم چونکہ ہماری طرح لگانے کی کوشش کرے گا انڈیلنے کی ہمت نہیں ہوتی، حضرت اس کے ہاتھ سے لے کر جلدی سے انڈیل دیتے، اور اس طرح مل کر کے اپنے اوپر ایک ہاتھ لگایا اور دوسرے جو خدام موجود ہوتے تھے، ان کو حضرت لگا دیتے تھے۔ ایک ہی دفعہ میں ایک عطر کی شیشی لگانے کا ہمیشہ کا معمول حضرت کا تھا۔ جیسی ہی آئی فوراً لگا دی، ہماری طرح انگلی کے پوروں سے نہیں لگاتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت مفتی محمود صاحب کے پاس کہیں سے عطر کی شیشی آئی۔ مجھے پوچھنے لگے یاد ہے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کیسے لگاتے تھے؟ پھر فرمایا لگاتے تھے نہیں، کیسے انڈیلتے تھے؟

اس طالب علم کو تو اب تک بھی معلوم نہیں ہوگا کہ حضرت کی یہ عادت تھی۔ میں نے بھی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے جو حالات جمع کئے ہیں، تو میں نے بھی حضرت کی عادات مبارکہ میں اس کو کہیں لکھا نہیں، کسی اور نے بھی شاید لکھا نہیں، حالانکہ ہم تو روز دیکھتے رہتے تھے۔ غرض تو یہ چھپا ہوا بھی نہیں ہے کہ مبین نے پڑھا ہو۔

مگر وہ لکھتا ہے کہ میں نے خواب میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو دیکھا، اور ایک اور کسی استاذ کو دیکھا اور ان کے اپنے والد صاحب بھی تھے۔ حضرت کو جب دیکھا تو حضرت کے سینہ پر،

یہاں سینہ پر، کرتہ پر بہت بڑا عطر کا دھبہ ہے۔اس طرح واقعۃً ہمیشہ دھبہ رہتا ہی تھا، جب اس طرح لگائیں گے تو وہ ہمیشہ کے لئے کپڑا دھلنے کے بعد بھی وہ دھبہ رہتا تھا۔

وہ لکھتے ہیں کہ اس حال میں حضرت کی زیارت ہوئی۔ اس کے بعد کسی نے عطر مانگا تو حضرت نے عطر کی شیشی کھول کر کے ہتھیلی میں ساری انڈیل دی اور اس کے بعد اس طرح مل کر کے اپنے آپ پر لگایا اور دوسروں پر لگایا، بالکل ہو بہو، یہی حضرت کی حیات میں ہوتا تھا جو انہوں نے دیکھا۔

میں نے اس کی تعبیر یہ لکھی کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کے یہاں مولانا عبدالرحیم صاحب لمباڈا، جو مہمان تھے، وہ اپنے والد صاحب حضرت مولانا داؤد صاحب کو فون کرتے رہتے تھے، پوچھتے رہتے تھے کہ گذشتہ رات کیا بیان ہوا؟ پھر وہ ان کے یہاں وہی بیان انگریزی میں دہراتے تھے، جس میں حضرت شیخ، حضرت شیخ، حضرت شیخ ہی کا ذکر ہوتا، حضرت شیخ کے علوم، حضرت کے واقعات، حضرت کے حالات ہی ہوتے تھے۔

اور میں نے یہ لکھا کہ یہ جو تمہارے یہاں مجمع کو مولانا عبدالرحیم صاحب واقعات سناتے تھے، بزرگوں کے، مشائخ کے حالات سناتے تھے، وہ سارا کا سارا حضرت شیخ ہی کا فیض تھا جو یہاں سے ان کے والد صاحب کے ذریعہ فون پر معلوم کر کے آپ حضرات کو سناتے۔آپ نے دیکھا کہ حضرت عطر تقسیم فرمارہے ہیں، تو یہ وہاں ملأ اعلی میں ارواح کی خوش و مسرت کا اظہار ہے۔جب ہماری آنکھیں بند ہوں اور آخری وقت آئے تو ان کے سامنے رسوائی سے اللہ تبارک و تعالی ہماری حفاظت فرمائے۔ ابھی ہمارے قاری صاحب تشریف لائے ہیں، وہ دو تین نعتیں آپ کو ان شاءاللہ سنائیں گے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ ہمارے دوست جو اخیر عشرہ میں اعتکاف میں آئے ہیں، پہلے سے کیا مضمون چل رہا ہے، ان کے خاطر میں اسے دہرا دیتا ہوں کہ یکم رمضان کو ہم نے قصہ شروع کیا تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پیشین گوئی فرمائی تھی کہ علی! کیا حال ہوگا تمہارا جب تمہارے سر پر ایک وار ہوگا، اور اس زخم سے خون بہے گا، تمہارا سر اور ڈاڑھی خون سے تر ہو جائے گی؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا یا رسول اللہ! جیسی میری، اس وقت موجودہ حالت ہے، اللہ کرے کہ میری یہ حالت یہ ایسی ہی رہے جیسی اب ہے، تب تو بڑا مزہ آئے گا۔

مقامِ تسلیم و رضا

اس پر ہم نے سوال قائم کیا تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہماری جماعت کے سلاسلِ تصوف کے پیشوا اور امام ہیں۔ یہ تصوف کے سلاسل اور ان کے فیوض حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے توسل سے ہمیں پہنچے، تو یہ ان کی کیفیت کونسی تھی جس کے متعلق وہ تمنا رکھتے ہیں کہ یہ میری جو موجودہ حالت ہے وہ اسی طرح ساری عمر باقی رہے۔ دوسرا، ان کو تسلیم اور رضا کا مقام کیسا حاصل تھا کہ ایسے سینکڑوں وار، ہزاروں وار ہوتے رہیں، مزے ہی مزے ہوں گے؟ اس پر عرض کیا تھا کہ یہ نعمتیں جس طریق سے ملتی ہیں، اس کی مختلف تشریحات مشایخ نے فرمائی ہیں۔

حضرت مسیح الامت، حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سنائی تھی کہ ترکِ خوردن، ترکِ خفتن، ترکِ گفتن، ترکِ اختلاط کردن۔ پھر کسی نے ترک کے بجائے اس کو قلت پر محمول کیا، کم کھانا، کم سونا، کم بولنا، میل جول کم رکھنا۔ اسی ذیل میں پھر آگے عرض کیا

تھا کہ یہ تو چار ہیں، ان کو ڈبل کر کے آٹھ چیزیں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طریق کے لئے شرط قرار دیں۔ وہ ہیں ۱) طہارت، ۲) سکوت، ۳) خلوت، ۴) ذکر، ۵) نفیِ خواطر، ۶) صوم، ۷) ربطِ قلب بالشیخ اور ۸) ترک اعتراض بر حق سبحانہ وتعالی۔ یہ آٹھ شرائط جو پوری کریں گے اور اس کا اپنی طبیعت کو عادی بنائیں گے، وہ تسلیم اور رضا کا مقام پاسکیں گے۔ یہ ہر کوئی حاصل کرسکتا ہے، بشرطیکہ وہ ان چیزوں کی مداومت کرے۔

دوامِ طہارت

سب سے پہلی چیز طہارت ہے، اس کے ذیل میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کا وضو، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کا وضو، شاہ رکن الدین کا وضو، وضو پر ان کی تقریر، یہ سب چیزیں بیان ہوئیں۔

اس وقت عرض کیا تھا کہ یہ جو سب سے پہلی چیز طہارت ہے، قرآن کہتا ہے، **وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ**،

مشائخ فرماتے ہیں کہ یہاں طہارت کا حکم ہے، جسم پر جو گندگی لگ جائے اس کا دور کرنا بھی ضروری ہے،

اور دوسری قسم کی طہارت اعضاء اور جوارح پر لگ جائے اس کا دور کرنا بھی ضروری ہے۔ ان اعضاء اور جوارح کو گناہوں سے پاک رکھنا بھی ضروری ہے۔ ہو جائے تو توبہ ضروری ہے۔ یہ دو قسم کی طہارت ہے۔

اور تیسری طہارت جو ان سب میں اہم ہے فرماتے ہیں کہ طہارت قلب ہے کہ اس میں اللہ کے سوا اور کسی کا گزر نہ ہونے پائے۔ ہر ایک کے لئے دروازہ بند رہے۔ یہ جو پڑھتے ہیں لا الہ الا اللہ، تو لا الہ میں یہی تصور ہوتا ہے کہ دل میں سے ماسوی اللہ کو نکال کر پیچھے پھینک دیا۔

اور چوتھی طہارت طہارتِ سِر ہے کہ اللہ تبارک وتعالی کے ہر حکم کو، طبیعت چاہے نہ چاہے، ہر

فیصلہ کو انسان رضا اور رغبت سے قبول کر رہا ہو، تو یہاں تک، طہارت تک ہم پہنچے تھے۔

پھر نماز کی، پھر طہارت کی حکمتیں شروع ہوئیں، پھر نماز کی حکمتوں میں شروع میں قیام، نماز کی حکمت اور یہ ابتدائی ارکان میں کیا کیا حکمتیں ہیں، نماز کے فلسفہ پر کئی سو صفحات لکھے جا سکتے ہیں۔

اب طہارت کے بعد حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دوسری شرط یہ ہے کہ دوامِ صوم، تیسری دوامِ صمت، دوامِ سکوت، کہ ہمیشہ روزہ سے رہے، ہمیشہ زبان کو بند رکھے۔ یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں سکوت، صمت، چپ رہنا، اور صوم، اس میں ترک و امساک ہے، کہ نہ بولنا، بولنا چھوڑ دینا ہے، روزہ میں کھانا، پینا، جماع یہ سب چیزیں چھوڑنی ہیں، ان سب کو ترک کرنا ہے۔

ارکانِ اربعہ میں امساک

یہ امساک کی صفت ہمارے تمام ارکانِ اربعہ میں ایک خاص ربط ہے کیوں کہ یہ ہماری شریعت کسی انسان کی بنائی ہوئی نہیں ہے، ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی، اور الٰہی شریعت، اوپر سے نازل ہوئی ہے۔ اسی لئے تمام چیزیں آپ دیکھیں گے کہ سب میں مربوط معلوم ہوتی ہیں۔

نماز میں بھی کتنی چیزوں سے امساک ہے کہ آپ بول نہیں سکتے، کہیں اور دیکھ نہیں سکتے۔ اللہ میاں ہی کی طرف دیکھو اور کسی کو مت دیکھو۔ آپ کا قبلہ اور استقبال قبلہ کی طرف رہے، کہیں ادھر ادھر گھوم نہیں سکتے۔ ان تمام چیزوں سے امساک ہے، یہی حال روزہ کا بھی ہے۔

میں نے بتایا کہ امساک زکوٰۃ میں بھی ہے کہ وہ مال کو روکے گا، خود استعمال کر کے کھا نہیں جائے گا۔ امساک مال ہی سے تو زکوٰۃ فرض ہوئی، اور اس کے بعد دوسری جگہ ہزاروں مصارف اس کے ذہن میں آ سکتے ہیں، ان کو روک کر مخصوص جگہوں پر جو حق تعالیٰ شانہ نے اِنَّمَا

الصَّدَقَاتُ کی فہرست گنوائی ہے، ان میں ہی خرچ کرے گا، تو یہاں بھی امساک ہے۔

اسی طرح حج میں کتنی چیزوں کا امساک، خوشبو نہیں لگا سکتے، **فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ**، یہ تو چند چیزیں قرآن نے خاص خاص گنوائی ہیں، ورنہ لمبی فہرست ہے وہاں بھی امساک، کہ کتنی چیزیں نہیں کر سکتے۔ کہ یہ تو گولیوں میں خواہ مخواہ ہی امساک تلاش کرتے ہیں، امساک تو نماز میں ہے، روزہ میں ہے، حج میں ہے، زکوٰۃ میں ہے۔

اسی لئے آپ دیکھیں گے جیسے نماز، کہ نماز میں انسان کے تمام اعضاء حق تعالی شانہ کی عبادت میں مصروف ہیں۔ جو نماز ہم اس کے شرائط اور آداب کی رعایت کے ساتھ پڑھتے ہیں، تو عبادت کا حصہ صرف ایک عضو کو نہیں، سارے اعضاء اس عبادت میں ہوتے ہیں۔ اسی لئے روزہ میں بھی بالکل اسی طرح ہے۔

ایک ہی شرط، بات نہ کرو

اکیسویں شب میں میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ میرے پیارو! یہاں کسی چیز کی پابندی نہیں۔ کھانے پینے کا انتظام ہماری طرف سے ہے۔ اگر کسی کو پسند نہ آئے، تو وہاں ہوٹل ہوتے تھے، تو حضرت فرماتے تھے کہ وہاں سے منگوا کر کھا پی سکتے ہو۔ اور فرماتے تھے کھانے پینے کی کوئی پابندی نہیں۔ اور سونے کی کوئی پابندی نہیں۔ جتنا چاہے سوتے رہو۔ فرائض کی ادائیگی کے علاوہ آپ کو کوئی نہیں اٹھائے گا۔ بس ایک ہی شرط ہے۔

فرماتے تھے وہ یہ کہ کسی سے بات نہ کرو، کیوں فرماتے تھے؟ کہ یہ رمضان کے روزے ایک عظیم عبادت ہیں۔ جس طرح ہم نماز شروع کرتے ہیں، تو اسی طرح کا روزہ ہے۔ جیسے ہی آپ نے نماز شروع کی، تو اگر نماز میں کوئی ادھر ادھر دیکھے گا، تو آداب کے خلاف ہوگا، ذرا سا اور گھوم گیا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ ایک کلمہ اگر اپنی زبان سے کسی کو شَش (Shhh!) کہہ دیا، تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ نماز کو شرائط اور آداب کی رعایت کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے۔

یہی حال روزہ کا ہے کہ جب ہم سحری کے وقت سے اپنا روزہ شروع کرتے ہیں، اس وقت سے لے کر افطار تک، سارا جسم اس عبادت میں مصروف رہتا ہے۔ اس لئے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جس طرح نمازی کو انعام ملتا ہے سارے جسم کے تمام اعضاء کو مصروف رکھنے کا، بالکل روزہ میں بھی سارا دن، ہر حال میں، ہر عضو مصروفِ عبادت شمار ہوتا ہے۔

اسی لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صائم کے لئے ارشاد فرمایا کہ نَوْمُهُ عِبَادَة. حضرت شیخ نے فرمایا کہ جتنا چاہو سوتے رہو۔ کتنی جگہ پر لوگ اشکال کرتے ہیں کہ یہ آیا ہے اعتکاف کے لئے اور اٹھتا نہیں اور پڑا سوتا رہتا ہے، لیکن حضرت فرماتے ہیں کہ سوتے رہو۔ کوئی حرج نہیں کہ نص کہتی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں نَوْمُهُ عِبَادَةٌ، اس کا سونا عبادت بھی شمار ہوگا۔ اس لئے کہ اس کی نماز تو جاری ہے، جس طرح کہ نماز پڑھ رہا ہو کوئی، اسی طرح اس کے روزہ کی عبادت تو جاری ہے۔

جنتی نعمت دنیا میں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ارشاد فرمایا مسلسل عبادت کا ثواب سوتے جاگتے میں اس کے لئے لکھا جاتا ہے۔ اور آگے فرماتے ہیں کہ وَنَفَثُهُ تَسْبِيحٌ کہ یہ جو ہمارے سانس چلتے ہیں، یہ عبادت تو وہاں اہل جنت کی ہے اور ملائکہ کی ہے، ملائکہ مشین کی طرح ہیں، ملائکہ کی ہر سانس کی طرح ان کی تسبیح چلتی ہے، اسی طرح اہلِ جنت کو یہ دولت ملے گی۔

جس طرح میں نے عرض کیا تھا کہ یہ دس چیزوں کا مجموعہ جو نماز کے اقوال اور افعال کا ہے، ملائکہ کی الگ الگ جماعتیں، لاکھوں ملینوں کی تعداد میں ان عبادتوں میں مصروف ہیں۔ ان کو اکھٹا کر کے یہ دس چیزیں ہمیں دی گئیں۔

اسی طرح وہاں جو ملائکہ ہیں تو ہر وقت صرف تسبیح میں مصروف ہیں۔ یہ نباتات، جمادات، حیوانات، ہر وقت ان کی تسبیح جاری رہتی ہے۔

جس طرح کہ آپ نے ٹیپ کو اون کر دیا، مشین اون کر دی ہو، وہ خود بخود چلتی رہتی ہے، بالکل اسی طرح وہ ملائکہ مشین کی طرح سے ہر وقت تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ وہ تھکتے بھی نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ تھکتے بھی نہیں کیوں کہ وہ تو ایک مشین کی طرح ہیں۔

جنت میں یہ نعمت انسانوں کو بھی میسر ہوگی جو ملائکہ کو تسبیح کی دولت میسر ہے، تسبیح ان کی جاری ہے، کہ اہل جنت کے متعلق فرمایا **يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ كَمَا تُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ،** آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ نعمت جو ملائکہ کو اِس وقت میسر ہے جنت میں جانے کے بعد ہمیں بھی ملے گی کہ ہماری بھی ہر سانس کے ساتھ تسبیح ، سبحان اللہ، اللہ کی تسبیح ہر وقت جاری رہے گی۔

یہیں سے مشائخ نے پاسِ انفاس کو لیا کہ ہم بھی اپنے سانسوں کی حفاظت کریں۔ یہ سانس جو اندر جا رہا ہے اس میں **اللّٰہ**، چھوڑا اس میں **ھُو** ، **اللّٰہ ھُو** ، **اللّٰہ ھُو** ہر سانس کے ساتھ **اللّٰہ ھُو** .

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بھی ارشاد فرمایا کہ جو صائم ہے اس کا سونا عبادت اور **وَنَفَسُهٗ تَسْبِيْحٌ**، اس کو ہر سانس پر تسبیح کا ثواب ملتا ہے۔ اگر چہ مشائخ کی طرح سے اس نے پریکٹس کر کے اپنے آپ کو اس کا عادی نہیں بنایا اور ذہن کو اس طرف نہیں لے جاتا ، پھر بھی یہ روزہ چونکہ اس کی عبادت مسلسل مستقل چل رہی ہے اس لئے ہر سانس پر تسبیح کا ثواب ہے۔ جس طرح میں نے بتایا کہ نمازی نماز پڑھ رہا ہوتا ہے، اس طرح یہ اس کی مسلسل عبادت جاری ہے۔ اس لئے ہر لحظہ، ہر آن اس کو ایک ایک سانس پر تسبیح کا ثواب ملتا جاتا ہے کیوں کہ پورا جسم مصروف عبادت ہے۔

صائم اور صدقہ وصول کرنے والے کی دعا کی قبولیت

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تیسری چیز ، فرمایا کہ **وَدُعَاءُهٗ يُجَاب** ، کہ اس کی ہر دعا

قبول۔ کوئی قید نہیں کہ سحر کے وقت مانگو، افطاری کے وقت مانگو، روزہ دار کے لئے تو سارا وقت شب قدر کی طرح سے قبولیت کا ہے، جس وقت جو چاہے مانگتا رہے، جو مانگے گا اس کو ملتا رہے گا۔

اب میں نے بتایا کہ جس طرح نماز میں امساک، روزہ میں امساک، اس طرح آپ غور کریں گے کہ یہ جو دعا کی قبولیت ہے، وہ جیسے روزہ میں ہر گھڑی اس کی دعا قبول ہوتی ہے، اور ہم جب چاہیں روزہ کی حالت میں دعا کریں، روزہ دار کی ہر دعا قبول۔

نمازی کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جب وہ نماز کا اختتام ہو رہا ہو، تو سلام سے پہلے جو دعا کرتا ہے وہ بھی قبول، اور سلام سے فارغ ہو کر جو پہلی دعا مانگے گا، وہ دعا بھی اس کی قبول ہے۔ تو جیسے یہاں روزہ میں دعا اس کی قبول ہوتی ہے، اس طرح نمازی کے متعلق بھی ارشاد فرمایا۔

اسی طرح اور آگے چلئے کہ دیکھئے، صدقات کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ، کہ یا رسول اللہ! جب یہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے اپنی زکوٰۃ اور صدقات لے کر آئیں، تو وہ بڑا قبولیت کا لمحہ ہے۔ جس طرح نماز ختم ہوئی تو وہ قبولیت کا لمحہ، اس وقت آپ کی دعا قبول ہوتی ہے، جو مانگیں گے۔

جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک میں ہدایت کی گئی کہ یا رسول اللہ! جب بھی آپ کے پاس صدقات لے کر آئیں، تو آپ جب لے رہے ہوں تو دعا دیجئے۔ نماز کے ختم کی ساعت قبولیت دعا کی ہے۔ افطار کی گھڑی اور حج کے بعد قبولیت دعا کی ساعت سب سے طویل کر دی جاتی ہے، چالیس یوم تک حاجی کی دعا مقبول و مستجاب ہے۔ یہ بھی سب میں مشترک ہے۔

صدقہ وصول کرنے کا ادب

اور ہمارے یہاں تو چندہ لینے والے کا پہلا جملہ یہ ہوگا 'یہ تو بہت کم ہے، آپ نے تو گذشتہ

مرتبہ پانچ سو دیئے تھے، صرف سو ہی دے رہے ہیں۔' اس بے چارے کو، زکوٰۃ وصول کر رہا ہے، چندہ لے رہا ہے، لیکن اس کے آداب نہیں معلوم کہ اب یہ کتنا قیمتی لمحہ تھا جو ضائع کیا اور کتنا بڑا نقصان کیا یہ چندہ دینے والے کا، چاہے ایک پینی دے رہا ہو اس وقت بھی، آپ کی زبان سے اس وقت دعا نکلنی چاہئے کہ اس وقت جو دعا آپ اس کے لئے کریں گے وہ قبول ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کا حکم ہے کہ جس وقت آپ کو وہ زکوٰۃ دے رہے ہوں، صدقات دے رہے ہوں، چندہ دے رہے ہوں، اس وقت آپ ان کو دعا دیجئے، آپ کی دعا ان کے لئے باعث سکینہ ہوگی۔ ان کے حق میں قبول ہوگی۔ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ.

حاجی کی دعا

یہی حال حج کا ہے۔ حاجی کی دعا تو وہاں بھی قبول ہوگی اور آنے کے بعد چالیس دن تک قبول ہوگی، اور نماز کے اختتام پر بھی قبول ہوتی ہے۔ جب زکوٰۃ اور چندہ دیا جاتا ہے، اس وقت بھی دعا قبول ہوتی ہے۔

روزہ میں ہر وقت اور بطور خاص اختتام پر افطار کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں مانگنے کی توفیق عطا فرمائے اور یہ کہ ہم جو مانگیں، صحیح مانگیں۔

ابھی وقت ختم ہوگیا۔ دعا کرتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ، حق تعالیٰ شانہ سے جو نعمتیں مانگنی ہیں اس کو مانگنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں دنیا سے ہمارے ذہن کو ہٹا کر عقبیٰ کی طرف ہمارے ذہن کو لگا دے کہ ہم وہاں کی، آخرت میں کام آنے والی چیزیں اپنے لئے بھی مانگیں، نسلوں کے لئے بھی مانگیں۔

ہماری ایک بری عادت

ایک ہماری عادت ہے، اس کو بدلنے کی ضرورت ہے جس سے ہم اپنا نقصان کرتے ہیں۔ جب کبھی کوئی شکایت ہوئی کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف تیر جائے گا، کہ میں نے اتنی کوشش

کی، اتنی قسمت آزمائی کی، اتنی دعائیں کی، مگر میں کامیاب نہیں ہوتا۔ تیر ادھر ہی جائے گا۔ اسی طرح یہاں بھی آپ کسی سے دعا کے لئے کہیں گے، کسی سے شکایت کریں گے، تو ساتھ یہ کہیں گے کہ میں نے تو بہت دعا بھی کی، لیکن کیا کریں دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کی زبان سے یہ نکلتا ہے کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی وہ بلیک لسٹ، غیر مستجاب الدعوات بن جاتا ہے۔ اس کی دعا قبول نہیں ہوتی اور آسان ہے یہ سمجھنا کہ کیوں قبول نہیں ہوتی؟

اس لئے کہ آپ نے ایک اپلکیشن کی کسی جگہ بادشاہ کے سامنے، کسی بڑے کے سامنے اور کسی خاص چیز کا مطالبہ کیا کہ مجھے دس ایکڑ زمین دے دی جائے۔ دس ایکڑ زمین کا آپ نے مطالبہ کیا اور جواب دیا گیا کہ دیکھو، ان کے لئے فلاں ساحل پر ایک بنگلہ ان کو دے دیا جائے اور ایک ایکڑ زمین فلاں جگہ دے دی جائے، اور ان کی روزانہ اتنی تنخواہ جاری کر دی جائے، دسیوں چیزیں آپ کی اپلکیشن پر بادشاہ کی طرف سے لکھ دی گئی۔

اب جب شاہی حکم پر بنگلہ بھی ملا اور ایک ایکڑ زمین بھی ملی اور روزانہ کا روزینہ بھی مقرر ہو گیا، ان سب سے صرفِ نظر کر کے وہ ایک ہی رٹ لگائے ہوئے ہے کہ میں نے دس ایکڑ زمین مانگی تھی، وہ بادشاہ نے کیوں نہیں دی؟

جب وہ اعتراض لکھ کر بھیجے گا کہ مجھے تو وہ دس ایکڑ زمین آپ نے نہیں دی، تو دنیا میں کوئی عام انسان بھی ہوگا وہ پھاڑ کر پھینک دے گا کہ دس ایکڑ زمین کے بدلہ میں ہم نے اور کتنی ساری چیزیں اس کو دیں۔ اور وہ درخواست دس ایکڑ کی بھی تو ابھی زیرِ غور ہے کہ وہ بھی ملے گی۔ ابھی فوری طور پر ہم نے یہ چیزیں دے دیں۔

مؤمن کی کوئی دعا رد نہیں ہوتی

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مؤمن کی کوئی دعا رد نہیں جاتی۔ ہماری ہر

دعا قبول ہوتی ہے۔اس دعا کے نتیجہ میں کتنی آنے والی آفات ٹل جاتی ہیں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،ہمیں پتہ بھی نہیں ہوتا،کتنی بیماریاں ٹل جاتی ہیں،آخرت کے کتنے ہمارے عذاب ہیں وہ ٹل جاتے ہیں،کتنے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور وہ جو مانگا ہے وہ تو مل کر ہی رہے گا۔اور وہ ہزاروں گنا،لاکھوں گنا المضاعف زیادہ ہوکر ملے گا۔مگر ہم اپنی جہالت کی وجہ سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ میں نے تو اتنی دعائیں کی،قبول نہیں ہوئی۔اس آخری جملہ کے نتیجہ میں آئندہ کے لئے غیر مستجاب الدعوات کی فہرست میں شامل ہوجاتے ہیں۔اس سے بھی توبہ کی ضرورت ہے۔اللہ تبارک وتعالی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہمیں مانگنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہ وَصَحبِہ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ روایت ذکر کی تھی کہ روزہ دار کا سونا بھی عبادت اور اس کو ہر سانس پر تسبیح کا ثواب ملتا ہے، اور روزہ میں ہر وقت جو دعا بھی وہ مانگے وہ قبول ہوگی۔ اس پر میں نے عرض کیا تھا کہ یہ روزہ کہتے ہیں کہ امساک عن الاکل والشرب والجماع، نہ کھانا، نہ پینا، نہ جماع کرنا۔ وہاں یہ عرض کیا تھا کہ امساک زکوٰۃ میں بھی ہے، حج میں بھی ہے، نماز میں بھی ہے، اس کی تفصیل بتائی تھی۔

الٰہی شریعت

پھر عرض کیا تھا کہ یہ الٰہی شریعت ہے۔ انسان کی بنائی ہوئی ہوتی، تو اس قدر اس میں حسن اور خوبی نظر نہ آتی۔ انسان بنا نہیں سکتا۔ دیکھئے قرآن کہتا ہے ﴿اِنْ تُبْدُوْا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِیَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ﴾، اِنْ تُبْدُوْا الصَّدَقَاتِ، تم کھلم کھلا کرو تو بھی ٹھیک، لیکن چپکے سے دو صدقہ، تو یہ تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے۔

اخفاء اور اظہار

اب ہم ارکانِ اربعہ کو دیکھتے ہیں تو چار میں سے دو میں اخفاء مطلوب اور دو میں اظہار و اشتہار۔ حاجی اپنی شکل ایسی بنا لیتا ہے، کپڑے اٹھا کر دیتا ہے، سر ننگا، دو بے سلی چادریں اوڑھ رکھی ہیں، ساری دنیا میں گویا ایک قسم کا اعلان کہ میں حاجی ہوں، اس میں اشتہار ہی اشتہار، پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں، کہ آپ کون؟

اور نمازی کو آپ دیکھیں گے، تو اس کی ہیئت بتا رہی ہوگی کہ یہ اللہ کی عبادت میں مصروف ہے، قبلہ کی طرف منہ ہے، چپ چاپ کھڑے ہیں، ہلتے نہیں، بولتے نہیں، تو دونوں میں اشتہار ہے۔

لیکن کسی کا روزہ ہے یا نہیں ہے، آپ معلوم کر سکتے ہیں؟ اس میں اخفاء رکھا گیا۔

اسی طرح جو زکوٰۃ ہے، اس میں اخفاء مطلوب ہے۔ روزہ اور زکوۃ میں چونکہ اخفاء مطلوب ہے، اس لئے کوئی جمعیت اور جماعت نماز و حج کی طرح نہیں بنائی گئی۔ جیسے حج میں ساری دنیا کے مسلمان جہاں اکھٹے ہوں گے، جس تاریخ کو، جس وقت عرفہ کے دن، وہی حج شمار ہوگا۔ ورنہ کہیں حج ہو ہی نہیں سکتا، سب سے بڑا اجتماع مطلوب ہے۔ اسی طرح نماز میں اشتہار مطلوب اور اجتماع بھی مطلوب کہ پانچ وقت فرض نمازیں مسجد میں آکر ادا کرو، سب کے سامنے پڑھو، اکھٹے پڑھو۔ وہاں اخفاء نہیں۔

کوئی کہے کہ میں گھر میں پڑھ لیتا ہوں، تو بلا عذر کے یہ گناہ گار ہوگا۔

لیکن روزہ میں ایسی کوئی اجتماعیت ہے کہ چلو سحری اکھٹی کرلو، یا افطاری اکھٹی کرلو؟ کوئی اجتماع نہیں رکھا گیا، نہ روزہ کے شروع کرنے اور سحری کے لئے، نہ اس کے اختتام و افطاری کے لئے۔

اسی طرح زکوۃ میں سابقہ امتوں کی طرح اکھٹے ہو کر آسمانی آگ کا انتظار کرنا ہے، جو قبولیت کی علامت کے طور پر صدقہ کو کھا جائے؟ زکوۃ میں بھی نہ اجتماع نہ اظہار بلکہ اخفاء ہی اخفاء۔

بلکہ روزہ میں تو یہاں تک بھی ہے کہ اگر کسی کا نفل روزہ ہے اور کہیں مہمان گئے اور کھانا لا کر میزبان نے رکھا یہ سمجھ کر کہ مہمان ہے، تو لکھا ہے کہ اگر نفل روزہ کو اس وقت اس نیت سے توڑ دے گا اور کھالے گا کہ میں اس شخص کا مہمان ہوں، میرے میزبان کو زحمت ہوگی، دوبارہ کھانا لے جانا اور اٹھا کر رکھنے کی، پھر گرم کرنے کی، پھر تیاری کر کے وقت پر لانے کی تکلیف ہوگی، بسم اللہ کہہ کر روزہ افطار کر لے گا، تو یہ مثاب ہوگا، اسے ثواب ملے گا، حالانکہ اس نے ایک عبادت روزہ شروع کر کے توڑ دیا، نفل روزہ توڑ دیا۔ یہ اسی لئے کہ روزہ میں اخفاء مطلوب ہے۔

اور اسی طرح زکوٰۃ میں اخفاء ہے۔ کہاں تک اخفاء کہ آپ تین آدمیوں والی حدیث پڑھتے ہیں، اتنی تاکید کی گئی کہ تم یہ زکوٰۃ دو، صدقہ دو تو چپکے سے دو، اشتہار مت کرو۔ کسی نے رات کو چپکے سے دیا تو کسی چور کے ہاتھ میں دے دیا، ایک رات کسی مالدار کے ہاتھ میں دے دیا، ایک

رات کسی زانیہ کے ہاتھ میں دے دیا، اسی لئے کہ اس میں اخفاء مطلوب ہے۔ دو میں اشتہار اور دو میں اخفاء ہے۔ اور ایک چیز چاروں میں مشترک، کہ امساک ارکانِ اربعہ میں، چاروں میں ہے۔

زبان بند

اسی روزہ میں امساک لسان، زبان بندی ہے، کہ اس کو بند رکھو، زبان کو بند رکھو اور نماز میں بھی بول نہیں سکتے، ذرا سا کلام کیا، تو فوراً نماز ٹوٹ جائے گی۔

اسی طرح روزہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو غیبت کے متعلق ارشاد فرمایا، اس روایت کے وجہ سے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے روزہ کی حالت میں کسی کی غیبت کی، تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا، ان کے نزدیک سچ مچ ٹوٹ گیا۔

ایسے ہی حج کے متعلق، ﴿فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ﴾، جس طرح یہاں غیبت میں امام اوزاعی کہتے ہیں کہ روزہ ٹوٹ گیا، تو وہاں بھی کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کا حج ہی ٹوٹ جاتا ہے۔ صرف ممنوع کلام زبان پر لانے سے اگر حج نہ ٹوٹا، لیکن برکات کے ختم ہونے میں تو کسی کو اختلاف نہیں۔

یہاں تو آپ کہیں گے کہ ایک عمل مسلسل تھا۔ سحری سے اس نے روزہ شروع کیا تھا، غیبت کی، تو امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا۔

اور نماز شروع کی تھی، بیچ میں کلام کیا، نماز ٹوٹ گئی۔ عمل مسلسل تھا، کلام کے ساتھ فاسد ہو گیا۔

اسی طرح حج احرام باندھ کر لبیک پڑھ کر اس نے حج شروع کیا تھا۔ حج کا احرام باندھا تھا، تو وہ عمل ٹوٹ گیا۔

کوئی کہے گا زکوٰۃ میں تو کوئی ایسا عمل نہیں ہے جس سے ٹوٹ جائے، لیکن زکوٰۃ بھی ٹوٹ

جائے گی بِالْمَنِّ وَالْأَذٰی، ﴿وَلَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذٰی﴾،
دس سال پہلے چندہ دیا تھا، آج اگر کسی مجلس میں آپ اس کا اظہار کرنے کے لئے کہیں گے کہ یہ جو مسجد ہے، اس میں میں نے بھی دو ہزار پاؤنڈ دیئے تھے، تو وہ گئے دو ہزار پاؤنڈ، چلے گئے، ٹوٹ گیا آپ کا صدقہ۔

کلمۂ شہادت

ان چاروں عبادتوں میں سے دو میں اخفاء اور دو میں اشتہار ہے۔ اور چاروں عبادتیں ایسی ہیں کہ ذرا سی زبان ہلائی اور عمل ٹوٹ گیا۔

مگر ارکان خمسہ میں سے جو پہلا رکن ہے، رکنِ اعظم، کلمۂ توحید، کلمۂ شہادت، **أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰه**، نماز اور حج کی طرح سے اس میں اظہار اس قدر مطلوب، اس قدر مطلوب کہ کسی حال میں بھی اس میں اخفاء نہیں ہے، کسی بھی حال میں شریعت کی طرف سے مطلوب نہیں ہے۔ اخفاء کی اجازت ہے یہ اور بات ہے، اسی لئے حکم ہے کہ پانچوں وقت سرِ عام کلمۂ تکبیر وشہادتین کو بلند کرو۔

سب سے پہلے انگلینڈ میں اگر ہم نے اسٹریٹ میں، مسجد سے باہر اسٹریٹ میں کھڑے ہو کر اذان سنی ہوگی تو ہاورڈ اسٹریٹ، بریڈفورڈ میں سنی ہے۔ چالیس سال پہلے، بڑی خوشی ہوئی تھی حالانکہ اس وقت ہاورڈ اسٹریٹ علاقہ میں مسلمان کم اور کرسچین کی آبادی زیادہ تھی۔ پھر بھی مؤذن باہر نکل کر، دروازہ کھول کر، وہاں اونچی جگہ پر مؤذن اذان دیا کرتا تھا۔ اب تو بہت سی جگہوں پر کاؤنسل نے بھی اجازت دے دی، لاؤڈ سپیکروں پر بھی یہ اذان ہوتی ہے۔ اللہ کرے اور یہ سلسلہ بڑھے اور جہاں جہاں اجازت دے کر واپس لی گئی ہے، وہاں پھر اجازت ہو جائے۔

یہاں اشتہار مطلوب ہے

کیوں کہ اذان کا اشتہار ہر حال میں مطلوب ہے، کسی بھی حال میں اخفاء نہیں۔ آپ سے کسی جگہ کوئی پوچھے اور وہاں آپ کی جان کو خطرہ ہو، کسی بھی چیز کو خطرہ ہو، پھر پوچھا جائے کہ آپ کون ؟ تو کہنا چاہیئے میں مسلمان۔ اب اگر کوئی شخص ڈرپوک ہے اور جان بچانے کے لئے سوچے کہ یہاں اگر اپنے کو مسلمان کہوں گا تو میری جان جا سکتی ہے، تو شریعت کہتی ہے کہ ہماری طرف سے اجازت تو ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ تم جان دے دو مگر اس کو چھپاؤ نہیں۔ صاف کہہ دو کہ میں مسلمان ہوں۔

اسی لئے ایک ظالم حکومت کا قصہ لکھا ہے کہ وہ مجبور کرتی تھی اپنی رعایا کو خنزیر کھانے پر۔ موجودہ زمانہ میں بھی دعوے تو اخوت کے ہیں، انسانیت کے ہیں، ہیومن رائٹس کے بہت سارے دعوے ہیں، مگر بہت سی جگہوں پر مظلوم مسلمانوں کے ساتھ یہ حرکتیں بھی کی گئیں۔ تو وہ حکومت مجبور کرتی تھی کہ سوّر کھاؤ، کھانا پڑے گا۔ اب جہاں وہ کِھلا نہیں سکتے، وہاں دسیسہ کاریوں کے ذریعہ اس رگ کو، مسلمانوں کی اس ایمانی رگ کو چھیڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ابھی ساؤتھ افریقہ میں جانا ہوا تھا، وہاں مسئلہ چل رہا تھا حلال پورک کا۔ اندازہ لگائیں، مسلمانوں کے دو گروپ بن گئے، علماء کے دو گروہ ہو گئے۔ یہ پیکٹ جس پر لکھا ہے حلال پورک، اس کو کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ ایک جماعت کہتی ہے کھا سکتے ہیں، اور ایک جماعت کہتی ہے نہیں کھا سکتے۔

ہم نے کہا اس کا نام نہیں پڑھتے ؟ چاہے اندر کی چیز حلال ہو، تو بھی مت کھاؤ، کیوں کہ تمہاری زبان سے کہلوایا جا رہا ہے کہ پورک بھی کسی وقت میں، کسی درجہ میں حلال ہو سکتا ہے۔ اور میں نے کہا کہ یہ کسی سیکرٹ ایجنسی کے لئے کام کرنے والوں یا مشنریوں کے لئے کام کرنے والوں میں سے کسی بہت تیز آدمی کا کارنامہ ہے، جس نے یہ نام چھاپ کر موضوع بنا دیا اور ایک

کلمہ میں بنادیا کہ حلال پورک۔ پورک کا ٹیسٹ کیسا ہوتا ہے، مزہ کیسا ہوتا ہے، اس کا مزہ اس ہرب اور پاؤڈر میں پایا جاسکتا ہوگا، اگرچہ مسالا ہواوراس میں گوشت نہ ہو، صرف جڑی بوٹی ہو، مگر جواس کی بواوراس کا جو ٹیسٹ ہے، یہ پورک جیسا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مسلمان کیوں پہچانے گا پورک کا ٹیسٹ کیا ہے؟ اوراس کو کیا ضرورت پیش آئی ہوگی؟ مگر یہ سازش انتشار پھیلانے کے لئے رچی گئی۔ اب وہ مزے لے رہے ہوں گے کہ دو جماعتیں ہم نے بنادیں۔

حضرت خبیب رضی اللہ تعالی عنہ

غرض ایک حکومت مجبور کرتی تھی اپنی رعایا کو، کوئی ظالم حکومت، کہ تمہیں پورک کھانا پڑے گا۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالی عنہ نے جو سنت جاری فرمائی، اس پر چلنے والے قرنِ اول سے لے کر ہر زمانہ میں آج تک پیدا ہوئے، اور ہوتے رہیں گے ان شاء اللہ۔ کسی اللہ کے نیک بندہ کو پکڑ کر بند کیا گیا کہ آپ کو یہ خنزیر کا گوشت کھانا پڑے گا، ورنہ آپ کو قتل کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ جان تو ایک ہی دفعہ جانی ہے۔

حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب نے نہایت غصہ میں بمبئی والوں سے فرمایا تھا کہ وہ اسعد تو ایک ہی دفعہ ایک ہی گولی سے مرے گا۔ اِنہوں نے بھی کہا کہ جان تو ایک ہی دفعہ جائے گی، یا تم قتل کرو، کچھ کرو۔ حکومت ظالم تھی تو انہوں نے فیصلہ کردیا کہ ان کو قتل کرو۔ مگر قتل ایسے کرو کہ تمام لوگوں کے سامنے سولی دو۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالی عنہ سولی والی سنت جاری کر گئے ہیں۔

حرارتِ ایمانی

حضرت ابو مسلم خولانی کو گرفتار کیا گیا۔ لمبا قصہ ہے، میں مختصر کر دیتا ہوں کہ جب ان کو مجبور کیا گیا کہ نصرانیت قبول کرلو تو کہا أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰه، کہ بیعت ایک ہی ہو چکی ہے، سرکار کے ہاتھ میں میں ہاتھ دے چکا ہوں، یہ ہاتھ اور کسی کو نہیں

دیا جا سکتا۔ جب بہت زیادہ مجبور کیا گیا اور دھمکی دی گئی کہ تیل گرم کر کے اس میں ڈال دیں گے، تب کہا کہ جان تو ایک ہی دفعہ جانی ہے۔ ان کے ساتھیوں کو ڈالا گیا کہ دیکھو، اس طرح جس طرح یہ جل کر مر رہے ہیں، تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔ مگر ان میں کوئی تغیر نہیں پیدا ہوا، یہ منظر دیکھ کر بھی کہ ہمارے ساتھیوں کو بھونا جا رہا ہے، خوفزدہ نہ ہوئے۔ پھر ان کے متعلق کہا گیا کہ اِن کو اٹھا کر پھینکو، پھر بھی کوئی تغیر نہیں۔ ظالم حیران ہو کر کہتے ہیں کہ اچھا، تم ایسا نہیں کر سکتے۔ بادشاہ نے کہا کہ مجھے ایک بوسہ دے دو، ہم آپ کو چھوڑ دیں گے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ یہ بھی نہیں کر سکتا۔ وہاں جس طرح انہوں نے کہا کہ میں سوّر نہیں کھا سکتا، ہاں، جان دے سکتا ہوں۔ اِنہوں نے بھی کہا کہ نہیں نہیں، اپنی جان بچانے کے لئے یہ بوسہ بھی نہیں دے سکتا۔

کتنی ایمانی حرارت اور ابراہیمی غیرت کیسی زبردست ہوگی۔ اس نے اس ظالم کے دل کو پگھلا دیا، حرارتِ ایمانی نے اس کو پگھلا کر کے رکھ دیا۔ اب وہ کہتا ہے کہ اچھا، اچھا، سوچا کہ اِس درجہ میں اپنی جان دینے کے لئے تیار ہے کہ ایک بوسہ دے کر اپنی جان بچانے کے لئے تیار نہیں، تو اس نے کہا کہ اچھا، ایسا کر سکتے ہو کہ آپ کے جو ساتھی ہیں، آپ کے ساتھ ان ساتھیوں کو بھی میں چھوڑ دیتا ہوں، آپ مجھے ایک بوسہ دے دو۔ انہوں نے کہا ہاں، میری جان بچانے کے لئے نہیں، میرے ساتھیوں کی جان بچانے کے لئے یہ گندی حرکت میں کر سکتا ہوں۔

دوسروں کے عقیدہ کے خاطر جان دے دی

اسی طرح یہ بزرگ ہیں، سولی سامنے ہے، سولی پر لے جایا جا رہا ہے کہ سوّر کھا لو، ورنہ صبح کا وقت آپ کے لئے سولی پر لٹکانے کا متعین کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا نہیں۔ اب ان کی رات کس طرح گزر رہی ہوگی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح سے گذری ہوگی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کیا جملہ فرمایا تھا کہ اس وقت جو میری موجودہ حالت ہے یا رسول اللہ! اگر یہ حالت رہی، تو اُس وقت تو مزے ہی مزے ہوں گے جب میرے سر پر وار ہوگا۔ اس طرح ان کی رات

تو بڑی اشتیاق اور بے چینی میں گزر رہی ہوگی کہ کب صبح ہو اور سولی پر خدا کے لئے میں جان دوں۔ مگر جو پہرہ دار تھے، ملازم تھے، ان کے دل پگھل گئے۔

ایک شخص جو اس کام پر متعین تھا، وہ رات کے وقت چپکے سے پہنچا حضرت صاحب کے پاس اور وہ جا کر عرض کرتا ہے کہ یہ جو آپ کے متعلق سوّر کھانے کا فیصلہ ہوا ہے، ہر مجرم کے لئے یہ قاعدہ اور دستور ہے کہ لوگوں کے سامنے اس کو آخری موقع دیا جاتا ہے کہ اب بھی ہمارا مطالبہ پورا کرتے ہو یا نہیں؟ اسی طرح آپ کے ساتھ بھی سولی پر سب کے سامنے آپ سے پوچھا جائے گا کہ آپ اس کے لئے تیار ہیں کہ یہ خنزیر کا گوشت آپ کھا لیں؟

یہ کام کھلانے کا میرے سپرد ہے اور وہ اپنے ساتھ گوشت لے کر آئے، کٹا ہوا سالم بکری کا بچہ اور کہا کہ یہ گوشت میں لایا ہوں۔ آپ دیکھ لیں اور یہ آپ کے سامنے ہی رہے گا اور آپ کے سامنے سے اٹھا کر میں آپ کے ساتھ سولی تک چلوں گا۔ یہ آپ کے ساتھ جائے گا۔ اب آپ اس میں سے کھا لیجئے، صرف دیکھنے والے سمجھیں گے کہ آپ سوّر کھا رہے ہیں۔

ان کا جواب سنئے۔، میں نے عرض کیا تھا کہ کسی بھی حال میں ایمان کا اخفاء مطلوب نہیں ہے۔ یہ کلمۂ توحید اور کلمۂ شہادت سب کے سامنے بلند رہنے چاہئیں۔ انہوں نے بھی کہا کہ اگر میں کھا لوں گا، تو میری جان تو میں بچا لوں گا، مگر یہ تمام انسان، لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوں گے، وہ مجھے کھاتا ہوا دیکھیں گے، وہ کیا سمجھیں گے، میں کیا کھا رہا ہوں؟ سوّر کھا رہا ہوں۔ ان کے عقیدہ کے تحفظ کے خاطر میں اپنی جان دینے کے لئے تیار ہوں۔ انہوں نے اپنی جان دے دی، ان کو یقین تھا کہ یہ بکری کا گوشت ہے، پھر بھی نہیں کھایا، دوسروں کے عقیدہ کے تحفظ کے لئے اپنی جان قربان کر دی۔

ارکانِ خمسہ میں سے دو میں اخفاء، دو میں اشتہار مطلوب ہے اور جو کلمۂ توحید اور جو کلمۂ شہادت ہے، اس میں صرف اشتہار اور اظہار ہی نہیں، بلکہ اعلان ہے اور اذان ہے، پانچوں وقت منارہ کے اوپر اللہ اکبر! اللہ اکبر! اور سولی کے اوپر بھی جا کر کے اللہ اکبر! اللہ اکبر! چنانچہ اس

کے واقعات اکھٹے کریں، تو ایک ہزار واقعات آسانی سے سولی پر اللہ اکبر کے مل سکتے ہیں۔ آج کل تو کمپیوٹر پر سب کتابیں بھی موجود ہیں۔ جو کمپیوٹر کا استعمال جانتا ہو، میرا دعویٰ ہے کہ ایک دن میں آسانی سے ایک ہزار ان کے واقعات جنہوں نے کلمۂ توحید سولی پر بھی بلند کیا، ان بزرگ کی طرح سے امت کے سامنے پیش کیا، ایسے واقعات وہ جمع کرسکتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی ایسا ایمان نصیب فرمائے۔

دوستو! یہ جو مبارک ایام ہیں حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں اس کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ ارکانِ اربعہ میں امساک مطلوب ہے۔ ارکانِ اربعہ میں زبان کی حفاظت مطلوب ہے۔ یہ تمام فلسفے ہیں جو بیان کئے جاتے ہیں۔

ہماری جو ہدایہ ہے، ساری کتاب اسی عقلی اور نقلی فلسفہ پر ہے، ہر حکم کے متعلق صاحبِ ہدایہ لکھتے ہیں کہ اس کی علت یہ ہے، یہ حکم ایسا کیوں ہے؟ اس کی عقلی دلیل یہ ہے۔

اگر چہ جیسا میں نے روایت اور درایت کے موضوع پر چار پانچ دن پہلے عرض کیا تھا کہ ہماری تو اتنی سی عقل ہے، ذرا سی ہے، ہماری عقل کا دائرہ نہایت محدود ہے۔

کنویں کا مینڈک سمندر کی وسعت کیا جانے؟

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ مثال دیا کرتے تھے، حضرت فرماتے تھے کہ ایک کنویں میں ایک مینڈک اور مچھلی دونوں اکھٹے ہوگئے۔ بچہ کہیں سے مچھلی لے آیا اور اس نے کنویں میں پھینک دی۔ کنویں میں پہلے سے مینڈک تھے، تو وہ دیکھ رہے ہیں کہ ہم تو ہر وقت کودتے رہتے ہیں جمپ (jump) کرتے رہتے ہیں، مستی کرتے رہتے ہیں، یہ مچھلی بیچاری روتی رہتی ہے، اداس رہتی ہے۔ مچھلی سے پوچھا کہ اس قدر غم اور افسوس کیوں منا رہی ہو؟ اتنی پریشان کیوں ہو؟ کتنا اچھا پانی ہے؟ پانی میں آپ بھی رہتے ہیں، ہم بھی رہتے ہیں۔ مچھلی کہتی ہے کہ نہیں، ہمیں تو ہمارا گھر یاد آتا ہے۔

دار العلوم میں شروع کے سالوں میں میں نگران بھی تھا، بیچارے نئے طلبہ کے لئے شروع میں ایک آدھ ہفتہ کے لئے کسی بڑے طالب علم کو لگا دیا جاتا کہ ذرا ان کو دیکھا کرو، ان کو گھر یاد آئے گا۔ غرض مچھلی کو مینڈک پوچھتے ہیں، تو مچھلی کہتی کہ ہمیں ہمارا گھر یاد آتا ہے، پوچھا کیوں؟ مچھلی نے کہا ہمارا گھر تو بہت بڑا تھا۔ پوچھا کتنا بڑا تھا؟ کہا کہ وہ تو بہت بڑا تھا، بچوں والا لمبا، بہووت بڑا۔ مینڈک نے کہا کہ ایک بالشت؟ ایک ہاتھ؟ مینڈک نے پھر جمپ کر کے، چھلانگ لگا کر دکھایا کہ یہاں سے وہاں تک جمپ کیا، اتنا بڑا تھا؟ پھر وہاں سے اور بڑا جمپ کیا کہ اتنا بڑا تھا؟ اس لئے وہیں سے یہ مثل چلی کہ کنویں کا مینڈک بیچارہ وہ سمندر کی وسعت کیا جانے؟ وہ تو مچھلی ہی جانتی ہے کہ سمندر کتنا وسیع ہے۔ ہم تو کنویں کے مینڈک ہیں۔ ہماری عقل کی پرواز اتنی ہی ہے جتنی اس مینڈک کی کہ پانی کتنا ہو سکتا ہے، اس لئے ہمیں تو ہر جگہ ہتھیار ڈال دینا چاہئے اور شرعی حکم مان لینا چاہئے۔

ملکۂ سبا

یہ بلقیس، ملکۂ سبا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے سلاطین اور ملوک کو گرامی نامے تحریر فرمائے کہ **أَسلِمْ تَسلَمْ** کہ اسلام لے آؤ، تم بھی بچ جاؤ گے، تمہاری حکومت بھی، قوم بھی بچ جائے گی، سب کو بچا لو گے۔ یہی مضمون حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکۂ سبا کو لکھا تھا **وَأتُونِی مُسلِمِینَ**، کہ تم مسلمان ہو کر آ جاؤ۔

انہوں نے بجائے اسلام کے اور انقیاد کے معلوم کرنے کی کوشش کی، آزمانے اور معلوم کرنے کے چکر میں اس کی حکومت بھی گئی اور ذلیل ہو کر کے وہ تخت بھی گیا۔ لیکن اخیر میں شکر ہے کہ اسلام مل گیا، ورنہ سب کچھ ان کا بچ سکتا تھا۔

بلقیس نے پہلے اپنے آدمیوں کو بھیجا کہ یہ ہدایا لے کر جاؤ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام تو اللہ کے نبی تھے، ادھر پتہ چلا کہ وہ لوگ قیمتی ہدایا، انگوٹھیاں اور لعل اور جواہرات لے کر آئے ہیں،

راستہ میں میلوں جن جن قسم کے پتھر وہ لے کر آئے تھے انگوٹھیوں میں، ان ہی پتھروں کے لعل و جواہرات کے بڑے بڑے ستون راستہ میں رکھ دیئے گئے۔

جب بلقیس کے قاصد پہنچے، تو اپنی انگوٹھی دیکھتے ہیں اور لعل و جواہرات کی چٹانیں دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب کیا کریں کہ ہم تو انگوٹھی اور یہ ڈبیہ لے کر جا رہے ہیں اور یہاں تو اس کے یہ ستون کھڑے کئے گئے ہیں۔ بلقیس کے قاصدوں نے کہا کہ چپکے سے اسے یہیں پر پھینک دو۔

اسی طرح ان کے ساتھ مناظرہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس میں ہم غالب آسکتے ہیں یا نہیں؟ اس کے لئے اپنے کسی آدمی کو ملکۂ سبا نے اسے ایک سوال لکھوایا تھا کہ ہم حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے ایک سوال پوچھنا چاہتے ہیں، گفتگو شروع کرنے سے پہلے۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا جو خادم تھا، خطوط لے جا کر پیش کرتا تھا، اس نے کہا کہ مجھے حکم ہے کہ میں پہلے دیکھ لیا کروں کہ کیا تحریر ہے۔ خادم نے یہ کہہ کر خط کھولا اور پڑھا، تو بلقیس کے قاصد نے کہا کہ ان ہی سے، سلیمان سے، پوچھنے کی ضرورت ہے کہ ان کے سوا تو کوئی جواب دے ہی نہیں سکتا۔ ان کا دعوی ہے کہ میں اللہ کا نبی ہوں، تو وہی اس کا جواب دے سکتے ہیں، انہی کو اس کا جواب معلوم ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے خادم کہتے ہیں کہ نہیں، میں جواب دے سکتا ہوں۔ سوال یہ تھا کہ یہ جو سامنے لکڑیوں کا ڈھیر ہے، منوں لکڑیاں اکھٹی کی گئی ہیں، اگر ان لکڑیوں کو جلایا جائے تو ان لکڑیوں کا جو دھواں نکلے گا تو اس کا، دھوئیں کا کتنا وزن ہوگا؟ حضرت سلیمان علیہ السلام کے خادم کہنے لگے کہ ابھی آپ کے سامنے اس کو جلاتے ہیں، اور جلائیں گے اور جلانے سے پہلے اس کا وزن کرلیں گے کہ اس کا وزن کتنا ہے اور جلانے کے بعد جو راکھ ہوگی، اس راکھ کا وزن کریں گے اور جلانے سے پہلے لکڑیوں کا وزن کتنا تھا اور راکھ بننے سے کتنا کم ہوگیا، جتنا کم ہے وہ دھویں کا وزن ہے، جو دھواں بن کر اڑ گیا۔

کہیں ہمارا روزہ ٹوٹ نہ جائے

یہ ہماری عقل ملکۂ سبا کی طرح سے ہے۔ اسلام کے کسی حکم کے متعلق کہیں معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے کہ یہ ہماری درایت میں، عقل میں آتا ہے یا نہیں آتا ورنہ نقصان ہی نقصان اٹھائیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ہر حال میں **وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ، بِأَنَّا مُسْلِمُونَ** ، پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور جس طرح میں نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی نصیحت بار بار سنائی کہ حضرت فرماتے ہیں کہ یہاں صرف ایک چیز کی پابندی ہے کہ بات مت کرو۔ اور اس کی حکمت بھی بتائی کہ ہم جس طرح نماز شروع کرتے ہیں، اس طرح روزہ جب شروع کرتے ہیں اس وقت سے لے کر روزہ ختم ہونے تک گویا آپ نماز میں ہیں، ایک مستقل عبادت میں ہیں، آپ کا ہر سانس عبادت شمار ہوتا ہے۔ اسی لئے جو گفتگو ہے، اس گفتگو میں اگر ذرا سی کوئی ایسی بات زبان سے نکل گئی، جو غیبت کے دائرہ میں آتی ہے تو ہمارا روزہ ٹوٹ سکتا ہے۔

اس سے بچنے کے لئے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے پیارو، بات مت کرو! تو میں صبح دیکھ رہا تھا، ماشاءاللہ، سب آرام سے سوئے ہوئے تھے۔ روایت کہتی ہے کہ یہ سونا عبادت ہی عبادت شمار ہوتا ہے۔

اور اس کے بعد پھر آپ عصر کے بعد دیکھیں گے کہ سب مصروف ہیں۔

مغرب کے بعد دیکھیں گے، تو منظر کچھ اور ہوتا ہے۔ جتنا ہم اس وقت کماتے ہیں سونے کی حالت میں، وہ سارا جاگ کر کے دنیوی کلام کر کے گنوا نہ دیں۔ اس سے گفتگو ہو رہی ہے، اس سے بات ہو رہی ہے۔، اور باتیں کیا ہوں گی ہماری؟ ادھر ادھر کی باتیں۔ اللہ تعالیٰ عبادتوں کو ضائع کرنے سے بچائے اور اخیر عشرہ کی مبارک ساعتوں کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہ وَصَحبِہ
وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارا موضوع چل رہا تھا کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے، اپنے خالق تک ہم کیسے پہنچیں اس کا راستہ بتایا تھا، اور آٹھ چیزیں ہمیں بتائیں، جن میں سے طہارت کا ذکر ہوا، صوم چل رہا ہے۔تو یہ ان حضرات کے نسخے بڑے آزمودہ ہوتے ہیں۔ساری عمر انہوں نے اسی میں کھپائی ہوتی ہے۔

جوارش جالینوس

جیسے مجھے ایک دفعہ کسی نے مشورہ دیا کہ آپ جوارش جالینوس استعمال کریں۔میں نے کہا ہاں بھئی، استعمال کی تو تھی۔کہتے ہیں کہ معدہ وغیرہ کے لئے اور ہضم اور جسم کی بہت سی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے بڑی اچھی چیز ہے۔

پھر انہوں نے کہا کہ اس کی خاص خوبی ایک یہ ہے کہ صدیاں گزر گئیں اور دوسرے جو نسخے ہیں، خمیرہ ابریشم، خمیرہ مروارید، خمیرہ فلاں، ان سب کا، ہر ایک حکیم کا اپنا آزمودہ ایک نسخہ ہوتا ہے، ہر ایک اپنا نسخہ اعتبار سے بناتا ہے۔

جس طرح ہمارے یہاں مطبخ میں یہ ہزاروں قسم کے سالن گوشت کے، چکن کے، مستورات اپنے اپنے طرز پر بناتی ہیں۔

اسی طرح حکماء اپنے اپنے طرز سے سب دوائیں بناتے ہیں، مگر یہ جوارش جالینوس ایسی چیز ہے کہ جالینوس نے جو اپنا نسخہ ایجاد کیا تھا، بعد میں اس میں اپنی رائے سے کوئی حکیم ذرہ برابر بھی وزن ادھر ادھر نہیں کرسکا، نہ اور کوئی چیز اس میں داخل کی جا سکی۔اور جو چیزیں تھیں، اس کے اوزان میں نہ کوئی کمی بیشی کرسکا، اتنا آزمودہ مسلّم نسخہ ہے۔

حضرت سَری سَقطی رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح یہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جوضرب المثل ہیں کہ کسی کی تعریف لکھنی ہو،تو لکھتے ہیں غزالیٔ زمانہ، اپنے زمانہ کے غزالی ہیں اور جنیدِ دوراں، اس دور کے جنید ہیں۔ اب صدیوں بعد بھی ان کا نام اسی طرح زندہ ہے، کیوں؟

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوست تھے،حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت جنید بغدادی کا مرتبہ وہ جانتے اور پہچانتے تھے،انہیں معلوم تھا۔

وہ اصرار کرتے کہ آپ تھوڑی دیر جامع مسجد میں بیان کر دیا کریں،حرج کیا ہے؟ آپ کیوں نہیں کرتے ؟ وہ دوست سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ مُصر رہے اور جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے انکار ہی رہا۔آپس میں دوست تھے۔ پھر ایک دفعہ صبح جیسے ہی ملاقات ہوئی۔ جنید بغدادی کہنے لگے کہ آج تو آپ نے ہم سے منوا ہی لیا۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بغیر آپ ماننے والے تھے نہیں۔ خود ان کا کیا مقام حضرت سری سقطی کا کہ انہیں بھی یہ پتہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے۔

ہمارے اکابر

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جب یہاں تشریف لائے تھے، جو مجالس ہوتی تھیں، ان میں دل لگی کی باتیں بھی، مزاح کی بھی ہونا تھا۔ حضرت اپنے اشعار بھی سناتے تھے، بہت سی ٹیپس اس وقت محفوظ تھیں، پتہ نہیں ہے کہ اب ہیں یا نہیں؟ تو اس میں ہوگا بھی کہیں کہ حضرت نے اپنی طالب علمی کا واقعہ سنایا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں منتہی طلبہ میں سے تھا، دورہ کی جماعت میں تھا، اور حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نیچے کی جماعت میں ہوں گے۔

ایک دفعہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب فجر کی نماز کے بعد آئے، روتے ہوئے اور اپنا خواب سنایا کہ آج تو مجھ سے بڑی بے ادبی ہوئی، بیان نہیں کرسکتا۔

یہ تمہید باندھ کر کے خواب سنایا۔ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب فرماتے ہیں کہ خواب میں میں دیکھ رہا ہوں کہ میں چارپائی پر بیٹھے کتاب کا مطالعہ کررہا ہوں، کھڑکی دائیں طرف ہے، کھلی ہوئی ہے اور کھڑکی کے باہر کسی نے آکر سلام کیا، السلام علیکم، میں اپنے مطالعہ میں مصروف رہا، میں نے سلام کا جواب دے دیا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میں دیکھتا ہوں کہ سلام کر کے وہاں تشریف فرما ہیں، کھڑے ہیں۔ میں نے کافی دیر کے بعد پوچھا کہ آپ کون؟ فرمایا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ سنتے ہی میری ایک دم آنکھ کھل گئی۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، سلام فرمایا اور میں سلام کا جواب دے کر زیارت کرنے کے بجائے اپنی کتاب میں دیکھ کر سلام کا جواب دے رہا ہوں۔ اس کے بعد بھی میں متوجہ نہیں ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی زحمت فرمائی، تکلیف فرمائی اور میں نے اس قدر بے ادبی کی۔

یہ کہہ کر مولانا مسیح اللہ صاحب نے رونا شروع کیا، روتے رہے۔ حضرت مفتی محمود صاحب کہتے ہیں کہ میں نے ان کو تسلی دی اور کہا کہ کوئی بات نہیں، ان شاء اللہ، جلدی، بہت اچھی طرح پھر زیارت ہوجائے گی، ان شاء اللہ۔ اس کے بعد وہ چلے گئے۔

اگلے روز یا ایک دو دن کے بعد پھر آئے شاداں وفرحاں اور کہنے لگے کہ واقعی آپ نے جس طرح فرمایا تھا، آج تو بہت تفصیلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔

یہ ہمارے اکابر کا حال تھا۔ ابھی طالبِ علم ہیں، حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی زبان کو اللہ تعالیٰ کس طرح سچا کرتے ہیں۔

یہ حضرت سری سقطی ان کو بھی معلوم ہے کہ آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں انہیں جامع مسجد میں بیان کا حکم فرمایا ہے، جیسے حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لکھنؤ سے ان

کے مسترشد، خواب دیکھ کر آ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ وہاں ان کے پاس جاؤ اور ان سے جا کر بیعت ہو جاؤ۔ یہاں پہنچے، ڈیڑھ دو ہزار میل کا سفر کر کے، جیسے ہی حضرت کے دولت کدہ کے سامنے، گھر کے سامنے پہنچ کر سلام کرتے ہیں۔

موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ بیلوں کو چارہ ڈال رہے ہوتے ہیں، دیکھا کوئی مہمان آئے اور آ کر سلام کیا، جواب دیا وعلیکم السلام۔ ساتھ ہی جملہ فرمایا اچھا! خواب دیکھ کر آ گئے۔

حضرت کو بھی پتہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر تشریف لائے ہیں۔ اسی طرح حضرت سری سقطی کو منامی ارشاد معلوم ہے۔

رسالہ ہفت مسئلہ

منامی ارشاد پر ایک قصہ یاد آ گیا۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ تصنیف فرمایا تھا ہفت مسئلہ، سات مسائل اس میں لکھے تھے، ہفت مسئلہ اس کا نام تھا۔ اس میں یہ جو حساس قسم کے موضوع ہیں، اس پر حضرت نے قلم اٹھایا تھا۔ حضرت کے مریدین میں حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اس میں حضرت کی رائے کا ساتھ نہیں دے سکتے تھے۔

انہوں نے اسے حضرت حاجی صاحب کی اپنی رائے قرار دیا، اور یہ کہ یہ فتوے کے رو سے یہ صحیح نہیں ہے۔ پھر بڑا انتشار پھیلا، کچھ لوگ حضرت حاجی صاحب کے حق میں تھے۔ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے جب کسی نے پوچھا کہ آپ کے تو پیر و مرشد ہیں، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے طریقت میں ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے، شریعت میں نہیں۔ بالکل صاف صاف جواب۔ لیکن ان دونوں کے اعتقاد میں، تعلق میں، ادب میں کسی چیز میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں آئی۔ وہ اسی طرح رہا، جب کافی انتشار پھیلا پورے ہندوستان، متحدہ ہندوستان میں، انڈیا، پاکستان، بنگلہ دیش، تینوں ملکوں میں، دو جماعتیں بن گئیں۔

اسی زمانہ میں دارالعلوم دیو بند میں حضرت مولانا قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد صاحب، حافظ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں بہت پریشان تھا کہ یہ کیا ہوگیا ہماری جماعت کا، دو گروہ بنے ہوئے ہیں۔ پریشانی میں میں سویا، تو دیکھا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں میں حاضر ہوں اور حضرت حاجی صاحب سے ملاقات ہوئی۔اس وقت حاجی صاحب مکہ معظّمہ میں تھے اور یہ ہندوستان میں تھے۔ حضرت حاجی صاحب سے میں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ جو آپ نے رسالہ لکھا اس کی وجہ سے بڑا انتشار ہے۔

حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ اچھا! تو یوں کیوں نہیں کر لیتے کہ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے ہیں، جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہو۔

تھوڑی دیر کے بعد حاجی صاحب فرمانے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں، تیار ہو جاؤ۔ جیسے ہی دروازہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ پیچھے ہٹتے، ہٹتے، ہٹتے ایک کونہ میں ہو گئے، اور دونوں ہاتھ اس طرح باندھ لئے، ادب کے مارے۔

اور حضرت حافظ احمد صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے حاجی صاحب کو دیکھا، تو میں دوسرے کونہ میں ہو گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ حاجی صاحب! یہ لڑکا جو کہتا ہے یہ درست کہہ رہا ہے، یعنی جو علماء کی رائے ہے، شریعت کا فتوی ہے، یہ بالکل درست ہے۔

حضرت حافظ احمد صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ سنا تو حضرت حاجی صاحب جس طرح رکوع میں جاتے ہیں، تھوڑے جھکے، اور نیچے ہوئے، نیچے ہوئے بالکل زمین تک پہنچے، اس حال میں دونوں ہاتھ دل پر رکھے ہوئے ہیں اور فرماتے جا رہے ہیں کہ بجا و درست، بجا و درست۔

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا کہ یہ لڑکا درست کہتا ہے، تو بجا و درست، فرماتے جارہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ اس طرح کہتے ہوئے نیچے تک جھک گئے، پھر سیدھے کھڑے ہوگئے، پھر نیچے گئے۔ کہتے ہیں سات دفعہ حضرت حاجی صاحب نے ادب کے مارے اس کا اقرار کیا کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ یہ بجا ہے، یہ درست ہے۔

حضرت حافظ احمد صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے صبح اٹھتے ہی یہ خواب لکھا اور مکہ معظّمہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں بھیج دیا۔ لکھا ہے کہ جب یہ خط اور خواب پہنچا ہے، حضرت حاجی صاحب نے پڑھا ہے، پڑھ کر حضرت حاجی صاحب بہت روئے۔ اور ارشاد فرمایا کہ اس کو مرنے کے بعد میرے کفن میں رکھ دینا۔ چنانچہ مرنے کے بعد حضرت کی وصیت پوری کی گئی اور کفن میں اس کو رکھا گیا۔

اپنے باطن کو درست کر!

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی معلوم کہ جنید بغدادی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور اسی لئے وہ وعظ کے لئے تیار ہوئے ہیں۔

تب جا کر انہوں نے اقرار کیا کہ آج رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنید! تم جامع مسجد میں بیان کیوں نہیں کرتے۔ ارشاد ہوا تو حضرت جنید کو بیان اور وعظ کے لئے جانا پڑا۔

بیان ہو رہا تھا کہ بیان کے بیچ ایک نوجوان، علماء والا لباس، لمبا کرتا، عمامہ، متشرع چہرہ، سامنے کھڑا ہوگیا اور اس نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی مسئلہ معلوم کرنا چاہا، حضرت نے جلال میں ارشاد فرمایا وہ مسئلہ اپنی جگہ، اس کا جواب دینے کے بجائے حضرت نے فرمایا کہ ’’پہلے اپنے باطن کو تو درست کر‘‘

یہ سن کر وہ جوان رو پڑا اور نوجوان کہتا ہے أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً

رَّسُوۡلُ اللّٰہ ، کہ باطنی فراست سے معلوم فرمالیا کہ یہ شخص اسلامی حلیہ میں ہے، مگر مسلمان نہیں ہے۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے کشف کی طاقت کس درجہ کی تھی۔ وہ قصے سنائے تھے کہ دو تصویریں ہمارے اکابرین کے سامنے رکھ دی جائیں کہ ایک مسلمان کو ہندوانہ لباس اور ہندو کو اسلامی لباس پہنا دیا جائے، تو وہ آنکھیں بند کر کے انگلی رکھ کر کہیں گے کہ یہ مسلمان ہے اور یہ ہندو ہے۔

بالکل یہی واقعہ یہاں پیش آیا۔ وہ نوجوان تو اسلامی لباس میں ہے، متشرع ہے اور کھڑے ہو کر ایک سوال کرتا ہے، مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے۔ تو اس کا جواب دینے کے بجائے جنید بغدادی ڈانٹ کر اس کو فرماتے ہیں کہ پہلے اپنے باطن کو تو درست کر۔ تب وہ پڑھتا ہے، اقرار کرتا ہے، أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوۡلُ اللّٰه ، اور اس نے کہا کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ یہ مذہب سچا ہے، آپ سچے ہیں، آپ کی باتیں سچی ہیں۔

میں یہودی ہوں اور یہ لباس پہن کر میں آپ کو آزمانے کے لئے آیا تھا کہ آپ مجھے پہچان سکتے ہیں یا نہیں؟ جنید بغدادی نے اندر سے دیکھ لیا کہ یہ یہودی ہے، پہلے اس کو فرمایا کہ اپنے باطن کو درست کر۔ جب اس نے کلمہ پڑھا تب فرمایا اچھا، اب تو سوال کر سکتا ہے۔ پھر اس کے بعد اس کے سوال کا حضرت نے جواب بھی دیا۔

اللہ تبارک وتعالی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے سچا تعلق ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

بار بار یہ مضمون دہراتا رہتا ہوں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی سے بہت غافل ہیں۔ کاش کہ یہ چند روز رہ گئے ہیں، ابھی ہفتہ بھی نہیں ہے، ان میں کم از کم ہم چوبیس گھنٹے آپ

صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا تصور رکھیں کہ جب خیال آئے تو بجائے گھر کا خیال، کار کا خیال، کام کا، بچوں کا خیال، اس کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال اور تصور رہے۔ ان ہی کو سوچتے رہیں، پھر دیکھئے کیسے آپ کے دل کی دنیا بدلتی ہے۔

کعبہ کے دروازہ پر

طاؤس یمانی حرم مکی میں حاضر ہیں اور وہ کعبہ شریف کے اندر دوگانہ ادا کرنے کے لئے، دو رکعت نماز پڑھنے کے لئے کعبہ کے اندر داخل ہوئے۔ ان کے خادم باہر کھڑے ہوئے ہیں کہ وہاں تو بہت بھیڑ ہے، اندر تو نہیں جا سکتے۔ دو چار آدمی کو موقع دیا جاتا ہے، چنانچہ اندر حضرت صاحب گئے ہیں اور ان کے خادم نیچے ہیں اور خادم کون؟ بڑے محدث، بہت بڑے مفسر، حضرت مجاہد ہیں۔

مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نیچے کھڑا ہوا ہوں اور طاؤس یمانی اندر ہیں۔ ان کے اندر داخل ہو نے کے بعد کیا دیکھتا ہوں، بیداری میں دیکھ رہے ہیں، بیدار ہیں، دیکھ رہے ہیں کہ حرم میں لوگ طواف کر رہے ہیں، نماز پڑھ رہے ہیں، ساری دنیا آباد ہے مکہ کی اور وہ فرماتے ہیں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ کعبہ شریف کے دروازہ پر جیسے ہی طاؤس یمانی اندر گئے، میں نے دیکھا کہ اوہو! دروازے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، میں زیارت کرتا رہا، کرتا رہا۔

جب یہ طاؤس یمانی دوگانہ ادا کر کے فارغ ہو کر جیسے ہی باہر نکلے، ابھی وہ دروازہ سے سیڑھی سے نیچے اتر رہے ہیں، اتنے میں میں نے عرض کیا کہ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہاں دروازہ پر تھے۔ مگر ان کو بھی پتہ ہے، فرمایا ''کسی کو بتانا نہیں''۔ اس قدر کیا محدثین، کیا مفسرین، یہ جو کچھ انہوں نے پایا وہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ قلبی واسطہ کے ذریعہ پایا ہے۔ اللہ تعالی ہمارے لئے بھی وہاں تک پہنچنا آسان فرمادے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ یہ آٹھ چیزیں اختیار کرو، تب آپ اللہ تک پہنچ سکتے ہو۔ ایک دوامِ طہارت، دوامِ صوم۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے بھی نرالے تھے۔ ہم تو سحر وافطار میں کسر پوری کر لیتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کیسے نرالے تھے؟ کہ صومِ وصال بغیر افطار کے روزہ پر روزہ۔ ایک دن، دو دن، تین دن، کئی کئی دن کے مسلسل روزے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں اس کو لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے یہ صوم وصال۔ چنانچہ جب صحابہ کرام نے صوم وصال رکھنا شروع کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا اور اصرار سے ڈانٹ کر منع فرمایا **کَالْمُنَكِّلِ لَهُمْ**، ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ **اِنَّمَا يُطْعِمُنِىْ رَبِّىْ وَيَسْقِيْنِىْ** ، میرے لئے تو غیب سے اللہ تبارک وتعالی میرے کھانے پینے کا انتظام فرماتے ہیں۔ مجھے ضرورت نہیں ہوتی کھانے پینے کی۔ تم نہیں رکھ سکتے، تم تو تکلیف اٹھاؤ گے۔ جب صحابہ نہیں مانے، صوم وصال رکھتے گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنے صومِ وصال کو ترک کرنا پڑا۔

شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ

مدینہ طیبہ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے ایک دفعہ روزے شروع فرمائے، ایک مہینہ، دو مہینے، تین مہینے۔ اس درمیان میں جو مشائخ آتے، حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب آئے، ہم نے ان سے کہا کہ ذرا آپ اصرار کر کے دیکھیں، مسلسل روزے ہیں، اتنی سخت گرمی ہے اور طبیعت پر اثر ہو جائے گا۔ حضرت مولانا علی میاں صاحب آئے، انہوں نے روزے موقوف فرمانے کی رائے دی۔

مگر حضرت نہ مانے۔ دو مہینے ختم ہوتے تھے تو فرماتے تھے کہ قرآن میں آتا ہے **شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ** ، دیکھئے، جو ایک قاتل کا کفارہ ہے، قتلِ خطأ کسی سے سرزد ہو جائے تو

اس کے ذمہ جو روزے ہیں، اتنا بڑا گناہ غلطی سے ہو جائے، اس کے لئے توبہ کے طور پر دو مہینہ کے لگا تار روزے ہیں، حضرت اپنے آپ کو گناہ گار اور مجرم تصور فرما کر کے توبۃ من اللہ والا جو روزہ ہے وہ شروع کئے ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ کفارہ پورا کیا، دوسری دفعہ کفارہ پورا کیا، تیسری دفعہ، چوتھی دفعہ، تقریباً ڈیڑھ دو سال تک حضرت مسلسل روزے رکھتے چلے گئے۔ جب ہم پوچھتے تو فرماتے کہ یہ شہرین متتابعین، گویا نذر کی طرح ہے، جیسا کسی نے نذر مانی ہو کہ میں دو مہینے تک لگا تار روزے رکھوں گا، جیسے ہی دو مہینے پورے ہو گئے، پھر دوسری مرتبہ، اس کا نام روزہ ہے۔ ہمارے بھی کیا روزے ہیں۔ اُسی کو دیکھ کر یہاں بولٹن میں کبھی کبھی رکھتا تھا، ہمارے مولانا ہاشم صاحب نے بھی ایک سال مسلسل روزے رکھے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صومِ وصال ہے۔ پھر ہمارے لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ صومِ وصال، بغیر کھائے تم نہیں رکھ سکتے، بلکہ صومِ ابد، ہمیشہ کا روزہ، صوم الدہر، جس میں سحر و افطار کے ساتھ روزہ ہے، اس سے بھی منع فرمایا۔ کسی نے پوچھا صوم داؤدی کے لئے، کہ ایک دن روزہ اور ایک دن افطار، اس کی اجازت عطا فرمائی۔

ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیرومرشد تھے، وہ صائم الدہر، ساری عمر کا ان کا روزہ رہا ہے، وہاں گجرات میں تھے اس وقت بھی اور ہم نے ان کو دیکھا وہاں مکہ معظّمہ میں تھے اس وقت بھی یہی صیام ابد کا معمول تھا۔ ساری عمر انہوں نے روزوں کے ساتھ گزاری۔ صرف پانچ دن افطار جن دنوں کا روزہ حرام ہے، ناجائز ہے۔ صیام دہر کے بعد صوم داؤدی ہے۔ اس پر عمل کرنے والے بھی بہت سارے آپ کو ملیں گے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیرو جمعرات کا روزہ اس کے بدلہ میں تجویز فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ ہفتہ میں دو روزے، پیر کا روزہ، جمعرات کا روزہ رکھا جائے۔ ہمارے یہاں معمولات کا جو پرچہ ہے اس میں یہی معمولات کے لئے تجویز کیا گیا ہے، پیر اور جمعرات کا روزہ۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالی عنہ

اور روزہ میں جس طرح بتایا تھا کہ امساک اللسان ہے۔ اور آگے چلتے ہیں، ورنہ یہ آٹھ چیزیں پوری نہیں ہوں گی۔ آٹھ دن بھی ابھی باقی نہیں ہیں۔

صوم کے بعد بعد آتا ہے صمت، سکوت، کہ زبان کو بند رکھو۔ کیسے بند رکھیں، کیوں بند رکھتے ہیں۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ بولنا ضروری ہے، وجہ ہی سمجھ میں نہیں آتی۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کا علاج بتایا۔ کتنا پیارا علاج! وہ فرماتے ہیں کہ انسان تقسیم کرے مخلوق کے درمیان اور خالق کے درمیان اور سوچے کہ میں نے آج اللہ تعالی سے زیادہ باتیں کیں یا مخلوق سے زیادہ باتیں کیں؟ اس کا حساب رکھے۔

کتنا پیارا علاج! ہر وقت مخلوق سے باتیں کرنے کے بجائے خالق سے باتیں کرو، اللہ عز و جل سے۔ چاہے بڑھیا کی طرح، جس طرح وہ اکیلی بولتی رہتی ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا بیچاری بوڑھی عورتیں، بوڑھی ہو جاتی ہیں، کوئی نہیں ہوتا اور اکیلی بولتی ہیں، ارے کہاں چلی گئی؟ کدھر چلا گیا؟ اس طرح حق تعالی شانہ کو آپ خطاب کر کے اس سے باتیں کرتے رہیں، تو مجھے دیکھ رہا ہے میں تجھے دیکھنے پر قادر نہیں، یہ پردہ میری طرف سے ہے یا تیری طرف سے ہے؟ اس طرح مناجاۃ کر کے دیکھئے، پھر دیکھئے کتنا مزہ آئے گا۔

قرآن پڑھتے وقت کیا تصور ہو؟

اسی طرح قرآن آپ پڑھیں تو یہ تصور کریں کہ میں اللہ عز و جل کو سنا رہا ہوں، تاکہ پھر جنت میں اس کے بدلہ میں اللہ تبارک و تعالی ہمیں سنائیں گے۔ جنت کی سب سے بڑی نعمت ہے، سب سے لذیذ ترین نعمت وہ آخری درجہ کی، وہ یہ ہوگی، حق تعالی شانہ جنتیوں کو قرآن پاک سنائیں گے۔ یہ کیسے سنائیں گے؟ پہلے دنیا میں ہم سناتے رہیں۔ کہ جب پڑھیں تو اس نیت سے آپ پڑھیں کہ میں اللہ تبارک و تعالی کو یہ کلام سنا رہا ہوں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنی زبان کے بارے میں یہ سوچا کرو کہ میں نے خالق سے آج زیادہ باتیں کیں یا مخلوق سے زیادہ باتیں کیں۔ خالق سے زیادہ اور مخلوق سے کم باتیں کیا کرو۔

اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اپنی زبان کو پکڑ کر کھینچتے تھے، ڈانٹتے تھے زبان کو کہ تو ہر وقت مجھے گناہ میں مبتلا کرتی رہتی ہے، چلتی رہتی ہے۔ ان کو زبان پر غصہ آتا تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب چہیتے نوجوان خادم تھے۔ جب وصال ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا، تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھا ہے، ان کے خادم بیان فرماتے ہیں کہ رات کے وقت وہ چراغ سامنے جلا ہوتا تھا، تو انگلی چراغ کے اندر لے جاتے۔ جب جلنے لگتی، تو اس کو ہٹا دیتے اور فرماتے کہ تو یہ عذاب برداشت کرسکتی ہے؟ اتنی آگ کی تپش برداشت کرنے کی تجھ میں طاقت ہے؟ اگر یہ طاقت نہیں، تو پھر جہنم کی آگ تو اس سے ہزاروں گنا زیادہ ہوگی، وہ کیسے تو برداشت کرے گی؟ انگلی کو ڈانٹ رہے ہیں۔

اسی طرح صحابہ کرام زبان کو پکڑ کر ڈانٹتے رہے ہیں۔ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد سب سے بڑا جن کا رتبہ ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ لکھا ہے کہ وہ اپنے منہ میں کنکر رکھ لیتے تھے، ایک کنکر رکھ لیا منھ میں، اب چپ ہیں، بول ہی نہیں سکتے۔

اب تصور کے ذریعہ، دل کے ذریعہ حق تعالیٰ شانہ سے باتیں کرتے رہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں زبان پر قدرت نصیب فرمائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **مَا یَکُبُّ النَّاسَ فِیْ النَّارِ اِلَّا حَصَآئِدُ اَلْسِنَتِهِمْ** فرشتے، جہنم میں ان کے پیر پکڑیں گے، سر نیچے اور پیر اوپر اور پھینکیں گے جہنم میں۔ فرمایا کہ سب سے زیادہ اس طرح پھینکے جانے والے وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنی زبان سے کھیتیاں کاٹیں۔ اس کی وجہ سے ان کا یہ حشر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ

ہماری اس سے حفاظت فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہ وَصَحبِہ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شبِ وصل میں خوفِ سحر ابھی سے ہے
صبح ہے دور، میرا رنگ فق ابھی سے ہے

آپ حضرات تشریف لائے، کتنی رونق رہی۔ آئندہ کل سے رواروی شروع ہو جائے گی۔ ہمارے اعمال کیا؟ ٹوٹے پھوٹے ہیں، مگر روح کو کتنی مسرت خوشی اور طمأنینت ملتی ہے۔ ہماری سال بھر کی زندگی سے بالکل مختلف دن گذر رہے ہیں۔

میں کل سے سوچ رہا تھا یہی شعر کہ یہ تو سب چلے جائیں گے، پھر یہاں سناٹا ہوگا۔ یہ سوچ کر میں یہ شعر گنگنا رہا تھا بار بار کہ

شبِ وصل میں خوفِ سحر ابھی سے ہے

کہ ابھی تو محبوب سے ملے ہیں، لیکن ڈر لگ رہا ہے کہ ابھی صبح ہو جائے گی،

صبح ہے دور، میرا رنگ فق ابھی سے ہے

ماحول کا اثر

صرف ایک ہفتہ بھر ایک مقصد کے لئے ہم لوگ جمع ہوئے۔ ابھی ہفتہ نہیں گذرا، لیکن اس تھوڑی مدت میں کیفیت بدلی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ کچھ نہ کچھ تغیر ہر ایک کو محسوس ہوتا ہے۔ حالانکہ خود، میں تو کچھ نہیں کر پاتا۔ بہت سارے میرے جیسے بھی ہوں گے۔

کچھ دوست ہیں کہ جو تیس پارے پڑھ لیتے ہیں۔ بہت سارے ہیں جو پندرہ پارے پڑھ لیتے ہیں۔ بڑی تعداد ہے جو دس پارے روز پڑھ لیتے ہیں۔ عام دنوں میں ایسا نہیں ہو سکتا۔

امت کو امت اسی لئے کہتے ہیں کہ امت ان کو کہا جاتا ہے جن کا مقصد ایک ہو۔ اس سے

زبردست تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ یہاں آنے کے بعد معمولات کے لئے کسی پر کوئی اصرار نہیں ہوتا، نہ کسی کو کہا جاتا ہے، نہ وقت پر زبردستی پڑھنے کے لئے کسی کو بٹھایا جاتا ہے۔ اپنے طور پر سب ہی طوعاً کر لیتے ہیں۔ روزانہ پورا قرآن اور پندرہ پارے روز پڑھنا آسان ہو جاتا ہے۔ اللہ کرے کہ ہماری ساری عمر یہ عادت پڑ جائے۔

یکم رمضان سے ہم بزرگانِ دین کے نسخے جو معلوم کرنے کی اور کیمیا ان سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں، وہ اسی لئے کہ ان کی کتنی مبارک اور پیاری زندگی تھی اس کا دو چار دن میں ذرا سا مزہ چکھ کر ہمیں اندازہ ہوتا ہے۔

ہمارے طلبہ کا اسی طرح کا اعتکاف، بقرہ عید کے بعد ہوگا، جو چالیس دن کا ہوگا۔ طلبہ تو نوجوان ہیں۔ جو صحیح طریقہ سے وہ چالیس دن اعتکاف کے گزارتے ہیں، وہ آخری دن روتے ہیں، سچ مچ روتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ ہم باہر جا کر، پھر اندر آ گئے۔ باہر قدم رکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ عجیب سی دنیا معلوم ہوتی ہے۔ بزرگانِ دین کے طرق میں بڑی برکت ہے۔ اللہ تعالی ہمیں صحیح معنی میں اس کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔

اَلْهِجْرَةُ مَاضٍ

اور یہ کوئی ایکسٹرا اور زائد چیز نہیں ہے جو ہم کر رہے ہیں۔ کوئی نفل چیز نہیں، یہ تو فرض کے درجہ میں ہے۔ اس کا درجہ ایک سو ایک فیصد فرض ہے۔ کیسے؟ کہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہجرت کبھی ختم نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **اَلْهِجْرَةُ مَاضٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ**، قیامت تک جاری رہے گی۔ کیسے؟

اَلْهِجْرَةُ مِنَ الْجَهْلِ اِلَی الْعِلْمِ

کہ ہجرت کے اقسام ہیں کہ سہل ابن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، انہوں نے اس

اپنے ملفوظ میں تین ہجرتیں بیان فرمائی۔ فرمایا کہ **اَلْهِجْرَةُ مِنَ الْجَهْلِ اِلٰی الْعِلْمِ**، جو مسلمان جتنا علم اس کے لئے جاننا فرض ہے، وہ نہ جانتا ہو، جہالت سے نکل کر اس علم کا پڑھنا اور اس کا جاننا اس کے لئے فرض ہے۔ ورنہ کل قیامت میں حق تعالی شانہ کے یہاں جہالت کا عذر نہیں چل سکتا۔

اب کوئی چوری کرتے ہوئے پکڑا گیا، پولیس پکڑ لے، کورٹ میں لے جایا جائے، وہ کہہ دے کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ چیز نہیں اٹھا سکتے۔ میں تو سمجھا کہ رکھا ہے، میں نے اسے لے لیا۔ تو عدالت اسے معذور قرار نہیں دے گی۔ ہر ملک کے قوانین کا جاننا اور اس کے مطابق چلنا حکومت فرض سمجھتی ہے۔ تمہیں کیوں معلوم نہیں تھا؟ تمہیں معلوم ہونا چاہئے تھا۔

اسی طرح جو الٰہی قوانین ہیں، ان کو معلوم کرنا ہر انسان کا فرض ہے، مسلم، غیر مسلم، ہر ایک کے لئے ضروری ہے۔ کل قیامت میں اس کے متعلق سوال ہوگا۔

جو ایمان نہیں لائے، ان سے بھی پوچھا جائے گا ایمان کیوں نہیں لائے؟ وہ یوں کہیں گے کہ **مَا جَاءَ نَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرُ**، یہ عذر بھی نہیں چلے گا۔ اللہ تعالی فرمائے گا، آسمان، زمین، ساری مخلوق، تم دیکھتے نہیں تھے؟ اس کو دیکھ کر تم مجھ تک پہنچ سکتے تھے کہ اس کا بنانے والا کون ہے، خالق کون ہے؟ اس کا مالک کون ہے؟

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں، بہت بڑے بزرگ ہیں، پیدائشی بزرگ، جن کی جبلت، فطرت ولایت پر ہو۔

وہ خود اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ میری عمر رہی ہوگی کوئی چھ، سات برس۔ میرے ماموں تھے، ان کو دیکھا کرتا تھا کہ وہ رات رات بھر مولیٰ کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں، قیام میں ہیں، رکوع میں ہیں، سجدہ میں ہیں، روئے جارہے ہیں۔ میں ان کے پاس بیٹھا رہتا اور میں ان پر ترس کھایا

کرتا۔

کبھی کبھی وہ فرماتے کہ بیٹا،تم یہاں سے چلے جاؤ! میں اصرار کرتا کہ نہیں، میں تو یہیں رہوں گا۔ پھر وہ اخیر میں زور سے فرماتے کہ آپ کے یہاں رہنے سے میری خلوت میں فرق آتا ہے۔ آپ چلے جاؤ، پھر مجھے بھگا دیتے تھے۔

فرماتے ہیں کہ اسی عمر سے میرے ماموں نے میری تربیت کی ہے۔ ہم تو بچوں کا فکر نہیں کرتے۔ ہر چیز میں عذر اپنی طرف سے گھڑ لیتے ہیں کہ ابھی تو بچہ ہے۔

اور ماموں اللہ والے تھے۔ انہوں نے اپنے بھانجے کے لئے کیا تجویز کیا کہ ان کو ولایت کے راستہ پر لے چلیں۔ اسی عمر سے، چھ سات سال کی عمر سے ولی بنانے کی کوشش شروع کردی۔

فرماتے ہیں کہ ماموں جان نے مجھ سے فرمایا کہ دیکھو،تم جب بستر پر جاؤ، وہاں بستر پر جانے کے ساتھ ہی یہ کلمات کہا کرو، **اَللّٰہُ نَاظِرِیُ، اَللّٰہُ شَاھِدِیُ، اَللّٰہُ مَعِیُ** ،اور اتنے چھوٹے سے بچے کو، چھوٹی سی جان کو سمجھا رہے ہیں کہ ان کلمات کو اس زبان سے کہنا نہیں ہے، زبان بند رکھو،صرف دل سے یہ کلمات کہو۔ آپ کا دل بول رہا ہو،اس کو سنو۔ بچپن سے جب بچہ یہ کوشش کرے گا کہ میرا دل جاگے اور اس کی آواز میں سنوں۔ کیسی تربیت؟ فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ آج میں آپ کو یہ کلمات بتارہا ہوں، **اَللّٰہُ نَاظِرِیُ، اَللّٰہُ شَاھِدِیُ**،اب یہ کلمات بزرگوں نے اپنے تجربات سے یہ متعین کئے۔

لیکن کتنی گہرائی ہے ان کلمات میں کہ جب پہلے تو کہنا ہے **اَللّٰہُ نَاظِرِی**، جیسے کوئی دور سے مجھے دیکھ رہا ہے،تو **اَللّٰہُ نَاظِرِی**۔ پھر اور قریب آکر کے، **اَللّٰہُ شَاھِدِی** کہ اللہ تبارک وتعالی اتنا دور نہیں ہے کہ جو دور سے دیکھ رہا ہو بلکہ **اَللّٰہُ شَاھِدِی** ،اللہ تبارک وتعالی تو میرے پاس ہی ہے اور قریب سے دیکھ رہا ہے۔ اور پھر ایک قدم اور آگے بڑھ کر کے، فرمایا نہیں نہیں، **اَللّٰہُ شَاھِدِی** بھی نہیں، بلکہ **اَللّٰہُ مَعِیُ** ،معیت الٰہیہ مجھے حاصل ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا، وَھُوَ مَعَکُمْ أَیْنَمَا کُنْتُمْ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غارِ حرا میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جب تسلی دی، تو یہی فرمایا تھا کہ **لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا، وَھُوَ مَعَکُمْ أَیْنَمَا کُنْتُمْ**، سلفی اپنا عقیدہ اور طرح سے بیان کرتے ہوں۔

قرآن کہتا ہے کہ اللہ ہر وقت ہمارے ساتھ ہے، **اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا، وَھُوَ مَعَکُمْ أَیْنَمَا کُنْتُمْ**، کتنا صاف صاف اللہ تمارے ساتھ ہے، تم جہاں بھی ہو۔

وہ مذاق اڑاتے ہیں کہ تم ٹوائلٹ میں ہوتے ہو، پاخانہ کررہے ہوتے ہو، نجاست، وہاں بھی ساتھ؟ جواب دیں گے، جی ہاں! اس کے لئے کیا فرق؟ وہ تو وہاں بھی ہمارے ساتھ ہے، **وَھُوَ مَعَکُمْ أَیْنَمَا کُنْتُمْ**، تم جہاں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہیں۔

چھ سال کی عمر سے تلقین

قرآن کہتا ہے کہ **نَحْنُ أَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ**، تو معیّت کیسی ہے؟ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ تمہاری جو یہ رگِ جان ہے، اس سے بھی ہم نزدیک ہیں۔ تم نے ہمیں سمجھا کہاں ہے؟ تم ہمارے متعلق سوچتے ہی نہیں۔ ہم اتنے نزدیک اور تم ہم سے اتنے دور۔

کبھی التفات بھی نہیں کرتے۔ پورا دن گزر جاتا ہے، نماز بھی پڑھ لیتے ہیں، اللہ، اللہ بھی کرتے ہیں، مگر اس کا خیال ہی نہیں آتا۔ اس معیت کو ہم سوچتے ہی نہیں کہ کتنا وہ ہم سے نزدیک ہے، **نَحْنُ أَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ**۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس عمر سے، چھ سات سال کی عمر سے ماموں جان کے کہنے کے مطابق یہ وظیفہ شروع کیا تھا۔ چند روز کے بعد ماموں جان نے فرمایا کہ بیٹا، ابھی تم ایسا کرو کہ تین دفعہ کے بجائے سات دفعہ کہہ دیا کرو، یہی کلمات بستر پر لیٹنے کے بعد۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد تلقین کی، ماموں جان نے، فرمایا کہ گیارہ دفعہ یہ کلمات

کہہ دیا کرو۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس کے برسوں بعد پھر ماموں مجھ سے پوچھتے بھی ہیں کہ کیوں وہ وظیفہ برابر جاری ہے؟ میں نے کہا جاری ہے۔ کہنے لگے کتنے مزہ میں ہو۔ جوانہیں حق تعالی شانہ کا قرب ملا، ولایت ملی، سارے مراتب آگے طے کئے۔ فرمایا کہ دیکھو ان تین کلمات میں کتنا اثر تھا۔

حافظ حدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے کسی دن بتایا تھا کہ حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب، صولتیہ کے شیخ الحدیث، ان کی اہلیہ صاحبہ کے نانا جان، حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ، جن کا پاکستان میں ایک سوسات سال کی عمر میں انتقال ہوا تھا۔ انتقال سے تین چار سال پہلے جب ان کی عمر سو برس سے زیادہ تھی۔ ایک دفعہ مجھے بلایا حالانکہ میری ان کی خدمت میں حاضری تو بہت مختصر وقت کے لئے چند منٹ کے لئے ہوتی تھی۔

جب پتہ چلتا کہ حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں، تو اس وقت مصافحہ ہوتا تھا، دعا کی درخواست، تھوڑی دیر مجلس میں بیٹھتے تھے۔ پھر دو تین دفعہ ملاقات کے لئے، اسی طرح دعا کی درخواست کے لئے حاضری دیتے تھے۔ پانچ سات دفعہ سے زیادہ ایک سفر میں ملاقات نہیں ہوتی تھی اور وہ بھی چند منٹ کے لئے۔ لیکن مولانا سیف الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت آپ کو یاد فرما رہے تھے، اس طرح مجھے حضرت درخواستی رحمۃ اللہ علیہ نے بلایا۔

جب میں حاضر ہوا تو حضرت فرمانے لگے کہ کل جب میں روضۂ اقدس پر صلوٰۃ وسلام کے لئے حاضر ہوا، تو وہاں سے حکم ہوا کہ ہمارے قادریہ سلسلہ میں آپ کو بیعت کی اجازت دوں۔

میں نے سوچا کہ یا اللہ! یہ ایسے عظیم بزرگ۔ حافظِ حدیث پاکستان کے، بڑی بڑی حکومتیں ان کے نام سے لرزتی تھیں، ان کے انتقال کے فوراً بعد شروع میں تعزیت کے لئے جو

ان کے گھر پران کے صاحب زادوں کے پاس پہنچے ہیں، وہ صدرِ پاکستان تھے۔

اتنی معروف شخصیت اور اتنی زبردست علمی روحانی شخصیت اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حکم فرمارہے ہیں۔

پھر انہوں نے جو اپنے قادریہ سلسلہ کے معمولات تلقین فرمائے، تو اس میں فرمایا کہ ہمارے یہاں قادریہ سلسلہ میں مغرب کی نماز کے بعد اور کسی دن مغرب بعد رہ جائے، عشاء کی نماز کے بعد سجدہ میں ان کلمات کی تکرار کی جائے، اَللّٰہُ نَاظِرِیُ، اَللّٰہُ شَاھِدِیُ، اَللّٰہُ مَعِیُ۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ جو پیدائشی ولی، وہ فرماتے ہیں کہ ہجرت ختم نہیں ہوئی، اَلْھِجُرَۃُ مَاضٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ، ہجرت تو جاری ہے، اور ہجرت فرض ہے۔

اس لئے میں نے عرض کیا کہ یہ کیفیت جو ہفتہ عشرہ کے قیام سے میسر آئی اور آپ تھوڑی بہت اس وقت پا رہے ہیں یہ ساری عمر مطلوب ہے۔ اس سے بہت اعلی درجہ کی مطلوب ہے، ابھی بہت کچھ طے کرنا باقی ہے۔ اور اس میں گھر لوٹنے پر اضافہ ہو، برکت ہو، اس کی کوشش اور معمولات پر مداومت باقی رکھنا ہے

حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اَلْھِجُرَۃُ مِنَ الْجَھْلِ اِلٰی الْعِلْمِ، جہالت کو چھوڑ کر علم حاصل کرنا۔ جہالت کا عذر وہاں، حق تعالی شانہ کے یہاں مسموع نہیں ہے۔ اور فرمایا کہ دوسری قسم کی ہجرت اَلْھِجُرَۃُ مِنَ الْغَفْلَۃِ اِلٰی الذِّکْر، جس کے متعلق میں نے ابھی عرض کیا کہ حق تعالی شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا، وَھُوَ مَعَکُمْ أَیْنَمَا کُنْتُمْ، ہر وقت وہ تمہارے ساتھ اور تمہاری رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اور ہم اس کو بھولے ہوئے ہیں، پتہ ہی نہیں ہمیں کہ ہمارے ساتھ ہمارا مولیٰ ہے، ہر وقت ساتھ ہے۔ اس کو ہر وقت یاد رکھنا اور اس غفلت سے نکلنا، صوفیاء فرماتے ہیں یہ فرض ہے۔

اکبرالکبائر

اسی لئے حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک لمحہ کے لئے حق تعالی شانہ کی ذات سے غافل ہوجانا، یہ اکبرالکبائر میں سے ہے۔ کبیرہ گناہ بہت سارے ہیں، ان میں سب سے بڑے جوشمار ہوتے ہیں، فرماتے ہیں کہ ایک لمحہ کے لئے اللہ کی یاد سے غافل ہونا، یہ کبائر میں بھی اکبر گناہ ہے۔ یہ کیوں؟

اس لئے کہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مالک کو ہروقت یاد رکھنا اور ذراسی بھی غفلت نہ ہو، یہ ہم پر فرض ہے۔

ہم تو سوچتے ہیں بہت سے مسلمان روزہ نہیں رکھتے، نماز نہیں پڑھتے۔، اللہ کا شکر ہے کہ ہم نماز پڑھ لیتے ہیں۔ ہم یہاں اعتکاف میں آگئے۔ حالانکہ ان میں کوئی زائد کام ہم نے نہیں کیا، یہ تو ابھی فرض بھی ادا نہیں کیا، صرف فرض کی طرف ہم بڑھ رہے ہیں کہ فرض ادا ہوجائے۔

ایک جہالت سے نکل کر علم کی طرف آنا

اور دوسرے غفلت سے نکل کر یادِ الٰہی میں مصروف ہونا، یہ فرض ہے۔

اور تیسرا فرماتے ہیں کہ معاصی اور گناہوں سے نکل کر کے توبہ کی طرف آنا، یہ بھی فرض ہے۔
ہم ہروقت معاصی میں مبتلا، ہرآن، ہرگھڑی آلودہ رہتے ہیں، اور گناہ کے اس بوجھ کا احساس بھی نہیں۔

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ یہیں پر دارالعلوم میں جہاں میری درس گاہ تھی، اس میں طویل عرصہ مقیم رہے۔ اس میں حضرت کے لئے ہم نے چارپائی بچھا رکھی تھی، وہیں قیام تھا۔

حضرت ایک دن فرمانے لگے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کا ذکر آیا، حضرت کی ایک ایک چیز کو یاد کرکے ہم آپس میں دہرایا کرتے تھے۔

گر مر جائیں تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

ابھی ابھی ہمارے بھائی مولانا عبدالرحیم صاحب مدظلہ کے ساتھ بھی اس طرح کی گفتگو چل رہی تھی، تو ہم تذکرہ کررہے تھے کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ پرایک دور گزرا تھا، دو تین سال تک مسلسل حضرت کی خواہش اور تمنا حضرت بیان فرماتے تھے، قلبی کیفیت کا اظہار فرماتے تھے کہ یہ مجمع کا آنا جانا، یہ خدام، فرماتے سب کے سب مجھے اتنے برے لگتے ہیں، اتنی مجھے تکلیف ہوتی ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ معذوری نہ ہوتی تو ہر ایک کو اس طرح کردیتا۔ (اشارہ سے دونوں ہاتھ جھٹک دیتے)

فرماتے وقت کوئی پاس ہوتا، تو ہاتھ جھٹکتے، چھوڑ دیتے اسی وقت، یعنی سچ مچ وہ کیفیت، ہاتھ جھٹک کر کہتے کہ اسی طرح سب کو ایسا کر کے میں کہیں ایسی جگہ چلا جاتا۔ اب جی میں ہے یوں ، یہ شعر پڑھتے:

جا کے رہئے ایسی جگہ جہاں کوئی نہ ہو،
ہم نوا کوئی نہ ہو، ہم زباں کوئی نہ ہو،
گر پڑ جائیں بیمار تو نہ ہو کوئی تیماردار،
گر مر جائیں تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو،

حضرت پر یہ کیفیت ایک دو دن کے لئے نہیں، سچ مچ یہ کیفیت دو تین سال رہی۔ روتے ہوئے یہ اشعار پڑھتے اور روتے ہوئے فرماتے مگر کیا کریں معذوری بھی بری بلا ہے۔

اس زمانہ میں ہمارے ایک دوست تھے حضرت مولانا عبدالمنان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

وہ فرماتے تھے کہ یہ تو اللہ تبارک وتعالی کی بہت بڑی نعمت ہے، یہ بیماریاں، یہ معذوری اور جو اللہ پاک نے یہ ٹانگیں توڑ رکھی ہیں، یہ ہم لوگوں کے لئے نعمت ہے، ورنہ ہمارے ساتھ اس طرح

یہ تھوڑے ہی رہتے۔ یہ دنیا کی دنیا اس طرح فیضیاب ان سے ہوسکتی تھی؟ وہ ہمیں چھوڑ چھاڑ کر کے کہیں غار میں، پہاڑ کی چوٹی پر کہیں بیٹھ گئے ہوتے، ان کے دل کی کیفیت ایسی ہے۔

میرے گناہوں کا پہاڑ

اسی طرح حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تذکرہ ہورہا تھا حضرت کی مجلس کا، تو حضرت مفتی صاحب نے پوچھا کہ یاد ہے کہ وہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جب مجلس میں ہوتے، ہزاروں آدمی وہاں جمع ہوتے، یہاں کچے گھر میں بھی ہمیشہ طلبہ، اساتذہ، عوام، مسلم، غیر مسلم، بڑا مجمع ہوتا تھا، درجنوں غیر مسلم ہوتے تھے، سکھ، ہندو، روز آتے تھے، اس وقت مفتی صاحب کہنے لگے یاد ہے مجلس میں حضرت کی نظر کہاں ہوتی تھی؟ میں نے کہا ہاں، انہوں نے کہا .. جَلُّ نَظَرِہِ اِلٰی السَّمَاءِ کہ ہر وقت اوپر ہی نگاہیں رہا کرتی تھیں۔

پھر مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ مجھ سے کسی نے پوچھا کہ یہ کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ اپنے شیخ کی مجلس میں جب حاضر ہو، تو کیا تصور رہنا چاہیئے؟ اب وہ گنوا رہے تھے، کوئی کہہ رہا تھا کہ اپنی تسبیحات میں مشغول رہنا چاہیئے، کسی نے کہا کہ درود شریف پڑھنا چاہیئے، کسی نے کہا ذکرِ زبانی نہیں کرنا چاہیئے، ذکر قلبی میں مصروف رہنا چاہیئے۔

فرماتے ہیں میں سب سنتا رہا۔ اور پھر میں نے اخیر میں کہا کہ میں تو میرے شیخ کی مجلس میں، حضرت شیخ کی مجلس میں ہوتا ہوں، تو میں بیٹھا ہوتا ہوں اور ڈرتا رہتا ہوں کہ میرے گناہوں کا پہاڑ میرے اوپر ہے اور میرے اوپر اب گرے گا، تب گرے گا۔ ہر وقت اس سے میں خائف اور ترساں رہتا ہوں۔

معصیت سے نکلنا فرض ہے

حضرت سہل ابن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جو پہاڑ ہے گناہوں کا جو ساری عمر ہم نے کمائے ہیں، کیا زبان نے، کیا آنکھوں نے، کیا ہاتھوں نے، کیا پیروں نے،

کوئی عضو باقی نہیں کہ جس نے اس میں حصہ نہ لیا ہو، شرکت نہ کی ہو۔ تو یہ جو ساری عمر بھر کی کمائی ہے، اس کا پہاڑ بن چکا ہے گناہوں کا۔

فرماتے ہیں کہ اس معصیت سے نکلنا توبہ کی طرف یہ بھی فرض۔ یہ تین چیزیں، تین فرائض انہوں نے بیان کیئے کہ یہ ہجرت ہمیشہ کے لئے فرض ہے، **مِنَ الْغَفْلَةِ اِلٰی الذِّکْرِ، مِنَ الْجَهْلِ اِلٰی الْعِلْمِ** اور **مِنَ الْمَعْصِيَةِ اِلٰی التَّوْبَةِ**، حق تعالیٰ شانہ ہمیں بھی توبہ نصوح نصیب فرمائے۔

یہ میں نے تمہید کے طور پر پرعرض کیا کہ ہم، جس چیز کا بار بار روز اعادہ کرتے ہیں، اور بزرگوں کے نسخے معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہ کسی زائد چیز کے حصول کے لئے نہیں، بلکہ فرض کی ادائیگی کے لئے ہے، جس سے ہم غافل ہیں۔ ساری عمر ہم نے غفلت میں گزاری۔

اسی کا نسخہ بتایا ہمارے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ دوامِ طہارت، دوامِ صوم۔ تو میں نے بتایا تھا کہ صوم میں بھی رکنا ہے، امساک، اور عرض کیا تھا کہ یہ روزہ جب سے شروع ہوتا ہے، افطار تک پورا دن آپ عبادت میں مصروف ہیں۔

جس طرح نماز میں بھی مشغول ہوں، تو بول نہیں سکتے، روزہ میں بھی بول نہیں سکتے۔ ذرا سی بدزبانی یا غیبت ہوئی کہ روزہ ٹوٹ گیا۔

امام اوزاعی کے نزدیک فوراً ٹوٹ جائے گا اور یہ کیوں ٹوٹ جائے گا، اس لئے کہ ہماری شریعت میں اگرچہ یہ اس کا رکن نہیں ہے روزہ کا، مگر پچھلی شریعتوں میں یہ رکن تھا۔

اس لئے کہ ان کے یہاں چپ کا روزہ ہوتا تھا۔ جس طرح ہم روزہ رکھتے ہیں صبح سے شام تک، ان کے یہاں زبان بندی ہوتی تھی، کچھ بھی بول نہیں سکتے، کلام نہیں کر سکتے، **اٰیَتُکَ اَنْ لَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ اِلَّا رَمْزاً**۔

حضرت مریم علیہا السلام کو حق تعالیٰ شانہ نے یہی فرمایا تھا کہ جب کوئی تیرے پاس بچہ دیکھے اور آ کر پوچھے کہ مریم! تم کہاں سے لائی یہ بچہ بغیر شادی کے؟ **فَقُوْلِیْ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ**

صَوْماً، کہ میں نے نہ بولنے کی نذر مانی ہے، میرا روزہ ہے چپ کا، میں نہیں بول سکتی۔حق تعالی شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گویائی عطا فرمائی۔انہوں نے بولنا شروع کیا، اِنِّی عَبْدُ اللّٰہِ، آتَانِیَ الْکِتَابَ۔

حضرت زکریا علیہ السلام کے قصہ میں ہے جب دعا قبول ہوگئی اور بشارت ملی، اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ، کہ آپ کے یہاں بیٹا آئے گا۔خود ہی بیٹا مانگتے ہیں، جب دعا قبول ہوگئی اور جواب ملا کہ بیٹا آپ کو ملے گا، تو پھر کہتے ہیں میں تو بوڑھا ہوگیا ہوں، کیسے ملے گا؟ بیوی بھی بانجھ ہے۔اس حالت میں مانگا اور اس حالت میں حق تعالی شانہ دے رہے ہیں۔اب سوال کر رہے ہیں۔پھر پوچھتے ہیں کہ اچھا، اس کی نشانی کیا ہوگی؟ کب آئے گا؟ فرمایا کہ وہ جو تین دن کے تمہارے روزے ہوتے ہیں، ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ اِلَّا رَمْزاً، جس میں آپ چپ کا روزہ رکھتے ہو، اشارہ سے باتیں کرتے ہو، اس وقت وہ آئے گا۔یہ پچھلی شریعتوں میں روزہ ہوتا تھا چپ کا روزہ۔ہماری شریعت میں چپ کا روزہ نہیں ہے۔

لیکن یہ آداب میں سے ہے کہ اگر اس کے خلاف کرے گا، تو روزہ ٹوٹ سکتا ہے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیبت کی، تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

دوامِ طہارت، دوامِ صوم، دوامِ صمت، دوامِ خلوت۔تو اب کوئی ساتھی ہوگا، مجمع ہوگا، جبھی تو بات کر سکے گا۔تو اس کا علاج تلاش کیا گیا کہ کیسے اس کو حاصل کیا جائے کہ سکوت اور چپ رہنا کیسے سیکھا جائے، فرمایا بھاگو انسانوں سے، خلوت اختیار کرو۔

اسی لئے حق تعالی شانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہاں بلایا کوہِ طور پر، وَوَاعَدْنَا مُوسٰی ثَلَاثِیْنَ، پورے چلّہ کے لئے تاکہ کوئی بات کرنے والا نہ ہو، خلوت، اور مکمل خلوت رہے۔

اور ہمارے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوتیں تمام انبیاء سے نرالی، چونکہ سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، سب کے سردار ہیں۔

عام طور پر تو یہ کہا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ مہینے یا تین سال یا ساڑھے تین سال خلوت میں گزارے۔

ابھی مجھے ایک روایت ملی، میں نے حوالہ اس کا لکھا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا آئی ہیں، پچیس برس کی عمر میں وہ آپ کی زوجیت میں آئی ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ البال ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت سے خلوت اختیار فرمالی۔ پچیس برس کی عمر سے غارِ حرا میں تشریف لے جانے لگے۔ پچیس برس کی عمر سے چالیس سال کی عمر تک۔

اور اسی وقت سے معمول تھا لمبے لمبے زمانہ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ والوں کو چھوڑ کر کے، بت پرستوں کو چھوڑ کر، خلوت میں چلے جاتے۔ گندے ماحول سے دور رہنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جبلِ نور پر تشریف لے جاتے۔

خلوت کی جو علت ہے، اس کی وجوہات میں سے سکوت ہے، خلوت خود مطلوب نہیں ہے، بلکہ مطلوب کیا ہے صمت، تا کہ کوئی بات کرنے والا نہ ہو۔

لیکن جب آپ خلوت میں ہوں گے، آپ اکیلے ہیں، آپ کی ٹیپ اون ہو جائے گی، تصورات، خیالات کی، ساری دنیا بھر کے گندے گندے تصورات بھی آئیں گے۔ مسجد میں بیٹھے ہیں، حرم میں بیٹھے ہیں، نیک مجلس میں ہیں، نماز میں ہیں، لیکن ایسے ایسے تصورات آئیں گے کہ آپ اس کو بیان بھی نہیں کر سکتے۔ یہ ٹیپ چالو ہو جائے گی۔

اس لئے یہ روحانی اطباء ہوتے ہیں، جیسا یہ کہیں، اسی طرح کرنے میں فائدہ ہے۔ کچھ عرصہ آپ کر کے دیکھئے، مستند طبیب، جو صحیح طریقہ سے کسی مریض کا علاج کر رہا ہو، اگر اس کی تجویز کوئی نہ مانے تو ذرا سی بات سے مسئلہ بگڑ سکتا ہے۔

اکبر بادشاہ

مغل امپائر کے بہت بڑے بادشاہ اکبر، ان کی موت کا قصہ لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ اسہال ہوگئے، بہت زیادہ جلاب ہورہے تھے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے والد صاحب حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال اسی میں ہوا کہ حضرت مولانا یحییٰ صاحب کو دست لگے ہوئے تھے۔ حکیم صاحب نے ایک دوا دی، وہ کارگر نہیں ہوئی۔ دوسری دوا دی، کارگر نہیں ہوئی۔ کوئی سخت دوا دے دی، اس سے بند پڑ گیا، ایسا کہ پھر وہ جان لیوا ثابت ہوا، انتقال ہوگیا۔

اکبر کے لئے طبیب لایا گیا، تو انہوں نے کوئی دوا دی۔ تو اکبر نے شکایت کی کہ تمہاری دوا سے تو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ طبیب نے کہا کہ اچھا بھئی، پانی لاؤ۔ پانی کا گلاس لایا گیا۔ جیب میں سے پڑیا نکالی، پانی میں ڈالا۔ کیا اطباء ہوتے تھے، وہ پوڈر پانی میں ڈالتے ہی وہ پانی فالودہ اور برف کی طرح جم گیا۔

خود اکبر کے زمانہ میں، پچھلے زمانہ کے بنے ہوئے، ایک جگہ نہیں، دسیوں جگہ جو بڑے بڑے حمام ہوتے تھے، نہانے کے لئے، گرمی کے لئے بنائے جاتے تھے، وہاں نہ کوئی سینٹرل ہیٹنگ، نہ کوئی نظام، پھر بھی پانی بھی گرم آرہا ہے، ہوا بھی گرم آرہی ہے، یہ گرمی آتی کہاں سے ہے؟ پانی کہاں سے گرم ہوتا ہے؟ جب ان عمارتوں کو توڑا گیا، تو ہر جگہ ایک ہی چیز ان کو ملتی تھی کہ ایک اینٹ کہیں سے ہٹائی، باہر کی ہوا لگی اور دیکھا کہ چراغ جل رہا تھا، جو باہر کی ہوا لگتے ہی فوراً بجھ گیا۔ اور اس کے بجھنے کے ساتھ سب نظام ختم ہوگیا۔ کہیں پانی گرم نہیں ہوتا، نہ کہیں گرمی ہے، سب نظام چل رہا تھا کس سے،؟ صرف ایک چراغ سے سب نظام چل رہا تھا۔

اکبر بادشاہ کا معالج طبیب اپنے جیب سے پڑیا نکالتا ہے، جیسے ہی پانی میں ڈالی، تو پانی جم گیا اور اس میں ٹھنڈک پیدا ہوگئی۔ طبیب کہنے لگا کہ بادشاہ سلامت! دوائیں تو ایسی بھی ہمارے

پاس ہیں، دیکھا آپ نے کرشمہ۔لیکن آپ کو نہیں دے سکتے کہ یہ تو اندر مادہ کو جما دے گا۔وہ پھر کسی چیز سے پگھل نہیں سکتا۔ کہتے ہیں بادشاہ تو بادشاہ ہوتے ہیں۔اکبر نے ضد کی۔اس نے کہا نہیں، نہیں، تنگ ہو گیا ہو گا اسہال جلاب سے۔اس نے کہا نہیں نہیں، کہ یہ دوا دی جائے۔ طبیب نے بہت منت سماجت کی، کوشش کی، جب بادشاہ نے ایک نہیں سنی اور اصرار کیا کہ نہیں، مجھے یہ دوا دے دو۔کھاتے ہی مر گیا، کیوں کہ وہ بند ٹوٹ نہیں سکتا تھا۔

یہ مشائخِ سلوک اطباء ہوتے ہیں۔تو دیکھئے کہ کیسی ہماری بیماری ہے، بولنا، اس کے علاج کے لئے تجویز کیا روزہ رکھو اور اس کے آداب میں سے ہے چپ رہنا۔پھر فرمایا کہ دوامِ صمت، بالکل چپ رہا کرو۔دیکھا کہ اس سے بھی کام نہیں چلتا تو کہا کہ خلوت اختیار کرو، دور چلے جاؤ۔تو دوامِ طہارت، دوامِ صوم، دوامِ صمت اور دوامِ خلوت، بھاگ کر لمبے عرصہ کے لئے دور رہو۔اور جب تنہائی میں رہے گا، بہت دور، تو وہاں بھی خیالات تصورات کی ٹیپ اون رہے گی۔فرمایا اس کے لئے دوامِ نفیِ خواطر۔تو یہ خواطر کتنی قسم کے ہوتے ہیں اور کس طرح وارد ہوتے ہیں، کل عرض کریں گے ان شاء اللہ۔اللہ تبارک وتعالی ان اطباء کے نسخوں پر عمل کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہ وَصَحبِہ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گذشتہ کل ہم نے نفیِ خواطر پر اپنا سبق چھوڑا تھا۔جن چیزوں کی پابندی کی بزرگوں نے تاکید فرمائی ، ایک ہمیشہ پاک رہو، دوامِ صوم، دوامِ طہارت، دوامِ صمت۔دوامِ صوم، دوامِ صمت، روزے سے رہو، چپ رہو، خلوت میں رہو، اور نفیِ خواطر۔ان کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ ان سب میں ایک چیز قدر مشترک ہے کہ بولو نہیں۔کیوں کہ جو صوم ہے، تو اس کے متعلق عرض کیا تھا کہ یہ پچھلی شریعتوں میں یہ روزہ جس طرح کھانے پینے سے رکنا ہوتا تھا، اسی طرح چپ کا بھی روزہ ہوتا تھا۔

روزہ کی تاریخ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی ہزار خصوصیات ہیں دیگر انبیاء کے مقابلہ میں۔چند ہزار تو کتابوں میں علماء نے لکھی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ پچھلی امتوں میں جو روزہ ہوتا تھا وہ چوبیس گھنٹے کا ہوتا تھا، اور اس میں بھی پھر بولنے کی ممانعت ہوتی تھی، کھانا پینا بھی بند اور بولنا بھی بند۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے یہ وقت آدھا ہو گیا۔ایک صحابی رضی اللہ تعالی عنہ دن بھر کام کر کے گھر پہنچے، روزہ سے تھے اور اہلیہ سے کہا کہ کچھ کھانے کو ہو تو لاؤ۔اہلیہ نے کہا میں پڑوس میں جا کر تلاش کرتی ہوں، کسی کے یہاں کچھ مل جائے۔لے کر واپس آئیں، تو صحابی کی آنکھ لگ گئی تھی۔

یہ ان کی روزہ کی ابتداء ہوتی تھی کہ جیسے ہی آنکھ لگی، تو پھر روزہ شروع ہو جاتا تھا۔اس پر وہ رونے لگی کہ اوہو! ایک روزہ ابھی ختم نہیں ہوا، افطاری نہیں کی، چوبیس گھنٹے بغیر کھائے پیئے

گزرے ہیں اور ابھی پھر دوبارہ روزہ شروع ہوگیا۔

حق تعالیٰ شانہ کی رحمت جوش میں آئی اور حکم بدل گیا، ﴿فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾، یہ آیت نازل ہوئی اور اب روزہ کا وقت صرف دن دن کا رہ گیا، رات روزہ میں شامل نہیں رہی۔ اور جو پچھلی امتوں کے لئے روزہ میں چپ رہنا تھا، اس کو بھی حذف کر دیا گیا۔ لیکن میں نے عرض کیا کہ ہمارے یہاں ادب کے طور پر باقی رکھا گیا کہ ادب یہ ہے کہ بقدرِ ضرورت زبان کو ہلائے اور ہر وقت اس کو حق تعالیٰ شانہ کی یاد میں مشغول رکھے۔

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نصیحت

یہ صوم، پھر اس کے بعد صمت ہے کہ بالکل چپ رہو۔ اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تقسیم ہمیں بتائی کہ زیادہ وقت اللہ جل شانہ سے بات کرو اور بندوں سے کم بات کرو۔ یہ تقسم بولنے میں ہے۔ یہ ایک عضو ہے، اس کو ہمیں سوچنا چاہئے کہ ہم نے کس کی خدمت میں اس کو زیادہ استعمال کیا؟ حق تعالیٰ شانہ کے لئے یا بندوں کی خدمت کے لئے استعمال کیا۔ تو اس کو تولتے رہنا چاہئے، اس کا موازنہ کرتے رہنا چاہئے۔ اور چونکہ انسان کی فطرت ہے، کوئی ملے گا تو بولے گا، اس لئے حکم ہوا کہ مجمع میں رہو گے، تو تم بول پڑو گے، گناہ میں پھنسو گے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ خلوت میں چلے جاؤ۔

چوتھی چیز نفیِ خواطر۔ خلوت میں جانے کے بعد، میں نے عرض کیا تھا کہ کوئی نہیں ملے گا تو پھر اپنی ٹیپ چالو ہو جائے گی، دل سے باتیں شروع ہو جائے گی۔ اس پر روک لگانے کے لئے ہمارے یہاں مشائخ نے بہت سے اس کے علاج ایجاد کئے، ان میں سے مراقبات ہیں۔

پاس انفاس

اور پاس انفاس ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ ہر سانس کے ساتھ ذکر کیا جائے، یہ ذکر جنت میں ہر

جنتی کو ملے گا، **یُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ كَمَا تُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ،**

روزہ میں جو ہمارے سانس چلتے ہیں، ہر سانس پر ہمیں مفت میں تسبیح کا ثواب ملتا ہے۔

اور وہاں جنت میں تو باقاعدہ سانس کے ساتھ تسبیح جاری رہے گی، ہمیں تعب و تکلیف کوئی نہیں ہوگی، مگر جاری رہے گی۔

اسی کی مشق کے لئے مشائخ نے پاس انفاس ایجاد کیا کہ سانس کی حفاظت کی جائے۔ اس کو ذکر میں مشغول رکھا جائے کہ اندر جو سانس جائے اس میں اللہ کا تصور ہو، پھر جب چھوڑ رہا ہے تو **ھُو** کا تصور ہو۔ اندر جانے والے سانس میں اللہ اور باہر نکلے اس میں **ھو** کا زبان ہلائے بغیر صرف تصور ہو۔

مراقبۂ معیّت

اسی طرح مراقبات ہیں۔ مراقبۂ معیت یہ جو قرآن کہتا ہے کہ **اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا، وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ،** اس کا استحضار ہر وقت رکھا جائے۔ اور یہ استحضار کتنا کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، بہت اونچے اولیاء اللہ میں سے ہیں، جس طرح ہمارے یہاں ہندوستان کا پورا علاقہ یہ حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے کھاتہ میں جاتا ہے، اسی طرح یہ مصر اور یہ بربر قوموں کا سارا علاقہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے کھاتہ میں ہے۔ وہاں کے اقطاب میں سے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت

حضرت کا آخری وقت ہے، خدام نے دیکھا کہ تکلیف زیادہ ہے، نزع کا عالم ہے۔ طبیب بلایا گیا، آپ نے منع فرمایا کہ مجھے طبیب کی ضرورت نہیں۔ میرا طبیب، میں اس کو اپنا مرض بتا سکتا ہوں۔ لوگ کہنے لگے کہ اچھا، پھر اپنے طبیب کو آپ اپنا مرض بتا دیجئے تاکہ آپ کا علاج ہو۔ فرمانے لگے کہ اسی نے تو مجھے بیمار کیا ہے۔ تو لوگوں نے سمجھا کہ اب یہ تو بیماری میں جس طرح

کوئی بولتا رہتا ہے، اس طرح کی باتیں ہوں گی۔ انہوں نے کسی طبیب کو بلالیا، تو حضرت نے ایک شعر پڑھا ؎

از سرِ بالینِ من برخیز، اے ناداں طبیب!

انہوں نے عربی کا شعر پڑھا ہوگا، اس کا ترجمہ فارسی میں کیا گیا کہ

از سرِ بالین من برخیز، اے ناداں طبیب!
کہ دردمندِ عشق را داروئے جز دیدار نیست

فرمایا کہ بے وقوف ڈاکٹر، بے وقوف طبیب، تو میرے سرہانے سے اٹھ جا۔ تجھے پتہ نہیں کہ جو عشق کا بیمار ہوتا ہے، اپنے معشوق اور محبوب کی زیارت کے سوا اس کی کوئی دوا ہو ہی نہیں سکتی۔ وہ دوا تیرے پاس نہیں ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی تین دعائیں

اسی لئے پھر جب حضرت کا وصال ہوگیا، تو حضرت کے متوسلین میں سے کسی نے خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ حضرت کیا گزری؟ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ کچھ کام ہوگیا، کچھ ابھی رہتا ہے۔ کیا کام ہوگیا، کیا ابھی رہتا ہے؟ فرمانے لگے کہ میں زندگی میں تین دعائیں کیا کرتا تھا۔ بڑی عجیب دعا، آج مبارک رات ہے، جیسا حضرت نے مانگا اتنے شوق سے، اتنے قریب سے اللہ تعالیٰ ہمیں مانگنے کی توفیق دے۔ وہ کیا مانگتے تھے اور عمر بھر کا ہر دن روزِ عید ہوتا تھا۔

ہر روز روزِ عید اور ہر شب شبِ قدر

میں نے یہاں برطانیہ پہنچنے کے بعد جلدی حضرت شیخ کو خط نہیں لکھا کیوں کہ آتے ہی چند دنوں میں نکاح طے ہوگیا تھا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا گرامی نامہ آیا۔ تحریر فرمایا کہ اب ہم غریبوں کو آپ وہاں کیا یاد کروگے۔ وہاں کا ہر روز روزِ عید ہوگا اور ہر شب شبِ قدر ہوگی۔

اِسی طرح ان حضرات کی تو ہر شب شبِ قدر اور ہر دن عید کا دن ہوتا تھا۔
اسی لئے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شب قدر تو قدر پہچاننے سے بنتی ہے۔
اگر قدر بدانی، ہر شب شبِ قدر است۔ فرمایا کہ تم قدر پہچانو تو کیا فرق ہے، ہر رات شبِ قدر ہے۔، ورنہ ایسی ہزاروں شبِ قدر آئیں، گزر جائیں۔ جو نا قدرے ہوں ان کے لئے کیا فرق پڑے گا، مبارک ساعتیں آ کر چلی جائیں گی۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اپنے متعلق کہ میں روز، ہمیشہ، ہر وقت تین چیزیں اللہ تعالی سے مانگتا رہتا تھا۔ ایک تو میں کہتا تھا کہ الٰہی! میں بہت گناہ گار ہوں، جس قسم کی تو سزا میرے لئے تجویز کرے وہ میرے لئے کم ہے، لیکن میرے اس اقرار اور اعتراف کے بعد میری ایک درخواست ہے وہ یہ کہ میرے لئے تو جو سزا تجویز کرے، تو وہ سزا داروغۂ جہنم کے ہاتھوں دینے کے بجائے اپنے ہاتھ سے دیجئے۔

پھولوں کی چھڑی سے پٹائی

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ تھے استاذ اور ان کے شاگرد تھے ہمارے صوفی اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ صوفی جی فرماتے تھے کہ میں سبق سناتا تھا۔ ایک دن سبق یاد نہیں تھا، تو حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، نازک پھول جیسے انسان۔ اب وہ کیا فرماتے ہیں کہ دیکھئے، کل اگر آپ نے سبق یاد نہ کیا، تو پھولوں کی چھڑی سے ہم آپ کی پٹائی کریں گے۔

اسی طرح ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سمجھتے تھے کہ داروغہ جہنم کو اگر حکم ہو گیا، تو وہ تو جو سزا تجویز ہوئی، وہ اس کو دینی پڑے گی۔ اور خود باری تعالیٰ تھوڑے ہی پٹائی کر سکتے ہیں داروغۂ جہنم کی طرح سے۔ یہ تو پھولوں کی چھڑی سے پٹائی کریں گے۔ اس لئے وہ کہتے ہیں کہ جو سزا میرے لئے آپ تجویز فرمائیں، تو داروغۂ جہنم کے سپرد کرنے کے بجائے اپنے دستِ مبارک سے وہ سزا

مجھے دیجیئے۔ایک دعاتو یہ ہوئی۔

اورفرماتے ہیں کہ دوسری میری درخواست یہ ہوتی تھی کہ میں عرض کرتا تھا کہ باری تعالی!اگر میرا کوئی عمل تیرے نزدیک مقبول ہے اور تو مجھے اس پر جزا دینا چاہتا ہے، تو میں رضوان کے ہاتھوں لینا نہیں چاہتا۔ جتنا ثواب اور جتنا بدلہ تو مجھے دینا چاہتا ہے اس سے دسیوں گنا کم مجھے دے، لیکن اپنے ہاتھ سے دے۔ کتنے قریب سے بات کر رہے ہیں؟ کتنے قریب سے؟ مناجات کی لذت کس قدر پا رہے ہوں گے؟

مرا چیزے نمی باید بجز دیدار یا اللہ

یہ گُر حضرت معاذ رضی اللہ تعالی عنہ سکھا رہے ہیں،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، **أَعْلَمُهُمْ بِحَلَالٍ وَّحَرَامٍ،** سب سے بڑے علامہ تھے صحابہ کرام میں،علم کے پہاڑ تھے۔وہ فرماتے ہیں کہ انسانوں سے بات کرنے سے کیا ملے گا، اللہ جل شانہ سے بات کرتے رہو۔کس طرح؟اور کیسی بات کی جائے؟

جس طرح ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں روز حق تعالی شانہ سے ہر وقت یہ مانگتا رہتا تھا اور ان دو چیزوں کی درخواست کرتا تھا۔

اور تیسری چیز میں یہ مانگتا تھا کہ الٰہی! تجھ سے مانگتا ہوں لیکن تجھ سے تجھی کو مانگتا ہوں۔

جیسے حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

زشرِ نفسِ امّارہ نگاہم دار، یا اللہ!

ہوائے حرصِ نفسانی ز من بردار، یا اللہ !

دعا کررہے ہیں کہ الٰہی! میرے نفسِ امارہ سے میری حفاظت کیجئے۔اور یہ نفس مجھے بہت پریشان کررہا ہے،تو اس سے حفاظت میں میری مدد کیجئے۔آگے فرماتے ہیں کہ ؎

نہ دنیا دوست می دارم

جس طرح ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ درخواست کرتے ہیں، بالکل اسی طرح وہ مانگ رہے ہیں۔

نہ دنیا دوست می دارم، نہ عقبیٰ را خریدارم،
مرا چیزے نمی باید ، بجز دیدار یا اللہ!

جو دونوں چیزیں ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے داروغۂ جہنم اور رضوان کے متعلق کہی تھیں، اسی سے ملتی جلتی یہ مانگ رہے ہیں۔ ان سب کے یہاں ایک ہی قدرِ مشترک آپ کو ملے گا۔

خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں کہ

نہ دنیا دوست می دارم، نہ عقبیٰ را خریدارم

الٰہی! مجھے نہ دنیا چاہئے، نہ دنیا کی کوئی نعمت چاہئے۔ نہ مجھے آخرت چاہئے، آخرت میں جنت بھی نہیں چاہئے۔ کوئی نعمت وہاں کی بھی نہیں چاہئے۔

مرا چیزے نمی باید بجز دیدار یا اللہ!

ایک چیز تیری زیارت، تیرا دیدار، تیری رؤیت، تو سامنے ہو، میں تجھے تکتا رہوں۔ اللہ تعالیٰ اس طرح کی مناجات، اس طرح کی دعا کا لطف ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

حضرت عبدالجبار حدسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جس طرح حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے موازنہ فرمایا دنیا کا اور عقبیٰ کا۔

ایک صحابی ہیں حضرت عبدالجبار حدسی رضی اللہ عنہ۔ یہ جس طرح ہمارے یہاں پہاڑوں کا سلسلہ ہے، جبال ہمالیہ، ایک پورا پہاڑی سلسلہ ہے، اسی طرح ارارات کا پہاڑی سلسلہ ہے۔ اسی طرح ایک لمبا پہاڑی سلسلہ جبلِ سرات کا ہے۔ اس علاقہ کے تھے یہ حضرت عبدالجبار حدسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے وفد کو لے کر حاضر ہوئے کہ جا کر معلوم

کریں اسلام کیا ہے،۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں۔ چنانچہ یہ پہنچے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یہ مُلکِ سرات کے لوگ حاضر خدمت ہوئے ہیں۔ وہاں کا وفد آیا ہے اور یہ ان کے رئیس ہیں عبدالجبار۔ یہ پیش ہوئے سب سے آگے آگے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا،کون؟

سوالات لے کر آئے اور فدا ہو کر گئے

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے یہاں کوئی اجنبی مہمان آتے ،تو مصافحہ کے ساتھ ہی پوچھا جاتا کون؟ کہاں سے؟ کب تک ٹھہروگے؟ تین سوال ایک سانس میں۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کون؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرا نام جبار۔فرمایا نہیں نہیں، جبار تو وہ ہے۔آپ کا نام عبدالجبار۔سرشت اور جبلّت ایسی تھی کہ فوراً سرِ تسلیم خم کہ ٹھیک ہے یارسول اللہ! میرا نام آج سے عبدالجبار۔ پوچھا کہاں سے آئے،عرض کیا کہ ملکِ سرات سے میں حاضر ہوا ہوں۔

پھرانہوں نے اپنی طرف سے سلام کے طور پر عرض کیا أَنْعِمْ صَبَاحاً (Good Morning)، اسی کا ترجمہ ہے أَنْعِمْ صَبَاحاً (Good Morning)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے اچھا تحیہ میرے رب نے مجھے دیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ یوں کہنا چاہئے کہ السلام علیکم۔فوراً انہوں نے مان لیا اور عرض کیا السلام علیکم۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا وعلیکم السلام۔

ابھی تو سائل بن کر آئے تھے اور فدا ہو گئے۔عرض کیا کہ آپ بہت اچھے لگتے ہیں۔آپ کی باتیں کتنی پیاری،آپ کی کتنی میٹھی باتیں ہیں، أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ، میں تو صرف معلوم کرنے کے لئے آیا تھا،لیکن بس، یہ دو تین سوالات جوابات ہوئے،تو آپ کی باتیں بڑی پیاری معلوم ہوئیں،اس لئے میں اسلام قبول کرتا ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے ، ان کے وفد کے جو ساتھی تھے، انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ! یہ بڑے اچھے شہسوار ہیں، ہمارے یہاں ہمارے علاقہ میں بہترین شہسواروں میں ان کا شمار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں بہت بڑی تعداد میں جس طرح اونٹ رہتے تھے، جانور رہتے تھے، اسی طرح گھوڑے بڑی تعداد میں رہتے تھے۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں مندوح، لخیم تھے۔ سب کے الگ الگ نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں متعین تھے، مندوب نام بھی تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ارشاد فرمایا کہ فلاں گھوڑا ان کو دے دو۔ ان کو دے دیا گیا، وہ گھوڑا اونچی شان کا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھوڑا اور کس شان کا ہوگا۔ تو اس کی صہیل اور ہنہنانا اس گھوڑے کا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں میں اس کی آواز آتی رہتی تھی۔

ایک دن انہوں نے سوچا اپنی طرف سے کہ یہ دوسرے جانوروں کو دیکھتا ہے اور یہ ہنہناتا ہے اور بہت شور کرتا ہے، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی ہوگی۔ انہوں نے اپنی طرف سے سوچ کر کے اس کا علاج تجویز کیا اور اس گھوڑے کو خصی کر دیا، اس کی جفتی کی طاقت ختم کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ پوچھا کہ وہ گھوڑے کی جو آواز آتی تھی وہ کیوں موقوف ہوگئی؟ ان کو بلایا گیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے سوچا کہ اس کے ہنہنانے کی آواز سے حضور کو تکلیف ہوتی ہوگی، اس لئے میں نے اس کو خصی کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام میں فوراً اعلان کروادیا ''بالکل نہیں، ہرگز نہیں! گھوڑوں کو ایسا نہیں کر سکتے''۔ جو گوشت کے جانور ہیں، ان میں تو ایسا کیا جا سکتا ہے کہ گوشت عمدہ اور اچھا ہو جاتا ہے، مگر گھوڑے میں ایسا نہ کیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرما دی۔

حضرت تمیم داری کے چچازاد بھائی

ان کے وفد نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ بہت چہیتے لاڈلے ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بہت چاہتے ہیں۔ ایک دفعہ کسی نے ان کو مشورہ دیا کہ آپ کے چچازاد بھائی ہیں تمیم داری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بھی بہت چاہتے تھے، ان سے کئی روایتیں ہیں۔ ابھی وقت نہیں ہے، یہ جو دجال کی روایت ہے بڑی مشہور، وہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے دجال کو دیکھا تھا کہ کہاں پر وہ قید ہے۔

اسی طرح مسجدِ نبوی میں پہلے اندھیرا ہوتا تھا۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ روشنی ہی روشنی۔ پوری مسجد منور، پوچھا کہ یہ کس نے کیا؟ بتایا گیا کہ یا رسول اللہ! یہ تمیم داری شام گئے تھے تجارت کے لئے، وہاں سے یہ تیل لائے ہیں، زیتون کا تیل۔ ہمارے یہاں جس طرح یہ قمقمے لگے ہوئے ہیں، تو اس طرح وہ قمقمے انہوں نے بہت سارے چین میں لٹکا کر کے مسجد نبوی کو روشن کیا۔ تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! تمیم داری وہاں سے شام سے لائے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر میرے کوئی بیٹی ہوتی تو میں تمیم داری کے نکاح میں دے دیتا۔ مسجدِ نبوی کی خدمت سے اور روشنی کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر مسرت وخوشی ہوئی۔

حضرت عبدالجبار حدسی رضی اللہ تعالی عنہ

حضرت عبدالجبار حدسی رضی اللہ تعالی عنہ ان کے چچازاد بھائی تھے۔ کسی نے انہیں مشورہ دیا کہ دیکھو، تمیم داری آپ کے چچازاد بھائی ہیں۔ انہوں نے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر کے فلاں جگہ زمین جائداد اپنے نام کروالی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر لکھ دی، یہ آپ بھی لکھوا لیجئے۔ تم تو سرات سے یہاں آئے ہو، وطن سے بے وطن ہو۔

انہوں نے پوچھا کہ تمیم داری ہمارے چچا زاد بھائی نے جو لکھوائی ہے وہ حال کے لئے یا مستقبل کے لئے، یعنی اس جہان کے لئے یا اُس جہان کے لئے۔ سوچ کر بتایا کہ نہیں، یہ تو حال کے لئے، اس جہان کے لئے، دنیا کے لئے لکھوائی ہے۔ حضرت عبدالجبار حدسی رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ نہیں، میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہاں کے لئے کیا مانگوں، اور کیوں مانگوں؟ میں تو مانگوں گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اُس جہان کے لئے مانگوں گا۔ اور اُس جہان کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا مانگوں گا؟ میں عرض کروں گا کہ حق تعالی شانہ کی بارگاہ میں جب میری پیشی ہو، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری شفاعت فرمائیں۔ یہ مانگنے کے راستے اور طریقے اور انداز ان حضرات نے ہمیں بتائے۔

بتایا خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ کیا مانگنا چاہیئے؟

نہ دنیا دوست می دارم، نہ عقبیٰ را خریدارم
مرا چیزے نمی باید ، بجز دیدار یا اللہ!

اللہ تبارک وتعالی اس مبارک رات کی ہمیں قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور جو جس طرح مانگتا ہے اس طرح اُسے ملتا ہے۔ جس طرح یہ حضرات خواجہ باقی باللہ، ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہم مناجات، قریب سے گفتگو کرتے ہیں، اس طرح ہمیں کرنا آجائے۔ ہمیں بھی جو جس طرح مانگیں اس طرح مل سکتا ہے، کاش کہ مانگنے کے آداب سے ہم واقف ہوتے۔

اس دن میں نے عرض کیا تھا کہ جو شخص یوں کہے کہ میں نے فلاں کام کے لئے، فلاں چیز کے لئے بہت دعائیں کیں، مگر میری دعا قبول نہیں ہوئی، اسی وقت سے وہ آدمی غیر مستجاب بن جاتا ہے۔ اس کے بعد آئندہ اس کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔ پہلے تو ہمیں آج شبِ قدر میں اس سے توبہ کرنی چاہیئے ہماری زبان سے اس طرح کے کلمات نکلے ہوں، اور ہمارا نام بھی اسی فہرست میں آگیا ہو جن کی دعا قبول نہیں ہوتی، اس سے توبہ کرنی چاہیئے۔

حضرت کرز بن وبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کرز بن وبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وہ حق تعالیٰ شانہ سے ایک ہی چیز مانگتے رہتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ میں اللہ عزوجل سے عرض کرتا الٰہی! مجھے اسمِ اعظم عطا فرما۔

کہتے ہیں ہمارے یہاں حضرت مولانا شاہ یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، وہ اسی لائن کے تھے۔ حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کوئی شخص آیا حضرت مولانا شاہ یعقوب صاحب کے پاس، اور اس نے عرض کیا کہ حضرت! فلاں مقدمہ ہے، اس کے لئے دعا فرمائیں۔ حضرت نے اتنا سنتے ہی یوں فرمایا کہ اچھا! آئندہ آپ فلاں دن، فلاں وقت میں، اتنے بجے فلاں دیوبند سے جو راستہ، فلاں سڑک کی طرف جاتا ہے، اس سے ایک کیلومیٹر دور، وہ جو درخت ہے اس کے نیچے آجانا۔

وہ صاحب اس متعین وقت پر وہاں پہنچ گئے۔ تھوڑی دیر میں حضرت بھی تشریف لئے آئے، حضرت نے اشارہ فرمایا کہ تم یہاں بیٹھ جاؤ۔ اتنے میں وہ شخص جس نے دعا کے لئے کہا تھا، وہ کیا دیکھتا ہے کہ سامنے سے ایک بڑے میاں آرہے ہیں، لکڑیوں کا گٹھر سر پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ جیسے ہی اس بڑے میاں کو حضرت مولانا یعقوب صاحب نے دیکھا تو دور سے فرمایا ارے بھائی! اس کو چھوڑ دے، چھوڑ دے۔ وہ مقدمہ تھا اس کے متعلق۔ تو وہ بڈھوں کی طرح سے کہتا ہے نہیں، نہیں، نہیں چھوڑتا۔ تین دفعہ حضرت نے دہرایا یہ کلمہ کہ بھائی، چھوڑ دے۔ اس نے کہا نہیں۔

پھر اس کے بعد حضرت نے جس طرح بچے کھیلتے ہیں زمین، ہموار کرتے ہیں، مٹی ٹھیک کرتے ہیں، مٹی ٹھیک کی اور لکڑی لی اور اس سے کچھ کلمات لکھنے شروع کئے۔ اُدھر سے وہ کہتا ہے چھوڑ دیا، چھوڑ دیا۔ حضرت مولانا یعقوب صاحب نے ان صاحب سے جو دعا کے لئے آئے تھے، ان سے فرمایا جاؤ بھئی، تمہارا کام ہوگیا۔

میں نے کہا حضرت! میں تو چلا جاؤں گا، لیکن یہ کیا نظارہ میں نے دیکھا، میں تو سمجھ نہیں سکا۔ میں نے تو حضرت سے صرف دعا کے لئے عرض کیا تھا کہ حضرت! مجھے کچھ پڑھنے کے لئے بتائیں گے، دعا فرمائیں گے۔ حضرت نے فرمایا، جنگل میں آنا۔ جنگل میں میں آیا اور یہاں میں نے یہ منظر دیکھا کہ بڑے میاں آئے اور پہلے کہتے رہے کہ میں نہیں چھوڑتا اور پھر بعد میں جب آپ نے کچھ لکھا، تب کہا چھوڑ دیا۔

حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ یہ اصل میں اس علاقہ کا یہ قطب ہے۔ آپ کے بیٹے پر جو مقدمہ تھا وہ اس کے علاقہ میں پڑتا ہے۔ میں نے اس وقت مراقبہ کیا کہ اس سے کہاں میں مل سکتا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ دیوبند سے قریب تر جگہ، فلاں جگہ سے یہ فلاں وقت میں گزرنے والا ہے، میں وہاں اس سے مل سکتا ہوں۔

میں یہاں پہنچا اور میں نے اس سے کہا کہ بھئی، اس کو چھوڑ دے۔ وہ سمجھ گیا کہ کس کو چھوڑ دے۔ اس نے پہلے تو کہا کہ نہیں چھوڑتا، تو اس کے بعد وہ خود تو نیچے کے درجہ کا قطب ہے، میں نے اس سے اوپر والے قطب کو لکھنا شروع کیا، ابھی چند کلمات لکھے، اس نے وہیں سے پڑھ لئے۔ وہ اپنے راستہ پر جہاں چل رہا تھا، وہاں سے پڑھ لئے کہ یہ خط لکھا جا رہا ہے۔ جو اس کو جیسے ہی پتہ چلا اس نے کہا کہ چھوڑ دیا، چھوڑ دیا۔

اسی طرح ایک شخص ایک بزرگ کے پاس آئے، تو انہوں نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے اسمِ اعظم سکھا دیجئے۔ تو بالکل اسی طرح انہوں نے فرمایا کہ اچھا! ایسا کرنا کہ ہم آپ کو سکھائیں گے، لیکن آپ فلاں دن میرے پاس آنا۔ مقررہ دن جب یہ صاحب نکلے تو راستہ میں دیکھا کہ ایک لکڑ ہارا لکڑیاں بیچنے کے لئے سر پر اٹھا کر کے لے کر جا رہا ہے، پسینہ میں شرابور، تھکا ہوا، بے چارہ عمر رسیدہ آدمی، تو وہاں سے کوئی گھوڑے والا گزرا۔ اس نے کہا کہ بھئی، تو کہاں جائے؟ کہا کہ یہ بیچنے کے لئے جا رہا ہوں۔ سوار نے کہا جاؤ، فلاں جگہ اس کو جا کر ڈال دو۔ کہا کہ نہیں، مجھے فلاں جگہ جا کر بیچنا ہے۔ سوار نے ایک چابک ان بڑے میاں کو مارا، تو بیچارے رو پڑے۔ اور

جس طرح سوار نے کہا تھا گھوڑے والے نے، وہاں گئے اور چارہ کو پھینکا، اور روتے ہوئے چلے گئے۔

پھر جب وہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں اسم اعظم سیکھنے کے لئے حاضر ہوئے، کہنے لگے کہ حضرت! آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ اسمِ اعظم آپ مجھے سکھائیں گے۔ آج تو میں نے ایک عجیب منظر دیکھا، کاش کہ میں اسمِ اعظم سیکھ چکا ہوتا، تو میں اس ظالم کے لئے بددعا کرتا جس نے اس بُڈّھے کو چابک مارا تھا۔ پورا واقعہ ان کے سامنے دہرایا۔

حضرت فرمانے لگے کہ اسمِ اعظم مجھے اسی بڈھے سے ملا ہے جس نے چابک کھایا ہے۔ اگر اس درجہ کا تحمل آپ میں ہے کہ آپ اس طرح کے مظالم برداشت کر کے بھی آپ کی زبان کسی کے خلاف بددعا کے لئے نہیں کھلتی، اتنی جب آپ میں تحمل کی طاقت پیدا ہو جائے اس کے بعد آپ اسمِ اعظم کے حصول کے لئے کوشش کیجئے۔

حضرت کرز بن وبرہ فرماتے ہیں حق تعالیٰ شانہ سے دعا کرتا رہا کہ الٰہی! مجھے اسمِ اعظم عطا فرمادے۔ اسمِ اعظم مل گیا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دے دیا۔ الہام ہوا، یا فرشتہ نے آ کر بتایا یا خواب میں بتادیا کہ یہ کلمات اسمِ اعظم ہیں۔

حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسمِ اعظم کیا ہے۔ فرماتے اللہ، یہ اسمِ اعظم ہے، لیکن آگے شرط لگادی۔ فرمایا کہ اللہ اسمِ اعظم ہے، بشرطیکہ دل کی گہرائی سے نکلے۔ وہ اندر جاتا ہی نہیں، تو پھر جا کر وہاں سے کیسے نکلے، ہمارا دل ہی بند ہے۔ غفلت کے جو پردے ہیں اس نے بند کر رکھا ہے تو جائے گا کیسے کہ پھر وہاں سے اندر جا کر نکلے۔

حضرت کرز فرماتے ہیں کہ مجھے اسمِ اعظم مل گیا۔ اب ہمیں اسمِ اعظم مل جائے، تو ہم پتہ نہیں کیا کیا مانگیں گے اور انہیں اسمِ اعظم مل گیا، وہ فرماتے ہیں کہ اسمِ اعظم مجھے ملا، تو میرے مزے

ہوگئے اور میں نے اسمِ اعظم کی برکت سے حق تعالی شانہ سے ایک ہی دعا مانگی۔کیا مانگا؟ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ دعا کی کہ الٰہی! تو مجھے اتنی قوت اور طاقت دے دے کہ میں روز تین قرآن شریف پڑھا کروں۔کتنی محبت حق تعالی شانہ کے کلام سے انہیں ہوگی۔

اللہ تبارک وتعالی اس رات کو ہمارے لئے ،سب کے لئے بابرکت فرمائے۔اس رات میں دنیا بھر میں مظلوم، مغموم، پریشان حال مسلمان جہاں کہیں حق تعالی شانہ سے فریاد کریں ، دعا کریں، اللہ تبارک وتعالی ان کی دعائیں ،قبول ،مقبول ،مستجاب فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِہ وَصَحبِہ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ عرض کیا تھا کہ مانگنے والوں نے کیا کیا اللہ جل شانہ سے مانگا ہے اور ہم کیا مانگتے ہیں۔ ہم تو ہمارے بچوں سے پوچھتے ہیں کہ بھئی، عید کا پریزنٹ ہم آپ کے لئے کیا لائیں؟ کوئی کہتا ہے ٹوئی، کوئی کہتا ہے گیم، کوئی کہتا ہے کارڈز، بہت چھوٹا بچہ ہوگا تو کہے گا سویٹ۔ انہوں نے تو تھوڑی دیر کے لئے کام آنے والی چیز مانگی، لیکن ہم اپنے آپ کو عقل مند سمجھتے ہیں بچوں کے مقابلہ میں، پھر بھی حق تعالی شانہ سے اس سے بھی گئی گزری چیزیں مانگتے ہیں۔

کتنی مبارک ساعتیں، کتنے مبارک لمحات، سو فیصد اجابت کی گھڑیاں گزریں۔

میں نے روایت سنائی تھی روزہ دار کے بارے میں کہ نَوْمُهُ عِبَادَة وہ سوتا ہے، تو اس کا سونا بھی عبادت۔ اور اس کے ہر سانس پر تسبیح کا ثواب ملتا رہتا ہے، اور دُعَاءُهُ یُجَابُ، جو مانگے گا وہ قبول۔ لیکن ہم نے کیا مانگا، کچھ نہیں مانگا۔، ہم نے وہی سویٹ مانگی کہ یہ گھٹنے بہت درد کرتے ہیں، یہ اچھے ہو جائیں۔ فلاں مکان مل جائے، یہ گاڑی مل جائے، یہ پیسے مل جائیں۔

حالانکہ روز دیکھتے ہیں کہ مکان کوئی چھین لیتا ہے، زمینیں کوئی لے لیتا ہے، کتنی محنت سے بنائی تھی اور کسی نے لے لی، محنت مشقت اٹھا کر مزدوری کی، گاڑی خریدی، چوری ہوگئی، چلی گئی۔ یہ چلی نہیں جاتی، حق تعالی شانہ انسانوں کو بتاتے ہیں، تنبیہ کرتے ہیں کہ تم نے خواہ مخواہ اس میں دل لگا رکھا ہے۔ مانگنے کی چیز ان لوگوں نے بتائی ہمیں کہ کیا مانگنا چاہئے؟

خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا مانگا، کہ

نہ دنیا دوست می دارم، نہ عقبی را خریدارم ،

کہتے ہیں کچھ نہیں چاہیئے، نہ مکان، دکان، پیسے، دولت، کچھ بھی نہیں چاہئے۔ یہ دولتیں، تو انسان جب اس سے منہ پھیرے گا، تو اسے بہت زیادہ خدا دے گا۔

آخِرُ مَنْ دَخَلَ الْجَنَّةَ

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ آخِرُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ، کہ جو سب سے اخیر میں جنت میں داخل ہوگا اس آدمی کا لمبا قصہ ہے، میں اس کا مختصر آخری جزء عرض کرتا ہوں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ اس سے جب فرمائیں گے کہ مانگ، کیا مانگتا ہے؟ تو جس طرح مانگتے ہیں ہم لوگ یہاں، تو اس سے تھوڑا سا کچھ آگے بڑھ کر، کچھ اور زیادہ مانگ لے گا، حور اور قصور مانگے گا۔ حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے اور مانگو، اور مانگو۔ جب اس کی تمام تمنائیں پوری ہو جائیں گی، وہ کہہ دے گا کہ اے اللہ! میں نے تو جو مانگنا تھا وہ مانگ لیا۔

تب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تجھے یاد ہے کہ تو جہاں پہلے تھا، اِس عالم میں آنے سے پہلے یعنی دنیا؟ کہے گا ہاں یاد ہے۔ کہیں گے اس کی وسعت کیا ہے؟ کتنی بڑی تھی وہ دنیا؟ تو اس کو وسعت یاد دلائی جائے گی۔ ان پڑھ ہوگا اس کو بھی پتہ ہوگا کہ اتنی بڑی دنیا تھی۔ اتنے سارے ملک اور اتنے سارے دریا اور اتنے سارے پہاڑ۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے اس سے دس گنا بڑی تجھے جنت دی۔ پھر تشریح کے لئے فرمایا کہ اس دنیا جیسی ایک اور، اس کے جیسی ایک اور، دس دفعہ گنوائیں گے، عَشَرَةُ أَمْثَالِهَا ، کہ دنیا جس میں تو رہتا تھا، اس سے دس گنا بڑی جنت تجھے ہم دیں گے، دے رہے ہیں اور کس کو؟ سب سے اخیر میں کم تر درجہ کی جنت جسے ملے گی۔

لیکن ہم ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ سے سویٹ مانگتے رہتے ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے تو کوئی چیز آخرت کی بھی نہیں چاہئے، مجھے تو صرف تو چاہئے۔

نہ دنیا دوست می دارم، نہ عقبیٰ را خریدارم
مرا چیزے نمی باید ، بجز دیدار یا اللہ

اب کوئی جاہل اعتراض کرے گا کہ ثواب کے طور پر جنت بتائی گئی اور نعمتیں بتائی گئیں اور تمہارے یہ جاہل بزرگ کہتے ہیں کہ آخرت میں جنت بھی نہیں چاہئے۔

ہم نے کہا کہ بہت آسان ہے اس کا سمجھانا۔ بچے کی طرح سمجھا دیتے ہیں آپ کو بھی۔ بچہ مانگتا ہے سویٹ، تو کہتے ہیں سویٹ لے کر کیا کروگے، سویٹ والا اگر آپ کو مل جائے تو؟ سویٹ تمہیں چاہئے؟ اس کارخانہ کا مالک ہی تمہیں دیتے ہیں، آج سے وہ تمہارا دوست، جو مانگو گے وہ سب دینے کے لئے تیار۔ دوستو! اللہ کے دوستوں نے ہمیں مانگنا سکھایا کہ کیا حق تعالیٰ شانہ سے مانگنا چاہئے۔

کرز ابن وبرہ اور روزانہ تین قرآن شریف

اور کرز ابن وبرہ کا قصہ سنایا تھا کہ اسمِ اعظم مانگتے تھے، وہ مل گیا۔ اب اس سے کیا مانگا انہوں نے؟ ہماری طرح سے سویٹ نہیں مانگی، کیا مانگا، کہ الٰہی! مجھے اتنی طاقت دے کہ میں روز تین قرآن شریف ختم کرسکوں۔ تو ساری عمران کا یہ معمول رہا۔ تین قرآن پڑھنا ان کے لئے آسان ہوگیا تھا۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

اور ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے تو تین مطالبات تھے، تین دعائیں، کتنی پیاری دعائیں؟ یہ حضرات مانگنا سکھاتے ہیں۔

دوستو! ایسا مانگو جیسا انہوں نے مانگا کہ الٰہی! میں بہت گناہ گار، تو جہنم میں بھیج دے تو تیرا فیصلہ۔ لیکن وہاں جا کر بھی جو وہاں کے فرشتے اور داروغۂ جہنم کے ذریعہ مجھے تو سزا دلوانا چاہتا ہے، تو اس سے دس گنا سزا مجھے دے، لیکن اپنے ہاتھ سے دے۔ اور جنت کے متعلق مانگا انہوں نے کہ الٰہی! وہ جنت کی نعمتیں رضوان کے ہاتھوں مجھے نہیں چاہئے۔ اس سے دس گنا کم دے، لیکن اپنے ہاتھ سے دے۔

اب تک یاد ہیں جو لقمے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اپنے ہاتھ سے دیتے تھے۔الٰہی! اپنے ہاتھ سے عطا فرما۔تو تین چیزیں آخرت میں انہوں نے مانگی کہ الٰہی! آخرت میں بھی صرف تجھی کو چاہتا ہوں۔وہاں آنے کے بعد تیرے دیدار کے سوا مجھے کچھ نہیں چاہئے۔

جب آپ اس سے اسی کو مانگتے رہیں گے،تو سب کچھ مل جائے گا۔اور جس وقت جو چاہیں گے،مانگیں گے بھی نہیں،صرف چاہیں گے اور مل جائے گا۔

وَلَوْ رَمیٰ بِأَبَا قُبَیْسٍ

ایک حاجی فرماتے ہیں کہ میں حج کے لئے گیا۔جب حج سے فارغ ہوئے تو منی سے مکہ مکرمہ جب لوٹے،اور میں جبلِ ابی قبیس پر چڑھا۔اس کا بھی لمبا قصہ ہے، وَلَوْ رَمیٰ بِأَبَا قُبَیْسٍ، سلفیوں کے ساتھ یہ بڑی مزے کی داستان ہے۔

کہتے ہیں کہ تمہارے امام ابوحنیفہ کو عربی نہیں آتی تھی۔کسی نے مسئلہ پوچھا تھا کہ رمی میں جو کنکریاں مارنی ہیں،اس کا سائز کیا ہونا چاہئے؟ امام صاحب نے سائز بتایا۔دکھا کر پوچھا اس سے چھوٹی ہو تو؟ فرمایا ہو جائے گی۔پھر پوچھا کہ اتنا بڑا پتھر مارے تو؟ اب امام صاحب تھکے ہوئے،ہارے ہوئے،تو بار بار کے بے تکے سوالوں سے اکتا کر فرمایا، وَلَوْ رَمیٰ بِأَبَا قُبَیْسٍ، پورا جبلِ قبیس اٹھا کر پھینک دو، تب بھی تمہاری رمی ہو جائے گی۔اب سلفی کہتے ہیں کہ انہوں نے جملہ استعمال کیا تھا وَلَوْ رَمیٰ بِأَبَا قُبَیْسٍ، کہتے ہیں عربی بولنا نہیں آیا بِأَبِیْ قُبَیْسٍ کہنا چاہئے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ حاجی فرماتے ہیں کہ میں جبل اَبی قبیس پر چڑھا۔وہاں کسی کام کے لئے گیا، میں نے دیکھا کہ کوئی اللہ والے ہاتھ اٹھائے زار و قطار رو رہے ہیں۔اور ایک ہی رٹ ہے یا رب! یا رب! یا رب! یا رب! کہے جا رہے ہیں، بہت دیر تک، یا رب! پھر ایک چیخ مار کر کہنے لگے کر یا رباہ! یا

رباہ! یا رباہ! کہتے ہیں یا رباہ! پھر اس کے بعد شروع ہوئے۔ پھر کتنی دیر تک یا رحیم! یا رحیم! یا رحیم! پکارتے رہے۔ پھر اور زیادہ بلند آواز سے یا ارحم الراحمین! یا ارحم الراحمین! کہتے رہے۔ پھر اخیر میں جب درِ اجابت کھلا ہوا دیکھ لیا ہوگا، پھر دروازہ کھلوانے کے بعد کیا مانگتے ہیں، الٰہی! مجھے انگور دے دے اور دو چادریں دے دے۔

کہتے ہیں جیسے ہی ان کی زبان سے یہ کلمات نکلے، کہ فوراً میں نے دیکھا کہ ایک طبق آیا اور طبق میں وہ چادریں فولڈ کی ہوئی قرینہ سے رکھی ہوئی تھیں اور ایک طرف انگور رکھے ہوئے تھے جیسے انہوں نے کھانا شروع کر دیا۔ میں پیچھے تھا، تو میں نے اجازت چاہی کہ میں بھی شریک ہوسکتا ہوں آپ کے ساتھ؟ فرمایا آجاؤ، کھا سکتے ہو لیکن لے مت جانا۔

کہتے ہیں میں نے کھانا شروع کیا، اس کے بعد جب کھا کر فارغ ہوگئے، تب انہوں نے پوچھا اور کھانا ہے؟ میں نے کہا کہ میں تو سیر ہوگیا۔ اس کے بعد انہوں نے ایک چادر لی اور وہ چادر لنگی کے طور پر باندھ لی اور دوسری چادر کے متعلق وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے پوچھا کہ آپ کو چادر چاہیئے؟

میں نے کہا نہیں۔ مجھے تو چادر کی ضرورت نہیں۔ آپ لے لیجئے۔

کہتے ہیں اس کے بعد وہ پہاڑ پر سے نیچے اتر آئے، جب نیچے اترے ہیں، تو ہر کوئی بھاگا ہوا دوڑ کر آتا ہے، ہاتھ چوم رہا ہے، دعا کے لئے درخواست کر رہا ہے، کوئی دور سے کہتا، اے فرزندِ رسول! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند! ذرا ہماری باتیں سن لو۔ تب اس طرف میرا ذہن گیا۔ میں نے کسی سے پوچھا کہ کون فرزندِ رسول؟ کہتے ہیں یہی تو ہیں۔ میں نے پوچھا کون ہیں یہ؟ کہا کہ یہ امام جعفر صادق ہیں۔

کہتے ہیں کہ اتنی دیر میں وہ بزرگ چلنے لگے۔ میں نے ان کے پیچھے جانا چاہا، لیکن ان کی کرامت ہوگی۔ کہتے ہیں میں نے بہت کوشش کی کہ ان تک پہنچوں، لیکن ذرا سی دیر میں وہ آنکھوں سے اوجھل ہوگئے۔ ساری عمر حق تعالیٰ شانہ سے قریب اتنے ہوگئے کہ جو چاہیں مانگ

لیں، چادر مانگیں تو مل گئیں، انگور مانگے تو مل گئے۔ ادھر جس چیز کی بھی دل نے تمنا کی، اُدھر اوپر سے ان کے لئے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے آرڈر ہو گیا۔ وہاں مانگنے والوں کے لئے کمی نہیں ہے، بس طلب چاہئے۔

اور اس کے دینے کے طریقے بھی بڑے نرالے ہیں۔ بس ہاتھ اٹھاؤ، مانگو۔ یقیناً ملتا ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو بلیک لسٹ نہ کر دیں۔

جس طرح بار بار عرض کیا کہ یوں کہیں گے کہ میں نے بہت دعا کی، میری دعا قبول نہیں ہوئی، تو چونکہ یہ واقعہ کے خلاف ہے، ہماری تو ہر دعا قبول ہوتی ہے، اور اس کے بدلہ میں کتنی آفتیں ٹل گئیں، کتنی نعمتیں دنیا میں ملیں اور آخرت میں ذخیرہ ہوئیں، سب کچھ ہوا، لیکن وہ سب ہم نے اپنے ہاتھوں سے کھو دیا، اور ہمیشہ کے لئے کھو دیا۔ اب کوئی دعا ہماری قبول نہیں ہو گی۔ اگر ہم ایسا نہ کریں، تو پھر حق تعالیٰ شانہ کے یہاں تو مانگتے جائیں، مانگتے جائیں، وہاں ہاتھ اٹھانے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، مانگنے والے کے لئے صرف تمنائیں کافی ہوتی ہیں۔

ابراہیم کرمانی رحمۃ اللہ علیہ

ایک بزرگ تھے ابراہیم کرمانی، تعبیر کے بہت بڑے امام۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ یہ تیر بہدف تعبیر دیتے ہیں؟ آپ کو یہ فن کہاں سے ملا؟ جس طرح اور فنون پڑھائے جاتے ہیں، تمام دنیا بھر کے نصاب اور تمام دنیا بھر کے علوم ہوتے ہیں، تو اس طرح کہیں کوئی نصاب تو ملتا ہی نہیں، پھر بھی آپ کو یہ علم کیسے ملا؟

کہنے لگے کہ میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے مانگا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں رات کو سویا اور حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواب میں زیارت ہوئی اور جس طرح میں بیداری میں مانگا کرتا تھا، اس طرح میں نے یوسف علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضرت! **عَلِّمْنِیْ مِمَّا عَلَّمَکَ اللّٰہُ**، کہ اللہ نے جو آپ کو فنِ رؤیا اور فنِ تعبیر کا علم دیا ہے، مجھے بھی اس میں سے کچھ حصہ عطا

ہو جائے۔وہ فرماتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی قمیص میرے اوپر ڈال دی۔ جیسے حضرت یعقوب علیہ الصلوۃ والسلام نابینا تھے،ان کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے قمیص بھیجی تھی اور بینائی واپس آ گئی۔اسی طرح اپنی قمیص انہوں نے ڈالی۔میری آنکھ کھلی،اور مجھ پر فنِ تعبیر کے سارے علوم کھل گئے۔اس وقت سے لے کر مجھے کبھی کسی موقع پر سوچنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

امام المعبّرین ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ

امام المعبّرین علامہ ابن سیرین فرماتے ہیں، ان سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! یہ آپ اس فن کے امام ہیں،اور چیزیں تسلسل سے چلتی ہیں،تو کسی سے سیکھنا بھی آپ کا ثابت نہیں؟ آپ کو یہ کیسے ملا؟

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ خواب میں چار بزرگوں کی زیارت ہوئی۔ میں نے پوچھا یہ کون حضرات ہیں؟ ان میں تین بوڑھے تھے اور ایک نوجوان۔ میں نے پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہیں اور یہ بوڑھے تین بزرگ، یہ کون ہیں؟ مجھے بتانے والے نے بتایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور یہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں اور یہ حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں۔ بوڑھے تو یہ تینوں ہیں۔ پوچھا کہ یہ نوجوان کون؟ فرمایا کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔

میں جلدی سے ان کی طرف بڑھا اور میں نے ان سے عرض کیا کہ حضرت! ایک چیز میں آپ سے مانگ رہا ہوں۔ایک چیز کا میں سوال کرتا ہوں اگر آپ دیں۔فرمایا کیا؟ میں نے کہا کہ یہ تعبیر میں جو آپ کو مہارت ہے،اس کی میرے لئے بھی دعا فرمادیں۔

ابن سیرین فرماتے ہیں کہ میں نے جب حضرت یوسف علیہ السلام سے یہ درخواست کی،تو آپ نے اپنا منہ کھولا اور مجھ سے پوچھا کہ کچھ نظر آ رہا ہے؟ میں نے کہا ہاں، آپ کی زبان میں دیکھ رہا ہوں۔ پھر انہوں نے منہ بند کر دیا۔ پھر دوبارہ منہ کھولا اور پوچھا کہ ابھی کچھ نظر آ رہا ہے؟

میں نے عرض کیا لہوات، کہ آپ کے گلے میں جو کوا ہے، اوپر سے لٹکا ہوا ٹونسل کے بیچ میں، میں نے کہا کہ یہ لہوات آپ کے نظر آرہے ہیں۔ پھر منہ بند کرلیا۔ تیسری مرتبہ پھر منہ کھولا۔ فرمایا کیا نظر آتا ہے؟ فرمایا اب میں اس کے نیچے آپ کا قلب مبارک دیکھ رہا ہوں۔ آپ کا دل نظر آرہا ہے۔ کہتے ہیں انہوں نے منہ بند کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ جاؤ، عمر بھر کے لئے آپ کی زبان سے جو تعبیر دو گے آپ کی تعبیر سچی ثابت ہوگی۔

اب ابنِ سیرین فرماتے ہیں کہ جب کوئی مجھ سے کسی چیز کا سوال کرتا ہے، تو میں اس کو جس طرح کوئی آدمی لکھا ہوا اپنے ہاتھ میں پڑھ کر بتا رہا ہوتا ہے، اس طرح میں اپنی ہتھیلی پر گویا لکھا ہوا اس کو پڑھ کر بتا رہا ہوں اور بغیر سوچے جو آدمی پڑھ کر کوئی چیز سناتا ہے، اس کے متعلق سوچنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اس طرح میں تعبیر بتا دیتا ہوں۔ حق تعالیٰ شانہ اس طرح دیتے ہیں۔

ایک رات میں، رات کی ایک ساعت میں، آناً فاناً امام المعبرین بن گئے حضرت ابن سیرین اور ابراہیم کرمانی۔ مالک کے دینے کے انداز بھی بڑے نرالے ہیں۔ لینے والے چاہئیں اور کاش! کہ ہمیں حق تعالیٰ شانہ سے مانگنا آجائے۔ اور جو چیزیں ہم اس سے مانگتے ہیں، بچوں کی طرح جیسا میں نے عرض کیا کہ سویٹ اور کھلونے، یہ کوئی مانگنے کی چیز ہے حق تعالیٰ شانہ کی دربار عالی سے؟، اتنے اونچے دربار سے، اور وہ در تو ہر ایک کے لئے، ہر نیک و بد سب کے لئے کھلا ہوا ہے۔

وَاِذَا الْمَوْءُوْدَةُ سُئِلَتْ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی حاضر ہوئے، زار و قطار رو رہے ہیں۔ عرض نہیں کیا جا رہا، زبان نہیں کھل رہی، روئے جا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دی کہ کیا ہوا، انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں بہت گناہ گار ہوں۔ فرمایا گناہ گار تو سب ہیں، کیا گناہ کیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ میں اتنا بڑا گناہ گار ہوں، میرے جیسا گناہ کسی

نے کیا نہیں ہوگا۔فرمایا تو نے ایسا کیا گناہ کیا؟

انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! جاہلیت میں میرے یہاں ایک بچی پیدا ہوئی۔ جیسے ہی مجھے پتہ چلا کہ بچی ہوئی، میں نے بیوی سے کہا کہ اس کو گڑھا کھود کر دفن کر دیتے ہیں۔ بیوی نے کہا کہ جلدی کیا ہے، کل کرلیں گے، پرسوں کرلیں گے۔ اس طرح وہ ٹالتی رہی یہاں تک کہ کھلونے کی طرح میرا دل اس بچی سے بہلنے لگا۔ یہ کھلونے بڑے اچھے لگتے ہیں، یہ زندہ کھلونے، انسان کا دل اس سے بہلتا ہے۔

یہ صحابی فرماتے ہیں کہ میرا دل بھی اس کے ساتھ بہلنے لگا۔ جب کبھی مجھ پر شیطان غالب ہوتا اور میں اہلیہ سے مطالبہ کرتا، وہ کہتی کہ نہیں نہیں، یہ تو بعد میں جب چاہو کر سکتے ہو، جلدی کیا ہے؟ کہتے ہیں یہاں تک کہ وہ بچی بولنے لگی، کھیلنے لگی۔

فرماتے ہیں ایک دفعہ میرا شیطان مجھ پر غالب آیا اور میں نے چپ چاپ اس بچی کو گھر سے نکالا اور کدال ساتھ لی۔ وہ بچی میرے پیچھے پیچھے ہے، وہ پوچھتی ہے کہ ابا جان! کہاں جا رہے؟ میں نے کہا ایک کام سے جا رہے ہیں۔ میں صحراء میں اسے لے گیا۔ اب میں گڑھا کھود رہا ہوں، وہ معصوم چھوٹی سی جان گڑھا کھودنے میں میری مدد کر رہی ہے۔ جب میں گڑھا کھود چکا اور میں نے اس کو اندر اس میں اتارا، وہ رونے لگی۔

کہتے ہیں کہ پھر جب میں نے مٹی ڈالنی شروع کی، تو پھر میں بیان نہیں کرسکتا کہ اس وقت کی جو اس کی چیخیں تھیں اور اس کی فریاد تھی، اب تک اس کی آوازیں میری کان میں گونجتی ہیں گویا کہ میں اسی وقت وہ حرکت کر کے آیا ہوں کہ میں ہی اس کا قاتل اور مجھ ہی سے وہ مدد مانگ رہی ہے۔ ابا! ابا! ابا! کہہ کر مجھ ظالم ہی سے فریاد کر رہی ہے۔

کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ تمام گناہ معاف کر دیتے ہیں، لیکن اتنا بڑا گناہ؟ ایسا بڑا گناہ؟ جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے اس طرح دفن کیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت پڑھ کر سنائی کہ اس سے بڑا گناہ کفر اور شرک ہے، اللہ تعالیٰ

جب اسے معاف کرتے ہیں۔تو اسے بھی معاف کرتے ہیں۔ ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ﴾۔

حضرت قیس اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اسی طرح کے ایک تابعی ہیں۔ان کے متعلق کہا تو جاتا ہے کہ یہ تابعی ہیں، احنف ابن قیس۔ ان کے والد حضرت قیس، بڑے مدبر لوگوں میں سے تھے۔حضرت احنف ابن قیس بھی بڑے مدبر انسان تھے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابہ کی جماعت میں، خلفاءِ راشدین کے بعد سب سے بڑی حکمت اور دانائی اور علم جن کو عطا کیا گیا تھا اور بالخصوص عقل وفراست وحدس، تو یہ حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ داہیۃ العرب تھے۔

حضرت احنف ابن قیس کے متعلق بھی یہی کہتے ہیں کہ سب سے بڑے عقلمند ترین انسان تھے۔اسی لئے حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پاس ان کو رکھا اور ایک مہینہ، دو مہینے، تین مہینے انہیں جانچ رہے تھے۔سال پورا ہوا، اس کے بعد پھر ایک سال مزید رکھنے کے بعد حضرت نے خود ان سے فرمایا کہ میں تمہیں جانچ رہا تھا۔کیوں؟ کہ اس امت کی ہلاکت اسی امت کے منافقین کے ذریعہ سے ہوگی۔

اسی وقت دنیا میں جو تباہی آرہی ہے، یہ جو بغداد کی تباہی جو پہلے ہوئی ہے، عباسی دور کا جس سے خاتمہ ہوا ہے، وہ بھی امت کے منافقین کے ہاتھوں ہوئی۔ابھی بھی، جگہ جگہ، جو گھر گھر اور ہر دینی ادارے، ان میں کام کرنے والے جو پریشان ہیں، اس میں بھی منافقین ہی کا ہاتھ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تمہیں آزمارہا تھا، میں تمہیں دیکھ رہا تھا، اب مجھے اطمینان ہوگیا، اس لئے میں تمہیں بھیج رہا ہوں۔انہیں عراق بھیجا، پھر ایران بھیجا۔بڑی بڑی فتوحات ان کے ہاتھوں ہوئیں اور سب کو فرمادیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ جیسا یہ کہیں،

اس کے مطابق کیا جائے۔ اسی لئے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی، ہر جگہ ان کی یہی پوزیشن رہی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور میں جب فتنہ کا دور آیا، اس وقت بھی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی، اس لئے کہ یہ مانے ہوئے مسلم حکیم تھے۔ اس امت کے بڑے حکماء میں سے تھے۔

ان کے والد ہیں حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ انہوں نے بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے گناہوں کی پشیمانی عرض کی تھی۔ جس طرح ان صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے گناہ اللہ کیسا معاف کرے گا؟ میں نے اپنے ہاتھوں اس معصوم جان کو اتارا ہے، کھڈے میں اتارا ہے، اس طرح دفن کیا ہے اور اس کی چیخیں میرے کان میں اب تک گونج رہی ہیں۔ تو کیا زمانہ ہوگا وہ جاہلیت کا؟ کس دور کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے، اس کی ظلمت کو نور سے بدلا ہے، اس کا اندازہ آپ لگا سکتے ہیں۔ اسی طرح حضرت قیس عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! میں نے اپنے ان ہی ہاتھوں تیرہ بیٹیوں کو زندہ دفن کیا ہے۔

اب کیسے ظالموں کو اور کس درجہ کے ظالموں کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کا ہادی بنایا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس سے بڑے گناہ معاف فرما دیتے ہیں، کفر اور شرک معاف فرما دیتے ہیں، ان تیرہ بیٹیوں کے بدلہ میں ایک ایک غلام تم آزاد کر دو۔ حضرت احنف کے اور بھی بہت سارے واقعات ہیں۔

ارکانِ اربعہ اور مراقبہ

غرض کہ مانگنے والے کو عقل چاہئے کہ اُس دربارِ عالی سے ہم کیا مانگ رہے ہیں۔ خود اسی مالک ہی کو مانگ لیں۔ اسی لئے یہ شروع دن سے جو ہمارا سبق چل رہا ہے یکم رمضان سے کہ کس طرح ہم حق تعالیٰ شانہ تک پہنچیں؟

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دوامِ طہارت، دوامِ صوم، دوامِ صمت، دوامِ

خلوت، دوامِ نفی خواطر۔

یہ روزہ بھی ایک طرح سے تصوّر کی عبادت ہے کہ پورا دن ہمیں یاد رکھنا پڑتا ہے کہ میرا روزہ ہے۔ اسی لئے فقہاء وہاں تقسیم کرتے ہیں کہ حج اور نماز دو عبادتیں ایسی ہیں کہ اس کا حال حالتِ مذکّرہ ہے کہ جس میں انسان کو ہر وقت یہ یاد رہتا ہے کہ میں عبادت میں ہوں، نماز پڑھ رہا ہوں کہ کھڑا ہوا ہے، ہاتھ باندھے ہوئے ہے۔ اس میں تو ذرا سا بے ارادہ بھی زبان سے نکل گیا ''ارے'' کسی کو کہہ دیا تو نماز ٹوٹ گئی۔ بے اختیار بھی زبان سے کوئی کلمہ نکل گیا، تو نماز فوراً ٹوٹ جائے گی۔

یہی حال حج کا ہے۔ بے اختیار، غلطی سے بھی بھول کر بھی ہو جائے، معاف نہیں۔ حج ٹوٹ گیا۔ کیوں؟ کہ اس کی حالت حالتِ مذکّرہ ہے۔ ہر وقت احرام میں ہے، اس کو یاد رہنا چاہئے کہ میں نے احرام باندھا ہے۔ یاد رکھنے کے لئے اللہ تعالی نے یہ ہیئت حج کی تمہیں دی ہے۔ نماز کی ہیئت بھی تمہیں دی تاکہ تمہیں یاد رہے۔ لیکن روزہ میں اگر بھول گیا کہ میرا روزہ ہے اور بھول کر اس نے کھالیا، پیٹ بھر کر کھالیا اور اس کے بعد کسی نے کہا کہ آپ کا تو روزہ تھا، تو مزے ہوگئے۔ اچھا ہے، کھا پی لیا اور روزہ بھی رہا، کیوں؟ کہ روزہ میں، روزہ کی حالت مذکّرہ نہیں۔ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس کی یاد دلاتی رہے کہ تم روزہ سے ہو۔ ایسی کوئی ہیئت نہیں ہے۔ اس لئے اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ کھا پی لیا، یہ معاف ہے۔ لیکن حج میں استحضار رکھنا پڑتا ہے۔

نماز کی طرح زکوٰۃ وصدقہ بھی ٹوٹ جاتا ہے

اسی طرح یہ زکوٰۃ صدقات دے، تو اس کو ادا کر کے بھلا دے۔ کہتے ہیں کہ ہر صدقہ کو دے کر بھول جائے۔ اتنا بھولے کہ خبردار! ایک دفعہ بھی کسی سے اس کا ذکر کیا، اگر تم نے کسی موقع پر ساتھیوں سے کہہ دیا کہ اس جھومر کے ہم نے پیسے دیئے تھے، تو وہ ثواب ختم ہو جائے گا، فرشتے وہاں سے مٹا دیں گے کہ تم نے اس کو یاد کیوں رکھا۔ اور تم نے اس کا تذکرہ کیوں کیا؟ اس کو کیوں

جتلایا؟ زبان سے اس کو جتلایا اور وہ زکوٰۃ صدقہ ٹوٹ گیا۔ جس طرح بولنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، حج ٹوٹ جاتا ہے، اس میں تصور کا دوام ضروری ہے۔ ساری عمر کے لئے یاد رکھنا ہے کہ عبادت کا اور زکوٰۃ اور صدقات کا تذکرہ کیا، تو تمہاری عبادت ضائع ہو جائے گی۔

اسی طرح فرماتے ہیں ہے کہ یہ جو چپ رہنا ہے، تاکہ گناہوں سے بچے اور چپ رہنا کیوں ہے؟ تاکہ اس کے بدلہ میں یاد الٰہی آئے، خلوت کیوں ہے؟ بھاگنا کیوں ہے؟ تاکہ انسانوں سے بھاگ کر انسانوں کے ساتھ مصروف نہ رہے۔ الگ ہو کر کے اللہ کو یاد کرے۔ نفیِ خواطر، جب الگ ہوگا، تنہائی میں پھر تصورات آتے رہیں گے، خیالات، اس کو دفع کر کے اس کے بدلہ اللہ کی یاد کو دل میں بسائے۔

اسی طرح ایک چیز انہوں نے بتائی کہ ان آٹھ چیزوں میں سے ذکر ہے، ہر عبادت میں ذکر ہے۔ ذکر زبان سے ہو اور دل سے بھی ہو، دو قسم کے ذکر ہیں۔ زبان سے ذکر حج میں بھی ہے، لبیک بھی ہے۔ زبان سے ذکر نماز میں بھی ہے، تکبیرات، تسبیحات اور تلاوت ہے۔ اور نماز میں ذکر قلبی، مراقبہ بھی ہے۔

ہر جگہ دشمن تو نشانہ سادھتے ہی ہیں ہمارے صوفیاء کرام پر، لیکن خود ہماری جماعت میں بھی اگر کسی کو ذلیل کرنا ہو تو کیا کہتے ہیں، یہ تو صوفی ہے۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر! آپ نے سمجھا کیا ہے اس صوفی کو، تصوف کو اور ان مشایخ کو؟ اور پھر اس کی نقل کرتے ہیں کہ ایسی گردن جھکائے بیٹھے رہتے ہیں، کہتے ہیں یہ کہاں سے لے آئے یہ مراقبہ؟

مراقبہ ارکانِ اربعہ کا اہم جزو ہے

ہم کہتے ہیں کہ ہم نے قرآن اور حدیث سے لیا، خدا اور رسول سے مراقبہ لیا، نماز نے ہمیں مراقبہ دیا، روزہ سے ہم نے مراقبہ لیا، زکوٰۃ نے ہمیں مراقبہ سکھایا، حج مراقبہ کی تعلیم دیتا ہے۔ ابھی بتاتے ہیں کہ کہاں سے، کیسے ہم نے مراقبہ لیا۔ آپ امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، امام کے پیچھے

جب آپ نماز پڑھتے ہیں تو نماز میں آپ ہمارے یہاں تلاوت نہیں کر سکتے۔ سورۃ الفاتحہ بھی نہیں پڑھ سکتے۔ امام کے پیچھے چپ چاپ آپ کھڑے ہوئے ہیں، امام قراءت کرتا ہے۔ اور کسی نے کہا کہ دیکھو، آپ قراءت نہیں کرتے، تو آپ کی نماز کیسے ہوتی ؟

میں نے کہا کہ ہمیں تو ہمارے امام پر بھروسہ ہے، اس لئے ہم نہیں پڑھتے الحمد شریف۔ جب وہ پڑھتا ہے، تو ہم سنتے ہیں کہ اس نے پڑھ لی اور جہاں تیسری اور چوتھی رکعت میں جہراً نہیں پڑھتا یا سری نماز میں جہراً نہیں پڑھتا، وہاں ہمارے امام پر جو نماز پڑھا رہا ہے اس پر ہمیں اعتماد ہے اس لئے ہم نہیں پڑھتے۔ آپ کو اعتماد نہیں، اس لئے آپ پڑھتے ہوں گے؟ یہ لطیفہ کے طور پر میں نے اس سے کہا۔

اب یہ جو سری نماز ہے تو سری نماز میں ہم امام کے پیچھے چپ چاپ کھڑے ہوتے ہیں ظہر کی نماز میں، عصر کی نماز میں۔ وہاں کیا کریں گے؟ اللہ تعالی نے یہ موقع دیا تھا، میں نے بتایا تھا کہ نماز کے دوران دن بھر کی ہماری ٹیپ اون ہو جاتی ہے، سارا حساب کر لیا کہ آج کیا کیا اور کل کیا کرنا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا سری نماز اور فرضوں کی تیسری، چوتھی رکعت میں تم کیا کرتے ہو؟ ظہر کی نماز میں، عصر کی نماز میں؟ اب میں نے کہا کہ جو چیز آپ وہاں کرتے ہیں، یہی تو مراقبہ ہے۔ وہ ہم بغیر نماز کے گردن جھکا کر کے کرتے ہیں۔ اب مراقبہ کہاں سے لیا گیا؟ سری نماز سے۔ امام کے پیچھے مقتدی سری نماز میں جو مراقبہ کرتا ہے، وہی مراقبہ ہم خارجِ صلوٰۃ کرتے ہیں۔

حضرت شاہ رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، چونکہ یہ گناہ جو اللہ کو ہم بھلائے بیٹھے ہیں یہ گناہ کیسا ہے؟ اس دن ان کا ملفوظ سنایا تھا کہ اکبر الکبائر ہے۔ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے ایک لمحہ کے لئے اللہ کی ذات سے غافل رہنا۔

یہی حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا کہ مِنَ الْغَفْلَةِ اِلَى الذِّكْرِ، یہ فرض ہے کہ اس غفلت کو چھوڑ کر اللہ کی یاد کی طرف جانا۔ تو زبان ہر وقت نہیں چل سکتی، تھک جاتی ہے۔

جتنی دیرزبان چلے وہاں تک زبان سے یادکرواور باقی ساراوقت کس میں گزرنا چاہئے؟ یاد میں، مراقبہ میں، چاہے وہ مراقبۂ معیت ہو یا مراقبۂ نعمت ہو یا مراقبہ نوریہ ہو یا مراقبہ دعائیہ ہو۔ یہ حق تعالیٰ شانہ کی یاد ہے اور یہ صرف صوفیاء کے یہاں نہیں ہے۔ یہ جو چاروں طرف سے ہمیں گھیر کر، نماز، روزہ، زکوۃ، حج ان تمام عبادتوں میں ہمیں تصور سکھایا گیا کہ تصور کو جمائے رکھو کہ یہ تصور، یہی تو مراقبہ ہے کہ یاد رکھنا ہے کہ میں حج میں ہوں، یاد رکھنا ہے کہ میں نماز میں ہوں، یاد رکھنا ہے کہ امام کے پیچھے ہوں، فارغ نہیں ہوں، اس وقت امام کے پیچھے کھڑا ہوں تو بھی مجھے اللہ کو یاد کرنا ہے۔ ان عبادتوں میں بھی یادِالٰہی دل میں بسانے کا حکم ہے اور بغیر عبادت کے بھی حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے تاکید ہے ﴿اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَاماً وَّقُعُوْداً وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ﴾ ، یہ سب اسی یادِ الٰہی اور مراقبہ ہی تو ہے۔

فٹ بال اور عرب

عربوں کے یہاں ایک قابل فخر چیز تھی، شجاعت اور بہادری دکھلانا، کہ ہم بڑے بہادر ہیں۔ سب سے بڑی نعمت اسی کو سمجھتے تھے، اور اسی میں ساری عمریں گذار دیتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے بچوں کی تربیت کے لئے، ان کا ماحول بنانے کے لئے، یہ فٹ بال ایجاد کیا۔ یہ فٹ بال جو اس وقت کھیلتے ہیں، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کا کھیل ہے۔

سبعہ معلقہ میں ایک شعر آتا ہے، وہاں میں نے طلبہ کو سنایا تھا کہ وہ شاعر کہتا ہے کہ

نُدَھْدِیْ الرُّؤُوْسَ کَمَا تُدَھْدِیْ
حَــــزَاوِرَۃٌ بِـأَبُطِحَـا الْکُرِیْنَـا

سبعہ معلقہ کا شعر ہے۔ وہ شاعر کہتا ہے کہ ہم فلاں جنگ میں تھے اور دشمن کے ساتھ ہماری جنگ ہو رہی تھی، ہم نے ان کو مارا اور شکست دی۔ وہ بھاگ گئے لاشیں چھوڑ گئے، پھر ہم نے کیا کیا کہ جو لاشیں پڑی ہوئی تھیں، ان کے سر کاٹے اور سر کاٹ کر کے پھر ان کے سروں کو ہم کِک

کرتے تھے اور کھوپڑیوں سے فٹ بال کھیلتے تھے۔ ؎

نُدَهْدِیْ الرُّؤُوْسَ كَمَا تُدَهْدِیْ

حَزَاوِرَةٌ بِأَبْطَحِهَا الْكُرِيْنَا

جس طرح ہموار میدان میں خوبصورت مضبوط نوجوان کِک مار کر بال کو پھینکتے ہیں، اس طرح دشمنوں کے سروں سے ہم کھیلتے تھے۔ یہ فٹ بال ان کے یہاں تھا، جس کے ساتھ یہ تشبیہ دی۔قوم کی ذہن سازی کا چسکہ صرف عربوں کے یہاں نہیں تھا، ہر قوم میں ایسا ہی ہے۔

تثلیث

ابھی یہاں پر جتنے یہ گھروں میں پیپر ملتے ہیں، کتنی ڈیزائن کی ٹائلز ملتی ہیں، تو کبھی کبھی میں بتایا کرتا ہوں کہ دیکھو اس میں ہر چیز تین تین ہی کیوں؟ جو یہاں دسترخوان پلاسٹک کے ملیں گے، تو اس کے اوپر تین چمچ، تین سپون، تین پھول، تین پلیٹ۔ ایسا کیوں؟ میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ کہنا نہیں چاہتے کہ اس گھر میں تین آدمی رہتے ہیں۔

بلکہ یہ تثلیث کو عام کرنا چاہتے ہیں۔ ماحول بنانا چاہتے ہیں، تثلیث کے لئے ذہن سازی ہے، ٹرنیٹی ہمہ وقت دل میں بسانے کی کوشش ہے۔ جب دیوار کی طرف، پیپر کی طرف دیکھیں گے تو ٹرنیٹی، جب وہ دسترخوان پر بیٹھ کر دسترخوان دیکھیں گے، غور کریں گے تو ٹرنیٹی، دسترخوان پر غور کریں گے تو وہاں پلیٹ میں ٹرنیٹی اور تثلیث۔ اسی طرح بہت سی چیزوں میں آپ کو نظر آئے گا کہ ان میں ہر چیز تین تین بنی ہوں گی، تین پتے ہوں گے، تین پھول ہوں گے۔

کرکٹ

پھر چرچ والوں نے یہ کرکٹ ایجاد کی، بچپن میں ہم کھیلتے تھے، تو جدھر سے بال پھینکا جاتا ہے، ادھر ایک سٹمپ ہوتا تھا اور پھر جہاں بلّہ باز کھڑا ہوتا ہے کھیلنے والا، وہاں کتنے ہوتے ہیں؟ تین سٹمپ۔ اب ادھر سے گیند پھینکا جاتا ہے، ادھر جو بیٹ لے کر کھڑا ہے وہ گیند کو مارتا

ہے۔اب یہ گیم کس کے لئے ہے؟ چرچ کی طرف سے اپنے مذہب کی ترویج کے لئے بنائی گئی ہے کہ یہ ہر وقت یاد رہے کہ ہم اس تین سٹمپ، تثلیث، کو گرنے نہیں دیں گے۔ ہر وقت اس کی حفاظت کریں گے۔اور جو بھی اسے گیند مارے گا، اس کو بلہ سے مار کر ہم دور تک پھینک دیں گے۔ بلکہ اس عالم کے باہر بھیج دیں گے۔

اصلاً یہ مذہبی کھیل ہے۔تثلیث اور مذہب کے تحفظ کی ذمہ داری کا احساس دلاتا رہے۔اسی لئے ہر چیز کا ڈیزائن، گھروں کی ساخت، گھروں کی تعمیر میں صلیب اور تثلیث کو شامل کر کے یہ مذہبی ماحول بنانا چاہتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالی نے بھی یہ نماز، روزہ، حج، ہر چیز میں دو دو قسم کے ذکر، زبان سے ذکر اور قلبی ذکر، یاد الٰہی، امام کے پیچھے آپ کچھ دیر تسبیحات وغیرہ پڑھتے ہیں۔اس کے علاوہ امام کے پیچھے سری نمازوں میں چپ چاپ کھڑے رہتے ہیں، تو یہ مراقبہ ہے۔

اللہ تبارک وتعالی ہمیں ہر وقت یاد الٰہی دل میں بسانے کی توفیق عطا فرمائے اور جیسا میں نے عرض کیا کہ چند ساعتیں رہ گئیں، تو اس میں حق تعالی شانہ سے اسی کو مانگنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وعَلٰی آلِہ وَصَحبِہ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ عرض کیا تھا کہ جس چیز کو عام کرنا ہو اور جس کے لئے ذہن سازی کرنی ہو، اس کے لئے طرح طرح سے کوششیں پچھلے زمانہ میں بھی ہوئیں، قوموں نے بھی کیں، اہل مذاہب نے بھی کیں۔

اس کی مثال دی تھی کہ عرب جنگ جُو قوم واقع ہوئی تھی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکت سے ان میں ایسا انقلاب آیا کہ کہاں ان کی فطرت، جبلت، سرشت، طبیعت، اور کہاں ان کے بعد کے کارنامے۔

حق تعالیٰ شانہ کی ذات سے وابستگی، رونا دھونا، بالکل ان کی کایا پلٹ گئی ۔ یہ جو ان کی سِرشت تھی، لڑنا، بھڑنا، مارنا، مرنا، اس کے لئے اپنے بچوں کی تربیت بھی وہ اسی طرح کرتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے یہ فٹ بال کا کھیل ایجاد کیا تھا۔ اور سبعہ معلقہ کا شعر میں نے کل سنایا تھا کہ ۔

نُدَهْدِیْ الرُّؤُوْسَ کَمَا تُدَهْدِیْ
حَزَاوِرَةٌ بِأَبْطَحِهَا الْکُرِیْنَا

کہ ہم دشمنوں کو میدانِ جنگ میں مار کر کے ان کی کھوپڑیوں کے ساتھ، سروں کے ساتھ اس طرح کھیلتے تھے

کَمَا تُدَهْدِیْ حَزَاوِرَةٌ بِأَبْطَحِهَا الْکُرِیْنَا

یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے کے اشعار ہیں اور ان کی یہی طبیعت تھی اور یہ فٹ بال ان کا ایجاد کیا ہوا ہے۔

پھر میں نے کہا تھا کہ اہلِ مذاہب نے، اہلِ تثلیث نے بھی اسی کی طرح کی کوششیں

کیں، جس کا اثر ہم ہر وقت، ہر گھر میں دیکھ سکتے ہیں کہ ابھی بھی آپ کوئی چیز خریدیں، تو اس میں صلیب کی تصویریں ہوں گی۔ دیوار پر چپکانے کے لئے پیپر خریدیں، کپڑے خریدیں، قالین خریدیں، برتن خریدیں، ہر چیز میں اگر صلیب نہیں ہوگی تو تثلیث ضرور ہوگی۔ تین پھول ہوں گے، تیل کلیاں ہوں گی، تین پتے ہوں گے۔ یہ تثلیث کے عقیدہ کے تحفظ کے لئے ہے۔

کرکٹ کے متعلق کل بتایا تھا تو اس میں بھی تین ہی سٹمپ۔ جو بال پھینکا جاتا ہے، تثلیث کو گویا بال پھینکنے والا نشانہ بناتا ہے اور بلہ باز تثلیث کا محافظ ہے اور اس کا محافظ بنانے کے لئے یہ تعلیم ہے کہ جتنے زور سے، دور تک تم مار سکو گے، اتنے تمہیں پوئنٹس اور رن زیادہ ملیں گے۔ اور اگر تم نے ذرا سی اس میں کوتاہی کی اور بال تین لکڑیوں کو لگ گیا، سٹمپ کو لگ گیا، تو تم آوٹ ہو گئے۔ تم ہمارے مذہب کے محافظ نہیں بن سکتے، نکل جاؤ۔ اس کو نکال دیا جاتا ہے۔ اور اگر تم نے مارا بھی اور اگر ذرا سی کوتاہی ہوگئی اور زیادہ زور سے نہیں مارا کہ تم باہر تک پھینک سکو اور کسی نے کیچ کر لیا، تب بھی تم آوٹ۔ تم نے آہستہ سے کیوں ماری؟ تو یہ چرچ کا ایجاد کیا ہوا کھیل ہے۔

پھر میں نے یہ بھی کہا تھا کہ کرکٹ کی مخالفت مقصود نہیں ہے۔ صرف یہ مثال میں بیان کر رہا ہوں کہ یہ کرکٹ تثلیث کے تحفظ کے عقیدہ کے خاطر ہے اور اس کا ماحول بنانا ہے۔

اسلام نے بھی ایسا ہی کیا کہ اللہ عزوجل اپنے بندوں سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ زندگی میں دو چیزیں اختیار کریں۔ ایک زبان سے ہر وقت اللہ کی یاد رہے اور دوسرے ہر وقت تصورات، خیالات اور مراقبہ اس کی ذات کا رہے اور دل اللہ کے ساتھ لگا رہے۔ اور اسی لئے ارکانِ اربعہ فرض کئے گئے۔

اور میں نے شروع رمضان سے کہنا شروع کیا تھا کہ یہ جو ہمارے روزے ہیں، تلبیہ اور قرأت و تکبیر کی طرح روزے میں زبانی ذکر فرض نہیں کیا گیا، صرف مراقبہ ہے کہ پورا دن یہ یاد رکھنا ہے کہ میرا روزہ ہے۔ لیکن چونکہ روزہ کی حالت مذکّرہ نہیں ہے، کوئی یاد دلانے والی چیز ہر

وقت ساتھ نہیں ہوتی، اس لئے اگر کھا پی لیا، تو معاف ہے۔

لیکن نماز کی حالت حالتِ مذکّرہ ہے کہ نماز میں اللہ کی طرف دھیان رکھنا بھی ضروری ہے، دل اللہ سے لگا رہے، یہ بھی ضروری اور زبان سے تلاوت، تسبیح، التحیات، قنوت، ہر ہر رکن کے جو وظائف ہیں، وہ بھی زبان سے جاری رہیں۔ دل بھی مشغول رہے اور زبان بھی۔

اور روزہ میں صرف دل کو مشغول رکھنا تھا اور زبان کو مشغول رکھنے کے لئے بطورِ زائد و نفل کے ہر وقت تلاوت کرتے رہو، اس کی ترغیب دی گئی۔

اسی طرح حج کے متعلق عرض کیا کہ حج بھی یہ زبانی ذکر اور مراقبہ دونوں کا مجموعہ ہے کہ لبیک سے آپ شروع کرتے ہیں اور جگہ جگہ بسم اللہ، اللہ اکبر! یہ تمام جو اوراد ہیں، اذکار ہیں، وہ بھی زبان سے جاری ہیں۔

اور ہر وقت یہ مراقبہ بھی ہے کہ میں ملنگ بنا ہوا ہوں، اپنی دنیا کو چھوڑ کر کے، عمدہ پسندیدہ کپڑوں کو چھوڑ کر کے، میں نے دو چادریں تیرے لئے پہنی ہوئی ہیں۔ یہ مراقبہ ہر وقت کا ہے۔

اور چوتھا رکن رہ گیا، زکوٰۃ۔ تو اس کے لئے بتایا تھا کہ یہ رمضان کے روزہ میں مراقبات صرف ایک مہینہ کے لئے ہیں اور وہ بھی صرف دن میں کہ ہر وقت اللہ کی طرف دھیان رہے کہ میں نے تیرے لئے کھانا، پینا، جماع چھوڑ رکھا ہے۔

اور اس سے لمبا حج میں چند ہفتے کے لئے مراقبہ ہے۔

ساری عمر احرام میں

اگر چہ ایسے لوگوں کو بھی دیکھا کہ سال بھر احرام میں ہیں۔ کسی سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون؟ یہ روز احرام میں نظر آتے ہیں؟ روز عمرہ کرتے ہیں؟ ساتھیوں نے کہا نہیں، یہ بڑے نرالے بزرگ ہیں۔ جب حج کا احرام وہ کھول لیتے ہیں اور حج مکمل کرلیا، احرام سے وہ حلال ہوگئے، پھر میقات پر جا کر آئندہ سال کے لئے احرام باندھ کر آتے ہیں۔ پورا سال اس حج کے

احرام میں گزارتے ہیں۔اب ان کا کتنا لمبا مراقبہ ہے کہ اے اللہ! میں اس حال میں ہوں تیری یاد میں، تیرے فرض کی ادائیگی کے لئے ،ایک رکنِ اعظم حج کی ادائیگی کے لئے ،تو وہ چند ہفتے کا نہیں بلکہ ایک سال کا مراقبہ کرتے ہیں۔

اور نماز جب سے آپ شروع کرتے ہیں، سلام پھیرنے تک کا مراقبہ ہی ہے، کہ دل ادھر ہی رہے۔اگر چہ ہماری تصورات کی ٹیپ شروع ہو جاتی ہے، ہمارا مراقبہ ہوتا ہی نہیں۔

پھر زکوٰۃ ہے، اس کا مراقبہ بڑا نرالا کہ جیسے ہی تم نے صدقہ کسی کو دیا، پیسے دیئے، اس وقت سے لے کر مرنے تک کا مراقبہ کرلو کہ ایک دفعہ بھی تم نے اس کا کسی کے سامنے اظہار کیا تو قرآن کہتا ہے کہ﴿وَلَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذٰى﴾، کہ تمہارا وہ صدقہ ٹوٹ جائے گا، تمہاری وہ زکوٰۃ ٹوٹ جائے گی، اچھا،تم ہمارے خاطر دیتے ہو، پھر اس کو یاد رکھ کر اس کا تذکرہ بھی کرتے ہو۔تو ضائع ،ٹوٹ گئی زکوٰۃ اور وہ صدقہ چلا گیا۔

جس طرح نماز میں، بولنے سے ٹوٹ جاتی ہے، اس طرح روزہ امام اوزاعی کے نزدیک کسی کی غیبت کرنے سے، بولنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔

اسی طرح حج ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ جو ارکانِ اربعہ ہیں، اور عبادتیں فرض کی گئیں، یا واجب اور سنت قرار دی گئیں، ان میں ان ہی دو چیزوں کی تعلیم، زبان اور دل قبضہ میں رہے، زبان سے اللہ کی یاد کرنا سیکھو اور دل سے مراقبہ کرنا سیکھو۔

غرض صوفیاء نے مراقبہ انہی عبادات سے لیا ہے۔مگر ایک بات یاد رہے کہ یہ مراقبہ جن عبادتوں سے لیا گیا، یہ ان عبادتوں کا بدل نہیں بن سکتا۔اسی میں غلو کر کے ملحدوں نے شریعت کو بالائے طاق رکھ دیا اور نماز کو حذف کر دیا کہ ہم تو نماز کی روح کو پائے ہوئے ہیں، ہمارے لئے نماز معاف ہے۔ یہ سب زندقہ ہے، فرائض ہر حال میں فرض رہتے ہیں۔

جس طرح کہ عرب بچوں کو بچپن سے تعلیم دیتے تھے کہ اس طرح دشمن کے سروں کو کِک کیا جاتا ہے۔

جس طرح کہ جگہ جگہ یہ صلیب اور صلیب کے علاوہ میں نے بتایا کہ ٹرینیٹی کی تعلیم کے لئے ماحول بنایا جاتا ہے، کہ ہر جگہ تین تین تصویریں، ہر چیز پر، کپڑے پر، کھلونے پر، ہر چیز تین تین آپ دیکھیں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا اور صلیب

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے سامنے کوئی خاتون آئیں۔ انہوں نے جو چادر پہنی ہوئی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ اس پر صلیب بنی ہوئی ہے، ناراض ہوئیں۔ ان کو ڈانٹا اور فرمایا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا ہوتا، تو اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھاڑ دیتے۔ تم نے کیوں یہ صلیب والا کپڑا پہن رکھا ہے؟

یہ اسی زمانہ سے یہ صلیب کو ان کے ماننے والوں نے عام کرنے کی کوشش کی۔ یہ سب کچھ اپنے مذہب کے تحفظ کے لئے اور اس کی ترویج کے لئے انہوں نے کیا۔

اسی طرح ہمارے یہاں تمام عبادتوں کی علت آپ تلاش کریں گے اور اس میں امرِ مشترک آپ تلاش کریں گے، تو اس میں یہی ملے گا کہ مراقبہ دل سے اور زبان سے ذکر کروایا جاتا ہے۔ اسی لئے یہ جتنی چیزیں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے تجویز فرمائیں اللہ تک پہنچنے کے لئے، جو چیزیں ضروری ہیں، وہ سب بھی ان ہی عبادتوں سے وہ ماخوذ ہیں: طہارت، سب سے پہلے دوامِ طہارت، دوامِ صوم، دوامِ سکوت، دوامِ خلوت، دوامِ ذکر اللہ اور نفی خواطر۔

کہ اب سب چھوڑ چھاڑ کر کے آپ نماز میں کھڑے ہو جائیں، تو بھی وساوس آئیں گے۔ لوگوں سے، کسی کے ساتھ بولنا نہ ہو، اس کے لئے خلوت میں بھاگ جائیں گے، تو وہاں آپ کا دل آپ سے باتیں کرتا رہے گا۔ تو اب وہاں بھی جان نہیں چھوٹی، اکیلا انسان ہے، کوئی نہیں ہے، پھر بھی ہر وقت تصورات کی ٹیپ چل رہی ہے۔ جو ماضی میں قصے ہوئے، اس کا خیال آ رہا ہے۔ آئندہ کے خیالات دل پر مسلط تھے، دماغ میں وہ ٹیپ جاری ہے۔

امام النساء صحابیہ رضی اللہ تعالی عنہا

ایک صحابیہ تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستورات کو ان کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ وہ اپنے یہاں گھر میں نماز پڑھایا کرتی تھیں۔ اور کثرتِ عبادت میں صحابیات میں بڑی مشہور تھیں، امام النساء۔ نفل، تراویح وغیرہ پڑھنے کے لئے ان کے یہاں صحابیات چلی جاتی تھیں۔

وہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ مجھے بے پناہ خطرات اور خواطر دل پر شروع ہو گئے کہ تم جو اتنی ساری عبادت کرتی ہو، کاہے کے لئے ہے؟ یہ سب دنیا کے لئے، واہ واہ کے لئے؟ ریا کے لئے؟ میں نے سوچا کہ میں اس کام کو موقوف کر دوں۔ کبھی شیطان آکر خطرہ ڈالتا کہ یہ اتنی ساری عبادتوں کی اللہ کو کیا ضرورت ہے؟ اس کے لئے تو، وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ، دنیا بھر کی تمام مخلوق اس کے لئے تسبیح کناں ہے، طرح طرح کے وساوس آنے شروع ہوئے اور مجھ سے علاج اس کا نہ بن پڑا۔

میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف پر حاضر ہوئی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی اجازت لے کر وہاں جا کر میں نے شروع کیا رونا کہ یا رسول اللہ! میں کیا کروں؟ اس طرح کے خطرات اور خواطر نے مجھے گھیر رکھا ہے، وساوس کا تسلط ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ اطہر سے آواز آئی، ﴿اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا﴾، فرمایا کہ یہ تو شیطانی وساوس ہیں۔ اس کو دشمن سمجھتے رہو اور اپنا کام جاری رکھو۔

حضرت منکدر رضی اللہ تعالی عنہ

ہمارے یہاں طلبہ حدیث کی کتابیں پڑھتے ہیں، اس میں آتا ہے حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْمُنْکَدِرِ، ان کے والد تھے حضرت منکدر رضی اللہ تعالی عنہ۔ مسئلہ پوچھنے کے لئے وہ حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پوچھا کہ آپ کے کوئی بیٹا ہے؟

کتنی شفقت ہے،، کتنا تعلق ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے پوچھا کہ تمہارے کوئی بیٹا ہے۔ اولاد کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے عرض کیا کہ نہیں امی جان! اس نعمت سے میں محروم ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کاش! کہ میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے اور میں اس کام کے لئے آپ کی خدمت میں پیش کرتی، جس سے تم نکاح کر لیتے اور اللہ تمہیں بیٹا دیتا۔

حضرت منکدر رضی اللہ تعالی عنہ واپس چلے آئے۔ ابھی شام نہیں ہوئی کہ ایک تھیلی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کی گئی، آپ نے فرمایا کہ دیکھو اس میں کیا ہے؟ دیکھا کہ دس ہزار درہم ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں اور فرمایا کہ منکدر کو بلاؤ۔ وہ آئے، پھر ان سے فرمایا کہ دیکھو! یہ اللہ تبارک وتعالی ساری تمنائیں، ساری خواہشیں دنیا ہی میں کہیں پوری نہ کر دیں، اس سے مجھے ڈر لگتا ہے۔

ان حضرات کی زبان سے جو نکلتا تھا، بلکہ جو دل میں آیا فوراً وہ موجود ہو گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے کہا تھا کہ دس ہزار درہم ہوتے، تو میں پیش کرتی۔ یہ دراہم لے جاؤ، اور اپنی شادی کا انتظام کرو۔ اللہ تعالی سے میں دعا کرتی ہوں اللہ تعالی تمہیں نیک صالح لڑکا عطا فرمائے۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں وہ رقم لے کر آ گیا۔ میں نے اس سے ایک باندی خریدی اور اللہ تعالی نے مجھے کئی ایک، ایک سے زائد اولاد عطا فرمائی۔

حضرت محمد ابن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ

اسی باندی سے ان کے صاحبزادے محمد ابن المنکدر رہیں۔ وہ بہت بڑے محدث ہیں، ان کا

حلقۂ درس مسجد نبوی میں لگتا تھا۔اب سبق پڑھا رہے ہیں، سبق پڑھاتے ہوئے کہیں اٹک گئے، کوئی چیز سمجھ میں نہیں آ رہی۔

ہمارے یہاں مدارس میں ہم نے دیکھا کہ اساتذہ بڑوں کے پاس کتابیں حل کرنے جایا کرتے تھے۔حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کے پاس کسی استاذ کا پرچہ آتا تھا کہ حضرت! فلاں حدیث میں یوں آیا، اس کا کیا جواب؟

کوئی کتاب لے کر حضرت مولانا اسعداللہ کی خدمت میں پہنچتا کہ حضرت! یہ عبارت سمجھ میں نہیں آئی، اس کو حل فرمادیں۔

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں بخاری صاحب کے مکتبۃ الایمان میں پہنچا، دیکھا کہ حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے ہیں۔ میں نے ہدایہ کھولی اور پوچھا آپ ذرا اس کی تقریر فرمائیں گے۔ یہ سن کر حضرت ہنس پڑے اور کئی قصے اس عبارت کے متعلق انہوں نے سنائے۔

حضرت محمد ابن المنکدر رطلبہ کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں، کہیں اٹک گئے۔کسی روایت کا تضاد سمجھ میں نہیں آیا، ان کے تلامذہ فرماتے ہیں کہ ہمارے استاذ محمد ابن المنکدر رکا ہمیشہ کا معمول تھا کہ جیسے ہی کہیں اٹک گئے، فوراً اٹھ کھڑے ہوئے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہوئے اور وہاں جا کر عرض کیا اور واپس آکر مسکراتے ہوئے ایک لمبی تقریر کی۔

اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہ کا حلقۂ درس اسی طرح مسجد نبوی میں ہے، اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ، روایت آتی ہے۔حضرت حیاتِ انبیاء پر تقریر فرما رہے ہیں۔

تقریر سن کر کے ایک طالب علم کہنے لگا کہ حضرت! اور تھوڑی وضاحت فرمائیں گے؟ اچھی

طرح سمجھ میں نہیں آیا۔

حضرت ریاض الجنۃ میں درس دیا کرتے تھے۔طلبہ سامنے ہیں، ان سے مخاطِب ہیں ،لیکن جب اس طالب علم نے یہ کہا کہ حضرت یہ تقریر سمجھ میں نہیں آئی اور ذرا وضاحت فرما دیں،فوراً حضرت مڑ گئے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ مبارک کی طرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے حجرہ شریفہ کا جو دروازہ ہے، اس کی طرف تھوڑی دیر تکتے رہے، سب طلبہ بھی یہ منظر دیکھ کر ادھر دیکھنے لگے کہ حضرت ادھر کیوں متوجہ ہوئے؟ کیا دیکھ رہے ہوں گے؟

پوری جماعت نے جو حدیث پڑھنے والے طلبہ تھے، وہ دیکھ رہے ہیں کہ نورمل معمول کے مطابق جس طرح جالی مبارک ہے، دروازہ ہے اور وہاں سب خدام وغیرہ جو کھڑے ہوئے ہیں، مسجد میں جو مصلّی ہیں، وہ نظر آرہے ہیں۔

پھر حضرت نے تھوڑی دیر کے بعد نیچے گردن فرمالی۔ چند لمحے کے بعد پھر حضرت نے دوبارہ ادھر دیکھنا شروع کیا، تو پوری جماعت ادھر دیکھ رہی ہے، اب عجیب منظر سامنے ہے۔

وہ دیکھتی ہے کہ نہ وہاں جالی مبارک ہے، نہ حجرہ شریف ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کھلی ہوئی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں بذات خود تشریف فرما ہیں۔

عملی طور پر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی حیات برزخ میں کیسی ہے وہ حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہ کی برکت سے شاگردوں نے اپنی آنکھوں سے خود دیکھ لی۔

جیسے ہی محمد ابن المنکدر جا کر عرض کرتے ہیں اور وہاں سے جواب ملتا ہے، واپس جگہ پر پہنچ کر طلبہ کے سامنے تقریر کرتے ہیں۔

امام النساء خاتون پریشان ہوئیں صحابیہ اور انہوں نے جا کر کے فریاد کی ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ﴿اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوّاً﴾

دل کی حفاظت کے لئے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے نسخہ بتایا کہ یہ خواطر تو ہر ایک

انسان کو پیش آتے رہتے ہیں۔لیکن ہمیں مستعد ہو کر اس کو دفع کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے تاکہ شیطان ہمیشہ کے لئے مسلط نہ ہو جائے اور یادالٰہی سے دل غافل نہ ہو جائے۔ہمیں تو تھوڑی دیر کے لئے نہیں، ساری عمر، ہر گھڑی، اس خالق و مالک کو زبان سے بھی یاد کرنا ہے اور دل سے بھی اسے یاد کرنا ہے۔ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے غافل رہنے کی اجازت نہیں ہے۔

جیسا کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری نوراللہ مرقدہ کا ارشاد مبارک سنایا تھا کہ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ ایک لمحہ کے لئے خدا کی یاد سے غافل ہو جانا یہ اکبرالکبائر ہے۔اور ہماری تو ساری زندگی اسی طرح غفلت میں گزرتی رہتی ہے۔

یہ کتنے مبارک حضرات کہ جن کے لئے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ ایک شعر پڑھا کرتے تھے کہ

گردن جھکائی اور تصویرِ جاناں دیکھ لی

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا جنت سے خطاب

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر ہے۔حضرت شیخ الہند مولانا محمودالحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ۔

اے جنت! تجھ میں حور و غلماں رہتے ہیں

وہ فرماتے ہیں جنت کو خطاب کر کے ۔

اے جنت! تجھ میں حور وغلمان رہتے ہیں
ہم نے مانا کہ ضرور رہتے ہیں
مگر اے جنت !تو میرے دل کا طواف کر

جنت سے کہتے ہیں کہ اے جنت! تجھ میں حور وغلمان رہتے ہیں، ہم مانتے ہیں کہ ضرور رہتے ہیں۔ ۔

مگر اے جنت میرے دل کا طواف کر
کہ اس میں حضور رہتے ہیں

اورفرماتے ہیں کہ تیری تمام نعمتیں، جس طرح حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ؎

نہ دنیا دوست می دارم، نہ عقبی را خریدارم
مرا چیزے نمی باید ، بجز دیدار یا اللہ!

اسی طرح حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں جنت سے کیا لینا دینا؟ ہم تو اللہ اوراس کے رسول کو دل میں بسائے ہوئے ہیں۔یہی ہماری جنت ہے۔

شیخ حذیفی

حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر مجھے یاد آیا کہ یہ سلفی گروپ والے، ابھی تو کچھ عرصہ سے اتنے زوروں پرنہیں، ورنہ چند سال پہلے بہت زیادہ زوروں پر تھے، اوراتنے زیادہ کہ وہاں مدینہ طیبہ میں ہم تھے، تو ہر وقت یہی سنتے رہتے تھے کہ آج فلاں کتاب شائع ہوئی، آج الدیوبندیۃ شائع ہوئی، آج جھود علماء الاحناف شائع ہوئی۔ اور حد ہوگئی کہ مسجد نبوی کے امام حذیفی صاحب، وہ تو ساری دنیا کے امام ہیں، ان کا ذہن تو بہت وسیع ہونا چاہئے تھا۔

ایک خاص فرقہ اور وہ فرقہ بھی باطل پرست فرقہ، اور وہ فرقہ بھی شر پسند فرقہ، اور فتین قسم کے لوگ، ان کے بہکاوے میں وہ کیسے آسکتے ہیں؟ ان کو تو دنیا کتنی وسیع ہے، دنیا میں مسلمان، امتِ اسلامیہ مختلف جماعتوں میں تقسیم ہے، کون کون سے گروہ حق پر ہیں، ان تمام کا ان کو مطالعہ ہونا چاہئے تھا۔

مگر یہ سازش اتنی زوروں پر تھی کہ وہاں مدینہ یونیورسٹی میں ایک موضوع دیا گیا کسی طالب

علم کو، **جُهُودُ عُلَمَآءِ الْأَحْنَاف** کہ علماءِ احناف نے جو جدوجہد کی ہے، اس کی تاریخ مرتب کی جائے۔ اور اس کتاب کے مُشرف حذیفی ٹھہرائے گئے، کیوں کہ طالب علم پی ایچ ڈی کر رہا تھا، اور طالب علم جو یہ کتاب لکھ رہا تھا، اس کے مشرف ٹھہرائے گئے، یہ شیخ عبداللہ حذیفی۔

یہ جو مشرف ہوتا ہے، اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ جیسے وہ طالب علم لکھتا رہتا ہے، لکھ کر اپنے مشرف کو دیتا رہتا ہے۔ پہلے پورا پلان پیش کرے گا کہ میں یہ یہ چیزیں لکھوں گا اور وہ قبول کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد اس پر تحقیق کر کے ایک ایک حصہ لکھتا رہتا ہے۔ وہ سارا سال یا کتنے سالوں تک وہ تصنیف چلتی ہے، مشرف کی نگاہ سے اس کا ایک ایک حرف گزرتا ہے۔ پھر وہ مشرف کہے گا کہ ہاں اب یہ مکمل ہے۔ اس کے بعد وہ کتاب مناقشہ کے لئے جاتی ہے، ممتحنین آتے ہیں، وہ مناقشہ کرتے ہیں۔ جس نے کتاب لکھی ہے، اس سے سوالات کرتے ہیں۔ اس امتحان میں وہ پاس ہو جاتا ہے، اس کے بعد اس کو پی ایچ ڈی کی ڈگری دی جاتی ہے۔

اب شیخ حذیفی، ان کے پاس یہ کتاب پہلے دن سے لے کر مکمل کئے جانے تک رہی، اور بڑی ضخیم تین اتنی موٹی موٹی جلدیں ہیں۔

اس میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر کے ہمارے اکابرین حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ اور حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ تک تمام کو بے بنیاد بلا وجہ متہم کیا گیا اور کن الفاظ سے کہ فلاں وثنی قبوری، بت پرست اور قبر پرست۔

اور یہ قبر پرست کیسے لکھا گیا کہ حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی نوراللہ مرقدہ نے اگر اپنے سفرنامہ میں کسی جگہ یہ تحریر فرمایا ہو کہ ہم جب دہلی پہنچے، اس دن ہمارے نظام میں یہ بھی شامل تھا کہ ہم حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوں، حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ہم حاضری دیں گے۔ انہیں سلفیوں کو اشکال کہ حاضری کا لفظ، زیارت کا لفظ کیوں آیا؟ کسی مسلمان کی قبر پر پہنچ کر دعا نہ کی جائے؟ تلاوت نہ کی جائے؟ کیا پھر قبر پر پہنچ کر ٹھوکر مارنی چاہیے جس طرح کہ انہوں نے سب قبے گرا دیئے، **نَعُوذُ**

بِاللّٰہِ مِنۡ ذٰلِکَ.

اسی قسم کے ہمارے اکابر کے واقعات اس کتاب میں مذکور ہیں، جس پر ان کو یہ ٹائٹل دیا گیا ''وثنی اور قبوری''، وہ صرف اس پر کہ وہ قبر پر حاضر ہوئے۔

اب ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ یہ حضرت محمد بن المنکدر ؒجن کی روایات تمہارے ابّا البانی نے بھی قبول کی ہیں، محمد ابن المنکدر ؒکی روایات، جو حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، مسلّم ہیں، اگر چہ بہت بڑے ذخیرہ کے متعلق اس نے کہہ دیا کہ یہ ذخیرہ سب ضعاف پر مشتمل ہے اور یہ روایات قابل رد ہیں، جس طرح اس نے سنن اَبی داوٗد کا آدھے سے زائد حصہ نکال دیا، جامع ترمذی کا، سنن نسائی کا، تمام کتابوں کا، مگر اس نے بھی محمد ابن المنکدر ؒکی روایات اس میں باقی رکھی ہیں جہاں بھی پائی گئیں کہ یہ سند صحیح ہے۔

اور حضرت محمد بن المنکدر ؒتو سبق پڑھاتے ہوئے روز حاضر ہوتے تھے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف سے استفادہ کرتے تھے۔ ان کے متعلق کیا کہو گے؟ اور یہ صحابیہ جو پریشان ہیں اپنے خطرات اور خواطر اور وساوس کے لئے، وہ روضہ شریف پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی رضا اور اجازت سے حاضر ہوتی ہیں، فریاد کرتی ہیں، وہاں سے جواب ملتا ہے، اور جواب ملنے کے اور بھی سینکڑوں واقعات ہیں۔ لیکن یہ تو صرف ان کتابوں سے اور جن کتابوں کو یہ لوگ مستند سمجھتے ہیں، اس میں سے یہ واقعات میں نے آپ کے سامنے گنوائے ہیں۔ تو ان کے متعلق وہ کیا کہیں گے؟

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما ایک مرتبہ سلام کے لئے حاضر ہوئے روضہ شریف پر۔ اس زمانہ میں یہ دیوار اور حجرہ شریفہ اور یہ جالیاں کوئی چیز نہیں تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کا چھپر نما حجرہ تھا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما

وہاں حاضر ہوئے اور سلام پڑھتے پڑھتے جب نہیں رہا گیا تو بیٹھ گئے۔ بیٹھنے کے بعد بھی جب قناعت نہ ہوسکی، تو پھر اپنے گال مبارک کو قبر شریف پر پھیرنے لگے، اپنی داڑھی مبارک کو جھاڑو بنا کر پھیر رہے ہیں جس طرح شعراء تمنائیں کیا کرتے ہیں۔

مدینہ طیبہ کا گورنر تھا مروان، وہ وہاں سے گزر رہا ہے۔ وہ کہتا ہے عبداللہ! خیال رکھو کہ تم کیا کر رہے ہو؟ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہاں، میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ مجھے معلوم ہے، میں کسی حال میں نہیں ہوں، میں عقل اور دانائی کے ساتھ یہ کام میں کر رہا ہوں۔ اب ان کے متعلق کیا کہو گے؟

خیر، یہ مبارک ساعتیں ہیں اور میں تو یہ بزرگوں کے واقعات خواطر کے متعلق سنا رہا تھا کہ ان کو یہ پیش آئے ہیں۔ اور وہاں سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج فرمایا ہے۔

درحقیقت ہماری عبادتوں کا فلسفہ، اس کا نچوڑ، بزرگانِ دین نے پیش کیا۔ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے آٹھ، امور ثمانیہ بتائے، جو یکم رمضان سے شروع کئے گئے تھے۔

اللہ تبارک وتعالی ہمارے بزرگوں کے طریق پر ہمیں زندہ رکھے، اسی پر ہمیں موت دے۔ ان تمام فتنوں سے امت کی حفاظت فرمائے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت نصیب فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِہ وَصَحبِہ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے تصوف کے اصول ثمانیہ کا ذکر تھا، ان میں نفی خواطر ہے۔ وساوس کے بعد ساتویں، آٹھویں چیز بیان کرنی تھی: ربط قلب بالشیخ کہ دوامِ طہارت، دوامِ صوم، دوامِ صمت وسکوت، دوامِ خلوت، دوامِ ذکراور ربط قلب بالشیخ۔ کہ اپنے شیخ کے ساتھ ربط رہے۔ آپ ٹونٹی نل کھلا رکھیں گے، جبھی تو پانی نکلے گا۔ اس کو بند کیا تو پانی آئے گا نہیں۔ جو فیض اوپر سے لینا ہے، فیض وہاں سے آرہا ہے، اس لئے پائپ لائن اعتراض کر کے بند نہ کریں۔ یعنی حق سبحانہ وتقدس سے فیض آرہا ہے، اس کے کسی فعل پر کبھی اعتراض نہ ہو، نہ زبان پر آئے، نہ دل میں اعتراض ہو۔

ترکِ اعتراض بر حق سبحانہ وتعالیٰ کہ حق تعالیٰ شانہ کی ذات پر کسی حال میں اعتراض نہ ہو۔ بار بار میں نے درمیان میں بھی یہ مضمون بیان کیا تھا کہ ہر چیز میں، فوراً ہمارا اعتراض اوپر چلا جاتا ہے۔ اس کے متعلق کچھ صحابہ کرام، تابعین، بزرگوں کے واقعات، انبیاء علیہم السلام کے کل سنائے تھے، حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے فیض آتا ہے، اعتراض کر کے بند نہ کریں۔ جیسے ہی آپ کہیں گے کہ میری تو دعا قبول نہیں ہوئی۔ جس طرح دعا میں بلیک لسٹ ہو جاتے ہیں، تو اسی طرح ہدایت کا فیضان موقوف ہو جائے گا۔

یہ دو آخری چیزیں تھیں ربط قلب بالشیخ اور ترک اعتراض بر حق سبحانہ وتعالیٰ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو ان مشایخ کی ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جس طرح کل میں نے آخری دعا کی تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں انہیں کے طریق پر زندہ رکھے، اسی پر ہمیں موت دے، انہیں کے ساتھ کل قیامت میں ہمارا حشر فرمائے۔

یہاں نہ کوئی حضرت ہے اور نہ کوئی حضرت والا۔ جب کوئی کہتا ہے حضرت والا! تو میں کہتا

ہوں کہ ہر کوئی حسرت والا ہی ہے۔حسرت ہی حسرت ہے۔ساری عمر سے کہ کاش! کہ ہم کچھ کر پاتے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت شیخ یوسف بن حسن رحمۃ اللہ علیہ

اس لئے ہمارا حال تو ایسا ہے جس طرح کہ شیخ یوسف ابن حسن کا آخری وقت ہے، ہم بھی سب آج آخری مجلس کے بعد گھر جارہے ہیں۔

چنانچہ سکرات کے وقت وہ کیا کہہ رہے ہیں، آخری جملہ اس دنیا سے جاتے ہوئے فرما گئے کہ اے اللہ! میں نے ان کو بہت دھوکا دیا، بہت دھوکا دیا، ساری عمر میں ان کو دھوکا دیتا رہا۔خدام ومریدین اور مخلوق کو تو میں دھوکا دے سکتا تھا، تجھے کیسے دھوکہ دے سکتا ہوں۔جن کو دھوکا دے سکتا تھا ان کے پاس رہا۔اب میں تیرے پاس آرہا ہوں اور تجھ پر سب کچھ آشکارا ہے۔

یہی حال میرا بھی ہے۔اللہ تعالی ہم سب کو معاف فرمائے۔آمین۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا وَمَوْلٰنا مُحَمَّدٍ وعَلیٰ آلِه وَصَحبِه وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

نوٹ